فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عمدۃ الفقہ

کتاب الایمان

و

کتاب الطھارۃ

مؤلف

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اشاعت جدید: صفر المظفر ۱۴۲۹ھ / مارچ ۲۰۰۸ء

تعداد: گیارہ سو

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/ ۱۷، ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی۔ فون ۶۶۸۴۷۹۰-۰۲۱

syed.azizurrahman.gmail.com

فہرست مضامین

کتاب الایمان

کتاب الطہارۃ

کتابیات

حوالہ جات کے لئے جو رموز استعمال کئے گئے ہیں ان کی تفصیل ذیل کی جدول سے واضح ہے

نمبر شمار	رمز	کتاب کا نام	مصنف
۱	بحر	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	علامہ شیخ زین الدین، الشہیر بابن نجیم قدس سرہٗ
۲	بدائع	بدائع الصنائع	امام علاؤالدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی قدس سرہٗ
۳	جمع الفوائد	جمع الفوائد عن جامع الاصول ومجمع الزوائد	امام محمد بن محمد بن سلیمان قدس سرہٗ
۴	در	درالمختار	علامہ مولانا محمد علاؤالدین الحصکفی بن شیخ علی حنفی قدس سرہٗ
۵	درالمنتقیٰ	درالمنتقیٰ فی شرح الملتقیٰ	ایضاً
۶	ش	ردالمحتار عن الدرالمختار المعروف بہ فتاوی شامی	علامہ سید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامی قدس سرہٗ
۷	ط	طحطاوی علی مراقی الفلاح	علامۃ الدہر شیخ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی قدس سرہٗ
۸	ع	فتاوی الہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری	مصنفہ علمائے ہند بامر سلطان اورنگزیب عالمگیر شہنشاہِ ہند قدس سرہٗ
۹	عرف	العرف الشذی علی جامع الترمذی	علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ جمع کردہ مولانا محمد چراغ قدس سرہٗ
۱۰	غایۃ الاوطار	غایۃ الاوطار ترجمہ وشرح اردو درمختار	مولانا خرم علی ومولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی قدس سرہٗ
۱۱	فتح	فتح القدیر	شیخ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید بن مسعود المعروف بابن ہمام قدس سرہ
۱۲	کبیری	غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم الحلبی الحنفی قدس سرہٗ
۱۳	م	مراقی الفلاح	امام وفقیہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی قدس سرہ
۱۴	مجمع	مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان المدعو بشیخ زادہ قدس سرہ
۱۵	مظاہر	مظاہر حق ترجمہ شرح اردو مشکوٰۃ شریف	مولانا قطب الدین شاہجہان آبادی قدس سرہٗ
۱۶	مظہری	تفسیر مظہری	بیہقی دوراں مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ
۱۷	منحہ	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ سید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامی قدس سرہ
۱۸	نور	نورالایضاح	علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی قدس سرہٗ
۱۹	ہدیہ	الہدایۃ	شیخ الاسلام امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی قدس سرہٗ
۲۰	احیاء	احیاء العلوم	[illegible] محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ

علاوہ ازیں اردو کی بعض مشہور کتب بہشتی زیور، بہار شریعت وغیرہ سے بھی بعض مسائل لئے گئے ہیں۔

عرض ناشر

الحمدللہ، ایک طویل مدت کے بعد عمدۃ الفقہ ہم اپنے قارئین کی خدمت میں جدید اندازِ طباعت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں ۔ چوں کہ قارئین کا اصرار شدید تھا، اس بنا پر سر دست ہم حصۂ اول کو ہی مشینی کتابت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں ۔ باقی تینوں حصے سابقہ کتابت کی عکس طباعت پر مشتمل ہیں ۔ باقی تینوں حصوں کی مشینی کتابت کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے، چوں کہ موضوع نہایت دقیق ہے، اس بنا پر تصحیح کا کام وقت طلب بھی ہے اور صبر آزما بھی ۔ ان شاء اللہ آئندہ اشاعت مکمل طور پر جدید مشینی کتابت کے ساتھ پیش کی جائے گی ۔

عمدۃ الفقہ کو سلاستِ بیان، جزئیات کے استقصا اور حسنِ ترتیب کے سبب اردو فقہی ذخیرۂ ادب میں جو اختصاص و امتیاز حاصل ہے اس سے فقہیات سے وابستہ ہر شخص واقف ہے ۔ مؤلف علیہ الرحمہ کی یہ کاوش اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کاوش ہے، جس پر وہ یقیناً عنداللہ ماجور ہوں گے ۔

قارئین سے التماس ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ، ناشر اور جملہ معاونین کو دعائے خیر میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قرب خاص عطا فرمائے ۔ آمین

سید عزیز الرحمٰن

یکم ربیع الاول ۱۴۲۹ء/ ۱۵ / مارچ ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمدللہ و کفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد

ایک زمانہ وہ تھا جبکہ مسلمانوں میں دین کے علوم کی بہت ترقی اور ذوق وشوق تھا، کثرت سے علماء موجود تھے جن سے آسانی کے ساتھ مسائل دریافت کر سکتے تھے اور عوام بھی اس قدر علم ضرور رکھتے تھے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں تو عبادات ومعاملات میں شرع شریف کی پابندی درجۂ کمال کی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حکم فرمادیا تھا کہ ہمارے بازار میں وہی خرید وفروخت کریں جو دین میں فقیہ ہوں (۱) پھر جس قدر صدر اول سے بعد ہوتا گیا اسی قدر علم کی کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ آج کل ہمارے زمانے میں مسلمانوں کو دین سے بےتعلقی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام تو عوام علمائے کرام میں بھی باوجود دوسرے علوم وفنون میں قابلیت ومہارت کے روزمرہ کے ضروری مسائل حتی کہ فرض وواجبات وسنن ومستحبات ومکروہات کی اکثر وبیشتر جزئیات سے ناواقفیت ہے اور بےعلمی کی وجہ سے پڑھا ہوا علم بھی روزانہ انحطاط اور سہو کی نذر ہوتا رہتا ہے۔ عوام میں بھی قلت علم اور بےپرواہی کے نتیجے میں دین سے بےتعلقی اور عدم شوق اس قدر بڑھتا جارہا ہے کہ نہ خود جاننے اور سیکھنے کی طرف رغبت ہے اور نہ ہی علماء کی صحبت میں بیٹھتے ہیں کہ ان کی برکت سے ذوق وشوق پیدا ہوتا اور مسائل جاننے میں سہولت ہوتی۔ اگر یہی لیل ونہار رہے تو آئندہ اس سے بھی زیادہ تنزل اور دین سے بعد ہونے کا خطرہ ہے اس لئے دین کی تعلیم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

چونکہ ہمارے ملک کی قومی زبان اُردو ہے اور اسی کے ذریعے دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے اور اسی کے پیش نظر مختلف علوم وفنون کے ماہرین نے اس قومی وملکی عام زبان اردو میں دوسری زبانوں سے کتابوں کے ترجمے کئے اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔ چنانچہ علم فقہ میں بھی جو کہ جزئیات ومسائل دینیہ کا حامل ہے عربی وفارسی کی کتابوں کے ترجمے کئے گئے اور مستقل چھوٹی بڑی کتابیں بھی تصنیف وتالیف فرمائیں تاکہ عوام وخواص ان سے استفادہ کرکے دین کے ضروری علم سے باآسانی بہرہ ور ہوسکیں اور عمل کی شاہراہ پر گامزن ہوکر سعادت دارین حاصل کرسکیں۔

شریعتِ اسلامیہ میں علم فقہ کی فضیلت مسلمہ امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ

(۱)۔ ترمذی: ج ۲، ص ۲۹، رقم ۴۸۷

مِنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا۟ فِي ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُوا۟ قَوۡمَهُمۡ إِذَا رَجَعُوٓا۟ إِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُونَ O (۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ ''ایمان والو! تمہارے ہر گروہ میں سے ایک جماعت کو اہل علم کی خدمت میں دین میں تفقہ حاصل کرنے کے لئے جانا چاہئے اور جب علم فقہ حاصل کر کے اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو اس کو ان کی غلطیوں پر آگاہ کر کے ڈرانا اور دین کی باتوں پر عمل سکھانا چاہئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور دین کی باتیں صحیح طور پر سیکھ کر اس پر عمل کریں''۔ اس آیت مبارکہ میں علم فقہ کی ترغیب و افضلیت نمایاں طور پر ظاہر فرمائی ہے نیز ارشاد فرمایا وَمَنۡ يُؤۡتَ ٱلۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ أُوتِيَ خَيۡرٗا كَثِيرٗا (۲) ''جس کو حکمت دی گئی اُس کو بہت بھلائی دی گئی''۔ مفسرین کی ایک جماعت نے حکمت کی تفسیر علم فروع سے کی ہے جو کہ فقہ کا علم ہے۔

حدیث شریف میں ہے مَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيۡرًا يُّفَقِّهۡهُ فِي الدِّيۡنِ (۳) ''اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی دین کے کاموں میں صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے''ایک حدیث میں ہے مَنۡ تَفَقَّهَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنۡ حَيۡثُ لَايَحۡتَسِبُ (۴) ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ (فقہ) حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو فکر و تردد سے کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا''۔ ایک اور حدیث میں ہے فَقِيۡهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ (۵) ''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہے''۔ فقہ کی فضیلت و اہمیت و ضرورت پر اور بھی احادیث و دلائل کتب فن میں مذکور ہیں۔ پس مزید معلومات کے لئے ان کی طرف رجوع کریں۔

اُردو زبان میں چھوٹی و بڑی کتب فقہ تصنیف و تالیف ہونے اور ترجمے ہونے کے باوجود اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ کوئی ایسی جامع و مستند کتاب ہو جو عام فہم ہونے کے علاوہ زیادہ سے زیادہ جزئیات مسائل پر حاوی ہو اور ترتیب و تالیف کے لحاظ سے بھی اس طرز پر ہو کہ مسائل کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو جائے۔ اس ضرورت کے پیش نظر ایک مدت سے اس عاجز کا ارادہ تھا کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دے کر شائع کی جائے۔ چنانچہ پاکستان بننے سے پہلے اس کو شروع بھی کر دیا تھا اور بہت کچھ ترتیب و جمع مسائل کا کام کر لیا تھا لیکن اپنی کم علمی کے باعث بعض خامیوں کے پیش نظر اس کو طبع کرانے کی جرأت نہ کی۔ پاکستان بننے پر ترک وطن کر کے جب خیر پور ٹامیوالی ضلع بھاولپور میں بطور مہاجر سکونت اختیار کی تو پھر یہ شوق تازہ ہوا اور سابقہ مسودے کی نظر ثانی شروع کر دی اور ساتھ ساتھ ایک سو بیس صفحات تک کتابت بھی کر چکا تھا کہ پھر یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ پھر ایک عرصے کے بعد شروع کیا اور ایک سو بیس صفحات کتابت شدہ حصے کو طبع کرا کر بھی رکھ لیا لیکن ہر دفعہ درمیان میں ایسے موانعات حائل ہوتے رہے کہ تا حال اس کی تکمیل اور طباعت و اشاعت کے مراحل طے نہ ہو سکے۔ اب جبکہ نظر ثانی کے بعد کتاب الصلوٰۃ تک مسودے کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس کی کتابت بھی ہو رہی ہے تو ارادہ ہوا اور احباب کے مشورے سے طے پایا کہ چونکہ ابتدائی کتابت شدہ کاپیاں کافی عرصے کی ہو چکی ہیں اور ان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے نیز طبع شدہ اجزا بھی پرانے اور خراب ہوتے جا رہے ہیں اس لئے جہاں تک جلدی ہو سکے اس کا ابتدائی حصہ جس کو کتاب ہذا کا حصہ اول قرار دیا جائے کتاب الطہارۃ پر ختم کر کے چھپوا لیا جائے اور دوسرا حصہ کتاب الصلوٰۃ کی تکمیل پر ختم کر دیا جائے۔ اس طرح جو کاپیاں اور طبع شدہ اجزا خراب ہوتے جا رہے ہیں محفوظ ہو کر ناظرین تک پہنچ جائیں گے اور پھر دوسرا حصہ بھی جلدی طبع ہو کر اشاعت پذیر ہو سکے گا۔ نیز کتاب ہذا کے حصہ اول کو کتاب الصلوٰۃ پر ختم کرنے سے ضخامت بھی بہت زیادہ ہو جاتی اس لئے اس کو دو حصوں میں کرنا مناسب معلوم ہوا۔

---

(۱)۔ التوبہ: ۱۲۲ (۲)۔ البقرہ ۲، آیت ۲۶۹ (۳)۔ ترمذی: ج ۴، ص ۲۹۴، رقم ۲۶۵۴۔ ابن ماجہ: ج ۱، ص ۹۴، رقم ۲۲۰

(۴)۔ مسند ابی حنیفہ: رقم ۲۰۔ کنز العمال: رقم ۲۸۸۵۵ (۵)۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۱۱، رقم ۲۶۹۰۔ ابن ماجہ: ج ۱، ص ۹۶، رقم ۲۲۲

اس کتاب میں حتیٰ الوسع یہ کوشش کی گئی ہے کہ عبارت بہت آسان ہو کہ کم علم والے مرد عورتیں اور بچے بھی سمجھ سکیں اور فائدہ حاصل کر سکیں پھر بھی بہت سی جگہ مجبوراً بعض اصطلاحات استعمال کرنی پڑی ہیں اس لئے عوام کو ضروری مواقع میں علماء سے سمجھنے کی ہر وقت ضرورت ہے۔ اکثر و بیشتر مسائل کی مختصر آسان تعلیمات بھی لکھ دی ہیں تا کہ اہل علم حضرات بھی استفادہ کر سکیں لیکن مشکل اور طویل مباحث و دلائل سے پرہیز کیا ہے، اس لئے کہ دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں اور اصل مقصد مسائل کا جاننا ہے کہ نہ دلائل کا، دلائل کا جاننا علماء کا کام ہے۔ وہ فقہ و اصول فقہ کی بڑی کتابوں میں دیکھ لیتے ہیں، اس قسم کی کتابیں ان کی متحمل نہیں ہو سکتیں اور یہ عاجز خود بھی اس سے بے بضاعت ہے۔ اختلافات فقہا میں مفتیٰ بہ و معتمد مذہب لکھنے کا بھی التزام کیا گیا ہے اور ضعیف قول کہیں صراحتاً اور کہیں اشارتاً درج ہے، مثلاً یہ کہنا کہ یہی صحیح ہے کہ اس کے بالمقابل بھی قول ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ہر مسئلے کو اپنی جزئیات متفرعہ کے ساتھ پوری وضاحت سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ حتی الامکان مستند کتب مثلاً عالمگیری، شامی، درمختار، مراقی الفلاح وطحطاوی، بحر الرائق، نور الایضاح محشی اور دیگر کتب مروجہ اردو عربی سے مسائل کو پوری پوری احتیاط اور صحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، حوالہ جات کی کمی رہ گئی ہے جو آئندہ انشاء اللہ طبع ثانی میں درج کر دیئے جائیں گے۔ جہاں کہیں عبارتوں میں اغلاق و ابہام تھا۔ ان کو بھی اپنی سمجھ کے مطابق حل کرنے اور اغلاق و ابہام دور کر کے واضح طور پر مسئلے کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنی بے علمی و کم مائیگی کے باوجود اس اہم و اعظم کام کی طرف جسارت کرنا میرا منصب نہیں تھا لیکن ثواب دارین کی حرص دامن گیر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی امداد و نصرت کے بھروسے پر کام شروع کر دیا۔ دیر تو بہت ہو گئی مگر اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے یہ کچھ کرا دیا ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر کتاب ہذا میں کوئی مسئلہ اپنی تحقیق کے خلاف پائیں تو مستند کتب فقہ کی طرف مراجعت کے بعد کتاب ہذا کی غلطی پر اس عاجز کو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کی جا سکے اور اگر کوئی زیادہ غلطیاں ہوئیں جن کا اصلاح نامہ طبع اول کی کتب کے ساتھ شائع کرنا ضروری ہو تو وہ بھی کیا جا سکے کیونکہ باوجود نہایت کوشش و احتیاط کے اغلاط کا رہ جانا بشری تقاضا ہے اور اس عاجز کی علمی کمزوری اس پر مستزاد ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک خاکسار کی اس حقیر محنت کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی کوتاہیوں اور ریا و نمود وغیرہ کی برائی کی معافی کے ساتھ شرف قبولیت بخشے اور تمام مسلمانوں کو بالعموم اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے آمین، اور کوتاہیوں اور خامیوں پر آگاہی نصیب فرما کر بعد اصلاح و ترمیم طبع ثانی کی توفیق بخشے، آمین۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم، علیہ توکلت والیہ انیب، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم، وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ واتباعہ وبارک وسلم۔

احقر ولاشئ ذرۂ بے مقدار خاکسار

زوار حسین عفا اللہ عنہ وغفر لہ ولوالدیہ

حال مقیم خیر پور ٹامیوالی۔ ڈاک خانہ خاص، ضلع بھاولپور

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کتاب الایمان

تمہید

۱۔ جب آدمی عاقل اور بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو ایمان لانا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک اور رسولوں کو برحق ماننا فرض ہو جاتا ہے (جس کی تفصیل دوسرے بیان میں آئے گی) اور ایمان کے فرض ہو جانے پر تمام عبادات منجملہ فرائض اور واجبات وغیرہ کے اس پر فرض ہو جاتے ہیں اور تمام منہیات (یعنی جن چیزوں سے شرع نے منع کیا) اور محرمات (یعنی جو چیزیں شرع میں حرام ہیں) حرام ہو جاتے ہیں۔

۲۔ فرض: دو قسم کے ہیں:

۱۔ دائمی جو ہمیشہ فرض ہو، اور وہ ایمان پر ثابت قدم رہنا اور حرام اور کفر و شرک سے دور رہنا ہے۔ اور یہ عقائد سے تعلق رکھتا ہے جن کا حامل علم کلام ہے۔

۲۔ وقتی، جو کہ خاص وقت پر فرض ہوں، جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ (پہلی قسم کے فرائض کے علاوہ تمام فرائض موقت ہیں جن کا حامل علم فقہ ہے) اس مختصر کتاب میں ان ہر دو قسم کے مسائل بالتفصیل بیان ہوں گے۔ ان شاء اللہ

۳۔ علم الفرائض کا واجب ہونا، جب کسی فرض کا وقت آ جاتا ہے تو اس فرض کا علم بھی ضروری ہو جاتا ہے مثلاً جب آدمی مسلمان ہوا یا بالغ ہوا تو اس پر صانع حقیقی (اللہ تعالیٰ) اور اس کی صفات کی معرفت (پہچان) اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا جاننا اور ان چیزوں کا جاننا جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، اور جب نماز کا وقت آیا تو احکام نماز کا سیکھنا واجب ہوا، اور ماہ رمضان المبارک کے آنے پر روزے کے احکام کا علم اور مال دار صاحبِ نصاب زکوٰۃ ہو جانے پر (مال کے سال گزرنے پر) زکوۃ کے احکام کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے، اسی طرح حج، نکاح، حیض و نفاس اور بیع و شراء وغیرہ تمام فرائض کا حکم ہے۔

۴۔ چار علم فرض عین ہیں:

۱۔ ایمان، ۲۔ نماز، ۳۔ روزہ، ۴۔ حیض و نفاس

ان چاروں کے احکام کا علم بہ قدر ضرورت حاصل کرنا ہر مؤمن مرد و عورت پر فرض عین ہے۔

اب ایمان کی تفصیل اور اس کے متعلقات بیان کئے جاتے ہیں۔

ایمان مجمل و مفصل کا بیان

ایمان لانا دو طرح پر ہے ۔ا۔ مجمل ،۲۔ مفصل ، جو شخص دونوں طرح ایمان لائے وہ مسلمان ہو جاتا ہے ۔

ایمان مجمل

ایمان مجمل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ

میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اُس کے تمام احکام قبول کیے ۔

اللہ پر ایمان لانے کی تشریح

اللہ اسم ذاتی (اسم ذات) ہے اور یہ نام ہے اس ذات (اللہ تعالیٰ) کا جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمالیہ اس میں موجود ہیں ۔ اور واجب الوجود اس ہستی یا موجود شئے کو کہتے ہیں جس کا وجود (ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہونا) واجب و ضروری ہو اور اس کا عدم (کسی وقت یا کسی جگہ نہ ہونا) محال ہو۔ کمال ذاتی کے لئے جن جن صفتوں کا اس میں ہونا ضروری ہے وہ سب اس کے لئے ثابت ہیں، ان صفتوں کو صفات کمالیہ کہتے ہیں ۔ جو ذات واجب الوجود ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی یعنی وہ ذات قدیم ہوگی اور بذاتِ مقدس خود موجود ہوگی اور وجود و بقا میں کسی کی محتاج نہ ہو۔ پس اسلامی تعلیم کے بموجب اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اس کے سوا دنیا کی کوئی چیز واجب الوجود نہیں ۔ اسم ذاتی کے علاوہ اور ناموں کو اسمائے صفاتی کہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی بہت صفات ہیں جیسے قدیم ہونا یعنی ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا، عالم ہونا (ہر چیز کا جاننے والا ہونا) وغیرہ جو نام ان صفات میں سے کسی صفت کو ظاہر کرے اس کو صفاتی نام کہتے ہیں ۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (۱)

اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے نام ہیں پس انہی ناموں سے اس کو پکارو۔

اور حدیث شریف میں ہے اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا (۲) ''بیشک اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں'' اور روایات میں ان کے علاوہ اور بھی اسما مذکور ہیں ۔

---

(۱)۔ اعراف: ۱۸۰ (۲)۔ بخاری کتاب التوحید: باب ۱۲۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۵۷۴، رقم ۳۸۶۰۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۰۳، رقم ۳۵۱۸

ہیں" اور روایات میں ان کے علاوہ اور بھی اسما مذکور ہیں۔

صفاتِ کمالیہ

اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی تمام صفات اور اسما قدیم ہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے سوا اور کوئی چیز قدیم نہیں اور یہ اسما و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات شریف سے متعلق ہیں اس طرح پر کہ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات، مثلاً اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفت علم و قدرت وغیرہ کو اللہ نہیں کہہ سکتے نہ اس کا غیر ہی کہہ سکتے ہیں فافہم۔

صفاتِ کمالیہ (صفات ذاتی) یہ ہیں ۱۔ وحدت، ۲۔ قِدَم (یا وجوب وجود)، ۳۔ حیات، ۴۔ قدرت، ۵۔ علم، ۶۔ ارادہ، ۷۔ سمع، ۸۔ بصر، ۹۔ کلام، ۱۰۔ خلق وتکوین۔ باقی صفات بھی انہی سے متعلق ہیں مثلاً مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، عزت دینا، ذلت دینا وغیرہ وغیرہ۔

صفاتِ کمالیہ کی تشریح

۱۔ **وحدت**: وحدت یعنی ایک ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ اپنی ذات میں بھی ایک ہے اور صفات میں بھی یکتا ہے اور توحید کے معنی اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا یا اس کے ایک ہونے کا یقین اور اقرار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (۱) "تمہارا معبود ایک اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت رحم والا مہربان ہے" دوسری آیت میں ہے: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (۲) "اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ انصاف قائم رکھنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے" تیسری آیت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (۳) "آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے" اور چوتھی آیت هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۴) "وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں" اسی طرح بے شمار آیتیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دیتی ہیں۔

۲۔ **قِدَم**: قدم کے معنی قدیم ہونا اور ہمیشہ رہنا اور وجوبِ وجود کے معنی واجب الوجود ہونا، جس کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ جس کی ابتدا نہ ہو یعنی ہمیشہ سے ہو، اُسے ازلی کہتے ہیں اور جس کی انتہا نہ ہو یعنی ہمیشہ رہے اُسے ابدی کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی اور یہی معنی قدیم ہونے کے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (۵) "اول بھی وہی اللہ تعالیٰ ہے اور آخر بھی وہی اور ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی"۔

۳۔ **حیات**: حیات کے معنی زندگی کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے زندگی کی صفت اس کے لئے ثابت ہے اور یہ زندگی فانی زندگیوں کی طرح نہیں ہے۔ قولہ تعالیٰ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی اور قیوم ہے"۔

۴۔ **قدرت**: قدرت کے معنی طاقت کے ہیں یعنی کائنات کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے اور پھر فنا کرنے اور پھر موجود کرنے کی قدرت رکھتا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ "بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

۵۔ **علم**: علم کے معنی جاننے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا علیم (جاننے والا) ہے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اُس کے علم سے باہر نہیں، ذرے ذرے کا اس کو علم ہے، ہر چیز کو اس کے وجود سے پہلے اور معدوم (نیست) ہونے کے بعد بھی جانتا ہے اور اندھیری رات میں کالی چیونٹی کے چلنے اور اس کے پاؤں کی حرکت کو بخوبی جانتا اور دیکھتا ہے انسان کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ اللہ کے علم میں سب

(۱)۔ بقرہ:۱۶۳　(۲)۔ آل عمران:۱۸　(۳)۔ اخلاص:۱　(۴)۔ الحشر:۲۲　(۵)۔ الحدید:۳　(۶)۔ الحشر:۲۲

روشن ہیں۔ علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عَالِمُ الغَيبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحمٰنُ الرَّحِيمُ (٦) ''وہ (اللہ تعالیٰ) غیب اور شہادت کا جاننے والا اور رحمٰن اور رحیم ہے''۔

٦۔ **ارادہ**: ارادے کے معنی اپنے اختیار سے کام کرنا یعنی اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے معدوم (نیست) کرتا ہے دنیا کی تمام باتیں اس کے اختیار اور ارادے سے ہوتی ہیں کائنات کی کوئی چیز اس کے اختیار اور ارادے سے باہر نہیں وہ کسی کام میں مجبور نہیں۔ اِنَّمَا اَمرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيئًا اَن يَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ O (١) ''اس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو، کہے اس کو کہ ہو جا، وہ اُسی وقت ہو جائے''۔

۸،۷۔ **سمع اور بصر**: سمع کے معنی سننا اور بصر کے معنی دیکھنا یعنی اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے لیکن مخلوق کی طرح اس کے کان نہیں ہیں اور نہ مخلوق کی طرح اس کی آنکھیں ہیں نہ اس کے کانوں اور آنکھوں کی کوئی شکل وصورت ہے ہلکی سے ہلکی آواز کو سنتا اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھتا ہے اس کے سننے اور دیکھنے مین نزدیک و دور اندھیرے و اُجالے کا کوئی فرق نہیں اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ O ''بیشک اللہ تعالیٰ سنتا اور دیکھتا ہے''۔

۹۔ **کلام**: کلام کے معنی بولنا بات کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفت بھی ثابت ہے لیکن اس کے لئے مخلوق جیسی زبان نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرح اپنے کام میں کسی چیز کا محتاج نہیں اس لئے وہ کلام کرنے میں بھی زبان کا محتاج نہیں قولہ تعالیٰ يُرِيدُونَ اَن يُّبَدِّلُوا كَلَامَ اللّٰهِ (٢) ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں''۔ يَسمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَه (٣) ''وہ اللہ کے کلام کو سنتے ہیں پھر اُس کو بدل دیتے ہیں''۔

۱۰۔ **خلق وتکوین**: خلق کے معنی پیدا کرنا اور تکوین کے معنی وجود میں لانا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفت بھی ثابت ہے وہی تمام عالم کا خالق (پیدا کرنے والا) اور مکون (وجود میں لانے والا) ہے۔ قرآن حکیم میں ہے هُوَ اللّٰهُ الخَالِقُ البَارِئُ المُصَوِّرُ لَهُ الاَسمَاءُ الحُسنٰى (۴) وہ اللہ خالق اور باری اور مصور ہے، اس کے بہت سے اچھے نام ہیں۔ ان صفات کو صفات ثابتہ یا صفات ثبوتیہ بھی کہتے ہیں، ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی اور جو صفات ہیں سب ازلی ابدی اور قدیم ہیں ان میں کمی وبیشی اور تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی صفات علم سمع اور بصر وغیرہ کو مخلوق کی صفت علم، سمع وبصر وغیرہ سے صرف اسمی مشارکت ہے ورنہ اس کی یہ صفات بھی ذات حق کی طرح بے چون اور بے چگون ہیں۔

اسمائے الٰہی

اسمائے الٰہی جو حدیث شریف میں آئے ہیں درج ذیل ہیں: عَن اَبِي هُرَيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسعَةً وَّتِسعِينَ اِسمًا مَن اَحصَاهَا دَخَلَ الجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحمٰنُ الرَّحِيمُ المَلِكُ القُدُّوسُ السَّلَامُ المُؤمِنُ المُهَيمِنُ العَزِيزُ الجَبَّارُ المُتَكَبِّرُ الخَالِقُ البَارِئُ المُصَوِّرُ الغَفَّارُ القَهَّارُ الوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الفَتَّاحُ العَلِيمُ القَابِضُ البَاسِطُ الخَافِضُ الرَّافِعُ المُعِزُّ المُذِلُّ السَّمِيعُ البَصِيرُ الحَكَمُ العَدلُ اللَّطِيفُ الخَبِيرُ الحَلِيمُ العَظِيمُ الغَفُورُ الشَّكُورُ العَلِيُّ الكَبِيرُ الحَفِيظُ المُقِيتُ الحَسِيبُ الجَلِيلُ الكَرِيمُ الرَّقِيبُ المُجِيبُ الوَاسِعُ الحَكِيمُ الوَدُودُ المَجِيدُ البَاعِثُ الشَّهِيدُ الحَقُّ الوَكِيلُ القَوِيُّ المَتِينُ الوَلِيُّ الحَمِيدُ المُحصِي المُبدِئُ المُعِيدُ المُحي المُمِيتُ الحَيُّ القَيُّومُ الوَاجِدُ

(۱)۔ یٰسٓ:۸۲ (۲)۔ الفتح:۱۵ (۳)۔ البقرہ:۷۵ (۴)۔ الحشر:۲۴

الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ اْلاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِرُ الاَ وَّلُ الاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالِي اَلْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلاَ لِ وَالاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِي الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِي الْبَدِيعُ الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ (۱) (حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو اُنھیں یاد کرے جنت میں جائے گا۔ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ا۔ نہایت مہربان، ۲۔ بہت رحم والا ۳۔ وہ بادشاہ ہے ۴۔ پاک ہے، ۵۔ ہر نقص وآفت سے سلامت، ۶۔ امان دینے والا ۷۔ پناہ لینے والا، ۸۔ زبردست، ۹۔ دباؤ والا، ۱۰۔ صاحب عظمت، ۱۱۔ بنانے والا ۱۲۔ پیدا کرنے والا، ۱۳۔ صورت بنانے والا، ۱۴۔ بہت بخشنے والا ۱۵۔ غالب، ۱۶۔ بہت دینے والا، ۱۷۔ روزی دینے والا، ۱۸۔ فیصلہ کرنے والا، ۱۹۔ جاننے والا، ۲۰۔ تنگی کرنے والا، ۲۱۔ فراخی کرنے والا، ۲۲۔ پست کرنے والا، ۲۳۔ بلند کرنے والا، ۲۴۔ عزت دینے والا، ۲۵۔ ذلت دینے والا، ۲۶۔ سننے والا ۲۷۔ دیکھنے والا، ۲۸۔ اٹل فیصلہ والا، ۲۹۔ انصاف کرنے والا، ۳۰۔ بھید جاننے والا، ۳۱۔ خبردار، ۳۲۔ بردبار، ۳۳۔ عظمت والا، ۳۴۔ بہت بخشنے والا، ۳۵۔ تھوڑے عمل پر بہت دینے والا، ۳۶۔ بلند، ۳۷۔ بڑائی والا، ۳۸۔ حفاظت کرنے والا، ۳۹۔ حصہ دینے والا، ۴۰۔ حساب کرنے والا، ۴۱۔ بزرگی والا، ۴۲۔ بے مانگے دینے والا، ۴۳۔ نگران، ۴۴۔ جواب دینے والا، ۴۵۔ وسعت والا، ۴۶۔ حکمت والا، ۴۷۔ بڑی محبت والا، ۴۸۔ مجد وشرف والا، ۴۹۔ اٹھانے والا، ۵۰۔ گواہ، ۵۱۔ ثابت، ۵۲۔ کام بنانے والا، ۵۳۔ زورآور، ۵۴۔ مضبوط، ۵۵۔ دوست ومددگار، ۵۶۔ مستحق تعریف، ۵۷۔ ہر چیز کی شمار رکھنے والا، ۵۸۔ عدم سے وجود میں لانے والا، ۵۹۔ معدوم کو پھر موجود کرنے والا، ۶۰۔ زندہ کرنے ولا، ۶۱۔ مارنے والا ۶۲۔ ہمیشہ زندہ، ۶۳۔ ہمیشہ قائم ۶۴۔ پانے والا، ۶۵۔ بزرگ، ۶۶۔ یکتا، ۶۷۔ اکیلا، ۶۸۔ بے نیاز، ۶۹۔ قدرت والا، ۷۰۔ ہر شے پر قبضہ والا، ۷۱۔ آگے بڑھانے والا، ۷۲۔ پیچھے ہٹانے والا، ۷۳۔ سب سے پہلا، ۷۴۔ سب سے پچھلا، ۷۵۔ سب پر عیاں، ۷۶۔ نگاہوں سے اوجھل، ۷۷۔ ہر چیز کا ذمے دار، ۷۸۔ مخلوق کی صفات سے بہت بلند، ۷۹۔ نیک سلوک کرنے والا، ۸۰۔ توبہ قبول کرنے والا، ۸۱۔ بدلہ لینے والا ۸۲۔ معاف کرنے والا، ۸۳۔ بڑی رحمت والا، ۸۴۔ سارے ملک کا مالک، ۸۵۔ بزرگی اور بخشش والا، ۸۶۔ بڑا انصاف والا، ۸۷۔ سب کو جمع کرنے والا، ۸۸۔ سب سے بے نیاز، ۸۹۔ دوسروں کو بے پروا کرنے، ۹۰۔ روکنے والا، ۹۱۔ نقصان پہنچانے والا، ۹۲۔ نفع پہنچانے والا، ۹۳۔ روشنی والا، ۹۴۔ ہدایت دینے والا، ۹۵۔ بلانمونہ بنانے والا، ۹۶۔ ہمیشہ رہنے والا، ۹۷۔ سب کا وارث، ۹۸۔ نیک راہ بتانے والا، ۹۹۔ بڑا تحمل کرنے والا۔ اس حدیث کو ترمذی ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

کتاب اللہ حدیث رسول ﷺ میں ان اسمائے مبارکہ کے علاوہ اور اسما بھی آئے ہیں وھو ہٰذا: قرآن کریم میں یہ نام آئے ہیں اَلرَّبُّ، اَلاَكْرَمُ، اَلاَعْلیٰ، اَلحافِظُ، الخَلاّقُ، اَلسَّاتِرُ، اَلسَّتَّارُ، اَلشَّاكِرُ، اَلعادِلُ، العالِمُ، اَلعَلَّامُ، الغالِبُ، اَلنَّاظِرُ، اَلفالِقُ، اَلقَدِيرُ، اَلقَرِيبُ، اَلقَاهِرُ، اَلكَفِيلُ، اَلكافِي، اَلمُنِيرُ، اَلمُحِيطُ، اَلمَلِكُ، اَلمولیٰ، اَلنَّصِيرُ، اَحكَمُ الحاكِمينَ، اَرحَمُ الرَّاحِمِينَ، اَحسَنُ الخالِقينَ، ذُوالفَضلِ، ذُوالطَّولِ، ذُوالقُوَّةِ، ذُوالمَعارِجِ، ذُوالعَرشِ، رَفِيعُ الدَّرَجاتِ، غَافِرُ الذُّنُوبِ، قَابِلُ التَّوبِ، فَعَّالٌ لِّما يُرِيد۔ مُخرِجُ الحَيِّ مِنَ المَيِّتِ، وغیرہ

اور حدیث شریف میں آئے ہیں: اَلحَنَّانُ، اَلمَنَّانُ، المُغِيثُ، اَلمُنعِمُ اور ان کے علاوہ توریت وغیرہ آسمانی کتب سے اور بھی نقل کئے گئے ہیں۔

(۱)۔ بخاری کتاب التوحید: باب ۱۲۔ ابن ماجہ: ج ۴ ص ۵۷۴، رقم ۳۸۶۰۔ ترمذی: ج ۴ ص ۳۰۳، رقم ۳۵۱۸۔

اسمائے الٰہی توقیفی ہیں یعنی وہ ہیں جو کلام اللہ یا کلام پیغمبران (احادیث شریف) میں آئے ہیں اور صاحب شرع سے سننے پر موقوف ہیں۔ ان کے علاوہ عام لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے عقلی و عرفی ناموں سے پکارنا ہرگز جائز نہیں خواہ وہ صحیح ناموں کے ہم معنی ہی ہوں مثلاً عاقل بجائے عالم کے، اسی طرح پر عاشق و معشوق، ساقی، سخی، طبیب، محبوب، محجوب اور یزداں وغیرہ۔ یزداں اس لئے کہ مجوس نے اللہ تعالیٰ کے دو نام فرض کئے ہیں، ۱۔ یزداں، خالق خیر، ۲۔ اہرمن، خالق شر۔ علیٰ ہذا القیاس۔ یہود و نصاریٰ و ہنود اور دیگر غیر مسلم قوموں کے ہاں جو اللہ تعالیٰ کے نام مقرر ہیں ان ناموں سے نہ پکارنے میں احتیاط ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ناجائز صفت کے لحاظ سے قرار دیئے گئے ہوں مگران ناموں کی بے ادبی بھی نہ کرنی چاہے، ممکن ہے کہ وہ کسی صفت الٰہی کے لحاظ سے صحیح ہوں اور اس زبان میں اپنے پیغمبر سے سیکھے ہوں اور ان مذاہب میں تحریف کی وجہ سے ہمیں اس کا صحیح علم نہ ہوسکا ہو، اس لئے ہمیں احتیاط لازم ہے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کو کُل اور بعض (جز) سے موصوف کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ کلیت و جزئیت اجسام کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے۔

مسئلہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات بے مثل قدیم لازوال اور باکمال ہیں، بندوں کی طرح ناقص نہیں، کیونکہ بندے دیکھنے سننے کلام کرنے میں وغیرہ میں اسباب کے محتاج ہیں، مثلاً بندوں کا دیکھنا بغیر آنکھ کے اور عدم حجاب کے ناممکن ہے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اس نقص سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات بے کیف اور ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تمام ناقص صفتیں اس کی بارگاہ سے دور ہیں، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ ماں باپ اور اولاد والا ہے۔ بہن، بھائی، بیوی، رشتے داروں وغیرہ سے پاک اور بری ہے مکان و مقام سے پاک ہے اور غیر محتاج ہے۔ علیٰ ہذا اطراف و جہات جسم و جوہر، طول و عرض، حدود و انتہا، فراخی و تنگی، شکل و صورت، رنگ و بو، موت و ہلاک غرض کہ ہر عیب و حدث سے پاک اور بری ہے اور سب کمالات اس کو حاصل ہیں

زعشقِ ناتمام ما جمالِ یار مستغنی ست　　برنگ وبُو بخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

اس کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں، نہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ مشابہ و متحد و ہم جنس ہونے سے پاک ہے تبعیض و تجزّی اس کی بارگاہ میں ناممکن ہے ترکیب و تحلیل اس کی جناب سے دور ہے۔ ہر قسم کے حوادثات، مثلاً کھانے، پینے، پیشاب پاخانے، صحت و مرض، رنج و خوشی وغیرہ سے پاک ہے۔ اس کی ذات و صفات کو کبھی فنا و تغیر نہیں کوئی چیز اُس پر واجب اور ضروری نہیں۔ کوئی چیز اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اُس کے حکم کو کوئی نہیں پھیر سکتا۔ ازل سے ابد تک اُس کی سب صفات بے تفاوت و بلاکم و کاست اس میں موجود ہیں۔ صفات متشابہات، مثلاً اللہ تعالیٰ کے ید، سمع، بصر اور ساق وغیرہ کو یوں سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جن کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں، جو کچھ ہمارے فہم و ادراک اور عقل و تصور میں آسکے، حق تعالیٰ اس سے پاک و برتر ہے، وہ واسع ہے، لیکن اس کی وسعت ایسی نہیں جو ہماری سمجھ میں آسکے اور محیط ہے لیکن ایسا احاطہ نہیں جو ہمارے ادراک میں آسکے اور قریب ہے لیکن ایسا قرب جو ہماری عقل میں نہ آسکے اور وہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ایسی معیت نہیں جو کہ مشہور و معروف ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبصَار (۱) ''نگاہیں اس (اللہ تعالیٰ) کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ تمام ابصار و مبصرات کو دیکھ رہا ہے''۔ اور ان اسما کی کیفیت ہم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰه، (۲) ''اور اس کی تاویل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے''۔

فائدہ : ارباب حقائق لکھتے ہیں کہ اسمائے الٰہی سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تخلق و تشبہ حاصل کرے تا کہ ان اسما کی تجلیات

(۱)۔ الانعام: ۱۰۳　　(۲)۔ آل عمران: ۷

کی بدولت اسفل السافلین کے گڑھے سے نکل کر مقام اعلیٰ علیین پر پہنچ جائے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ہے تو بندہ بھی اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق کمزوروں کی تربیت سے غافل نہ رہے اور وہ ارحم الراحمین ہے تو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ رافت و رحمت سے پیش آئے اور اسی طرح صفات مختصہ کے علاوہ ہر ہر صفت کا مظہر بننے کی کوشش میں لگا رہے تاکہ صحیح معنی میں خلافت الٰہی کا مصداق ہو اور اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ، ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا'' کا راز آشکار ہو جائے۔ حدیث کی شرح کرنے والوں نے ہر ہر اسم کے ساتھ تخلق کی شرح کر دی ہے، تفصیل کے لئے مظاہر حق وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن کریم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے اور مصاحف میں لکھتے ہیں اُسی کا کلام قدیم بلاصوت ہے، علیٰ ہذا القیاس دوسری آسمانی کتب بھی۔ اور یہ ہمارا پڑھانا، لکھنا اور یہ آواز حادث یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم ہے، اور ہمارا لکھنا حادث اور جو لکھا قدیم ہے، ہمارا سننا حادث اور جو ہم نے سنا قدیم ہے، اور ہمارا حفظ کرنا حادث اور جو حفظ کیا قدیم ہے، یعنی متجلّٰی قدیم ہے اور تجلّی حادث۔

مسئلہ: دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی ﷺ کے لئے خاص اور آخرت میں ہر جنتی کے لئے ممکن بلکہ وقوع پذیر ہے مگر یہ دیدار بلاکیف ہوگا یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ قلبی دیدار یا خواب میں دیکھنا یہ دیگر انبیائے علیہم السلام بلکہ اولیائے کرام کو بھی حاصل ہے چنانچہ ہمارے امام اعظمؒ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی۔

ایمان مفصل

ایمان مفصل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

میں اللہ تعالیٰ پر، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ طرف سے ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے پر ایمان لایا ہوں۔

یہ سات صفاتِ ایمان ہیں، جن کی تشریح درج ذیل ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تشریح ایمان مجمل میں بیان ہو چکی ہے۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کئے ہیں جو دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ہماری نظروں سے غائب ہیں، اور وہ فرشتے نہ عورت ہیں نہ مرد اور نہ خنثیٰ نہ رشتے ناتے کرتے ہیں نہ کھانے پینے کے محتاج ہیں بلکہ تمام صفات بشریہ یعنی غضب، حسد، بغض، کینہ، تکبر، حرص اور ظلم وغیرہ سب سے بَری ہیں، اولاد ہونا یا اولاد والا ہونے سے بھی بری ہیں۔ ان کی غذا اپنے رب کی بندگی کرنا اور اس کے احکام کو بجالانا ہے، نہ وہ عبادت سے تھکتے ہیں نہ اُن کا دل گھبراتا ہے، وہ گناہوں سے پاک

ہیں ۔ آسمانوں اور زمین کے سارے انتظامات اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق کئے ہوئے ہیں ۔ وہ بے شمار ہیں، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان میں چار فرشتے سب سے بزرگ، مقرب اور مشہور ہیں ۔

الف ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو سب فرشتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں اور احکام خداوندی اور کتابیں اس کے نبیوں اور رسولوں پر لاتے رہے ہیں بعض مرتبہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے بھی ان کو بھیجا گیا ہے اور بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے نافرمان بندوں پر عذاب بھی بھیجا ہے ۔

ب ۔ حضرت میکائیل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو دن رات کی روزی پہنچانے اور بارش وغیرہ کے انتظامات پر مامور ہیں، ان کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں، بعض بادلوں کے انتظام پر مقرر ہیں، بعض ہواؤں اور بجلی کڑک وغیرہ پر، اور بعض دریاؤں، تالابوں اور نہروں وغیرہ پر مقرر ہیں، اور ان تمام چیزوں کا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں ۔

ج ۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور (کرما ۔ بگل) پھونکیں گے اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے بیان میں آئے گی ۔

د ۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام جو حکم الٰہی سے مخلوق کی ارواح قبض کرتے ہیں ۔ ان کی ماتحتی میں اور بھی بے شمار فرشتے ہیں، نیک بندوں کی جان نکالنے والے فرشتے علیحدہ ہیں اور بد کردار بدکار بندوں کی جان نکالنے والے اور ہیں ۔

ان کے علاوہ اور فرشتے یہ ہیں:

۱ ۔ چار فرشتے ہیں جن کو کراماً کاتبین (کاتبین کرام) کہتے ہیں دو دن میں اور دو رات کو ہر ایک بندے کے ساتھ رہتے ہیں ۔ ایک دائیں کندھے پر جو اس کی نیکی لکھتا ہے اور دوسرا بائیں کندھے پر جو اُس کی بدی لکھتا ہے ۔

۲ ۔ کچھ فرشتے انسان کی آفتوں اور بلاؤں سے حفاظت کرنے پر مقرر ہیں، بچوں بوڑھوں، کمزوروں کی اور جن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، اُن کی حفاظت کرتے ہیں، ان کو حفظہ کہتے ہیں ۔

۳ ۔ کچھ فرشتے انسان کے مرجانے کے بعد قبر میں اُس سے سوال کرنے پر مقرر ہیں جن میں سے دو فرشتے ہر انسان کی قبر میں آتے ہیں اور اُس سے سوال کرتے ہیں جن کو منکر نکیر کہتے ہیں ۔

۴ ۔ کچھ فرشتوں کو حکم ہے کہ دنیا میں گشت کرتے رہیں اور ایسی مجلسوں میں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، وعظ ہوتا ہو، قرآنِ مجید کی تلاوت ہو رہی ہو، درود شریف پڑھا جا رہا ہو، علم دین کی تعلیم ہو رہی ہو، حاضر ہوا کریں اور جس قدر لوگ وہاں حاضر ہوں، اُن سب کی حاضری کی گواہی اللہ تعالیٰ کے سامنے دیں ۔ دنیا میں جو فرشتے کام کرتے ہیں اُن کی صبح و شام تبدیلی ہوتی رہتی ہے، صبح کی نماز کے وقت رات والے فرشتے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے آجاتے ہیں اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات میں کام کرنے والے آجاتے ہیں ۔

۵ ۔ کچھ فرشتے جنت کے انتظاموں اور اس کے کاروبار پر مقرر ہیں جو داروغۂ جنت یعنی ''رضوان'' کے ماتحت ہیں ۔

۶ ۔ کچھ فرشتے دوزخ کے انتظام پر مامور ہیں جو دوزخ کے داروغہ ''مالک'' کے ماتحت ہیں ۔

۷ ۔ کچھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اُٹھانے والے ہیں ۔

۸ ۔ کچھ فرشتے محض اللہ تعالیٰ کی یاد، عبادت اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں ان میں سے بعض قیام میں بعض رکوع میں اور

آتے اور معصوم ہیں، ان میں سے بعض دو پر رکھے ہیں بعض تین اور بعض چار پر رکھتے ہیں لقولہ تعالیٰ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (۱) ''جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو پیغام لانے والا جن کے پر ہیں دو دو تین تین اور چار چار'' اور ان کے پَروں (بازوؤں) کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ان کی تعداد چار پر منحصر نہیں بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو شب معراج میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔

فرشتے نوری اجسام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔ بعض فرشتے بعض کی نسبت زیادہ مقرب ہیں لیکن ان کے مقامات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ یہ سب باتیں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں اس میں ذرا شک نہیں کرنا چاہئے، ان کی توہین اور دشمنی کفر و وبال ہے جو ان کا دشمن ہو جائے اُس کا ایمان زائل ہو جاتا ہے۔

۳۔ کتابوں پر ایمان

کتابوں سے مراد وہ صحیفے اور کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں جن کی تعداد یقینی طور پر معلوم نہیں، ان میں سے چار کتابیں مشہور ہیں:

۱۔ توراۃ: یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی اِنَّآ اَنزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ (۲) ''بیشک ہم نے توراۃ اُتاری، اُس میں ہدایت اور نور تھا''۔

۲۔ انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آرامی زبان میں نازل ہوئی وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنجِيلَ (۳) ''ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ان کے پیچھے بھیجا اور انھیں انجیل دی''۔

۳۔ زبور: یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُورًا O (۴) ''اور ہم نے داؤد کو زبور دی''۔

۴۔ قرآن مجید: یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہوا، اِنَّآ اَنزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ O (۵) ''بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو''۔

ان چار بڑی کتابوں کے علاوہ کچھ صحیفے (چھوٹی کتابیں) حضرت آدم علیہ السلام پر اور کچھ شیث علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئے، اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰى O صُحُفِ اِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى O (۶) ''بے شک یہ البتہ پہلے صحیفوں یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں ہے''۔

ان تمام صحیفوں پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے یعنی یوں کہنا: ''میں ان تمام صحیفوں پر ایمان لایا جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے''۔

قرآن مجید اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں اور صحیفوں کا ناسخ ہے، یہ سب کتابیں اور صحیفے اللہ تعالیٰ کا کلام اور سچے اور برحق ہیں، حمد و ثنا، امر و نہی، وعدہ وعید، جنت و دوزخ کی بابت جو کچھ ان میں درج ہے۔ سب صحیح و درست ہے، جو شخص ان کو اللہ تعالیٰ کی کتابیں نہ مانے وہ کافر ہے لیکن چونکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ موجودہ توراۃ، زبور، اور انجیل وہ اصلی کتابیں نہیں رہیں بلکہ ان میں یہود و نصاریٰ نے

---

(۱)۔ الفاطر: ۱ (۲)۔ المائدہ: ۴۴ (۳)۔ الحدید: ۲۷ (۴)۔ النساء: ۱۶۳ (۵)۔ یوسف: ۲ (۶)۔ الاعلیٰ: ۱۸، ۱۹

تحریف (اَدَل بَدَل) کردی ہے اس لئے ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ موجودہ توراۃ، زبور اور انجیل اصلی آسمانی کتابیں نہیں ہیں بلکہ ان ناموں کی اصلی کتابیں اُن حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہر صاحب شریعت نبی کے آنے پر پہلی کتاب اُٹھالی گئی اور وہ شریعت منسوخ ہو کر نئی کتاب جو موجودہ نبی پر نازل ہوئی قابل عمل قرار دی گئی۔

نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت کے لئے ہوتے ہیں مگر ان کے ساتھ یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لئے ہے بلکہ جب وقت پورا ہو جاتا ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور دراصل دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہو جانا بتایا گیا ہے۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں، یہ بہت سخت بات ہے احکام الٰہی سب حق ہیں وہاں باطل کی رسائی کہاں مَانَنسَخ مِن اٰیَۃٍ اَو نُنسِھَا نَاتِ بِخَیرٍ مِّنھا اَومِثلِھَا (۱) ''جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اُس سے بہتر یا اُس جیسی''۔

سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور اسنے اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا پس جو کچھ قرآن مجید میں ہے حق ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ غلط اور باطل اور اسی لئے قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے، حتیٰ کہ زیر زبر، پیش اور شوشہ کی تحریف وکمی وبیشی ہونا بھی محال ہے کیونکہ خود حق تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے لقولہ تعالیٰ اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُونَ O (۲) ''ہم نے ذکر (قرآن مجید) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہا ہے یعنی ہر زمانے میں لاکھوں حافظ ہوتے رہے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اُس کا کلام بھی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ معجز نظام کلام ہے کہ آدمی، فرشتے، جن وغیرہ اس کی مثل بنانے سے عاجز ہیں۔ کفارِ مکہ باوجود سخت مخالفت اور دعویٰ کمال عربی دانی کے اس کے مقابلے میں چھوٹی سی سورت بھی نہ بنا سکے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ان کو پکار کر فرمایا فَاتُو بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثلِہٖ (۳) ''پس لاؤ تم سب اس کے مانند کوئی سورت''۔ قرآن مجید کے علاوہ سب کتابیں اپنے اپنے وقت میں ایک ہی دفعہ نازل ہوئی لیکن قرآن مجید کو دونوں فضیلتیں حاصل ہوئی۔ اول ایک ہی دفعہ لیلۃ القدر (غالباً چبیسویں شب) ماہ رمضان المبارک کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا اور بذریعہ جبرئیل علیہ السلام مقام بیت العزت میں ملائکہ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ کو لکھوایا گیا اور پھر تیئس سال تک ضرورتوں کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اور ضرورت کے وقت اترنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اُترتا گیا اور ہزار ہا آدمی اس کے احکام کو قبول کرتے اور مسلمان ہوتے گئے اور یہ سب کچھ حکمت الٰہی پر مبنی تھا کیونکہ قرآن مجید پر قیامت تک عمل جاری رہے گا اس لئے اس کے احکام ایسے معتدل ہیں کہ ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے مناسب ہیں اور دنیا کی کوئی قوم بھی ایسی نہیں کہ وہ کسی بھی زمانے میں اس کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز ہو، پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید سب کتابوں اور صحیفوں سے افضل کتاب ہے (کلام الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت ورحمت سے اس میں ہمارے لئے ثواب وافادیت زیادہ سے زیادہ مرحمت فرمایا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ایک، اُس کا کلام ایک، اس میں افضل ومفضول کی گنجائش نہیں) اور تواتر کے ساتھ یعنی اس قدر کثرت سے لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک نقل کرتے ہوئے اور پڑھتے پڑھاتے ہوئے چلے آتے ہیں کہ ادنیٰ عقل والا آدمی بھی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ اتنے آدمی سب کے سب جھوٹ بولتے ہوں اس لئے اس کے یقینی اور قطعی الثبوت ہونے میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اور یہ قرآن

(۱)۔البقرہ:۱۰۶ (۲)۔الحجر:۹ (۳)۔البقرہ:۲۳

مجید جو ہمارے پاس موجود ہے بعینہ وہی قرآن ہے جو حضورِ اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اس میں ایک زبر، زیر، پیش کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید کی ترتیب اگرچہ نزول تدریجی کے مطابق نہیں لیکن نزول دفعی (یعنی ایک ہی دفعہ نازل ہونے) کے مطابق ضرور ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی۔ پس جب کوئی سورت اُترتی تھی تو حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرماتے تھے کہ اس سورت کو فلاں سورت کے بعد اور فلاں سورت سے پہلے لکھ لو اور جب کوئی آیت یا آیتیں نازل ہوتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے تھے کہ اس آیت یا ان آیتوں کو فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے لکھ لو۔ سورتوں کی تعداد اور ان کے ابتدا اور انتہا اور ہر سورۃ کی آیتوں کی تعداد اور ہر آیت کی ابتدا اور انتہا اور اسی طرح تمام قرآن مجید کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو معلوم ہوئی اور اُنھوں نے حضورِ انور علیہ السلام کو بتائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صحابۂ کرام کو معلوم ہوئی اور اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ ہم تک پہنچی اور قولہ تعالیٰ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ (۱) "بیشک اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہم نے اپنے ذمے لے لیا ہے" اس کی جمع وتدوین منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے **فافهم ولا تشكك فيه فان التشكيك فيه ضلالة و كفر**

قرآن مجید کی بعض آیتیں محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہ کہ ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے سوا کوئی نہیں جانتا الا ماشاء اللّٰہ ۔ متشابہ کی تلاش اور اس کے معنی کی چھان بین وہی کرتا ہے جس کے دل میں کجی ہو۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیتوں کو منسوخ کردیا مگر ان کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی۔ تفصیل کتب تفاسیر واحادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں میں اپنے احکام پہنچانے کے لئے انہی میں سے اپنے چنے ہوئے بندے کتابیں اور معجزے دے کر بھیجے ہیں جس کو "رسول" کہتے ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام سب سے اول مبعوث ہوئے اور ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں۔ روایتوں میں نبیوں اور رسولوں کا شمار ایک لاکھ چوبیس ہزار آیا ہے بعض روایات میں ایک لاکھ چونتیس ہزار اور بعض میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا شمار آیا ہے اور یہ تعداد قطعی نہیں ہے غالباً کثرت کے بیان کے لئے ہے تاکہ کوئی کمی نہ رہے، اس لئے بغیر تعیین وتحدید کے اس طرح ایمان لانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے ہم ان سب کو برحق اور رسول و نبی مانتے ہیں، ان میں تین سو تیرہ مُرسَل (رسول) ہیں، مُرسَل وہ نبی ہے جس پر کوئی کتاب یا صحیفہ نازل ہوا ہے اور نئی شریعت دی گئی اور نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں خواہ اسے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو، وہ پہلی شریعت کا تابع ہو۔ پس ہر مرسل نبی ہے اور ہر نبی مرسل نہیں ہے (بعض نے نبی اور مرسل کو ایک ہی معنی میں لیا ہے) رسالت ونبوت عطیۂ الٰہی ہے اس میں آدمی کی کوشش، ارادے اور عبادت کو دخل نہیں، اس لئے کوئی ولی خواہ اپنی محنت سے کتنا ہی مرتبہ حاصل کرلے لیکن کسی ادنیٰ نبی کے درجے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام انبیاء علیہم السلام انسان بشر تھے، دوسری مخلوق یعنی جن وغیرہ کی جنس سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا (ملائکہ میں بھی رسول ہوئے ہیں جو صرف انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے تھے، یہاں رسول سے مراد وہ پیغمبر ہیں جو بندوں کی ہدایت کے لئے احکام الٰہی لے کر آئے ہیں) سب انبیاء مرد ہوئے ہیں کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔ سب نبی راست باز، نیکوکار، صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے قبل نبوت و بعد نبوت پاک (معصوم) ہیں۔ شریعت کے

(۱)۔ القیامہ: ۱۷

احکام پہنچانے میں سچے، جنت کی خوشخبری اور دوزخ کا ڈر سنانے والے ہیں۔ ان کا آنا دنیا کے لئے رحمت اور بندوں کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ سب عقل میں کامل ہیں، ظاہر امراض (جذام یا برص وغیرہ) جن سے لوگ ان کو حقیر جانیں اور احکام الٰہی کو نہ مانیں اور باطنی امراض (کفر، جھوٹ، خیانت وغیرہ عیوب) دونوں سے پاک ہیں۔ احکام الٰہی کے پہنچانے میں ان سے سہو ونسیان اور کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی، سب انبیاء آزاد اور ذی نسب تھے، یعنی ان کے سلسلہ نسب میں کوئی شخص ماں باپ کی جانب سے ایسا نہیں گزرا جس نے بدکاری کی ہو اور وہ نبی بدکاری کے نطفے سے پیدا ہوا ہو۔ کوئی نبی اپنے عہدے سے معزول نہیں ہوا، ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے جو کفر وطغیان ہے۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو لقولہ تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (۱) ''اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہوا'' دیگر لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۲) ''ہر قوم کے لئے ہادی بھیجا گیا ہے''۔ واضح رہے کہ اللہ عزوجل پر انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا واجب نہیں ہے بلکہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے لوگوں کی ہدیت کے لئے انبیاء بھیجے ہیں۔

جن پیغمبروں کے اسمائے گرامی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں ان کے علاوہ کسی مسمّی کو نبی کہنا درست نہیں۔ پس ہندوؤں یا اور قوموں کے پیشواؤں کے متعلق ہم زیادہ سے زیادہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو اور انھوں نے خلق خدا کی رہنمائی کا کام بھی کیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں لیکن ان کے نام سے ان کے یقینی طور پر نبی کہنا درست نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی ہوں بھی تو چونکہ موجودہ ہندوؤں کی اور ایسی ہی دوسری قوموں کی تعلیم اور عقائد آسمانی تعلیم اور عقائد کے خلاف ہیں اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ یہ موجودہ مذاہب محرف (بدلے ہوئے) اور نا قابل عمل ہیں۔

مشہور نبیوں اور رسولوں کے اسمائے گرامی جو قرآن مجید اور احادیث میں آئے ہیں یہ ہیں: ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام، ۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام، ۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام، ۴۔ حضرت نوح علیہ السلام، ۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ۶۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، ۷۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام، ۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، ۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام، ۱۰۔ حضرت داؤد علیہ السلام، ۱۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام، ۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، ۱۳۔ حضرت ہارون علیہ السلام، ۱۴۔ حضرت زکریا علیہ السلام، ۱۵۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام، ۱۶۔ حضرت الیاس علیہ السلام، ۱۷۔ حضرت یونس علیہ السلام، ۱۸۔ حضرت لوط علیہ السلام، ۱۹۔ حضرت صالح علیہ السلام، ۲۰۔ حضرت ہود علیہ السلام، ۲۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام، ۲۲۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام، ۲۳۔ حضرت عزیر علیہ السلام، ۲۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ۲۵۔ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نہ ظلی نہ بروزی اور نہ ہی کسی اور قسم کا کیونکہ نبوت آپ پر ختم ہوگئی آپ کی ختم نبوت کی بہت سی دلیلیں قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں آئی ہیں، مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (۳) ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۴) ''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں''۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (۵) ''آج میں نے

(۱)۔ الفاطر: ۲۴ (۲)۔ الرعد: ۷ (۳)۔ الاحزاب: ۴۰

(۴)۔ مسلم کتاب الفضائل: ۲۲۔ ترمذی: ۲۲۱۹۔ احمد: ج ۲ ص ۳۰۹ (۵)۔ المائدہ: ۳

تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کردی اور اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا''۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کردی اور اسلام ہر طرح کامل ومکمل دین ہوگیا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ چند دلائل رہنمائی کیلئے پیش کئے گئے ہیں مزید کتب تفاسیر واحادیث میں بہ کثرت موجود ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

پس جاننا چاہئے کہ عقیدۂ ختم نبوت جزوِ ایمان ہے اور قیامت کے عقیدے کی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہر رسول کی دعوت کا جزوِ اہم رہا ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، افتراپرداز، دجال اور پرلے درجے کا گمراہ ہے۔ آج کل قادیانی فتنہ نبوت کا مدعی ہے اور نبوت کی خود ساختہ قسمیں کرکے غلام احمد قایانی کو نبی تسلیم کرتا ہے اس فتنے سے بچنا چاہئے۔ قادیانی فتنے کی تردید کے لئے علمائے حقانی نے بکثرت کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل اور بزرگ ہیں۔ اور آپ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے رسول اور اُس کے بندے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے افضل ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور یہ بات قرآن مجید کی کئی آیتوں سے ثابت ہے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا) اور ظاہر ہے کہ اولادِ آدم میں تمام پیغمبر علیہم السلام بھی داخل ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل اور ان کے سردار ہوئے، باقی انبیاء علیہم السلام بھی بعض، بعض سے اولیٰ وافضل ہیں، لقولہ تعالیٰ: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' لیکن نام لے کر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دینی چاہئے کیونکہ فضیلت کے مرتبوں کی تفصیل شرع شریف سے ثابت نہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (۱) ''ہم تفریق نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے'' ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام، انسانوں اور جنوں کے نبی ہیں اور قیامت تک ہونے والے انسانوں اور جنوں کے نبی ہیں، فرشتے، اہل جنت (حور وغلمان) اور کل ارواح، حیوانات، زمین وآسمان، درخت، پتھر، دریا اور پہاڑ وغیرہ تمام مخلوقات بھی آپ کی رسالت کے شاہد ہیں۔ چنانچہ احادیث شریفہ میں ہے کہ بھیڑیوں درختوں، جڑی بوٹیوں، پہاڑوں اور پتھروں وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی ہے۔ آپ کی شریعت پہلی تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور آپ کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی۔ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کے معجزات تمام پیغمبروں کے معجزات سے زیادہ ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ آپ کو شب معراج میں، اللہ تعالیٰ نے جسدِ اطہر کے ساتھ آسمانوں پر بلایا اور جنت ودوزخ کی سیر کرائی اور وہ مقام قرب عطا فرمایا جو نہ کبھی کسی کو حاصل ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ کے اخلاق وعادات نہایت اعلیٰ درجے کے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی گزشتہ اور آئندہ باتوں کا علم عطا فرمایا، جن کی آپ نے اپنی اُمت کو خبر دی ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا تھا، مثلاً علم مبداء ومعاد (دنیا کی ابتدا اور آخرت کا علم) تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن، تطہیر بدن، تزکیہ باطن، راست بازی، امانت داری، صلہ رحمی، رحمت ورافت، مروّت وتواضع علم وحلم، سخاوت، شجاعت، عبادت ریاضت، زہد، تقویٰ، عفت،

(۱)۔البقرہ:۲۸۵

عدالت، الفت، وفا، دیانت، تسلیم، تذکیر، ثبات، ہمت، تسکین، تحمل، رقت، حیا، رفق، صبر، قناعت، ورع، وقار، عفو وغیرہ علوم سب قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں وارد ہیں (ان کی تشریح بڑی کتابوں مثل احیاء العلوم الدین، کیمیائے سعادت، عوارف المعارف، حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

لیکن آپ عالم الغیب بلا واسطہ نہیں تھے کیونکہ عالم الغیب بلا واسطہ ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی خاص صفت ہے۔ آپ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی اجازت سے گنہگاروں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا اور آپ کے ہاتھ میں لواءِ حمد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عنایت فرمائے گا جو جنت میں سب سے اور رفیع واعلیٰ مقام ہے۔ آپ نے جن باتوں کا حکم کیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا اور جن واقعات کی خبر دی ہے ان کو اسی طرح ماننا اور یقین کرنا نیز آپ کے ساتھ تمام مخلوقات حتی کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت رکھنا اور آپ کی تعظیم وتکریم کرنا جو شرعی قاعدے کے موافق ہو ہر امتی پر فرض ہے۔ اور خلاف شرع باتوں کو محبت یا تعظیم سمجھنا نادانی اور گناہ ہے۔ آپ خاندان قریش میں سے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف (یہاں تک یعنی چار پشت تک ہر مسلمان کو زبانی یاد رکھنا چاہئے) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان آپ کا سلسلہ نسب دس پشت تک متفق علیہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا پس اس میں سے نبی آدم کو چن لیا، آدم سے عرب کو چن لیا، عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے نبی ہاشم کو اور نبی ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔ (۱)۔

پس معلوم ہوا کہ عرب کے تمام خاندانوں میں خاندان قریش کو عزت اور مرتبہ زیادہ حاصل تھا، خاندان قریش کے لوگ دوسرے خاندانوں کے سردار مانے جاتے تھے پھر خاندان قریش کی ایک شاخ نبی ہاشم تھی جو قریش کی دوسری شاخوں سے زیادہ عزت رکھتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی شاخ نبی ہاشم میں سے تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاشمی بھی کہتے ہیں، آپ کے سلسلہ نسب میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ الاسلام جیسے ممتاز پیغمبر داخل ہیں۔

آپ کی عمر چالیس سال کی تھی کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اس کے بعد آپ تیئس سال زندہ رہے اور تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ نزول وحی کے بعد تیرہ سال مکہ معظمہ میں رہے اور وہاں کے لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے رہے، بت پرستی سے منع کرتے اور خدائے واحد پر ایمان لانے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ باوجودیکہ وہ لوگ نبوت سے پہلے آپ کو نہایت سچا اور پاک باز اور امانت دار سمجھتے تھے محمد امین صادق کہہ کر پکارتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے نزدیک نہایت درجہ معتبر اور سچے آدمی تھے اور تمام لوگ آپ کی عزت کرتے تھے مگر جونہی آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ لوگ آپ کے دشمن ہوگئے کیونکہ وہ بتوں کی پرستش کرتے اور ان کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ پس انھوں نے آپ کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچانی شروع کردیں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی عداوت کی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرتے اور توحید کی تعلیم دیتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے رہے مگر جب ان کی دشمنی کی کوئی حد باقی نہ رہی اور سب نے مل کر آپ کو قتل کردینے کا پکا ارادہ کرلیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے پیارے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ کے جو لوگ پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بڑے آرزومند تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو ان مسلمانوں نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی اپنی جان ومال سے امداد واعانت کی۔ حضور

(۱)۔ مسلم کتاب الفضائل۔ ترمذی کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کی خبر سن کر اور مسلمان بھی کافروں سے تنگ آ کر آہستہ آہستہ مدینہ منورہ چلے گئے۔

آنحضرت ﷺ کے مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ شریف لے جانے کو ہجرت کہتے ہیں (اور اسی وقت سے مسلمانوں کا سنہ ہجری جاری ہوا ہے) اور ان مسلمانوں کو جو اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں چلے آئے۔ مہاجرین کہتے ہیں اور مدینہ کے مسلمان جنھوں نے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کی مدد کی انھیں انصار کہتے ہیں۔ دس سال آپ مدینہ منورہ میں زندہ رہے اور اس قلیل عرصے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ فتوحات نصیب فرمائیں کہ جن کی برکت سے آج اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں رائج ہے۔ تریسٹھ سال (دو دن اوپر) کی عمر میں (بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ) جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (۱)

عقیدہ: انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بہ حیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیق وعدۂ الٰہی کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے، ان کی یہ حیات، حیات شہدا سے بہت ارفع واعلیٰ ہے، اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ: جس شخص نے ایمان کی حالت میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہو یا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور اس شخص کی موت ایمان پر ہوئی ہو، اُس کو صحابی کہتے ہیں۔ صحابہ کی تعداد ہزاروں ہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور اسلام پر ان کی وفات ہوئی۔ صحابہ کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں لیکن تمام صحابہؓ باقی امت سے افضل ہیں۔ کسی مسلمان نے اگرچہ اپنی ساری عمر نیک اعمال کرنے میں گزاری ہو اور احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کیا ہو لیکن کسی صحابی کے ادنیٰ عمل اور ایک مد (تقریباً ایک سیر) جو کے خیرات کرنے کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام کے فضائل قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں بہ کثرت موجود ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔ خلاصہ یہ کہ بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

تمام اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جو تمام امت سے افضل ہیں۔ ۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں ان کے بعد

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں۔

یہی چاروں صحابہ حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد دین کے کام سنبھالنے اور جو انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے انھیں قائم رکھنے میں اسی ترتیب مذکورہ بالا سے آپ کے قائم مقام (خلیفہ) ہوئے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے سب پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ بنائے گئے اور آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ نو دن ہے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے جن کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے پانچ دن ہے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے، ان کی مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے، ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے ان کی مدت خلافت پانچ سال تین ماہ دو دن ہوئی۔

ان چاروں کو خلفائے اربعہ، خلفائے راشدین، اور چار یار کہتے ہیں اور ان چاروں کے بعد حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت چھ ماہ رہی بعد ازاں انھوں نے جب دیکھا کہ حدیث شریف کے مطابق خلافت کی مدت تیس سال پوری ہو چکی اور اب خلافت بادشاہت کے رنگ پر جارہی ہے تو چونکہ آپ بہت زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے آپ نے بادشاہت کی طرز حکومت کو ناپسند فرماتے ہوئے

(۱)۔ آنحضرت ﷺ کے مفصل حالات واخلاق وعادات وغیرہ کتب احادیث وشمائل وسیر وتواریخ میں ملاحظہ کریں

خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے گوشہ گیری اختیار کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک کل مدت تیس سال خلافت راشدہ کہلاتی ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان چار یار کے بعد مجموعی طور پر سب اہل بیت باقی صحابہ سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو کما حقہ پاک کر دیا ہے۔لقولہ **اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡراً** (۱) ''اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کرے دے اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کر دے تم کو ایک پاکی ستھرائی ہے'' اہل بیت میں تمام ازواج مطہرات اور حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت حسن حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ازواج مطہرات آنحضرت ﷺ میں حضرت عائشہ وحضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما سب سے افضل ہیں اور صاحبزادیوں میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔اسی طرح فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد میں شامل ہونے والے صحابہؓ بعد والوں سے افضل ہیں **لَایَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقَاتَلَ** (۲) ''برابر نہیں تم میں (سے وہ شخص) جس نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور جنگ کی''۔نیز جنگ بدر میں شامل ہونے والے صحابہ کا شمار سابقون الاولون میں ہے اور وہ سب سے افضل ہیں باقی ان کے تابع: **وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُھٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡھُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ** (۳) ''اور جو لوگ قدیم میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے'' ان کے علاوہ باقی صحابہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے سب کو افضل جانے اور کسی کی شان میں گستاخی نہ کرے، یہ سب عامل بالقرآن تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی متابعت کرتے اور متابعت کا دوسروں کو حکم کرتے تھے اور سب کے سب عادل تھے، صحابہ کا دوست خدا اور رسول کا دوست ہے اور صحابہ کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے۔یہ کافروں پر سخت دل اور آپس میں رحم دل تھے، اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی اور اس کی ناراضی میں ناخوش رہتے تھے، یہ سب اخلاق محمدی (ﷺ) کا چانمونہ تھے ان کی اسلامی خدمات قابل قدر ہیں ان کی کوششوں سے تمام جہاں میں اسلام کا بول بالا ہو گیا **شکر اللہ تعالیٰ سعی ھم مشکورا وجزاھم عنا خیر الجزاء فی الاٰخرۃ**

صحابہؓ کرامؓ کے اندرونی مخاصمات اور باہمی واقعات کو نیک نیتی پر قیاس کرنا چاہئے کیونکہ وہ سب رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی صحبت پاک سے پاک و بےنفس ہو گئے تھے، حضرت علی اور حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہم کے معاملات کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے، اگرچہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب تھا لیکن ان صحابہ کی غلطی کو خطائے اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو برا کہنا کفر کے درجے تک پہنچا دیتا ہے اس سے پرہیز لازمی ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت افک لگانے والا منکر قرآن اور صریحاً کافر ہے۔

جس شخص نے **لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ** دل کی تصدیق کے ساتھ کہا ہو اور وہ اسی پر مرا ہو وہ قطعی جنتی ہے لیکن کسی خاص شخص کو رسول اللہ ﷺ کی خبر کے بغیر قطعی جنتی نہیں کہتے کیونکہ خاتمے کا اعتبار ہے اور ہر شخص کے خاتمے کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا البتہ صحابہؓ کرامؓ سب جنتی ہیں لقولہ تعالیٰ **کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی** (۴) ''اللہ تعالیٰ نے تمام (صحابہ) سے بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے'' اور جن لوگوں کو خود حضور انور ﷺ نے نام لے کر جنتی کہا اُن کے خاتمہ بالخیر ہونے میں شبہ نہیں کرنا چاہیے۔وہ قطعی جنتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے بہت سے صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے اُن میں سے یہ دس حضرات بھی ہیں جن کو عَشرۃ

(۱)۔الاحزاب:۳۳　(۲)۔الحدید:۱۰　(۳)۔التوبہ:۱۰۰　(۴)۔الحدید:۱۰

مُبَشَّرہؓ کہتے ہیں اور وہ بروایت ترمذی وابن ماجہ یہ ہیں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کے علاوہ حضرت فاطمۃ الزہرا، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنت میں سب عورتوں کی سردار ہیں اور حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔ پس جس کے جنتی ہونے کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے اس کا جنتی ہونا یقینی ہے۔ صحابہ معصوم نہیں تھے کیونکہ معصوم ہونا نبی اور فرشتے کی خصوصیت ہے لیکن محفوظ ہیں، بعض صحابہ سے لغزشیں ہوئیں لیکن وہ مجتہد تھے مجتہد سے خطا وصواب دونوں صادر ہوتے ہیں ان کی یہ خطا خطائے اجتہادی ہے کیونکہ خطائے عنادی مجتہد کی شان کے خلاف ہے پس ان کی کسی بات پر گرفت کرنا اور ان کی شان میں زبان طعن دراز کرنا اللہ و رسول کی خوشنودی کے خلاف اور سخت حرام ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس وبال سے بچائے) حضرات حسنین رضی اللہ عنہم یقیناً اعلیٰ درجے کے شہدائے کرام میں سے ہیں ان میں سے کسی کی شہادت کا منکر گمراہ بددین ہے۔

یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین اقوال ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ کا مسلک سکوت ہے کیونکہ کسی کا نام لے کر لعنت کرنا سوائے شیطان کے اور یا قطعی کفار کے جن کی اطلاع شارع علیہ السلام نے دے دی ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی بدکار رہو ہاں، مثلاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت وغیرہ۔

ولایت اور اولیاء اللہ کا بیان: جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کرے اور کثرت سے ذکر وعبادت الٰہی میں مصروف ہے، گناہوں سے بچتا رہے اور اللہ ورسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کا مقرب اور پیارا ہو جاتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔ ویسے تو ہر مومن ولی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اَللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِینَ (۱) ''اللہ تعالیٰ مومنوں کو دوست رکھتا ہے) لیکن اصطلاح میں ایک خاص مقام قرب کے حاصل کرنے پر مرتبہ ولایت پر فائز ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی محبت اس کے دل میں سب کی محبت پر غالب آ جائے۔ اس کو دنیا کی حرص نہ رہے اور آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھتا ہو۔

تمام صحابہ ولی ہوئے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی صحبت کی برکت سے اُن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی محبت غالب تھی، دنیا سے محبت نہیں رکھتے تھے کثرت سے عبادت کرتے اور گناہوں سے بچتے تھے اللہ اور رسول کے حکموں کی تابعداری کرتے تھے۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ صحابی یا ولی خواہ کتنا ہی بڑا درجہ رکھتا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح صحابی ہونے کی فضیلت بھی بہت بڑی ہے اس لئے کوئی ولی جو صحابی نہ ہو مرتبہ میں کسی صحابی کے برابر یا بڑھ کر نہیں ہو سکتا کیونکہ صحابہؓ نے براہ راست نبوت کے نور سے استفاضہ کیا ہے بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا فیض بھی حاصل نہیں ہوا چہ جائیکہ صحبت بابرکت سے فیض کا حاصل کرنا جو ان کو صحابہؓ ہی کے وسیلے سے حاصل ہوا ہے۔ دوسروں کا حق الیقین صحابہؓ کے علم الیقین کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا پھر صحابہؓ کے حق الیقین سے تو کیا نسبت هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیرُ (۲) ''کیا آنکھوں والا اور اندھا برابر ہو سکتے ہیں'' هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ (۳) ''کیا اندھیرا اور نور برابر ہو سکتے ہیں''۔

صحابہ کرام کے بعد اولیاء اللہ میں تابعین کا مرتبہ ہے پھر تبع تابعین کا۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خَیْرُ الْقُرُونِ قَرنِی ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُمْ (میرا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس سے ملتا ہوا ہے (تابعین کا) پھر وہ جو

(۱)۔ آل عمران: ۶۸ (۲)۔ الانعام: ۵۰ (۳)۔ الرعد: ۱۲

اسے ملتا ہوا (تبع تابعین کا) ایسے شخص کو جو خلاف شرع کام کرے (مثلاً نماز نہ پڑھے یا ڈاڑھی منڈائے وغیرہ) ولی سمجھنا بالکل غلط ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص شریعت کے خلاف کام کرے ہرگز ولی نہیں ہوسکتا خواہ اس سے کتنی ہی خوارق عادات باتیں ظاہر ہوں اور خواہ وہ ہوا پر اڑنے لگے یا پانی پر چلنے لگے اور طرح طرح کے عجیب کام کرے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللّٰهُ (۱) کہہ دیجئے اے رسول! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا)۔ بعض لوگ اس قسم کی جہالت کی باتیں کرتے ہیں کہ صاحب یہ بزرگ تو بہت پہنچے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ معاف کردیئے ہیں اور ڈاڑھی وغیرہ کی حدود شرعیہ سے ان کو آزاد کردیا ہے یہ تو زندہ دل لوگ ہیں ان کا دل ہر وقت یادِ الٰہی میں آنکھیں جمال الٰہی کے مشاہدے میں مستغرق رہتی ہیں، سو یہ کفر اور گمراہی ہے۔ جاننا چاہیے کہ جب تک آدمی اپنے ہوش وحواس میں ہو اور اس کو عبادت کی طاقت اور استطاعت حاصل ہو ہرگز کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات اس کے لئے جائز ہوجاتی ہے اور کیسے جائز ہوسکتی ہے جبکہ وہ اپنے دیگر حوائج بشری سے آزاد نہیں ہوا، اور کھانے پینے نہانے دھونے پہننے وغیرہ میں دنیاداروں کی طرح سے تکلفات کرتا اور ان میں خوب ہی مشغول ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ ولایت جس کو مقام قرب بھی کہتے ہیں وہ تو جس قدر زیادہ فرمانبرداری کرے گا اور خدا اور رسول کے احکام کو بجالائے گا اتنا ہی زیادہ اُس کو قرب حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاسجُد وَاقتَرِب (۲) ''سجدہ کر اور قرب حاصل کر'' اور خود انبیاء علیہم السلام سے جو محبت الٰہی، صفائی قلب اور ایمان میں سب سے کامل ہیں خصوصاً سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ہر کمال میں سب سے اکمل ہیں کوئی فرد بشر ان کے برابر نہیں، تکلیفات شرعیہ ساقط ہوجانا تو درکنار ان کے لئے تو اور زیادہ عبادت کرنا فرض تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی کہ شب بیداری کرتے ہوئے آپ کے پائے مبارک ورم کرآتے تھے اور جو کوئی یوں کہتا کہ آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے؟ آپ اس کے جواب میں یہ فرماتے: اَفَلَا اَکُونُ عَبدًا شَکُورًا ''کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں'' پس جو لوگ ہوش وحواس درست اور طاقت واستطاعت قائم ہوتے ہوئے عبادت نہ کریں اور خلاف شرع کا کریں بنگ بوزہ ولقمہ دریوزہ میں دین وایمان سمجھیں اور کہیں کہ یہ باتیں ہمارے لئے جائز ہیں وہ بے دین اور گمراہ ہیں ہرگز ولی نہیں ہوسکتے ان کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور ان کے کشف وخوارق عادات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے بلکہ اس کو استدراج اور فریب سمجھنا چاہئے۔ ہاں جس کے ہوش وحواس درست نہ ہوں اور وہ غلبہ محبت الٰہی میں مستغرق ہوکر یا کسی دماغی صدمے کی وجہ سے اپنے آپ سے بےخبر ہوجائے، حتیٰ کہ اسے اپنے کھانے پینے پہننے اور نہانے دھونے وغیرہ امور کا بھی احساس نہ رہے، اس حالت میں وہ تکلیفات شرعیہ سے بری اور آزاد ہوجاتا ہے۔ اس پر شرع شریف کسی قسم کی گرفت نہیں کرتی اس لئے ان کو برا نہ کہنا چاہئے اور نہ ان کی تقلید کرنی چاہئے۔ فافہم وتفکر (۳)

معجزہ وکرامت

معجزہ: اللہ تعالیٰ بعض خلاف عادت باتیں اپنے رسولوں سے ظاہر کرادیتا ہے جن کے کرنے سے دیگر لوگ عاجز ہوتے ہیں

---

(۱)۔ آل عمران: ۳۱ (۲)۔ العلق: ۱۹

(۳)۔ ولایت کا مفصل بیان اور اس کے ضروری مباحث خاکسار کے دوسری تالیف عمدۃ السلوک اور دیگر مصنفین کی کتب تصوف میں ملاحظہ فرمائیں۔

تاکہ لوگ ان باتوں کو دیکھ اس نبی کی نبوت کو سمجھ لیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول جان لیں، ایسی خلاف عادت باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔
مختصر طور پر یہ کہئے کہ عادت کیخلاف جو بات کسی نبی علیہ السلام سے ظاہر ہو معجزہ کہلاتی ہے، بعض پیغمبروں کے چند مشہور معجزے یہ ہیں۔

۱۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (لاٹھی) سانپ کی شکل بن گیا اور جادوگروں کے جادو کے سانپوں کو نگل گیا اور سب جادوگروں کو عاجز کردیا۔

۲۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ ایسی چمک پیدا کردیتا تھا کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب آتی تھی اس کو ید بیضا کہتے ہیں۔

۳۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریائے نیل پر عصا مارنے سے بحکم الٰہی بارہ راستے بن گئے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ہمراہی دریا سے پار ہوگئے اور فرعون اور اس کے ساتھی جب ان راستوں سے گزرنے لگے تو پانی آپس مل گیا اور فرعون مع لشکر کے غرق ہوگیا۔

۴۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیتے تھے۔

۵۔اور مادرزاد (پیدائشی) اندھوں کو آنکھوں والا (بینا) کردیتے تھے۔

۶۔کوڑھیوں کو اچھا کردیتے تھے۔

۷۔مٹی کا جانور (پرندہ) بنا کر زندہ کر کے اڑادیتے تھے۔

۸۔حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ وغیرہ بنالیتے تھے۔

۹۔حضرت داؤد علیہ السلام کی سریلی آواز سے پرندے، جانور اور پانی وغیرہ ٹھہر جاتے تھے۔

۱۰۔اور بھی بہت سے معجزے ان پیغمبروں اور دوسروں سے ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد سے بھی بہ کثرت بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ معجزے ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس مختصر میں ان کی گنجائش نہیں، البتہ چند مشہور معجزے درج کئے جاتے ہیں زیادہ تفصیل کے لئے کتب احادیث وتفاسیر وتواریخ وسیر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔آپ کا سب سے بڑا اور تا قیامت زندہ رہنے والا معجزہ قرآن مجید ہے چودہ سو سال کا طویل زمانہ گزر گیا اور قرآن پاک نے بانگ دہل تمام اقوام عالم کو چیلنج کیا کہ فَاتُو بِسُورَةٍ مِنَ مِثْلِهِ وَادعُوا شُهَدَاءَ كُم مَن دُونِ اللّٰهِ اِن كُنتُم صَادِقِينَ(۱) ''پس تم اس کی مثل ایک سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا'' اپنے جھوٹے خداؤں کو امداد کے لئے'' بلا لو اگر تم سچے ہو'' لیکن آج تک عربی زبان کے بڑے بڑے عالم وفاضل باوجود اپنی پوری کوشش کے قرآن مجید کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل بھی نہ بنا سکے اور نہ قیامت تک بنا سکیں گے۔

۲۔**معراج شریف** : معراج شریف یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رات کو حالت بیداری میں اپنے جسم مبارک کے ساتھ براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تشریف لے گئے اور وہ مقام قرب حاصل ہوا کہ ''کس نہ کشود ونہ کشاید بہ حکمت این معمارا'' یعنی کسی شخص نے نہ اس راز کو بہ مصلحت کھولا اور نہ کھولے۔ اسی رات میں آپ کو جنت ودوزخ کی سیر کرائی گئی اور آپ ﷺ نے تمام ملکوت السموت والارض کو دیکھا اور یہ

(۱) البقرہ:۲۳۔

سب کچھ رات کے ایک خفیف حصہ میں پیش آیا یعنی آپ کا بستر بھی گرم تھا اور مکان کی کنڈی (زنجیر) ابھی تک ہل رہی تھی کہ آپ اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔ اسی کو معراج کہتے ہیں اور یہ معراج جسمانی تھی اور حق تھی، اس میں شبہ کرنا اور نہ ماننا کفر ہے۔ اس جسمانی معراج کے علاوہ اس سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چند مرتبہ (غالباً چار یا پانچ مرتبہ) خواب میں معراج ہوئی لیکن یہ منامی معراجیں تھیں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں ان میں غلطی اور خطا کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی اپنے اپنے مقام کے مطابق معراجیں ہوئیں لیکن حضور انور کی جسمانی معراج سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ (۱)

۳۔ **شق القمر**: ایک مرتبہ رات کو کفار مکہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے تو آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور سب حاضرین نے دونوں ٹکرے دیکھ لئے کہ ایک ٹکڑا مشرق میں ور دوسرا مغرب میں چلا گیا اور بالکل اندھیرا ہو گیا پھر دونوں ٹکڑے وہیں سے طلوع ہو کر اپنی جگہ پر آ کر آپس میں مل گئے اور چاند جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔

۴۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے علوم کی وجہ سے بہت سے پیش آنے والے واقعات کی، اُن کے ہونے سے پہلے خبر دی اور وہ اسی طرح واقع ہوئے۔

۵۔ حضور کی دعا کی برکت سے ایک دو آدمیوں کا کھانا سینکڑوں آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ اس کے علاوہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا ابلنا، درختوں اور پتھروں کا آپ کو سلام کرنا نیز آپ کو سجدہ کرنا۔ کنکریوں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ بے شمار آپ کے معجزات ہیں اگرچہ بعض نے آپ کے معجزات کی تعداد چار ہزار پچاس بتائی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ بے شمار ہیں اور قیامت تک جو کرامات اولیاء اللہ سے صادر ہوں گی وہ بھی آپ کے معجزات میں شمار ہوں گی۔

جو خرق عادت کسی نبی سے نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں، اور کوئی خرق عادت کسی نبی کے پیرو سے ظاہر ہو اور وہ شخص ولی ہو تو کرامت ہے، نیک بندوں اور اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظاہر ہونا حق ہے کرامات اولیاء حق اور مومن صالح سے ظاہر ہو تو معونت کہتے ہیں اور یہ دونوں قسمیں اس نبی کے لئے معجزہ ہیں جس کا وہ شخص پیرو ہے (کیونکہ یہ کرامت یا معونت اس نبی کی پیروی کی برکت سے ہی تو حاصل ہوئی ہے)۔

اگر یہ خرق عادت ایسے شخص سے ظاہر ہو جو شریعت کے خلاف چلتا ہو خواہ وہ مدعی اسلام ہو یا کافر، تو قضائے حاجت کہتے ہیں۔ پس اگر وہ بلا ظاہری یا خفیہ اسباب کے ہو تو استدراج ہے اگر وہ اسباب ظاہری یا خفیہ پر مبنی ہو تو سحر (جادو) ہے اسی لئے جادو کو خرق عادت میں شمار نہیں کیا۔ صاحب استدارج و سحر کو ولی سمجھنا اور ان کی خرق عادت کو کرامت جاننا شیطانی دھوکہ اور سخت غلطی ہے۔ ایسے کافر سے جو نبوت کا دعویٰ کرے خوارق عادات اس کے موافق ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے کسی ایک آنکھ والے کی اندھی آنکھ کے صحیح ہونے کی دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ بھی اندھی ہو گئی اس کو اہانت کہتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی سے کوئی کرامت ظاہر ہو ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہو اور عمر بھر اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ جس سے زیادہ خوارق ظاہر ہوں وہ زیادہ افضل ہے کیونکہ بہت سے کم خوراق والے زیادہ بزرگ ہیں دوسرے زیادہ خوارق والے اولیاء سے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قدر خوارق ظاہر نہیں ہوئے جتنے بعض غیر صحابی اولیاء سے ظاہر ہوئے ہیں، حالانکہ تمام صحابہ باجماع امت تمام امت سے افضل ہیں۔ (۲)

(۱)۔ معراج کی تفصیل و متعلقہ مباحث کتب احادیث و تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں، (۲)۔ مزید تفصیل عمدۃ السلوک و دیگر کتب تصوف میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ یومِ آخرت پر ایمان

یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا دن اور اس کی سختیاں اور تلخیاں حق ہیں۔قبر میں منکر نکیر کا سوال وجواب اور سب کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کو عذاب قبر کا ہونا حق ہے۔

عذاب قبر کا بیان: ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، کُلُّ نَفسٍ ذَآئِقَةُ المَوتِ (۱)''اور مرنے کے بعد ہر انسان کو اس کے عملوں کے مطابق جزا وسزا ملے گی، لوگوں کی جزا وسز کے دو درجے ہیں۔ایک مرنے کے بعد سے قیامت تک، اس کو عالم برزخ کہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمِن وَّرَآئِهِم بَرزَخٌ اِلٰى يَومِ يُبعَثُونَ O (۲)''اور ان کے پیچھے ایک پردہ ہے اُس دن تک کہ (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں'' اور مرنے والے کے لئے یہ عالم برزخ قیامت کا ابتدائی درجہ ہے، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَن مَاتَ فَقَد قَامَت قِيَامَتُه (۳)''جو شخص مرگیا، اُس کی قیامت تو قائم ہوگئی'' اس درجے میں جزا وسزا پوری نہیں ہوتی، عذاب وتنگی قبر یا وسعتِ قبر اسی میں ہوتا ہے۔

حشر و نشر: جزا اور سزا کا دوسرا درجہ قیامت سے ابد الآباد تک ہے، اس درجے کو حشر ونشر کہتے ہیں اس میں پوری پوری جزا وسزا ہوگی۔سب کفار اور بعض گنہگار مسلمانوں کو قبر کا عذاب ہوتا ہے اور بعض مسلمان گنہگاروں سے عذاب قبر معاف بھی ہوجاتا ہے یا وہ بہ قدر گناہ عذاب پاکر نجات پاتے ہیں۔مومن صالح مرد وعورت قبر میں عیش وآرام سے رہتے ہیں۔مرنے کے بعد وارثوں و دیگر مسلمانوں کے خیر خیرات کرنے اور ایصال ثواب و دعا سے بھی عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، مگر کافروں کو مرنے کے بعد کوئی خیرات یا دعا وغیرہ نفع نہیں دیتی خواہ وہ دعا یا صدقہ کوئی مومن ہی کرے۔نیز اگر کوئی کافر کسی کافر مردہ کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے یا کسی مومن مردے کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا، کیونکہ کافروں کے سب اعمال آخرت کیلئے حبط ہیں۔مومن مسلمانوں کی بدنی و مالی عبادت کا ثواب مومن مسلمان کو پہنچتا ہے کافر کو نہیں، یعنی زندہ لوگ اگر کوئی نیک کام کریں مثلاً قرآن شریف یا درود شریف پڑھیں یا خدا کی راہ میں صدقہ خیرات دیں، کسی بھوکے کو کھانا کھلائیں یا ننگے کو کپڑا پہنائیں وغیرہ تو ان کاموں کا جو ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر وہ اپنا ثواب کسی مسلمان میت کو پہنچانا چاہیں تو اس میت کو پہنچ جاتا ہے اور اس سے گنہگار مومن کے گناہوں میں تخفیف اور صالح مومن کے مقامات قرب میں ترقی ہوتی ہے اور ثواب پہنچانے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے محروم نہیں رہتا بلکہ جس جس کو وہ اپنے ثواب پہنچانے میں شامل کرتا ہے سب کو اس عمل کا ثواب ملتا ہے اور اس ثواب پہنچانے والے کو بھی سب کی برابر الگ ثواب ملتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے۔اس میں اختلاف ہے کہ سب مردوں کو اس عمل کا پورا پورا ثواب ملتا ہے یا تقسیم ہوکر۔بہر حال سب کو بخشنا چاہئے بخل نہ کرے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا امیدوار رہے۔

ثواب پہنچانے کے لئے کسی خاص چیز یا خاص وقت یا خاص صورت کو اپنی طرف سے مقرر یا لازم نہیں کرنا چاہئے بلکہ جس وقت جو کچھ میسر ہو وہ ثواب کا کام (مالی یا بدنی نفلی عبادت) ادا کر کے اس کا ثواب بخش دیا جائے، رسم کی پابندی، دکھاوے، نام اور شہرت کے لئے بڑی بڑی دعوتیں کرنا یا اپنی طاقت سے زیادہ قرض سودی یا ادھار لے کر رسم پوری کرنا بہت بُرا اور باعث گناہ ہے۔کسی ایسی مصلحت سے وقت وغیرہ کی پابندی کی جائے جو شرعاً جائز ہو اور اس کو شرع کی طرف سے لازمی نہ سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر آج کل جاہلوں کی رسمی

---

(۱)۔آل عمران:۱۸۵، (۲)۔المومنون:۱۰۰ (۳)۔عجلونی/کشف الخفا:ج۲ص۳۸۶

پابندی کے خوف سے بچنا ضروری ہے ورنہ وہ دلیل بنائیں گے ۔

عذابِ قبر کی تفصیل: جب مردے کو قبر میں رکھ کر اُس کے خویش و اقارب واپس جاتے ہیں تو وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اُس وقت اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ نہایت ڈراؤنی شکل میں زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں، اُن کے بدن کا رنگ سیاہ، آنکھیں سیاہ، نیلی اور دیگ کے برابر شعلہ زن، ان کے ڈراونے بال سر سے پاؤں تک، ان کے دانت کئی ہاتھ لمبے، ان میں ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں جو مردے کو بٹھا کر پوچھتے ہیں مَن رَّبُّکَ ''تیرا رب کون ہے'' مَن نَبِیُّکَ ''تیرا نبی کون ہے'' مَن دِینُکَ ''تیرا دین کیا ہے'' اگر بندہ مومن ہے تو جواب دیتا ہے میرا رب اللہ تعالی ہے رَبِّیَ اللّٰہُ اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں نَبِیِّی مُحَمَّدٌ اور میرا دین اسلام ہے دِینِیَ اَلاِسلَامُ بعض روایات میں دوسرا سوال اس طرح پر ہے مَا کُنتَ تَقُولُ فِی هٰذَا الرَّجُلِ ''ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا ہے'' مومن مردہ جواب دیتا ہے هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ ''وہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں'' فرشتے کہیں گے تجھے کس نے بتایا، مردہ کہے گا کہ میں نے اللہ تعالی کی کتاب پڑھی اُس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فرشتے سوال کا جواب پا کر کہیں گے کہ ہمیں تو معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا۔ اُس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، جنت کی نسیم اور خوشبو اس کے پاس آتی رہے گی اور جہاں تک نگاہ پہنچے گی وہاں تک اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی (ایک روایت میں ۷۰×۷۰ گز ہے اور یہ وسعتِ قبر حسب مراتب مختلف ہے) اور اس سے کہا جائے گا نَم کَنَومَةِ العَرُوسِ ''یعنی دُلہا کی طرح بے فکر سو جا'' یہ بھی آیا ہے کہ اس کی قبر منور کر دی جاتی ہے اور پہلے اس کے بائیں ہاتھ کی طرف جہنم کی کھڑکی کھولیں گے جس کی لپٹ اور جلن اور گرم ہوا اور سخت بد بو آئے گی پھر فوراً وہ کھڑکی بند کر دی جائے گی اور دائیں طرف سے جنت کی کھڑکی کھول دیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ اگر تو ان سوالوں کا صحیح جواب نہ دیتا تو تیرے واسطے وہ تھی اب یہ ہے۔ تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت کی قدر جانے کہ کیسی بلائے عظیم سے بچا کر کس قدر نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ اگر وہ بندہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو ان سوالوں کے جواب میں کہتا ہے هَا هَا لَا اَدرِی (افسوس میں کچھ نہیں جانتا) تب فرشتے کہتے ہیں تو نے نہ جانا نہ مانا اور اس کو لوہے کے گرزوں (ہتھوڑوں) سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ سوائے جن و انس کے سب سنتے ہیں اور قبر اس کو اس قدر بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر نکل جاتی ہیں، اور وہ حشر تک اس عذاب میں گرفتار رہتا ہے۔ نیز پہلے اس پر جنت کی کھڑکی کھولیں گے کہ وہ اس کی خوشبو، ٹھنڈک، راحت اور نعمت کی جھلک دیکھے گا اور فوراً بند کر دیں گے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دیں گے تاکہ اس پر بلائے عظیم کیساتھ حسرت عظیم بھی ہو۔ مومن گنہگاروں کو ان کے گناہ کے مطابق عذاب ہو کر موقوف ہو جائے گا اور کبھی کچھ مدت کے بعد بغیر اس کے کہ بہ قدر گناہ عذاب پورا ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رہائی کر دیتا ہے اور کبھی دنیا کے لوگوں کی دعا اور صدقہ و خیرات سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جمعہ کے روز ہر مومن گنہگار کو عذاب سے رہائی ہو جاتی ہے اور اسی طرح رمضان المبارک میں رہائی ہو جاتی ہے پھر جب اور جس کے لئے اللہ تعالی چاہتا ہے رہائی ہو جاتی ہے۔

ضغطۂ قبر: (قبر کی گھبراہٹ اور تنگی) نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے اور وہ کسی گناہ کے سبب یا کسی نعمت کا شکر انہ بجانہ لانے کے سبب ذرا سی دیر کے لئے ہوتا ہے پھر اسی وقت دور ہو جاتا ہے بعض کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں ہوتا۔ جو لوگ قبر میں دفن نہیں کئے جاتے بلکہ جلائے جاتے ہیں یا پانی میں ڈوب کر مر جاتے ہیں اور مچھلیاں وغیرہ کھا جاتی ہیں یا ان کی نعش کو چیل کوے وغیرہ کھا جاتے ہیں ان کو بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔ یہاں قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں ہے جو زمین کھود کر میت کو اس میں دفن کیا جاتا ہے کیونکہ عذاب تو روح کو دیا جاتا ہے۔ اور

روح فنا نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص مقام میں رکھی جاتی ہے پس وہ مقام جہاں مرنے کے بعد برزخ میں روح کو رکھا جاتا ہے وہی یہاں قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی عالم کے مناسب لوہے کی سلاخوں اور سانپ بچھوؤں وغیرہ سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے جو اس عالم جسمانی سے بالکل مختلف ہے۔

اور نیکوں کی روح کے مقام کو عالم بالا یعنی علیین کہتے ہیں اور گنہگاروں کی روح کے مقام کو عالم پست یعنی سجین کہتے ہیں جو ہیبت ناک و پراندوہ جگہ عالم سفلی میں ہے، البتہ ان کے اجسام اگر باقی ہیں تو ان کے ساتھ بھی ان ارواح کا ایک ادنیٰ سا تعلق باقی رہتا ہے، اسی اضافت با دنیٰ تعلق کی وجہ سے اس گڑھے کو بھی قبر کہہ دیتے ہیں اور قبر کی تنگی و کشادگی سے روح کی تنگی و کشادگی مراد ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں (پس خوب سمجھ لیں) بعض اوقات زمین پر بھی اس عذاب و ثواب کے اثرات مرتب ہو کر اہل دنیا کی عبرت کے لئے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

فائدہ: علماء نے مسلمان کے گناہ معاف ہونے کے دس سبب لکھے ہیں: ۱۔توبہ، ۲۔استغفار، ۳۔نیک اعمال، ۴۔دنیا میں کسی بلا میں گرفتار ہونا، ۵۔ضغطۂ قبر، ۶۔مسلمانوں کی دعا کی برکت، ۷۔مسلمانوں کا صدقہ جو اس کی طرف سے دیا جائے، ۸۔قیامت کی سختی، ۹۔آنحضرت ﷺ کی شفاعت، ۱۰۔محض رحمت الٰہی۔

جو شخص کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہے پھر غالب ہو جائے یا شہادت پائے وہ قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا جو شخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن وفات پائے گا وہ بھی عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے اور مسلمانوں کے نابالغ لڑکوں (اولادوں) سے شہیدوں سے بھی قبر میں سوال نہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ جس سے سوال کرنے کا حکم الٰہی ہوگا اس سے سوال کریں گے اور جس کے لئے حکم نہ ہوگا اس سے سوال نہ کریں گے اور اس کو بے سوال و جواب قبر میں راحت و عیش و ثواب دیا جائے گا وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (۱) ''اور اللہ تعالیٰ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے'' منکر نکیر فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن کی تعداد بے شمار ہے اور ان میں سے دو فرشتے ہر شخص کے پاس جاتے ہیں۔

تناسخ (آواگون): مسلمانوں کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے یعنی کسی انسان کی روح اس جہان میں دوبارہ جنم لینے نہیں آتی، کیونکہ یہ تناسخ قرآن و احادیث اور عقلی دلائل سے جو کہ کتب حکمت میں مذکور ہیں باطل ہے اور اہل اسلام میں سے کوئی فرقہ اس کا قائل نہیں ہوا۔ اکثر اہل ہنود اور بعض فلاسفہ کفر جو اس کے قائل ہوئے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور نہایت لچر باتیں کرتے ہیں۔

ارواح شہدا: اولیاء اللہ اور شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسم کے اندر داخل کر دی جاتی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید ہوئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں جگہ دی تاکہ وہ بہشت کی ہوا میں گشت کریں اور طوبیٰ کی شاخوں پر آشیانہ بنائیں اور بہشت کی نہروں سے پانی پئیں اور آرام کے وقت ان کی خواب گاہ سنہری قندیلیں ہیں جو عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی ہیں اور وہ (ارواح شہدا) کہتی ہیں کہ اے باری تعالیٰ کون ہے جو ہمارے بھائیوں اور دوستوں کو اس نعمت کی خبر دے جو ہم نے حاصل کی ہے تاکہ ان کی رغبت جہاد کے متعلق زیادہ ہو جائے۔

اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں۔ بعض مومنین غیر شہدا کی ارواح بھی قبل حشر جنت میں حاضر ہوتی ہیں اسی طرح جو مرتبہ میں ان سے زیادہ ہیں جیسا کہ انبیاء و صدیقین یا اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے، اُس کو بھی جنت مقام ملتا ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اور

(۱)۔البقرہ:۱۰۵

ان اولیا وشہدا وغیرہ کی ارواح کو اجازت ہوتی ہے کہ جہاں چاہیں پھریں اور کاملین کی ارواح کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس عالم عنصری میں نمایاں ہو کر تصرف بھی کرتی ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو سزا دیتی ہیں۔

قیامت کا دن: قیامت کا دن اُس دن کو کہتے ہیں جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اس کی آواز اس قدر شدید اور ڈراؤنی ہوگی کہ اس کے خوف سے سب مر جائیں گے اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی۔ یہ حق ہے کہ قیامت آنے والی ہے لیکن اس کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اتنا معلوم ہے کہ جمعے کا دن اور محرم کی دسویں تاریخ ہوگی۔ ہمارے پیغمبر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان نشانیوں کو دیکھ کر قیامت کا قریب آجانا معلوم ہوسکتا ہے۔ جو علامات آپ ﷺ نے بیان فرمائیں وہ سب حق ہیں اور وہ صحابۂ کرامؓ سے احادیث میں وارد ہیں۔ یہ علامات وآثار دو قسم پر ہیں: ا۔ علامات صغریٰ، ۲۔ علامات کبریٰ۔

علامات صغریٰ: علامات صغریٰ وہ بہت سی علامات ہیں جو حضور ﷺ کے پردہ فرمانے سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک ظاہر ہوں گی، وہ ہیں:

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عوف بن مالک سے فرمایا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ علامات ہیں: ا۔ میری رحلت، ۲۔ بیت المقدس کا فتح ہونا، ۳۔ ایک عام وبا کا ہونا۔ (یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہو چکیں)، ۴۔ مال کا زیادہ ہونا کہ سو دینار کو آدمی حقیر جانے گا (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا)، ۵۔ ایک فتنہ جو عرب کے گھر گھر میں داخل ہوگا (یہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تھا)، ۶۔ تم میں اور نصاریٰ میں ایک صلح ہوگی پھر وہ غدر کریں گے اور اَسّی نشان کہ ہر نشان کے ساتھ بارہ ہزار لشکر ہوگا، لے کر تم پر چڑھائی کریں گے (یہ علامت ابھی پائی نہیں گئی آئندہ ہونے والی ہے)۔

دیگر بخاری ومسلم نے بروایتِ انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے یوں روایت کیا ہے کہ علامات قیامت یہ ہیں: علم اُٹھ جائے گا جہل زیادہ ہو جائے گا، زنا اور شراب خوری کی بڑی کثرت ہوگی، عورتیں بہت مرد کم ہوں گے۔ یہاں تک کہ بیس عورتوں کا کاروبار کرنے والا ایک آدمی ہوگا (یہ شاید اُس وقت ہو جب امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں جہاد کی وجہ سے بکثرت مسلمان شہید ہو جائیں گے عورتیں بہت باقی رہ جائیں گی)۔

صحیح مسلم حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جھوٹے لوگ کثرت سے ہو جائیں گے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بڑے بڑے کام نااہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے۔ (ا) لوگ مصائب دنیا کی کثرت سے موت کی آرزو کریں گے۔ (۲) سردار لوگ جہاد کی غنیمت کو اپنا حصہ سمجھیں گے اور کسی کی امانت کو مال غنیمت سمجھ کر دبا بیٹھیں گے اور زکوٰۃ دینے کو جرمانہ سمجھیں گے، علم دنیا کے لئے پڑھیں گے، مرد عورت کا مطیع اور ماں کا نافرماں ہو جائے گا اور دوست کو نزدیک اور باپ کو دور کر دے گا، مسجدوں میں لوگ شور کریں گے چلائیں گے۔ فاسق لوگ قوم کے سردار ہوں گے۔ رذیل لوگ قوم کے ضامن ہوں گے بدی کے خوف سے بدمعاش آدمی کی تعظیم کی جائے گی۔ باجے علانیہ ہو جائیں گے گانے بجانے اور ناچ رنگ کی زیادتی ہو جائے گی۔ امت کے پہلے لوگوں پر پچھلے لوگ لعنت کریں گے، اس وقت سخت آندھی کا انتظار کریں کہ سرخ رنگ کی ہوگی۔ زلزلے (بھونچال) خسف (زمین میں دھنسنا) مسخ (صورت کا بدلنا) اور قذف (پتھر برسنا) وغیرہ اور دیگر علامات ظاہر ہوں گی اور یہ چیزیں اس طرح پے در پے آئیں گی جس طرح تاگا ٹوٹ کر تسبیح کے دانے گرتے ہیں۔ غرض یہ کہ برے کام ظہور میں آئیں گے اور اچھے کام اُٹھتے جائیں گے اور اس کے ساتھ

(ا)۔ صحیح مسلم عن ابی ہریرۃؓ (۲)۔ ترمذی عن ابی ہریرہ

نصاریٰ تمام ملکوں میں بادل کی طرح پھیلیں گے۔

بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں سلطان استنبول کو نصاریٰ کے ایک فرقے کے ساتھ جنگ پیش آئے گی اور ایک فریق نصاریٰ موافقت کرے گا۔ مخالف لوگ قسطنطنیہ پر غالب آجائیں گے تب وہ سلطان شہر چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا اور اس فرقے موافق کی موافقت میں پھر ان مخالفین سے جنگ عظیم ہوگی آخر لشکر اسلام غالب آجائے گا نصاریٰ موافقین میں سے ایک شخص کہے گا کہ صلیب غالب آئی اس پر ایک شخص لشکر اسلام میں سے خفا ہو کر اس کو مار دے گا اور کہے گا کہ دین محمدی غالب آیا، وہ نصرانی اپنی قوم کو جمع کریں گے اور غدر کر کے اہل اسلام کے قتال پر آمادہ ہوں گے سلطان اور بہت سے مسلمان شہید ہو جائیں گے، چنانچہ ابو داؤد نے ذی مخبر رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی روایت نقل کی ہے (۱) اور بھی احادیث ہیں جن کے ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد وہ نصاریٰ ملک شام پر قبضہ کرلیں گے اور ان مخالفین سے مل جائیں گے اور خیبر تک ان کا عمل دخل ہو جائے گا اس کے بعد مسلمانوں میں بڑی ہل چل مچ جائے گی۔ اور گھبرا کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مدینہ آئیں گے اور امام مہدی یہ سمجھ کر کہ ایسا نہ ہو لوگ مجھے خلیفہ بنائیں اور یہ امر عظیم میرے سپرد کر دیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔

ان کے علاوہ اور بھی علامات ملتی ہیں مثلاً درندے جانور آدمیوں سے کلام کریں گے۔ کوڑے پر ڈالی ہوئی جوتی کا تسمہ کلام کرے گا۔ آدمی کے بازار جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا بتائے گا بلکہ خود انسان کی ران اسے خبر دے گی۔ وقت میں برکت نہ ہوگی یہاں تک کہ سال مثل مہینے کے اور مہینہ مثل ہفتے کے اور ہفتہ مثل دن کے اور دن ایسا ہو جائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگی اور بھڑک کر جلد ختم ہوگئی، یعنی بہت جلد جلد وقت گزرے گا۔ ملک عرب میں کھیتی، اور باغات اور نہریں ہو جائیں گی، مال کی کثرت ہوگی، نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے، علاوہ اس بڑے دجال کے تیس دجال اور ہوں گے وہ سب دعویٰ نبوت کریں گے حالانکہ نبوت ختم ہو چکی، ان میں سے بعض گزر چکے جیسے مسلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی، سجاح عورت جو کہ بعد میں اسلام لے آئی تھی۔ غلام احمد قادیانی وغیرہم اور جو باقی ہیں ضرور ہوں گے، غرض یہ کہ اور بھی بہت سی علامات حدیثوں میں آئی ہیں۔

علامات کبریٰ: علامات کبریٰ یعنی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے نفخ صور تک جو علامات ظاہر ہوں گی وہ یہ ہیں۔

سب سے پہلی علامات امام مہدی کا ظہور ہے۔ مہدی ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں اس معنی کے لحاظ سے بہت سے مہدی ہو چکے ہیں اور امام مہدی موعود (جن کا تذکرہ احادیث میں بکثرت ہے) کے زمانے تک بہت سے مہدی ہوں گے۔ اسی طرح دجال بھی دجال موعود سے پہلے بہت سے ہوں گے لیکن علامات قیامت میں جس مہدی موعود اور دجال موعود کا ذکر آتا ہے وہ مخصوص اشخاص ہیں چنانچہ امام مہدی رضی اللہ عنہ ایک خاص شخص ہیں جو دجال موعود کے وقت میں ظاہر ہوں گے اور اس سے پہلے نصاریٰ سے جنگ کر کے فتح یاب ہوں گے۔

آپ کا حلیۂ مبارک یہ ہے: قد مائل بہ درازی، قوی الجثہ، رنگ سفید سرخی مائل، چہرہ کشادہ، ناک باریک و بلند، زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام کرنے میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے اور آپ کا علم لدنی ہوگا۔ چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے۔ اس کے بعد سات یا آٹھ برس تک علیٰ اختلاف الروایات زندہ رہیں گے، آپ کا نام محمد، والد کا نام عبداللہ، والدہ کا نام آمنہ ہوگا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔ مدینہ کے رہنے والے ہوں گے جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئیں گے تو لوگ

---

(۱) یہ خبر اور دوسری خبریں جو فرادیٰ فرادیٰ احاد ہیں ان میں سے کسی خبر کا انکار بایں وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ظنی ہے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنائیں گے، اُس وقت غیب سے یہ آواز آئے گی ھٰذَا خَلِیفَةُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ فَاسْتَمِعُوا وَاَطِیعُوا ''یہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو'' اور دوسری علامت یہ ہوگی کہ اُس سال ماہ رمضان میں تیرہ تاریخ کو چاند اور ستائیس تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔

ابدال وعصائب (اولیاء اللہ) آکر ان سے بیعت کریں گے اور تمام عرب کی فوج اُن کی مدد کے لئے جمع ہوگی اور کعبۃ اللہ شریف کے دروازے کے آگے جو خزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکالیں گے اور مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے، جب یہ خبر مسلمانوں میں پھیلے گی تو ایک امیر خراسانی کہ جس کی فوج کا سپہ سالار ایک شخص منصور نامی ہے امام مہدی کی مدد کو آئے گا، ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے انہی دنوں میں ایک شخص جو دشمن اہل بیت اور بڑا ظالم ہوگا جس کی ننھیال قبیلہ بنو کلب میں ہوگی دمشق کے اطراف میں حاکم ہوگا اور امام مہدی کے قتل کیلئے ایک جرار فوج بھیجے گا کہ وہ فوج مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بمقام بیدا زمین میں دھنس جائے گی ان میں سے دو شخص باقی بچ جائیں گے ایک وہ جو امام مہدی کو اس واقعے کی خبر دے گا اور دوسرا جو اس شخص کو اطلاع دے گا۔ وہ دوبارہ خود فوج کشی کرے گا۔ پس وہ مغلوب ومقہور ہوگا۔ امام مہدی سنت نبوی پر عمل کریں گے اور دنیا میں خوب اسلام پھیلے گا۔ غرض یہ کہ امام مہدی مع لشکر اسلام مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے جائیں گے پھر وہاں سے ملک شام میں دمشق تک پہنچیں گے اور نصاریٰ اَسّی نشان کہ ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی، لے کر مقابلے کو آئیں گے اور دمشق کے قریب وابق یا اعماق میں آٹھہریں گے اور ان کے مقابلے کو امام مہدی دمشق سے فوج لے کر باہر نکلیں گے وہ کہیں گے کہ جن مسلمانوں نے ہمارے لوگ پکڑے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو ہم ان کو قتل کریں گے۔ امام مہدی فرمائیں گے واللہ ہم ہرگز اپنے بھائیوں کو نہ دیں گے پس اس وقت مسلمانوں کے تین گروہ ہوں گے ایک وہ جو نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ فرمائے گا یعنی وہ حالت کفر میں مرجائیں گے اسلام نصیب نہ ہوگا اور ایک گروہ شہید ہوجائے گا اور عنده اللہ افضل شہداء کا مرتبہ پائے گا اور تیسرا گروہ فتح پائے گا اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہے گا، بعد ازاں امام مہدیؓ بلادِ اسلام کا انتظام اور لشکر جمع کرنے کا اہتمام کر کے قسطنطنیہ پر چڑھائی کریں گے تا کہ ان نصاریٰ کو جنھوں نے سلطان کو وہاں سے نکالا تھا شکست دیں اور جب وہ فتح کر کے مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو کوئی پکارے گا کیا اطمینان سے بیٹھے ہو دجال تمہارے گھروں میں آگیا ہے، بعد تحقیق کے معلوم ہوگا کہ یہ خبر جھوٹ بلکہ شیطانی آواز تھی۔ پھر جب لشکر اسلام لوٹ کر شام کی طرف آئے گا تو دجال نکلے گا۔

دجال موعود: دجال مشتق ہے دَجَل سے کہ جس کے معنی لغت میں خلط اور مکر اور تلبیس کے ہیں اور کبھی دجل کذب کے معنی میں آتا ہے اس معنی سے بہت دجال ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاِنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ''عنقریب میری اُمت میں تیس آدمی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں'' اور ایک روایت میں دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ آیا ہے لیکن دجال موعود ایک خاص شخص ہے قوم یہود سے جس کا لقب مسیح ہوگا داہنی آنکھ اندھی ہوگی جس میں انگور کے دانہ کی مانند ناخونہ ہوگا اور اس کے بال بہت پیچید حبشیوں کے بالوں کی مانند ہوں گے ایک بڑا گدھا اُس کی سواری کا ہوگا اور اُس کے ماتھے پر بیچ میں کفر اس طرح ''ک ف ر'' لکھا ہوگا کہ جس کو ہر ذی شعور پڑھ لے گا۔ اول ملک شام اور عراق کے درمیان ظاہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد اصفہان میں آئے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہوں گے اور وہاں وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اس کے ساتھ آگ ہوگی جس کو وہ دوزخ کہے گا اور ایک باغ ہوگا جس کا نام بہشت رکھے گا اور اصل میں جس کو وہ بہشت کہے گا وہ دوزخ اثر ہوگا

اور جس کو وہ دوزخ جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی پس وہ زمین میں دائیں بائیں فساد ڈالتا پھرے گا اور زمین میں بادل کی طرح پھیل جائے گا اور اس کے ظہور سے پہلے بڑا سخت قحط ہوگا وہ عجیب عجیب کرشمے دکھا کر لوگوں کو پھنسائے گا اور یہ سب کرشمے استدراج کا حکم رکھتے ہیں۔ گھرے ہوئے مسلمانوں کے لئے تسبیح وتہلیل، روٹی اور پانی کا کام دے گی یعنی بھوک و پیاس دور کرے گی۔ پھر وہ یمن سے مکہ کی طرف آئے گا لیکن فرشتوں کی حفاظت کے سبب مکہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اور مدینہ منورہ کے قریب اُحد پہاڑ کے پاس ڈیرے ڈالے گا اور مدینہ منورہ کے اُس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے محافظ ہوں گے اس لئے دجال اندر نہ جا سکے گا وہاں سے شہر دمشق کی طرف جہاں امام مہدی ہوں گے روانہ ہوگا۔ امام مہدی لشکر اسلام کا قلب و میمنہ و میسرہ درست کر کے اُس سے جنگ کے لئے تیار ہوں گے کہ اتنے میں عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی مینارے پر زرد حلّہ پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ دھرے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہود کے مکر سے بچا کر زندہ سلامت چوتھے آسمان پر فرشتوں کے ذریعے اُٹھا لیا تھا اور وہ اس وقت تک وہیں زندہ موجود ہیں گے جب وہ آسمان سے اتریں گے ذرا سر نیچا کریں گے تو سر سے پسینے کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے۔ پھر امام مہدی سے ملاقات کریں گے۔ امام مہدی تواضع سے پیش آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نبی اللہ نماز کے لئے امامت کیجئے۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں بلکہ تم ہی امامت کرو اور میں تو خاص دجّال کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ امام مسلم کی روایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً پہلے روز امام مہدی نماز پڑھائیں گے تاکہ تکریم امت ہو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بسبب اس کے کہ نبی ہیں واللہ علم۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے لئے تیار ہوں گے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو وہ ہو الگ جائے گی مر جائے گا اور اُن کی ہوا وہاں تک جائے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور باب لُدّ (ملک شام کا پہاڑ یا کوئی گاؤں) کے پاس اس کو گھیر لیں گے اور نیزہ سے قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اگر اس کے قتل میں جلدی نہ کرتے تو وہ کافر نمک کی طرح خود بخود پگھل جاتا پھر لشکرِ اسلام دجال کے لشکر کو جو کہ اکثر یہودی ہوں گے کثرت سے قتل کرے گا پھر امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن لوگوں کو دجال کی مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلی اور دلاسا دیں گے اور ان کے نقصانات کا الطاف وعنایات سے تدارک کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ خنزیر قتل کئے جائیں اور صلیب کہ جس کو نصاری پوجتے ہیں توڑ دی جائے گی اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جائے گا بلکہ وہ اسلام لائے پس اس وقت تمام روئے مین پر دین اسلام پھیل جائے گا کفر مٹ جائے گا جور وظلم دنیا سے دور ہو جائے گا۔

وفات حضرت امام مهدی رضی الله عنه: باختلافِ روایات امام مہدی کی خلافت سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی پھر آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان اُن کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں گے (ان کی عمر اس حساب سے ۴۷ یا ۴۸ یا ۴۹ سال ہوگی) اس کی بعد تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں ہوگا اور دنیا اچھی حالت پر ہوگی کہ یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی کہ میرے بندوں کو کوہِ طور کی طرف لے جائیں میں ایک ایسی قوم نکال رہا ہوں کہ کسی کو اس کے ساتھ لڑائی کی طاقت نہیں ہے۔ (۱)

(۱)۔ مسلم

یاجوج ماجوج: یہ قوم یاجوج ماجوج ہے جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے۔ ذوالقرنین بادشاہ نے ان کے راستے کو جو دو پہاڑوں کے درے میں تھا مستحکم بند کر دیا تھا اخیر زمانے میں وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ غارت گر قوم دنیا میں پھیل جائے گی کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا آخر آسمانی وبا سے خود بخود مر جائیں گے۔ ان کے تیر و کمان (۱) سے سات سال تک لوگ آگ جلائیں گے ان کی ہلاکت کے بعد پھر سے زمین میں خیر و برکت ظاہر ہوگی یہاں تک کہ ایک انار کو ایک گھر کے آدمی پیٹ بھر کر کھائیں گے اور ایک بکری کے دودھ سے ایک گھر کے لوگ سیر ہو جائیں گے اور ایک گائے کا دودھ قبیلہ بھر کو اور ایک اونٹنی کا دودھ جماعت بھر کو کافی ہوگا۔ عداوت و کینہ نہ رہے گا اور لوگوں کو مال کی کچھ پرواہ نہ رہے گی یہاں تک کہ ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے اچھا جانیں گے، اگر کوئی کسی کو مال دے گا تو وہ نہ لے گا۔ (۲)

یہ خیر و برکت سات برس تک رہے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے انتقال فرمائیں گے، اس عرصے میں وہ نکاح بھی کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی، آخر روضہ مبارک آنحضرت ﷺ میں دفن کئے جائیں گے اور قیامت میں وہیں سے اُٹھیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک قحطانی شخص جہجاہ نامی کو خلیفہ مقرر کر جائیں گے وہ اچھی طرح عدل کے ساتھ حکومت کرے گا لیکن شر و فساد، کفر و الحاد پھیلنا شروع ہو جائے گا اسی طرح دو تین شخص یکے بعد دیگرے حاکم ہوں گے، پس جب کفر الحاد خوب پھیل جائے گا تو اس زمانے میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں جہاں منکرین تقدیر رہتے ہوں گے دھنس جائے گا۔

دھویں کا نمودار ہونا: اور انہی دنوں میں آسمان سے ایک دھواں (۳) نمودار ہوگا کہ مؤمنین کو زکام سا معلوم ہوگا اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی کہ کسی کو ایک دن کے بعد کسی دو دو دن کے بعد کسی کو تین دن کے بعد بعد ہوش آئے گا اور کسی کو چوتھے روز اور کل چالیس روز یہ دھواں رہے گا اور انہی دنوں میں کہ ذی الحجہ کا مہینہ ہوگا یوم النحر (قربانی کے دن) کے بعد کی رات نہایت دراز ہوگی یہاں تک کہ بچے چلا چلا اٹھیں گے اور مسافر تنگ دل ہو جائیں گے اور مویشی چراگاہ میں جانے کے لئے نہایت شور کریں گے لیکن صبح نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگ ہیبت اور قلق سے بے قرار ہو کر نالہ و زاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے جب اس رات کی درازی تین یا رات کے برابر ہو جائے گی اور لوگ نہایت مضطرب ہوں گے۔

مغرب سے سورج کا طلوع: پھر قرص آفتاب تھوڑے سے نور کے ساتھ جیسا کہ گہن کے وقت ہوتا ہے مغرب

---

(۱) یہ لوگ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر (جس کا طول دس میل ہوگا) جب گذرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی نہ تھا۔ پھر جب دنیا میں فساد اور قتل و غارت گری سے فرصت پائیں گے (اور خیال کریں گے) کہ زمین والوں کو تو قتل کر لیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے تیر اوپر سے خون آلود گریں گے۔ یہ اپنی انہی حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہوگی جو آج تمہارے نزدیک سو اشرفیوں کی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے تب اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مر جائیں گے ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتریں گے دیکھیں کہ تمام زمین ان کی لاشوں کی بدبو سے بھری پڑی ہے ایک بالشت زمین بھی خالی نہیں اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرندے بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا پھینک آئیں گے پھر اس کے بعد بارش ہوگی کہ زمین کو ہموار کر چھوڑے گی (مولف) (۲)۔ مسلم

(۳) امام بخاری نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس دھوئیں سے وہ دھواں مراد ہے کہ جب قریش میں آنحضرت ﷺ کی بددعا سے چند سال کا قحط پڑا تھا تو بھوک کے مارے آسمان کی طرف دھواں سا نظر آتا تھا اور یہ بسبب ضعفِ بصر دھندلا کا دکھائی دیتا تھا۔ واللہ اعلم (مولف)

کی جانب سے طلوع ہوگا اور اتنا بلند ہو کر کہ جتنا چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر غروب ہو جائے گا اور پھر حسب دستور قدیم مشرق سے طلوع کیا کرے گا لیکن اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اگر کافر ایمان لائے گا یا گنہگار کسی گناہ سے توبہ کرے گا تو یہ ایمان اور توبہ قبول نہ ہوگی۔

دابۃ الارض: مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کے دوسرے روز یہ حادثہ پیش آئے گا کہ مکہ معظمہ میں صفا نامی پہاڑ زلزلہ آ کر شق ہو جائے گا اور ایک جانور کہ جس کی عجیب صورت ہوگی باہر آئے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اس کے ایک ہاتھ میں عصا (عصائے موسیٰ) اور دوسرے میں مہر (سلیمان علیہ السلام کی انگشتری) ہوگی۔ عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نشان نورانی (خط) بنادے گا اور مہر سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت سیاہ دھبہ لگادے گا جس کی وجہ سے تمام مسلمان و کافر علانیہ پہنچانے جائیں گے، یہ علامت کبھی نہ بدلے گی جو کافر ہے ہرگز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے ہمیشہ ایمان پر رہے گا وہ جانور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا۔ اس کی شکل و صورت میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قرآن پاک میں دَابَّۃُ الْاَرْض اسی کے لئے آیا ہے اور اس کے سریع السیر ہونے کی طرف اشارہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو لوگ مان لیں لقولہ تعالیٰ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُھُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَایُوْقِنُوْنَ (۱) ''جبکہ واقع ہوگا لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت کا وقت قریب ہوگا) اُن کے لئے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ کلام کرے گا اُن سے، کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین نہ لاتے تھے'' اور اس بارے میں احادیث بھی آئی ہیں، اس کا ثبوت حدِ تواتر کو پہنچ گیا ہے اس لئے اس کا انکار کفر ہے۔ طلوع آفتاب از مغرب اور خروج دابۃ الارض کے سو برس کے بعد قیامت آجائے گی۔

ہوائے سرد: دابہ نکلنے کے کچھ عرصے بعد (جب قیام قیامت کو صرف چالیس سال رہ جائیں گے تو) شام کی طرف سے ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی جو بغلوں کے نیچے سے گزرے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ کوئی اہل ایمان اور اہل خیر زمین پر باقی نہ رہے گا سب اس سے مرجائیں گے یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کے غار میں چھپے گا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کو ماردے گی اس کے بعد کافر ہی کافر رہ جائیں گے جو نیکی اور بھلائی نہ جانیں گے۔ (۲)

غلبہ کفارِ حبشہ: اس کے بعد حبشہ کے کفار کا غلبہ ہوگا اور ملک میں ان کی سلطنت ہو جائے گی اور وہ حبشی خانہ کعبہ منہدم کردیں گے اور اس کے نیچے سے خزانے نکالیں گے اس وقت ظلم و فساد سے دنیا بھر جائے گی۔ چوپایوں کی طرح لوگ کوچہ و بازار میں ماں بہن سے جماع کیا کریں گے، قرآن کاغذوں سے اُٹھ جائے گا، کوئی اہل ایمان دنیا پر باقی نہ رہے گا اور آپس کے جور و ظلم سے شہر اُجاڑ ہو جائیں گے، قحط و وبا کا ظہور ہوگا۔ اس کے بعد ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی اور امن ہوگا تب تجار لوگ و اہل حرفہ وغیرہ گھر بار چھوڑ کر اونٹوں و دیگر سواریوں پر سوار ہو کر وہاں جائیں گے یہاں تک لوگوں کی کثرت ہوگی کہ کسی اونٹ پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر پانچ شخص تک سوار ہوں گے۔

کچھ مدت کے بعد جنوب کی طرف سے ایک آگ اُٹھے گی کہ لوگوں کو گھیر کر جہاں مرنے کے بعد حشر ہوگا یعنی ملک شام کی طرف لائے گی جب شام کے وقت لوگ ٹھہر جایا کریں گے۔ آگ بھی ٹھہر جایا کرے گی پھر جب آفتاب بلند ہوگا وہ آگ ان کے پیچھے چلے گی جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جائیں گے تو وہ آگ غائب ہو جائے گی بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خبر کے مطابق یہ آگ ظاہر ہوچکی، یمن کی طرف سے ایک آگ اُٹھی تھی جو کوسوں تک عریض تھی لکڑی پتھر سب کو جلادیتی تھی اور ملک شام کی طرف بڑھتی جاتی تھی رات کو اس کی روشنی میں دور دور کی چیزیں دکھائی دیتی تھیں تقریباً دو مہینے تک رہی مدینہ منورہ کے پاس سے ہو کر گزری علما نے چشم دید اس کی کیفیت

(۱)۔ النمل:۸۲ (۲)۔ مسلم

لکھی ہے۔ (واللہ علم)

اس کے بعد پانچ برس پھر لوگوں کو خوب عیش و آرام ہوگا اور شیطان آدمی کی صوت میں آکر کہے گا کہ تم کو حیا نہیں آتی وہ کہیں گے اب تو کیا کہتا ہے تب وہ کہے گا بتوں کی عبادت کرو تب لوگ بتوں کی عبادت کریں گے اس میں ان کو روزی کی فراخی اور فراخ دستی حاصل ہوگی ۔غرض جب دنیا پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا تب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی یعنی لوگ اس وقت عیش و آرام میں ہوں گے کوئی کسی کام میں کوئی کسی میں مصروف ہوگا کہ یکا یک جمعے کے دن کہ وہ دن عاشورا ہوگا علی الصباح لوگوں کے کان میں ایک باریک آواز آئے گی لوگ حیران و پریشان ہوں گے کہ یہ کیسی آواز ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آواز بلند ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ کڑک اور رعد کے مانند ہو جائے گی تب لوگ مرنے شروع ہو جائیں گے۔ صور ایک چیز تُرہی یا بگل کی مانند ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اس کو منہ سے بجائیں گے اس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہو جائے گی اور لوگوں پر ایک بیہوشی سی طاری ہو جائے گی، قال اللّٰہ تعالٰی وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ ○ (۱) ''تو دیکھے گا لوگوں کو بیہوش پڑے ہوئے اور وہ بیہوش نہ ہونگے بلکہ اللہ تعالٰی کے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے'' وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (۲) ''اور جب جنگل کے جانور جمع ہو جائیں'' جب سب جاندار چیزیں مرجائیں گی تب آواز زیادہ سخت ہونے کے سبب سے درخت اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (۳) ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے'' پھر آواز تیز ہوگی تو آسمان کے تارے چاند سورج ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور زمین بھی معدوم ہو جائے گی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (۴) ''جب سورج کی دھوپ لپیٹ لی جائے گی اور جب ستارے بےنور ہو جائیں گے'' نیز اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (۵) ''جب آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں'' نیز اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (۶) ''جب آسمان پھٹ جائے......اور جب زمین بڑھادی جائے'' نیز فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (۷) ''پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماردی جائے گی''۔

بعض علما نے کہا کہ فنائے کلی سے آٹھ چیزیں مستثنٰی ہیں ان کو فنا نہ ہوگی، ۱۔عرش ۲۔کرسی ۳۔لوح ۴۔قلم ۵۔بہشت ۶۔دوزخ، ۷۔صور، ۸۔ارواح (لیکن ارواح پر ایک قسم کی بیہوشی طاری ہوگی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالٰی کے ہر چیز فنا ہوگی اور ان چیزوں پر بھی ایک دم بھر کے لئے فنا آئے گی۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۸) ''سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اُس کی ذات کے'' مختصر یہ کہ جب فقط اللہ تعالٰی باقی رہے گا وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۹) ''اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت واحسان والی ہے، باقی رہ جائے گی'' تو اُس وقت اللہ تعالٰی فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (۱۰) ''آج کے دن کس کی حکومت ہے'' لیکن کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو پھر خود ہی فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۱۱) ''ملک ایک اللہ قہار ہی کا ہے''۔

یہ نفخۂ اولی کا بیان تھا چالیس برس کے بعد پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اس سے ہر چیز دوبارہ موجود ہو جائے گی اس کی کیفیت ''والبعث بعد الموت'' کے عنوان میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔　(۲)۔التکویر:۵　(۳)۔القارعہ:۵　(۴)۔التکویر:۱،۲　(۵)۔الانفطار:۱،۲　(۶)۔الانشقاق:۱،۳

(۷)۔الحاقہ:۱۳　(۸)۔القصص:۸۸　(۹)۔الرحمٰن:۲۷　(۱۰)۔المؤمن:۱۶　(۱۱)۔المؤمن:۱۶

٦ـ وَالقَدرِ خَیرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی

وَالقَدرِ خَیرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے تمام افعال کا خواہ وہ نیک ہوں یا بد، خالق اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعمَلُونَ (١) ''اللہ تعالیٰ نے بنایا تم کو اور جو (چیزیں) تم بناتے ہو'' اور چونکہ بندے فاعل اور کاسب ہیں اس لئے کسب پر جزا اور سزا مرتب ہوتی ہے جَزَآءً بِمَا کَانُو یَعمَلُونَ (٢) ''بدلہ اس کا جو کرتے تھے'' یعنی یہ جنت ان جنتیوں کو ان کے اعمال کے بدلے دی گئی ہے نیز فَمَن شَآءَ فَلیُؤمِن وَمَن شَآءَ فَلیَکفُر (٣) ''ہم نے اختیار دیا ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، لیکن کافروں کے واسطے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے'' نیکی کے کسب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور بدی کے کسب سے ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا یَرضٰی لِعِبَادِہِ الکُفرَ وَاِن تَشکُرُوا یَرضَہُ لَکُم (٤) ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ تم سے بسبب اس کے خوش ہوگا'' نیز فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ وَاِیتَآئِ ذِی القُربٰی وَیَنھٰی عَنِ الفَحشَآءِ وَالمُنکَرِ وَالبَغیِ یَعِظُکُم لَعَلَّکُم تَذَکَّرُونَ (٥) ''بیشک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور برے کاموں اور بغاوت سے اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' پس تقدیر پر ایمان لانے کا مضمون حد تواتر کو پہنچ گیا ہے، اور جو شخص یہ یقین رکھے کہ نیکی و بدی تقدیر سے نہیں وہ کافر ہے۔ تقدیر کا مختصر مطلب یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے نیز یہ کہ بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے، مشیت، قضا اور تقدیر سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا گیا ہے اگر وہ نیک کام کرے گا اجر پائے گا اور برے کام کی اس کو سزا ملے گی۔ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی قدرت عنایت ہوتی ہے پس اگر وہ بندہ اس قدرت کو نیک کام میں لگائے تو بھی اس کو اختیار ہے اور وہ اختیار کا استعمال اس کے لئے جزا کا موجب ہے اور اگر برے کام میں خرچ کرے تو بھی اس کو یہ اختیار ہے اور اس اختیار کے استعمال پر وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے پس اسی قدرت و اختیار پر تکلیفات شرعیہ کا دارومدار ہے لہٰذا جس کام کی بندہ استطاعت و قدرت نہیں رکھتا اس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے کرنے کا حکم بھی نہیں دیا فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَن یَّشَآءُ وَیَھدِی مَن یَّشَآءُ (٦) ''بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہدایت و گمراہی کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہدایت و گمراہی کو پیدا نہ کرتا تو نہ کوئی گمراہ ہوتا نہ ہدایت پاتا۔ پس خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کا پیدا کرنا کوئی برائی نہیں بلکہ عین مصلحت ہے تاکہ نیک و بد کا امتحان لے اور حسب حال جزا و سزا دے۔ فِعلُ الحَکِیمِ لَا یَخلُو عَنِ الحِکمَۃِ ''حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا'' اور اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے، البتہ گمراہی کا کسب قبیح ہے اور کسب بندے کا فعل ہے اور اسی پر اُس کو سزا ملے گی۔ مارنے کے بعد درد اور کسی چیز کو توڑنے کے بعد اس کا ٹوٹنا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے بندے کو اس میں کچھ دخل نہیں، اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (٧) ''اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے''۔

فائدہ: مسئلہ تقدیر میں آدمی زیادہ قیل و قال نہ کرے کیونکہ زیادہ قیل و قال سے سوائے گمراہی حاصل ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس بحث سے نہایت تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکی و بدی کا خالق ہے لیکن خالق خیر (یزداں) اور خالق شر (اہرمن) مجوس کی طرح سے کہنا کفر ہے بلکہ یوں کہنا

---

(١)۔صٰفٰت:٩٦ (٢)۔السجدہ:١٧ (٣)۔الکہف:٢٩ (٤)۔الزمر:٧
(٥)۔النحل:٩٠ (٦)۔الفاطر:٨ (٧)۔الزمر:٦٢

چاہئے خَالِقُ الخَیرِ وَالشَّرِّ یا خَالِقُ کُلِ شَیءٍ ہر چیز کا خالق ومتصرف اللہ تعالیٰ کو جانے اور ستاروں اور دیگر ارضی وسماوی علامات کو اس چیز کے ہونے میں کوئی دخیل وموثر نہ جانے کیونکہ یہ شرک ہے، ہاں یوں کہنا کہ اکثر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فلاں ستارے یا فلاں علامت کے وقت ایسا ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے ابھی اس کی قدرت سے ایسا ہو جائے تو جائز ہے یعنی اسباب وسائط کو محض سبب جانے اور متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانے۔ علی ہذا القیاس دوا کا نفع ونقصان آگ کا جلانا، پانی کا سرد کرنا، جادو، منتر یا نظر اور جن وآسیب سے نفع وضرر یہ سبب کے درجے میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارادے واختیار سے ان کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں یہ تاثیرات رکھی ہیں جو شخص ان کو نفع وضرر کا فاعل سمجھے گا مشرک ہو جائے گا البتہ مجازاً اس فعل کو اس سبب کی طرف نسبت کرنا اور بات ہے واللہ اعلم۔

قضا کی اقسام: قضا تین قسم پر ہے: ا۔ مبرم حقیقی جو کہ علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں، ۲۔ معلق محض کہ صحف ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے، ۳۔ معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے۔ مبرم حقیقی کی تبدیلی ناممکن ہے۔ اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کو اُن کے بیٹے کے بارے میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عذابِ قوم لوط کے بارے میں سفارش سے روکا گیا کہ اس خیال میں نہ پڑو بیشک ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ٹلنے گا نہیں۔ یٰٓاِبرٰهِیمُ اَعرِض عَن هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَد جَآءَ اَمرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُم اٰتِیهِم عَذَابٌ غَیرُ مَردُودٍ (۱) ''اے ابراہیم اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے اور ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں''۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شواہد قرآن وحدیث میں ہیں اور جو ظاہر قضائے معلق ہے وہ اکثر اولیاء اللہ کی دعا اور ہمت وتصرف سے ٹل جاتی ہے۔ اور جسے علمِ الٰہی کے اعتبار سے معلق کہتے ہیں اور صحف ملائکہ کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اُس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس کو فرماتے ہیں کہ میں قضائے مبرم کو ردّ کر دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے اِنَّ الدُّعَآءَ یَرُدُّ القَضَآءَ بَعدَ مَا اُبرِمَ ''بیشک دُعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے'' مزید تفصیل کے لئے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ دفتر اول مکتوب ۲۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۔ وَالبَعثِ بَعدَ الموتِ

والبعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد سب کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اول نفخہ صور کے بعد جب تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر جائے گا اور اتنی مدت ظہور احدیث صرفہ کا ہو چکے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا پھر وہ صور پھونکیں گے جس کو نفخہ ثانی کہتے ہیں جس سے اول ملائکہ حاملان عرش پھر جبرئیل ومیکائیل وعزرائیل اٹھیں گے پھر نئی زمین وآسمان اور چاند وسورج موجود ہوں گے پھر ایک بارش برسے گی کہ جس سے سبزہ کی طرح ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا۔ اس دوبارہ پیدا کرنے اور حساب کتاب کر کے جزا وسزا کے طور پر جنت ودوزخ میں بھیجنے کو شروع میں بعث ونشر کہتے ہیں اس کے ثبوت میں اکثر آیات واحادیث وارد ہیں، اس لئے اس کا منکر کافر ہے۔ سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک سے اس طرح باہر تشریف لائیں گے کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام پھر صدیقین، شہدا، صالحین اور مؤمنین یہ کہتے ہوئے اُٹھیں گے اَلحَمدُ لِلّٰہِ

---

(۱)۔ ہود: ۷۶

الَّذِی اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَکُور (۱) ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے'' پھر اور کفار اور اشرار یہ کہتے ہوئے اُٹھیں گے یَاوَیْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا (۲) ''ہائے ہماری خرابی، کس نے اُٹھا دیا ہم کو ہماری قبروں سے'' اور ہر جماعت اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ اُٹھائی جائے گی یعنی نیکوں کا گروہ الگ ہوگا اور بروں کی جماعت الگ ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ اُٹھوں گا پھر بقیع میں آؤں گا، پس وہاں سے لوگ میرے ساتھ ہوں گے اس کے بعد میرے پاس مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ آئیں گے اور ہر شخص جس حال میں مرا ہے اس میں اٹھے گا ۔ شرابی نشے کی حالت میں اُٹھے گا، ہر شخص برہنہ بے ختنہ اٹھے گا ۔ پس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا سفید حلہ پہنایا جائے گا ان کے بعد آنحضرت ﷺ کو ان سے بہتر کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے بعد اور رسولوں اور نبیوں کو ان کے بعد مؤذنوں کو پہنائے جائیں گے ۔

میدان حشر کی کیفیت: پھر کوئی پیدل کوئی سوار میدان حشر میں جائیں گے، بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو اور کسی پر تین کسی پر چار کسی پر دس سوار ہوں گے، کافر منھ کے بل چلتا ہوا میدان حشر میں پہنچے گا کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے کسی کو آگ جمع کرے گی ۔ یہ میدان حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا ۔ زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اس کنارے پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے، اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور آفتاب ایک میل کے فاصلے پر ہوگا پس اُس دن کی تپش کو کون بیان کرسکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے ۔ دماغ کے بھیجے کھولتے ہوئے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا پھر جب زمین پسینہ نہ پی سکے گی تو اوپر کو چڑھے گا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کسی کے سینے، کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا ۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہوگی محتاج بیان نہیں زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی اور بعضوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں گی دل اُبل کر گلے میں آ جائیں گے ہر مبتلا بقدر گناہ تکلیف میں مبتلا ہوگا ۔ کس کس مصیبت کو بیان کیا جائے باقی کو بھی اس پر قیاس کر لینا چاہئے ۔

میزان عدل: پھر سب کو نامہ اعمال دیئے جائیں گے ۔ نامہ اعمال مومنوں کو سامنے سے دائیں ہاتھ میں اور کافروں کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملیں گے نیکیاں اور بدیاں میزان عدل میں تولی جائیں گی جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے وہ کچھ مدت اعراف میں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا فَاَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهٗ O فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ O وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهٗ O فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ O وَمَا اَدْرٰكَ مَاهِيَهْ O نَارٌ حَامِيَةٌ (۳) ''پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دھکتی ہوئی آگ ہے'' میزان عدل کی کیفیت بلکہ حشر کی جملہ چیزوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، وہ دنیا والوں کی میزان و دیگر چیزوں جیسی نہ ہوگی ۔ مسلمانوں کے حساب میں آسانی ہوگی اور کافروں کے حساب میں رسوائی اور تنگی ہوگی لیکن کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا ۔ حقوق العباد کا بدلہ اس طرح دیا جائے گا کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلائی جائیں گی پس ایک دانگ (بقدر چھ رتی) کے بدلے میں سات سو نمازیں مقبول شدہ دی جائیں گی وغیرہ ۔ اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈالی جائیں گی ۔ چرندوں پرندوں اور وحشی جانوروں کا بھی حساب ہوگا خواہ کسی حیوان نے حیوان پر ظلم کیا ہو یا انسان نے حیوان پر، سب کو بدلہ دلایا جائے گا اور سب کو

(۱) ۔ الفاطر: ۳۴ (۲) ۔ یٰسین: ۵۲ (۳) ۔ القارعہ: ۶ تا ۱۱

بدلہ دلا کر سوائے جن وانس کے سب کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ میزان حق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

پل صراط: پل صراط حق ہے، اس کا منکر بھی کافر ہے، میدان حشر کے گرد دوزخ محیط ہوگی، جنت میں جانے کے لئے اس دوزخ پر ایک پل ہوگا جو کہ بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز اور رات سے زیادہ کالا ہوگا یعنی اس پر اندھیرا ہوگا سوائے ایمان کی روشنی کے اور روشنی نہ ہوگی اس کی سات گھاٹیاں ہیں اور ہر ایک گھاٹی تین تین ہزار کوس کی ہیں سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا اس پر سب سے پہلے نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ گزریں گے (جو کل جہاں کے رہبر اور امت کے غم خوار ہیں اور امت کی خاطر فضل الٰہی کے طالب ہیں اور ایک لاکھ فرشتے پل صراط کے ہر طرف کھڑے ہوئے دعا مانگتے ہوں گے) آپ کے بعد آپ کی امت گزرے گی اور پھر اور خلقت باری باری گزرے گی اس وقت سوائے انبیاء کے اور کوئی کلام نہ کرے گا اور انبیائے علیہم السلام کا کلام یہ ہوگا اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ ''اے اللہ سلامت رکھ سلامت رکھ'' اور جہنم میں پل صراط کے دونوں جانب سعدان جھاڑی کے کانٹوں کی مانند آنکڑے ہوں گے کہ ان کی لمبائی اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے پس وہ لوگوں کو بقدر اعمال و حسب حکم الٰہی پکڑیں گے بعض کو بالکل پکڑ کر جہنم میں گرا دیں گے اور بعض کا گوشت چھیل ڈالیں گے لیکن زخمی کو اللہ تعالی جنت دے گا۔ مومن سب گزر جائیں گے بعض تو اس پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے اور بعض تیز ہوا کی مانند بعض پرند جانوروں کی مانند بعض تیز گھوڑے کی مانند، بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزر جائیں گے بعض جیسے تیز آدمی دوڑتا ہے بعض تیز چلنے والے پیدل کی مانند بعض عورتوں کی طرح آہستہ آہستہ بعض سرین پر گھسٹتے ہوئے چلیں گے اور کوئی چیونٹی کی چال چلے گا کفار اور منافق سب کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

فائدہ: شریعت اُس عالم میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی پس جتنا جس کو اس دنیا میں شریعت پر چلنا آسان تھا اتنا ہی اُس کو آخرت میں اس پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا اور اس کے حق میں پل صراط اتنا ہی زیادہ وسیع اور فراخ راستہ بن جائے گی اور جس کے لئے جتنا یہاں شریعت پر چلنا مشکل ہے اُتنا ہی وہاں پل صراط اس کے لئے دشوار ہو جائے گی حتیٰ کہ بال سے بھی زیادہ باریک ہوگی، یہاں تک کہ کفار و منافقین اس پر سے گزر نہیں سکیں گے اور کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ (۱)

آپ ﷺ کی شفاعت: آپ کی شفاعت برحق ہے، یعنی قیامت کے روز حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور گنہگار بندوں کی سفارش کریں گے جبکہ سب لوگ نہایت اضطراب اور بے قراری کی حالت میں آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیا علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور وہ اپنے سے دوسرے نبی کے پاس بھیجتے اور معذوری ظاہر کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ہمارے حضور پرنور ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے ہاں میں اس کے لئے مقرر ہوں میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا اور مجھے اجازت ہوگی۔ باوجود یہ کہ آنحضرت ﷺ کو یہ فضیلت عطا ہو چکی ہے پھر بھی اللہ تعالی کے جلال و جبروت کے ادب سے حضور انور ﷺ شفاعت کی اجازت مانگیں گے اور سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی بے حد و بے شمار حمد و ثنا کریں گے تب آپ کو شفاعت کی اجازت ہوگی اور آپ اپنی امت کے لئے متعدد بار شفاعت کریں گے اور اللہ تعالی بخشتا رہے گا یہاں تک کہ جس نے صدق دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور اس پر مرا اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ بھی کئے ہوں دوزخ سے نکالا جائے گا جنت میں داخل کیا جائے گا بشرطیکہ اُس نے شرک نہ کیا ہو، الغرض کفر و شرک کے سوا باقی تمام گناہوں کی شفاعت ہوگی بلکہ کبیرہ گناہوں والے شفاعت کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ صغیرہ گناہ تو دنیا میں بھی عبادتوں سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس روز آپ تمام مخلوق خدا کی شفاعت کریں گے خواہ وہ کسی نبی کا امتی بھی کیوں نہ ہو اللہ تعالی آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا اس روز ہر ایک جان

---

(۱)۔ یہ احادیث شریف سے ماخوذ ہے

لے گا کہ آپ سید المرسلین اور امام النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں جو آپ کے دامن کے نیچے آ چھپا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر انبیائے کرام اولیاء شہداء علما اور حفاظ وحجاج بلکہ ہر وہ شخص جسے کوئی دینی منصب عنایت ہوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا لیکن بلا اجازت کوئی شخص شفاعت نہ کر سکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض شخص ایک بڑے انبوہ کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک قبیلے کی اور بعض چالیس آدمیوں کی اور کوئی ایک آدمی کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ سب مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو بلوغ سے پہلے مر گئے حتیٰ کہ جو حمل کچا گر گیا وہ بھی قیامت کے روز اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ اور بعض شخص کی قرآن یا کوئی اور عمل صالح شفاعت کرے گا۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ا۔ بعض کی قبر میں شفاعت کر کے نجات دلوئیں گے۔ ۲۔ بعض کو حشر میں شفاعت کر کے دوزخ میں جانے سے اور عذاب سے بچائیں گے۔ ۳۔ بعض کو دوزخ سے شفاعت کر کے نکالیں گے۔ ۴۔ بعض کی جنت میں ترقی درجات و رفع مراتب کے لئے شفاعت کریں گے۔ پس عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق شفاعت کی یہ چار قسمیں ہیں۔ نیز بعض لوگوں کی شفاعت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر وعدہ فرمایا ہے مثلاً جو شخص آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہو، جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے۔ اور جو شخص جان کر مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں اس خیال سے رہے تاکہ وہاں وفات پائے۔ کافروں اور مشرکوں کے لئے آپ کی یا کسی اور کی شفاعت بالاتفاق نہ ہوگی۔ بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے بھی آپ کی شفاعت نہ ہوگی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ قدریہ مرجیہ کے لئے میری شفاعت نہ ہوگی۔ ظالم بادشاہ کی بھی شفاعت نہ کروں گا اور شرع سے تجاوز کرنے والے کی بھی شفاعت نہ کروں گا۔ اگر اس ارشاد کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اہل کبائر میں سے یہ لوگ مستثنیٰ کئے جائیں گے۔ یا یوں کہا جائے گا کہ ان کی ترقی درجات کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور اُن کے طفیل میں ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور ربّ عزوجل ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا، معلوم نہیں کہ ہر جماعت میں کتنے آدمی ہوں گے اس کا شمار وہی جانے۔ تہجد پڑھنے والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ اس اُمت میں ایسا شخص بھی ہوگا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک کہ نگاہ پہنچے وہ سب کھولے جائیں گے رب عزوجل فرمائے گا ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے میرے فرشتوں کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہوگا اس وقت ایک پرچہ جس پر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا جا تلوا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے ربّ! یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر ایک پلے میں یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ، پس وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا'' بیشک اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے تھوڑی چیز بھی بہت ہے۔

بعض سے خفیتاً حساب لیا جائے گا اور ستاری فرما کر بخش دیا جائے گا اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک چیز کی باز پرس ہوگی اور عذاب میں ڈالا جائے گا۔ بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر اُن سے فرمائے گا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں تجھ پر اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نماز پڑھی۔ روزے رکھے، صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا اپنے نیک کاموں کا ذکر کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اچھا تو ٹھہر جا تجھ پر گواہ پیش کئے جائیں گے۔ یہ اپنے جی میں سوچے گا مجھ پر کون گواہی دے گا۔ اس

وقت اس کے منہ پر مہر کردی جائے گی اور اعضا کو حکم ہوگا کہ گواہی دو، تب اس کے ران، ہاتھ، پاؤں، گوشت پوست اور ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا تھا ایسا تھا اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْھِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْ یَکْسِبُوْنَ (۱) ''آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے''۔

یہ قیامت کا دن کہ حقیقتاً قیامت کا دن ہے جو پچاس ہزار برس کا دن ہے جس کے مصائب بے شمار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں ان کے لئے یہ دن اس قدر ہلکا کردیا جائے گا معلوم ہوگا کہ اس میں اتنا وقت صرف ہوا ہے جتنا ایک وقت کی نماز فرض میں صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعضوں کے لئے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہوجائے گا وَمَآ اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْھُوَ اَقْرَبُ (۲) ''اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی''

اس دن اللہ عزوجل حضور اقدس ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین آنخضرت کی حمد وستائش کریں گے۔ نیز آپ کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو لوائے حمد کہتے ہیں، تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔

حوض کوثر: قیامت کے دن ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا اور ہر نبی کی اُمت کی الگ الگ پہچان ہوگی۔ جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو ان کو نہایت شدت کی پیاس ہوگی، ہر نبی اپنی اپنی امت کو اس علامت سے پہچان کر اس حوض سے پانی پلائے گا، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام کوثر ہے وہ سب حوضوں سے بڑا ہے اور حضرت کی امت کی پہچان یہ ہے کہ ان کے وضو کے اعضا نہایت روشن ہوں گے آنحضرت ﷺ کا حوض یعنی حوض کوثر ایک ماہ کی مسافت کی درازی میں ہے اس کے کنارے برابر یعنی زاویہ قائمہ ہیں اور اس کے کناروں پر موتی کے قبے ہیں اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا۔ گلاب اور مشک سے زیادہ خوش بودار۔ سورج سے زیادہ روشن اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، اس کے برتن (آبخورے) ستاروں کی مانند چمک دار اور بکثرت ہیں اس میں جنت سے دو پرنالے ہروقت گرتے رہتے ہیں ایک سونے کا دوسرا چاندی کا۔ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ مومنین اسے پی کر خوش حال ہوں گے جو ایک بار پی لے گا پھر پیاسا نہ ہوگا یعنی حشر کے میدان میں اس کو پیاس نہ لگے گی۔ مرتد کافر اور مشرک حوض کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے۔ بعض علماء کے نزدیک اسلام کے گمراہ فرقے مثل شیعہ، خوارج اور معتزلہ وغیرہ بھی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ پل صراط پر گزرنے کے بعد حوض کوثر پر اہل محشر آئیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حساب سے پہلے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو قبر سے اُٹھتے ہی یہ پانی ملے گا اور بعض کو گناہوں کے سبب دیر میں ملے گا یہاں تک کہ بعض کو پل صراط پر گزرنے کے بعد اور بعض کو دوزخ سے خلاصی پاکر جنت میں جانے سے پہلے ملے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت علیؓ اُس روز لوگوں کو پانی پلائیں گے ان کے ساتھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک ہوں گے۔ پس حوض کوثر حق ہے۔ البتہ اس کا طول عرض و دیگر کیفیات خبر احاد سے ثابت ہیں جو مرتبہ ظن میں ہیں۔

جنت، دوزخ، اور اعراف حق ہیں، ان میں کسی قسم کا شک نہیں، برے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

دوزخ کا بیان: یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے اور اس کے قہر و غضب کی کوئی حد نہیں کہ ہر تکلیف جس کا تصور کیا جاسکتا ہے اس کے بے انتہا عذاب کا ادنیٰ سا حصہ ہے۔ پس دوزخ کا عذاب بے انتہا درجہ کا ہے جس کا مختصر حال قرآن

(۱)۔ یٰسین: ۶۵　　(۲)۔ النحل: ۷۷

واحادیث سے مستفاد کرکے پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے :۔ دوزخ کے سات طبقے ہیں :۱۔ جہنم ،۲۔ لظیٰ ،۳۔ حطمۃ ،۴۔ سقر، ۵۔ سعیر، ۶۔ جحیم، ۷۔ ہاویہ ان ساتوں طبقوں میں کم وبیش اور مختلف قسم کا عذاب ہے ہر قوم اپنے اپنے گناہ کے موافق ان میں الگ الگ داخل کی جائے گی۔ اگر دوزخ سے ایک خشخاش کی برابر آگ لائی جائے تو کل زمین وآسمان کو ذراسی دیر میں فنا کردے۔ دنیا کی آگ اس کے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے، آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہیں اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر سوراخ کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مرجائیں گے، نیز اگر جہنم کا کوئی داروغہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کل کے کل اس کی ہیبت سے مرجائیں، اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے اور تو وہ کانپنے لگیں اور انھیں قرار نہ ہو یہاں تک کہ اس کے نیچے کی زمین تک دھنس جائے اور دوزخیوں کے کپڑے کا ایک پرزہ بھی اتنا بدبودار اور گندہ ہوگا کہ اگر تمام مخلوق مرجائے تو بھی ان کی بدبو اس کی بدبو اور گندگی کو نہ پہنچ سکے۔ اس کی گہرائی خدا ہی جانے کہ کتنی ہے اگر پتھر کی چٹان اس کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے۔ دوزخ کی بعض وادیاں ایسی ہیں کہ خود دوزخ بھی ہر روز ستر مرتبہ یا زیادہ ان سے پناہ مانگتی ہے، دوزخ کا ادنی عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیاں دوزخی کو پہنائی جائیں گی ان کی وجہ سے اس کا دماغ ہانڈی (پتیلی) کی طرح اُبلے گا وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔ اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے مثلاً آگ کے مکان آگ کا فرش کھانے کو زقوم (تھوہر) کہ جس کا ایک قطرہ اہل دنیا کی زندگی کو فاسد کردے۔ پینے کے لئے پیپ کہ جس کا ایک ڈول ساری دنیا کو سڑادے، پانی ایسا کھولتا ہوا دیا جائے کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی ساری کھال گل کر اس میں پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا اور وہ شوربے کی طرح بہ کر پاخانے کے راستے قدموں کی طرف نکلیں گی۔ گندھک کے کپڑے پہنے کو ملیں گے جس کے سبب سے اور زیادہ آگ لگے گی۔ اگر ایک کھال جل کر دور ہوجائے گی تو اسی وقت دوسری کھال تیار ہوجائے گی۔ گلے میں ایسے گرم طوق وزنجیر ہوں گے کہ جن کی گرمی سے پہاڑ موم ہوجائے۔ کفار کو سر کے بل چلوایا جائے گا، بڑے بڑے کانٹے چبھوئے جائیں گے، بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے۔ بختی (بڑی قسم کے) اونٹوں کی گردن کی برابر بچھو اور اللہ تعالی ہی جانے کہ کس قدر بڑے بڑے سانپ ہوں گے اگر ایک سانپ ڈس لے تو اس کی سوزش اور درد وبے چینی ہزار برس تک قائم رہے وغیرہ مختلف قسم کا عذاب ہوگا ان کے منہ کالے اور شکلیں ایسی بدنما اور کریہہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے مرجائیں، ان کا جسم اتنا بڑا کردیا جائے گا کہ ایک شانے سے دوسرے شانے تک تیز سوار کے لئے تین دن کی راہ ہے، ایک ایک ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی، کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہوگی۔ زبان ایک دو کوس تک منہ سے باہر گھسٹتی ہوگی کہ لوگ اس کو روندیں گے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جیسے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک۔ اور اوپر کا ہونٹ سوج کر بیچ سر کو پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک ناف کو آلگے گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس دوزخ میں کفار کی شکل نہایت مکروہ اور غیر انسانی ہوگی، بہت ذلیل وخوار ہوں گے ہر لحظ عذاب الٰہی ان کے لئے سخت ہوتا جائے گا وہ موت مانگیں گے تو ان کو موت نہ آئے گی۔ یعنی ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے اور عذاب الٰہی سے زار زار روئیں گے۔ مسلمان گنہگار بقدر گناہ عذاب چکھ کر یا آنحضرت ﷺ کی برکت وشفاعت سے جلدی ہی چھٹکارا پالیں گے۔ نَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، رَبَّنَا اَدْخِلْنَا الْفِرْدَوْسَ وَاَجِرْنَا مِنَ النَّارِ

جنت کا بیان: جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالی نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا۔ نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا اس لئے اس کی تعریف میں جو کچھ بھی کہا جائے وہ صرف سمجھانے

کے لئے ہے ورنہ حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نقل ہے کہ حساب کے بعد مومن جنت کی طرف روانہ ہوں گے۔ اول چشمہ رضوان پر پہنچیں گے، اس میں تمام مومن غسل کریں گے جس کی وجہ سے ان کے چہرہ کا رنگ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکنے لگے گا اور بدن صاف ہو کر ان کی خوبصورتی بے حد ہو جائے گی ہر ایک یوسف ثانی معلوم ہوگا۔ عورتیں بھی کمال درجہ زیب و زینت والی ہو جائیں گی کہ حوران بہشتی بھی ان کا جمال دیکھ کر رشک کریں گی۔ اگر ان عورتوں کی ایک انگلی بھی یہاں آ جائے تو تمام جہاں مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے۔ بعد ازاں تمام اُمتیں صف بستہ کی جائیں گی، اُمت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اَسّی صفوں میں اور باقی انبیاء کی اُمتیں چالیس صفوں میں ہوں گی ہر ایک امت کو ایک بلند نشان ملے گا اور نشان محمدی سب سے پسندیدہ ہوگا۔ بہشتیوں کے استقبال کے لئے ایک لاکھ فرشتے نورانی معطر تھال لے کر آئیں گے۔ اور ہر ایک اہل بہشت کے لئے چست و چالاک زیب و زینت والے براق ملیں گے اور عورتوں کو بڑے بڑے نورانی اونٹ ملیں گے جن کے کجاووں میں وہ بیٹھیں گی ہر ایک کے سر پر تاج ہوگا یہ سب ان کے نیک اعمال کی جزا ہے اور ہر ایک کو ستر ستر خاص حلے ملیں گے جن میں سے جسم کا تمام بشرہ نظر آئے گا اور وہ ہر ہر گھڑی میں اپنا رنگ بدلیں گے۔ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت بہشت کی طرف روانہ ہوگی اس کے بعد باقی امتیں آگے پیچھے چلیں گی اور فرشتے نورانی معطر طشت (تھال) آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کریں گے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کو پھر دیگر لوگوں کو پیش کریں گے۔ سب سے آگے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لے چلیں گے اور ستر ہزار فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہمراہ ہم رکاب ہوں گے اور دس کروڑ خوش الحان غلمان خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے ہوں گے۔ جنت میں ہر طرف خوشی کے شادیانے بجیں گے۔ ملائک (فرشتے) حوریں (بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت بہشتی خادم عورتیں) اور غلام (خوبصورت نفیس ولطیف بہشتی خادم لڑکے) طرح طرح کے تماشے کریں گے اور خوشیاں منائیں گے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ستر ہزار چست و چالاک اور با کمال زیب و زینت کوتل براق ہوں گے اور نورانی فرشتے باگیں پکڑ کر چلیں گے اور تمام ملائک میں خوشی کا غلغلہ بلند ہوگا۔ بہشت میں پہنچ کر بہشتی اللہ تعالیٰ کی حمد (تعریف) کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ (۱) ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ سو کیا خوب بدلا ہے عمل کرنے والوں کا'' پھر اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمائے گا کہ اپنی امت کو بہشت کے دائیں طرف لے آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر بسم اللہ پڑھیں گے۔ تب بفضلہٖ تعالیٰ جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں قدم رنجہ فرمائیں گے اور پیچھے پیچھے مومنین اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے داخل ہوں گے۔

بہشت کے آٹھ درجے ہیں جس کا ہر درجہ دوسرے سے اعلیٰ ہے۔ ہر مؤمن اپنے مرتبہ کے موافق ان کو حاصل کرے گا، ۱۔ دارالخلد۔ یہ عالم لوگوں کے واسطے ہے۔ اس کی بنیاد خالص چاندی کی ہے، ۲۔ دارالسلام، جو فقیروں اور صابروں کا مقام ہے، یہ تمام سرخ یا قوت کا بنا ہوا ہے، ۳۔ دارالمقام جو مالدار شکر گزاروں کا مقام ہے، یہ سونے کا بنا ہوا ہے، ۴۔ عدن یہ عابدوں، زاہدوں، غازیوں اماموں اور اہل سخاوت کے لئے بنایا گیا ہے اور سبز زمرد کا بنا ہوا ہے، ۵۔ دارالقرار، مروارید سے بنایا گیا ہے جس میں حافظ اور عالم قیام کریں گے، ۶۔ جنت النعیم یہ لعل و زمرد سے بنا ہوا ہے جو شہیدوں اور مؤذنوں کے لئے ہے، ۷۔ جنت الماوی جو شہدائے اکبر محسنین اور اولیائے کرام کا

(۱)۔ الزمر: ۷۴

مقام ہے، ۸۔ جنت الفردوس جو نبیوں، رسولوں اور علمائے عالمین کی جگہ ہے۔ فردوس بریں کے اوپر غرفہ نور ہے، یہ مقام سرور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ نیز مقام محمود اور وسیلۂ جنت کا خاص درجہ بھی رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوگا۔ اور پھر ان ہشت درجات میں بھی بے شمار مدارج ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے جو آسمان وزمین کے درمیان ہے (۱) اور اگر تمام عالم ایک درجے میں جمع ہوں تو سب کے لئے گنجائش ہے (۲) اگر تمام دنیا کے سیم وزر کو دس گنا کیا جائے تو ایک ادنیٰ سا بہشتی بھی اُس سے زیادہ نعمت پائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے ایک ہزار بادشاہوں سے زیادہ اُس کی شان ہوگی۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مؤمن کو جو مکان ملے گا اس کی ایک ایک اینٹ سونے کی اور ایک ایک چاندی کی ہوگی، زعفران اور مشک کا گارا ہوگا اس کے کنگرے لعل اور زمرد کے ہوں گے، مشک وعبیر سے گچ ہوگا اور لعل وگہر سے گندھا ہوا ہوگا، اس مکان میں ستر ہزار دالان ہوں گے جن میں سے ہر ایک پانچ صد میل کی مسافت پر فراخ ہوگا اور طرح طرح کی بیٹھکیں ہوں گی جن میں حور وغلمان اور گانے والے بے شمار ہوں گے، خوش الحان مغنی (گوئیے) عجیب وغریب راگ گا رہے ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے جنت عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے ایک یاقوت سرخ کی ایک زبرجد کی اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے موتی کی کنکریاں عنبر کی مٹی ہے۔ غرض قسم قسم کی نعمتیں ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کے لئے ہوں گی اس میں قسم قسم کے گلزار ہوں گے چمن ہوں گے اور ہر ایک درخت میں لاکھوں رنگ کے میوے ہوں گے درختوں کے تنے سونے کے شاخیں لعلوں کی پتے زمرد کے ہوں گے اور بہت وسیع ہوں گے وہ میوے بہت لذیذ ہوں گے اگر ان میں کا ذرا سا ٹکڑا بھی کسی مردے کے منہ میں ڈال دیا جائے تو وہ فوراً زندہ ہو جائے اور وہ میوے ہمیشہ ایک حال پر رہیں گے کبھی کم نہ ہوں گے۔ جنت میں مؤمن کے لئے ایک موتی کا خیمہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کا عرض (یا بلندی یا طول باختلاف روایت) ساٹھ میل کے برابر ہوگا اور ہر ایک گوشے میں مومن کی بیویاں ہوں گی کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھیں گی، مومن سب کے پاس جائے گا۔ جب ایک عام مومن کے لئے یہ انعامات ودرجات ہوں گے تو خاص اور خاص الخاص حضرات کے درجات ومقامات کی بلندی کا کیا کہنا۔

جنت کی چار نہریں: بہشت میں چار نہریں (۳) اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہیں: قال اللّٰہ تعالیٰ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ (۴) ''اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو عنایت کرنے کا کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس کا پانی زیادہ دیر رہنے سے کبھی متغیر نہیں ہوتا بلکہ اس کا وہی اصلی ذائقہ رہتا ہے اور دنیا کے پانی کی طرح نہیں ہے اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ بھی دیر تک رہنے سے نہیں بگڑتا اور شراب کی نہریں جو نہایت خوش ذائقہ ہیں اور خالص صاف شہد کی نہریں ہیں۔ نیز بہشت میں بہشت والوں کے لئے ہر قسم کے میووں کے پھل موجود ہیں اور ان کے رب کی طرف سے ان کے لئے مغفرت ہے'' اس شہد اور دودھ جیسی دنیا کی کوئی چیز میٹھی اور سفید نہیں ہے اور نہ اس پانی اور شراب کی مثال دنیا میں مل سکتی ہے وہ شراب ایسی نہیں جس میں بدبو، کڑواہٹ اور نشہ ہو، یا پینے سے عقل جاتی رہے اور آپے سے باہر ہو کر بے ہودہ بکتے پھریں بلکہ وہ شراب ان سب عیبوں سے پاک ومنزہ ہے وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں جاری کی گئیں بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں۔ نہروں کا ایک کنارہ موتی کا دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی ہے وہ چاروں نہریں شاخ در شاخ بہت سی نہریں ہو جائیں گی اور ہر ایک کے مکان سے بہتی ہوئی گزریں گی، اس لئے قرآن پاک میں ہر ایک نہر کو انہار بصیغہ جمع فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ان کے مکانوں پر یہ

(۱)۔ ترمذی (۲)۔ ترمذی (۳)۔ جنت کی نہروں اور چشموں کے نام کوثر، سلسبیل اور تسنیم وغیرہ ہیں (۴)۔ محمد: ۱۵

نعمتیں عطا فرمائے گا۔ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر سو برس تک سوار اس کے سائے میں چلے تو بھی ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے بازو تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہوگی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ شانے سے شانہ چھلتا ہوگا بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چرچرانے لگے گا۔ ہر ایک جنتی کے لئے سنہری تخت کمال زیب و زینت کے ساتھ ہوگا ہر طرف حور و قصور ہوں گے غلمان سامنے ہوں گے۔ حوریں نورانی مخلوق ہیں جن کی خوبصورتی کی کوئی حد نہیں ہے اگر حور زمین کی طرف جھانکے تو جنت سے زمین تک سب روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند و سورج بھی ماند پڑ جائیں، حور کے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر اگر حور اپنی ہتھیلی زمین و آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلائق فتنے میں پڑ جائے گی اور اگر اپنا دوپٹہ ظاہر کرے تو اُس کی چمک کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان و زمین اس سے آراستہ ہو جائے۔ اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی کو مٹادے جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے۔ جنت میں سوار کے کوڑا ڈالنے کی جگہ (عام و معمولی جگہ) بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اسی طرح وہاں کے کھانے اور لباس کی خوبیاں بیان سے باہر اور بے قیاس ہیں، کھانا پینا، آرام، خوشی، جماع، لذت وغیرہ بہشتیوں کو بہت حاصل ہوگا اور جو چیز چاہیں گے اسی وقت ان کے سامنے موجود ہوگی مثلاً اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کا گوشت کھانے کو جی چاہے گا تو اسی وقت اس کا بھنا ہوا گوشت اس کے پاس آجائے گا۔ اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہوگی تو کوزے خود بخود ہاتھ میں آجائیں گے۔ ان میں ٹھیک اندازے کے مطابق پانی، دودھ، شراب اور شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ۔ پینے کے بعد وہ کوزے خود بخود جہاں سے آئے تھے وہاں چلے جائیں گے علیٰ ہذا القیاس۔ اور ان کی لذت دنیاوی لذتوں سے سینکڑوں گنا زیادہ اور بے ضرر ہوگی۔ جتنا کھائیں گے سیری نہ ہوگی اور کھانا بھی کم نہ ہوگا۔ میووں کی شکل اگرچہ دیکھنے میں ایک جیسی ہوگی مگر مزہ مختلف ہوگا۔ وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ پیشاب، تھوک، رینٹھ۔ کان کا میل اور بدن کا میل وغیرہ ہرگز نہ ہوں گے۔ بلکہ خواہ کتنا ہی کھائیں ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی یا فرحت بخش خوشبودار پسینہ آئے گا اور کھانا پینا ہضم ہو کر سب بوجھ اور گرانی دور ہو جائے گی اور ڈکار اور پسینے کی خوشبو مشک اور کافور سے زیادہ ہوگی ہر شخص کو سو آدمیوں کے کھانے پینے اور جماع کی طاقت دی جائے گی اور کوئی جنتی اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کو فوراً ایک ساعت میں تمام منازل حمل، وضع حمل اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی) طے ہو کر خواہش کرتے ہی یہ مراد حاصل ہو جائے گی۔ اگر کوئی چاہے گا کہ سواری پر سوار ہوں تو اس کو اسی وقت ایسی چالاک سواری ملے گی جو سوار کو لے کر ایک پل بھر میں صدہا منازل تک لے جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تکبیر و تحمید بقصد و بلاقصد مثل سانس کے جاری ہوگی، کم سے کم ہر شخص کے سرہانے دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے۔ خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے میں سونے کا اور ہر پیالہ میں نئے نئے رنگ کی نعمتیں ہوں گی جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی، ہر لقمے میں ستر مزے ہوں گے اور ہر مزہ دوسرے سے ممتاز ہوگا وہ معاً محسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہوگا۔ ہر ایک جنتی کو حور عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا جیسے سفید شیشے میں سرخ شراب دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انھیں یاقوت سے تشبیہ دی ہے۔ یاقوت میں سوراخ کر کے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رخسار میں آئینے سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجے کا جو موتی ہوگا وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کرے اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے گا تو سینے کی طرف سے کپڑے، جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کنواری پائے گا مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کوئی

حور سمندر میں تھوک دے تو اس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہوجائے۔ بروایتے سات سمندر شہد سے زیادہ شیریں ہوجائیں۔ ہر جنتی کے سرہانے اور پائینتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی مگران کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی حمد و پاکی ہوگا وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی اور وہ یہ بھی گائیں گی کہ ''ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مریں گی، ہم چین والیاں ہیں کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گی۔ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ مبارک باد اس کے لئے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں''۔ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے جو دیکھے بیہوش ہوجائے اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کرسکیں۔ اگر بہشت کی ان نعمتوں میں زمین وآسمان کو ڈال دیا جائے تو اس طرح مل جائے کہ کچھ پتہ نہ چلے۔

بازار سوق الجنۃ : جنت میں ایک بازار ہے جس کا نام سوق الجنۃ ہے، اس بازار میں طرح طرح کی نعمتوں کے ڈھیر لگادیئے جائیں گے، اس میں جنتیوں کے لئے کرسیاں اور منبر، یاقوت، زمرد، موتی، لعل زبرجد اور دیگر قسم کے جواہرات اور سونے چاندی کے نورانی ہوں گے جو صرف مومنوں کے لئے تیار ہوں گے جو اعمال کے اندازے کے بموجب ہر ایک جنتی کو دیئے جائیں گے ان میں کا ادنیٰ جنتی مشک اور کافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا ان میں کوئی خود کو ادنیٰ نہیں سمجھے گا بلکہ اپنے گمان میں کرسی والوں کو بھی کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے سب بحالت سرور اُن پر بیٹھیں گے اور لقائے باری تعالیٰ (دیدار الٰہی) سے مشرف ہوں گے اور اس وقت بحالت غلغلہ باری تعالیٰ کی حمد پڑھیں گے، جنت کی تمام نعمتیں فراموش ہوجائیں گی اور پھر ہوش میں آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلی فرمائے گا ان میں سے کسی سے فرمائے گا ''اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے کہ جس دن تو نے ایسا ایسا کیا تھا''۔ دنیا کے بعض معاصی یاد دلائے گا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہ دیا۔ فرمائے گا ہاں میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تو اس مرتبے کو پہنچا۔ وہ سب اسی حالت میں ہوں گے کہ ابر چھا جائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی پھر حضرت جل وعلا کا ارشاد ہوگا کہ اس بازار سے جن چیزوں کی تمھیں خواہش ہو اور جو عجیب وغریب تحفے اور اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں تم پسند کرلو۔ مثلاً سندس یعنی لاہی (باریک ریشم) استبرق تافتے (موٹا ریشم) اور ابریشم قسم قسم کے لباس اور نہایت آبدار بے شمار موتیوں وغیرہ اور جب جنتی اپنی اپنی خواہش کے مطابق تحائف پسند کرلیں گے تو ان تحفوں کو فرشتے جو اس بازار کو گھیرے ہوئے ہوں گے ان جنتیوں کے گھر پہنچادیں گے۔ ملائکہ خاص ہر ایک جنتی کو شتر اور براق عنایت کریں گے۔ جنتی اس بازار میں باہم ملاقات کریں گے۔ چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا تو اس کا لباس پسند کرے گا۔ ہنوز گفتگو ختم نہ ہوگی کہ خیال کرے گا میرا لباس اس سے اچھا ہے اور یہ اس لئے کہ جنت میں کسی کے لئے غم نہیں۔

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد کسے را با کسے کارے نہ باشد

پھر وہاں سے اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس آئیں گے اس وقت ان کی بیویاں ان کا استقبال کریں گی اور مبارک باد دے کر کہیں گی کہ اب آپ کا حسن وجمال اس وقت سے کہیں زیادہ ہے جبکہ آپ ہمارے پاس سے گئے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار جبار کے حضور میں ہمیں بیٹھنا نصیب ہوا اس لئے ہمیں ایسا ہوجانا سزاوار تھا۔ عام مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہر ہفتے میں جمعے کے دن ہوا کرے گا اور خاص مومنوں کو ہر روز دوبار فجر اور عصر کے وقت اور خاص الخاص مومنوں کو ہر وقت اور ہر گھڑی یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوگی۔ اور جنت میں دیدار باری تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ ہوگی۔

اہل جنت خواہ مرد ہوں یا عورت ان کا حسن سہ چند (بہت زیادہ) ہوگا۔ سب بے ریش ہوں گے، سر، پلکوں اور بھوؤں کے بالوں

کے علاوہ ان کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے۔ سب کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں ہوں گی۔ مرد وعورت خواہ کسی عمر کے ہو کے دنیا سے گزرے ہوں وہاں سب نوجوان ہوں گے گویا کہ ان کی عمر ۳۲، ۳۳ یا ۳۵ برس کی ہوگی (پہلے زمانے میں ۳۲، ۳۳ سال کی عمر میں جوانی شروع ہوتی تھی)۔ ان کے قد کی لمبائی ۳۰ گز ہوگی عورتیں بھی نوجوان ہوں گی کبھی اس سے زیادہ عمر کے معلوم نہ ہوں گے۔ جنتی سب ایک دل ہوں گے آپس میں کوئی اختلاف وبغض نہ ہوگا۔ ایک دوسرے کو سلام تو کہیں گے باقی اور کوئی فحش کلامی اور گناہ کی بات وہاں سننے میں نہیں آئے گی جو شخص ایک مرتبہ جنت میں داخل ہوجائے گا پھر وہاں سے نہ نکالا جائے گا بلکہ ابدالآباد تک وہیں رہیں گے۔ جنت میں موت نہیں ہے اور نہ نیند، کیونکہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے۔ القصہ جنت کی خوبیاں اتنی بے شمار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کے لئے جنت ایسی تیار کی ہے کہ نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی کے دل میں اس کی صفت گزری، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی اس کی خوبیوں کو بہتر جانتا ہے، یہ عاجز کہاں تک بیان کرے۔ یہ اجمالی بیان قرآن واحادیث سے ماخوذ ہے مزید تفصیل کے لئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں یا پھر اللہ تعالیٰ جس کو نصیب کرے گا وہاں جا کر دیکھ لے گا۔ اَللّٰھُمَّ هَبْ لَنَا جَنَّةَ الفِردَوسِ وَارزُقنَا زِيَارَةَ وَجهِكَ الكَرِيمِ بِجَاهِ حَبِيبِكَ الرَّؤُفِ الرَّحِيمِ عَلَيهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسلِيمِ امین

اعراف کا بیان: جن لوگوں کی نیکی اور بدی برابر ہوگی، نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے نہ جنت کے، لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے وہ شروع میں اعراف میں رہیں گے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں جائیں گے۔ اعراف جمع ہے، عرف کی، عرف بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے جو جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہے، اس درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو اعراف کہتے ہیں۔ (۱)

اصحابِ اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبیؒ نے اس بارے میں بارہ اقوال نقل کئے ہیں مثلاً بعض علما کے نزدیک شہدا یا مومنین کاملین یا ملائکہ آدمیوں کی شکلوں میں اعراف پر ہوں گے اور فضل وکرامت کے سبب دوزخ وجنت کے عذاب وثواب کی سیر دیکھیں گے اور اپنے مکانات جنت میں دیکھ کر خوش ہوں گے اور بغرض سیر اعراف پر بیٹھیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل اعراف وہ موحد ہیں جن کے پاس شریعت نہ پہنچی تھی یا کفار کی اولاد ہے جو نابالغ فوت ہوئی ہے پس یہ لوگ نبی ﷺ کی شفاعت سے آخر کر جنت میں داخل ہوں گے۔ ہمارے علماء کے نزدیک ان میں راجح اور صحیح وہی قول ہے جو حضرت حذیفہ، ابن عباس ابن مسعود وغیرہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف وخلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات وسیئات (نیکی وبدی) برابر ہوں گے وہ اصحاب اعراف ہیں اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو سجدہ کرنے کا حکم ہوگا وہ سجدہ کریں گے پھر یہ نیکی زیادہ ہوجائے گی اور ان کو جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔ گویا اصحاب اعراف یمین کی ایک کمزور قسم ہے، جس طرح سابقین مقربین فی الحقیقت اصحاب یمین کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنی اولوالعزمیوں کے طفیل عام اصحاب یمین سے آگے نکل گئے ہیں اس کے بالمقابل اصحاب اعراف ان سے گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب یمین سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں، یہ لوگ اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقوں کی کیفیات سے متاثر ہوں گے۔

حورانِ بہشتی را دوزخ بود اعراف   از دوزخیاں پُرس کہ اعراف بہشت است

اور دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے جنتیوں کو ان کے سفید نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی روسیاہی اور بدبختی سے۔ بہر حال اہلِ اعراف جنت والوں کو دیکھ کر سلام کہیں گے، خود جنت کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخر کار پوری

(۱) بعض نے کہا کہ اعراف بمعنی معرفت ہے کہ اس مقام سے اہل جنت واہل دوزخ ان کی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔

کردی جائے گی اور جب اُن کی نظر اہلِ دوزخ کی طرف پڑے گی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ ہم کو ان دوزخیوں کے زمرے میں شامل نہ کیجئے۔ ان لوگوں کی حالت خوف اور اُمید کے درمیان ہوگی قال اللّٰہ تعالیٰ وَبَیۡنَھُمَا حِجَابٌ وَعَلَی الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ یَّعۡرِفُوۡنَ کُلًّا بِسِیۡمٰھُمۡ وَنَادَوۡا اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ لَمۡ یَدۡخُلُوۡھَا وَھُمۡ یَطۡمَعُوۡنَ (۱) ''اور ان دونوں کے درمیان میں ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانیں گے اور اہل جنت سے پکار کر کہیں گے سلامتی ہے تم پر ابھی یہ (اہل اعراف) جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے'' آیات مذکورہ سے یہی مضمون مستفاد ہوتا ہے پس اعراف اور اس پر آدمیوں کا ہونا حق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

فائدہ: جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا قصہ کہ وہ جنت میں رہے پھر وہاں سے نکالے گئے جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور بھی بہت سی آیات اور احادیث اس مطلب کو ثابت کرتی ہیں اور حدتواتر کو پہنچ چکی ہیں پس اس کا انکار کفر ہے دوزخ اور جنت کی حقیقت میں اختلاف ہے بعض روحانی کہتے ہیں بعض جسمانی کے قائل ہیں مگر یہ نزاع لفظی ہے کیونکہ جو جسمانی کے قائل ہیں وہ ایسا جسم نہیں کہتے جو کہ قابل فنا وتغیر ہو بلکہ جسم لطیف کہ جس کو روح سے تعبیر کرتے ہیں اور جنت (۲) ودوزخ میں ثواب وعقاب کے لئے انسان کے اعمال مناسب ظہور کرتے ہیں اچھے اعمال حور وقصور بن جاتے ہیں برے سانپ وبچھو کی صورت میں آگے آتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہفت دوزخ چیست اعمال بدت
ہشت جنت چیست اعمالِ خوشت

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

واللّٰہ اعلم بالصواب

---

(۱)۔ الاعراف:۴۶

(۲)۔ البتہ احادیث سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ علاوہ ان نعمتوں کے جو جنت میں پیدا ہو چکی ہیں یوماً فیوماً اور نعمتیں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں اب اس حدیث کے معنی ظاہر ہو گئے کہ جنت چٹیل میدان ہے، مطلب یہ کہ بعض حصہ جنت کا ایسا ہے کہ ذکر وتسبیح اعمال صالحہ سے اس میں اشجار وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایمان کے ارکان، احکام اور شرائط وغیرہ

ارکان ایمان

ایمان کے دو رکن ہیں:

۱۔ اقرار باللسان یعنی دین کے احکام جو تواتر و ضرورت کیساتھ مجمل و مفصل طور پر ہم تک پہنچے ہیں (جن کا بیان ایمان مجمل و مفصل کے باب میں ہو چکا ہے) ان کا زبان سے اقرار کرے۔

۲۔ تصدیق بالقلب یعنی ایمان کی ہر دو اقسام مذکورہ کی دل سے تصدیق کرے، دل سے ان کو ماننے اور یقین کرے۔ اگر کوئی زبان خفیہ اقرار کرلے کہ جس کو کوئی دوسرا نہ سنے تو بھی جائز ہے اور عنداللہ مؤمن ہے۔

اب اس اقرار و تصدیق کی چار صورتیں ہوئیں:

۱۔ وہ شخص جس نے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق دونوں کا اظہار کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مومن ہے اور جنت کا مستحق ہے اور دنیا کے لوگوں کے نزدیک بھی مومن اور دنیا میں حقوقِ مومن کا حق دار ہے۔

۲۔ جو شخص ہر دو ارکان ایمان سے محروم رہا۔ وہ عنداللہ بھی کافر ہے ہمیشہ کی دوزخ کا مستحق ہے اور عندالناس بھی کافر اور دنیا میں حقوق و احکام ایمان سے محروم ہے۔

۳۔ وہ شخص جس نے دل سے تصدیق تو کی لیکن زبان سے اقرار نہیں کیا (یعنی موقع ملنے اور مطالبہ کئے جانے پر اقرار نہ کیا) تو احکام دنیا میں اس کو مومن نہ کہا جائے گا اور دنیا میں جو رعایتیں اور حقوق مومن کو ملتے ہیں وہ ان سے محروم رہے گا، کیونکہ تصدیق بالقلب ایک پوشیدہ چیز ہے ہر شخص اس کو نہیں جانتا اس لئے شریعت نے اقرارِ زبانی کو تصدیقِ قلبی کا قائم مقام کیا اور اس کے لئے علامت مقرر کی تا کہ دنیا میں احکام اسلام اس پر عائد ہوں، تاہم وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اور آخرت میں جنت کا مستحق ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے مثلاً حالت اکراہ میں یعنی کوئی شخص کسی مومن کے قتل پر یا عضو کاٹ ڈالنے پر آمادہ ہو کر یوں کہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کر، یا کوئی اور کلمۂ کفر کہلوائے اور قتل وغیرہ کی دھمکی دے پس اگر مومن اس کو اس پر قادر سمجھے اور اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے زبان سے کلمات کفر کہہ دے اور دل میں وہی تصدیق و اطمینان ایمانی باقی ہو جو پہلے تھا تو اس زبانی اقرار کے جاتے رہنے سے وہ شخص عنداللہ کافر نہ ہوگا بلکہ مومن ہے اگر چہ لوگ اسے کافر کہیں بشرطیکہ اس جبر و اکراہ کے جاتے رہنے پر ایمان پر ثابت قدم رہا۔ مگر افضل درجہ یہی ہے کہ جبر و کراہ کے موقع پر بھی قتل ہو جائے اور کلمہ کفر نہ کہے۔

۴۔ اور وہ شخص جس نے دل سے تصدیق تو نہ کی فقط زبان سے اقرار کرلیا تو وہ لوگوں کے نزدیک ظاہراً احکام میں مومن ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص کافر ہے اس کو شرع شریف میں منافق کہتے ہیں۔ منافقین اگر چہ دنیا میں مومن ظاہر کر کے اپنے آپ کو حدود شرعیہ کی

رو سے متعلقہ کفار سے بچالیں لیکن آخرت میں ان کے لئے بھی ہمیشہ کی دوزخ ہے اور دردناک عذاب ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۝ (۱) ''بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہوں گے''۔ آنحضرت ﷺ کے زمانۂ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا اور نبی کریم ﷺ نے ایک ایک کی نشان دہی فرمادی اور فرمایا کہ یہ منافق ہے اب اس زمانے میں کسی خاص شخص کو یقین کے ساتھ منافق نہیں کہا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو دعویٰ اسلام کرے جب تک اُس سے ایسا قول یا فعل جو منافیٔ ایمان ہو صادر نہ ہوجائے، ہم اُس کو مسلمان ہی سمجھیں گے۔ پس فی زمانا ایمان وکفر میں ظاہری اعتبار سے واسطہ نہیں آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر، تیسری کوئی صورت نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔ اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ کافر اگرچہ دل میں نبی ﷺ کو سچا اور برحق جانتے تھے لیکن ان کا یہ جاننا معرفت کے درجے میں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (۲) ''وہ اُس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں'' لیکن تصدیق (دل سے ماننا) معرفت سے الگ چیز ہے۔ معرفت قدرتی چیز ہے اور تصدیق اختیار اور ارادے سے متعلق ہے جو ان میں نہ پائی گئی اسی لئے کافر ہوئے اور عذاب ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا۔

مسئلہ : گونگا آدمی اقرار زبانی کی بجائے اشارے سے اقرار کرے اور گونگے کو لوگ علامات یعنی نماز وغیرہ سے بھی پہچان سکتے ہیں اور یہ اس کے لئے زبانی اقرار کے مقام ہیں۔

ایمان کے احکام : جو شخص ایمان لایا اس کے لئے ایمان کے سات حکم ہیں (ان کو حقوق مومن بھی کہہ سکتے ہیں) پانچ دنیا میں۔ اس سے متعلق ہیں ا۔ اس کو سوائے حکم شرعی قتل، ۲۔ قید نہ کریں گے، ۳۔ اُس کا مال ناحق نہ کھایا جائے گا، ۴۔ اُس کو ایذا نہ دی جائے گی، ۵۔ اس پر بدی کا ظن جائز نہ ہوگا جب تک کہ ظاہر نہ ہوجائے۔

دو آخرت میں: ا۔ مومن دوزخی قطعی یعنی دائمی نہ ہوگا اگرچہ اس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں سوائے شرک کے اور بے توبہ مرا ہو آخر کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا۔

۲۔ نیکیاں اور بدیاں وزن کی جائیں گی جس کی نیکیاں بھاری ہوں گی وہ کامیاب ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا کمال درجہ فضل وکرم ہوگا اس کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے اور جس کی بدیاں غالب ہوں گی وہ بقدر گناہ سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

مومن عاصی کو اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر عذاب کے محض اپنے فضل وکرم سے یا حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا دیگر انبیاء واولیاء کی شفاعت سے بخش دے اور جنت میں داخل کردے اور چاہے تو بقدر گناہ عذاب کر کے پھر جلد ہی جنت میں داخل کرے۔ مؤمن کو ناامید نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ ابھی اُوپر بیان ہوا کہ وہ مالک چاہے تو کبیرہ گناہ کو بھی بخش دے قال اللہ تعالیٰ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (۳) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو'' اور بےخوف بھی نہ رہنا چاہئے کیونکہ وہ مالک چاہے تو صغیرہ گناہ پر بھی عذاب دے۔ اسی لئے حضور انور علیہ السلام نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ ''ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہے۔''

شرائط ایمان : ایمان کی سات شرطیں ہیں:

ا۔ ایمان بالغیب یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اگرچہ اسے دیکھا نہیں اسی لئے مرتے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر ان کے خوف سے توبہ کرنا اور ایمان لانا (ایمان بالیأس) معتبر اور مفید نہیں بلکہ غیر مقبول ہے کیونکہ ایمان بالغیب نہیں رہا بلکہ یہ تو عذاب آخرت دیکھ کر

(۱)۔ النساء: ۱۴۵ (۲)۔ البقرہ: ۱۴۶ (۳)۔ الزمر: ۵۳

خوف سے ایمان لانا ہے۔ (صحیح یہ ہے کہ مومن کی توبہ بھی اس وقت غیر مقبول ہے)

۲۔ عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے جو غیب کا دعویٰ کرے اس کا ایمان فنا ہو جاتا ہے۔

۳۔ ایمان اختیار اور عقل و ہوش سے لانا۔ ایمان بالجبر مثلاً کافر کو کوئی زبردستی کلمہ پڑھائے۔ نیز مست و بیہوش کے ایمان کا اعتبار نہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال

۵۔ حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جاننا۔

۶۔ قہرِ الٰہی اور اس کے عذاب سے ڈرنا۔

۷۔ اُس کی رحمت کا امیدوار رہنا۔ پس اگر کوئی دل میں خوفِ الٰہی نہ رکھتے ہوئے غیبت کرے یا جھوٹ بولے یا کسی مؤمن کو ایذا دے تو اُس کا ایمان بھی جاتا رہے گا اور جو رحمت الٰہی سے ناامید ہوا یعنی یہ یقین کیا کہ وہ تو ہرگز نہیں بخشے گا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلایمَانُ بَینَ الخَوفِ وَالرجَآءِ ''ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہے''۔

ایمان کو دل اور زبان سے قبول کرنا اس کی حقیقت ہے اور عمر بھر میں ایک دفعہ ایمان لانا اور اس پر مرتے وقت تک قائم رہنا فرض ہے اس کے بعد تکرار ایمان سنت ہے۔ ایمان کے باقی رہنے کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ ایمان کا شکریہ بجالانا کیونکہ یہ فضل الٰہی ہے۔

۲۔ خوف زوال یعنی یہ خوف رکھے کہ کہیں یہ دولت جاتی نہ رہے

۳۔ مخلوق خدا پر ظلم نہ کرنا۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے ایمان باقی رہتا ہے۔

فائدہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان کم و بیش نہیں ہوتا کیونکہ ایمان تصدیق قلبی ہے اور تصدیق کیف ہے جس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ اعمال صالحہ نفس ایمان سے خارج ہیں لیکن ایمان میں کمال کو بڑھاتے اور خوبی پیدا کرتے ہیں (اسی لئے بداعمال والے کا ایمان نہیں جاتا) جس قدر طاعت زیادہ ہوگی اسی قدر ایمان زیادہ کامل ہوگا۔ پس عام مومنوں کا ایمان اولیا صحابہ کے ایمان جیسا نہیں اور اولیاء اور صحابہ کا ایمان انبیاء علیہم السلام کے ایمان جیسا نہیں کیونکہ وہ ایمان طاعات کے باعث کمال کے بلند درجے تک پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح شدت و ضعف یقین کے اعتبار سے جو کہ کیف کے عوارض سے ہے ہر ایک دوسرے کے ایمان میں تفاوت ہے اگرچہ نفس ایمان میں سب مشترک ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم جو ایمان میں کمی و بیشی کے قائل ہیں، وہ اعمال صالحہ کو داخل ایمان سمجھتے ہیں سو اُن کے نزدیک بھی وہ کامل ایمان کا جز ہیں، یعنی جس کے اعمال ترک ہوں گے اُس کا ایمان کامل نہ رہے گا، ہاں نفس ایمان باقی رہے گا۔ کیونکہ اعمال حسنہ کو نفس ایمان کا جز و قرار نہیں دیتے۔ پس یہ لفظی اختلاف ہے ورنہ کوئی فرق نہیں ہے، شک کے طور پر یوں نہ کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ بلکہ انشاء اللہ کو ترک کرے۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَنَا مُؤمِنٌ حَقًّا (تحقیق میں مومن ہوں) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا اَنَا مُؤمِنٌ اِنشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ''میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ'' وہ باعتبار انجام اور خاتمے کے ہے۔ پس یہ بھی کوئی اختلاف نہیں بلکہ لفظی بحث ہے ورنہ مناسب یہی ہے کہ جب دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار کیا تو قطعی مومن ہو گیا اب شک کرنا اور انشاء اللہ کہنا ٹھیک نہیں ہے اگرچہ اس نیت سے کہے کہ خاتمے کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے یا متبرک سمجھ کر کہے گو یہ درست ہے تاہم نہ کہنا اولیٰ ہے کیونکہ سننے والے کو اس کا شک ثابت ہوگا اور اگر واقعی میں اس کہنے والے کو اپنے ایمان میں شک ہے تو وہ کفر ہے نعوذ باللہ منہ۔

ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے ۔ شرع شریف میں جس کو مؤمن کہتے ہیں اس کو مسلمان بھی کہتے ہیں گو لغوی معنی کے اعتبار سے کبھی دونوں میں فرق بھی ہوتا ہے کہ تصدیق قلب کو ایمان اور اعمال وانقیاد کو اسلام کہتے ہیں، گناہِ کبیرہ کرنے سے نہ ایمان جاتا ہے اور نہ کافر ہوتا ہے پس سب احکام ایمان اس پر جاری کئے جائیں مثلاً اس کے مرنے کے بعد اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا قبور مسلمین میں اس کو دفن کرنا اس کے مال میں توریث جاری کرنا وغیرہ ۔ اگر مؤمن عاصی کو غرغرہ یعنی نزع سے پہلے (عذاب کے فرشتے مرتے وقت دیکھنے سے پہلے) توبہ کی توفیق حاصل ہو جائے تو نجات کی بڑی اُمید ہے ۔ ایمان اجمالی کا مرتبہ ایمان تفصیلی سے کم نہیں اور ایمان اجمالی میں کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صدق دل سے کہنا کافی ہے پس جس نے یہ کہا کہ وہ مومن ہوا ۔ اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں بلکہ جو بات ہو یقین قطعی کیساتھ ہو خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو اس کے حصول میں بالخصوص علم استدلالی کی حاجت نہیں ہاں بعض فروع عقائد میں تقلید ہو سکتی ہے اور کسی کی تضلیل وتفسیق نہیں کر سکتے ۔

شش کلمے کا بیان

جن الفاظ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لانے کو ادا کیا گیا ہے ان کے مجموعے کو شرع شریف میں کلمہ کہتے ہیں ۔ کلمے میں چار فرض ہیں: ۱۔ زبان سے کہنا، ۲۔ معنی سمجھنا، ۳۔ اعتبار اور تصدیق دل سے کرنا، ۴۔ اس پر ثابت قدم رہنا، یہاں تک کہ موت آ جائے ۔

کلمے چھ ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ کلمہ طیب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں'' ۔

۲۔ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ''میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں'' ۔

۳۔ کلمہ تمجید سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ''اللہ تعالیٰ پاک (بے عیب) ہے اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا ہے اور گناہ سے بچنے اور بندگی کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو بزرگ وبرتر ہے'' ۔

۴۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اُسی کا ملک ہے اور اسی کو سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے'' ۔

۵۔ کلمہ ردکفر: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِيْ كُلِّهَا وَاَسْلَمْتُ وَاٰمَنْتُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''اے اللہ! بیشک میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات کی کہ میں کسی چیز کو تیرے ساتھ شریک کروں اور میں جانتا ہوں اس کو اور بخشش چاہتا ہوں تجھ سے اس کی کہ نہ جانتا ہوں اس کو، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں کفر سے شرک سے اور سب گناہوں سے بے زار ہوں اور میں اسلام لایا اور میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں'' ۔

۶۔ کلمہ سید الاستغفار: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ''اے بار الٰہا! تو

میرا ربّ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جب تک اور جتنی طاقت رکھتا ہوں میں اپنے افعال کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری نعمتوں کا جو مجھے حاصل ہوئی ہیں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے پس تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا''۔

فائدہ : ایمان اللہ تعالیٰ کی ایک نعمتِ عظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت قدیم سے عنایت فرمائی ہے۔شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے جب دوزخ کی سیر کی تو آپ کو اپنے بعض اُمتی عذاب میں مبتلا نظر آئے، آپ نے چاہا کہ شفاعت کر کے چھڑا لیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ان کی شفاعت نہ کریں کیونکہ یہ اپنی شامت اعمال سے اپنا ایمان ضائع کر چکے ہیں۔آپ یہ بات سن کر بہت غمگین ہوئے کہ میری حیات میں ان لوگوں کا یہ حال ہے تو میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا۔وحی آئی کہ حضرت ذوالجلال فرماتے ہیں کہ آپ غمگین نہ ہوں اور اپنی امت کو یہ فرمادیں کہ جو کوئی یہ دوگانہ شکر بجالائے گا اس کا ایمان نہ جائے گا۔یہ دوگانہ بعد نماز ظہر بعد دوگانہ سنت ادا کرے پہلی رکعت میں اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِی تا قَرِیبٌ مِّنَ الْمُحسِنِینَ (١) دوسری رکعت میں سورۃ کہف کی آخری مشہور آیتیں اِنَّ الَّذِینَ اٰمَنُوا سے پڑھے اور سلام کے بعد یہ تسبیح پڑھے:سُبحٰنَ مَن لَم یَزَل کَانَ کَمَا کَانَ وَکَمَا ھُوَ الْاٰنَ سُبحٰنَ مَنْ لَایَزَالُ وَیَکُونُ کَمَا کَانَ وَکَمَا ھُوَ الْاٰنَ سُبحٰنَ مَنْ لَا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِہٖ وَلَا بِصِفَاتِہٖ وَلَافِی اَسمَآئِہٖ لِحُدُوثِ الْاَکْوَانِ سُبحٰنَ الدَّآئِمِ القَآئِمِ سُبحٰنَ القَآئِمِ الدَّآئِمِ سُبحٰنَ المَلِكِ الحَیِّ الَّذِی لَایَنَامُ وَلَا یَمُوتُ سُبحَانَ الَّذِی یُمِیتُ الخَلَائِقَ وَھُوَ حَیٌّ لَایَمُوتُ اَبَدَ الْاَبَدًا سُبحَانَ الْاَوَّلُ المُبدِیُٔ سُبحَانَ البَاقِی المُغنِیُ سُبحَانَ مَن تُسَمّٰی قَبْلَ اَن یُّسَمّٰی سُبحَانَ العَلِیُّ الْاَعْلٰی سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی سُبحَانَہٗ سُبحَانَہٗ سُبحَانَہٗ فَسُبحَانَكَ الَّذِی بِیَدِہٖ مَلَکُوتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیہِ تُرجَعُونَ O اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَودَعْتُكَ اِیمَانِی فَاحْفِظْهُ فِی حَیَاتِی وَعِندَ مَمَاتِی وَبَعْدَ وَفَاتِی بِرَحْمَتِكَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ نوافل وفضائل اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کرنا بلا خلاف جائز ہے جبکہ دوسری مخالف طرف صحیح احادیث موجود نہ ہوں جیسے ہدایہ وطحاوی وغیرۃ کتب معتبرہ میں مذکور ہے پس اس روایت پر عمل جائز ہے۔

جن کا بیان

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اطاعت (شرع شریف) کا مکلّف انسان کو بنایا ہے اسی طرح جنات کو بھی مکلّف بنایا ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونَ (٢) ''ہم نے جنوں اور انسان کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے'' جن بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کئے گئے ہیں، ان میں سے بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں، ان کی عمریں لمبی ہوتی ہیں، ان کے شریر جنوں کو شیطان کہتے ہیں۔ابلیس بھی جنوں میں سے ہے جو کثرت عبادت الٰہی کے سبب فرشتوں میں شامل کیا گیا اور معلم الملکوت بنایا گیا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور نافرمانی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوگیا اور قیامت تک لعنت کا طوق اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا پٹہ اس کے گلے میں ڈال دیا گیا''۔یہ سب جنات بھی انسانوں کی طرح ذی عقل اور ارواح واجسام والے ہیں، ان میں توالد وتناسل ہوتا ہے، کھاتے پیتے ہیں، جیتے مرتے ہیں، ان میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی، مگر ان کے کفار انسان کے کفار کے تناسب میں زیادہ ہیں اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی سنی بھی ہیں اور بدعقیدہ بھی اور ان میں فاسقوں کی تعداد فاسق انسانوں کے تناسب سے زائد ہے، ان کے وجود کا انکار یا صرف بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

---

(١)۔الاعراف:٥٤تا٥٦ (٢)۔الذاریات:٥٦

کلمات کفر اور اس کے موجبات

تعریف کفر: جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اُس سے انکار کفر ہے اگرچہ وہ انکار ایک ہی چیز کا ہو، بشرطیکہ وہ بالاتفاق تواتر سے ثابت ہو۔ (پس کفر ایمان کی ضد ہے)۔

شرائط لزوم کفر : تین ہیں: ۱۔ عقل یعنی نشہ اور بے ہوشی نہ ہو۔ ۲۔ قصد و ارادے سے ہو یعنی غلطی اور سہو سے نہ ہو، پس بغیر قصد کے کافر نہ ہوگا۔ ۳۔ اختیار سے ہو یعنی قتل وغیرہ کا جبر و اکراہ نہ ہو (بحالتِ جبر اگر زبان سے کلماتِ کفر کہے لیکن دل سے نہ کہے تو کافر نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)۔

احکام کفر: ۱۔ اُس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی (نکاح جاتا رہتا ہے)، ۲۔ اس کا ذبیحہ حرام ہے، ۳۔ اس کو قتل کرنا مباح ہے، ۴۔ اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ : یہ احکام اس کے لئے ہیں جو قصداً اپنے اختیار سے اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔ پس اگر ترک اسلام کا ارادہ نہ ہو بلکہ نادانی و بیوقوفی سے حرکت کفر سرزد ہو گئی ہو تو احتیاطاً دوبارہ نکاح کرنا واجب ہے اور اس کا ذبیحہ پھینک دیا جائے اور اس کو کفر سے توبہ کرنی چاہئے۔

وہ چیزیں جن سے کفر لازم آتا ہے : کفر شرع میں ایمان کی ضد ہے پس جن چیزوں پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ایمان اجمالی و تفصیلی میں ضروری ہے، ان میں سے کسی چیز کا انکار کرنے سے کافر ہو جاتا ہے پس خواہ دل سے انکار کرے یا زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالے کہ جس سے صراحتہً یا اشارۃً انکار ثابت ہو جائے۔ یا دل میں شک لانے سے یا کلمات شک زبان سے نکالنے سے خواہ ان سے صراحتاً شک ثابت ہو یا اشارتاً یا کسی ایسے کام سے جو کہ منافیٔ تصدیق ہو، قطعی کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو چیزیں کفر کو لازم کرتی ہیں (یعنی موجبات کفر) پانچ اقسام پر منقسم ہوئیں۔

قسم اول: وہ کلمات جو صراحتاً انکار پر دلالت کرتے ہیں اور یہ چند اصولوں پر مرتب ہیں

۱۔ جس چیز کی فرضیت قرآن کریم کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے معلوم ہو جائے اس کے بعد اگر کوئی شخص اس کو فرض نہ کہے گا وہ کافر ہو جائے گا مثلاً کسی نے کہا کہ نماز پڑھ یا کہا کہ روزہ رکھ، اس شخص نے جواب میں کہ نماز فرض نہیں یا کہا کہ روزہ فرض نہیں پس وہ شخص کافر ہو گیا۔ وقس علیٰ ہٰذا

۲۔ حلال و حرام اور حرام کو حلال جانے جبکہ وہ حلال یا حرام دلیل قطعی سے ثابت ہو نہ کہ خبر احاد سے کیونکہ خبر احاد کا منکر کافر نہیں ہوتا (البتہ گنہگار رہتا ہے) نیز یہ کہ وہ حرام لعینہٖ ہو لغیرہٖ نہ ہو، ا۔ مثلاً کسی نے کہا کہ خنزیر، یا سود، یا زنا یا جھوٹ بولنا، یا ناحق قتل کرنا یا ظلم کرنا یا جادو کرنا یا شراب پینا۔ یا جوا کھیلنا یا غیبت کرنا وغیرہ حلال ہے تو کافر ہو گیا، ۲۔ یا ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں تک نکاح کو جو شرعاً جائز ہے اس کو پسند نہ کرے، ۳۔ یا پھوپھی یا چچا کی بیٹیوں سے نکاح پسند نہ کرے، ۴۔ یا یہ کہے کہ میں رسم و رواج پر چلوں گا شرع پر نہیں چلوں گا (ہاں اگر فساد زمانہ کی شکایت کے طور پر یوں کہے کہ ہم لوگوں کا عمل رسوم رواج پر ہے شرع پر نہیں ہے اور حکم شرع کی تردید کا ارادہ نہ ہو تو کافر نہ

ہوگا) یا اگر کوئی کہے کہ کچھ تو شرم کر، اور وہ جواب میں کہے کہ میں شرم نہیں کرتا، کیونکہ آنحضرت نے فرمایا اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (۱) ''حیا ایمان کی ایک شاخ ہے''، ۵۔ یہ کہنا کہ بچھڑے کٹڑے اور بیٹی کا مارنا برابر ہے، ۶۔ اگر کوئی اپنی عورت کو کافر کہہ دے اور عورت کہے میں ایسی ہی ہوں مجھے چھوڑ دے تو وہ کافر ہو جائے گی کیونکہ اپنے کفر پر اقرار کرتی ہے اور اگر عورت شک کلمہ کہے یعنی اس طرح کہے کہ اگر میں کافر ہوں تو مجھے چھوڑ دے تو اس پر کفر لازم نہ ہوگا، ۷۔ کوئی شخص ایمان لائے اور دوسرا اس کو منع کرے یا کہے کہ کچھ دیر کو (ٹھہر جا)، ۸۔ جو پہلی دفعہ اپنے بیٹے کو شراب پلا کر خوش ہو اور مبارکباد دے، ۹۔ کوئی فساد والی چیز پینے کے یا فسق کا کام کرنے کے وقت کوئی دوسرا آدمی فاسق کہے اور وہ خوش ہو، ۱۰۔ فسادی راگ کی تعریف کرے یا حرام کو اچھا جانے، ۱۱۔ یوں کہے کہ تیرے اسلام پر لعنت ہو، ۱۲۔ چوری اور غصب (زبردستی چھین لینا) کی چیز کو ثواب کی امید سے دینا کفر ہے (یعنی جبکہ مال اصلی حالت پر موجود ہوا اور صاحب مال بھی موجود و معلوم ہو۔ لیکن صاحب مال کو تو نہ دے اور با امید ثواب فقرا پر صدقہ کرے تو کافر ہوگا لیکن اگر مال کی حالت متغیر ہوگئی یا صاحب مال اور اس کے ورثاء معلوم و موجود نہیں تو اس صورت میں صدقہ کرنا واجب ہوگا اور ثواب کی بھی امید ہے لیکن چوری اور غصب کا گناہ اس پر قائم رہا، ۱۳۔ راگ بالمزامیر کو حلال جاننا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ خدا نہیں ہے یہ سب ڈھونگ ہے یا دنیا خود بخود بن گئی وغیرہ۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود نہیں ہے یا ہمیشہ سے نہیں یا ہر چیز پر قادر نہیں، یا وہ ہر شخص کی دعا نہیں سنتا یا فلاں فلاں چیزوں کی اس کو خبر نہیں یا وہ کلام نہیں کرتا۔ یا وہ مردہ ہے یا مر جائے گا یا اس نے مخلوقات کو پیدا نہیں کیا دنیا خود بخود بنی ہے یا دنیا مادہ سے خود بخود پیدا ہوگئی ہے اس کا کوئی خالق نہیں ہے وغیرہ ان سب صورتوں میں کفر ہوگیا یا اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ مقرر کرنا یا آسمانوں پر سمجھنا کفر ہے کیونکہ وہ زمان و مکان سے پاک ہے۔ اور یہ جو قرآن شریف میں آیا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (۲) ''پھر عرش پر قائم ہوا'' وغیرہ یہ آیات متشابہات سے ہیں جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا خواہ ذاتی ہو یا صفاتی انکار کرنا: مثلاً یہ کہے کہ وہ رحیم یا رحمٰن یا اللہ یا غنی یا کریم وغیر نہیں ہے یا یہ اس کے نام نہیں تو کافر ہوگیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بری صفت ثابت کرنا یا اہانت کرنا۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرتا ہے فلاں ظلم اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا فلاں آدمی کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ سچ کر دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے ماں باپ بھائی بہن بیوی اور اولاد ہے یا اللہ تعالیٰ کھاتا پیتا، سوتا اونگھتا ہے یا کسی عورت یا لڑکے سے عشق رکھتا ہے یا جماع کرتا ہے یا وہ کسی مرد یا عورت کی شکل میں ہے یا وہ بخیل ہے یا وہ کسی سے ڈر جاتا ہے یا وہ کسی سے مغلوب ہو جاتا ہے یا وہ کسی چیز کو بھول جاتا ہے یا وہ بہت کام کرنے سے تھک جاتا ہے وغیرہ، ان سب صورتوں میں کافر ہوگیا اگر کوئی کسی تنگی کی یا بیماری کی تکلیف میں یہ کہہ دے کہ نہ معلوم مجھے اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے کہ تکلیف پر تکلیف دیتا ہے اور دنیا کی لذتوں اور خوشی سے کچھ نصیب نہیں کرتا۔ یہ بات بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور بعض کے نزدیک کفر تو نہیں لیکن بڑا سخت گناہ ہے ایسی باتوں سے بچنا چاہئے (اس میں تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر غصہ ہو کر ایسا کہنا کفر ہے سمجھ لیں) کسی نے کہا کہ تم فلاں برے پیشہ کو چھوڑ دو، وہ کہے خدا نے ہم کو یہی فرمایا ہے یہ کفر ہے۔

۷۔ جھوٹی باتوں پر خدا کو شاہد کرے (کیونکہ یہ بھی اہانت میں داخل ہے) مثلاً یوں کہے کہ خدا گواہ ہے کہ تو مجھے اولاد سے بھی زیادہ پیارا ہے یا خدا جانتا ہے کہ تیری خوشی اور غم مجھے اپنی خوشی اور غم کے برابر ہے ہرگز کم نہیں۔ یا اگر کوئی شخص مدعا علیہ سے کہے کہ میں تجھ سے

---

(۱)۔ مسند احمد: ج ۳، ص ۱۳۹، رقم ۹۰۹۷ (۲)۔ الاعراف: ۵۴

طلاق کی قسم لیتا ہوں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کی۔ اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کی حقارت کے طور پر کہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر یہ نیت نہ رکھتا ہو بلکہ اس لئے خدا کی قسم نہ کھلائی کہ جھوٹ سے خدا کی قسم کھا جائے گا اور اس قسم کی کوئی پرواہ نہ کرے گا اور طلاق کی جھوٹی قسم نہ کھائے گا بلکہ اس سے پرہیز کرے گا تو اس نیت سے طلاق کی قسم لینے والا کافر نہ ہوگا (سچی قسم کھانا حلال ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام اور قہر خدا کا سبب ہے) اگر کوئی کسی سے کہے کہ یہ کام خدا کے واسطے کردے وہ کہے میں نہیں کرتا، یہ کفر ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں خدا کی قسم اور تیرے پاؤں کی خاک کی قسم کھاتا ہوں تو اس میں کفر کا ڈر ہے کیونکہ یہ سخت بے ادبی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ پاؤں کی خاک کو برابر کیا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کام کا حکم فرمائے تو بھی میں نہ کروں یا عالم دین کو بغیر کسی ظاہری سبب کے دشمن خیال کرے کیونکہ جب عداوت کا سبب دنیوی موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ دینی سبب سے دشمن سمجھتا ہے نیز دینی علم اور شرع کی اہانت سے کفر لازم آتا ہے تو عالم دین کی دشمنی سے بطریق اولیٰ کافر ہو جائے گا یا لاحول پڑھنے کی اہانت کرے یا سلام کی آواز کی اہانت کرے۔ یا یہ عقیدہ رکھے کہ عُشری زمین کا عُشر اور خراجی کا مالیہ خراج بادشاہ کی ملک ہوتا ہے کفر ہے کیونکہ یہ مساکین کا حق ہے بادشاہ صرف تقسیم کرنے والا اور امین ہوتا ہے نہ کہ مالک (عُشر پیداوار کا دسواں حصہ ہوتا ہے اور خراج جو بادشاہ مقرر کرے) یا کسی نے کہا کہ چلو شریعت سے فیصلہ کرائیں، دوسرے نے کہا میں شریعت کے فیصلے پر راضی نہیں یہ کفر ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک بنائے، مثلاً دو خدا یا زیادہ ماننا یا غیب کا دعویٰ کرے کہ مجھے معلوم ہے یا فلاں جانتا ہے وغیرہ (شرک کی تفصیل آگے علیحدہ بیان میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ)

۱۰۔ فرشتوں کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ فرشتہ کا وجود نہیں اگر ہوتا تو ہمیں بھی دکھائی دیتا لوگوں کے سنانے یا بہلانے کو قرآن میں فرشتوں کا ذکر کیا ہے یا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہے تو کافر ہو جائے گا۔

۱۱۔ کسی کتاب الٰہی یا اس کے ادنیٰ جزو کا انکار یا توہین کرے، مثلاً کسی آیت کی برائی کرے یا انکار کے طرز پر قہقہہ لگائے، یا دف یا بانسری یا کسی اور قسم کے مزامیر کے ساتھ قرآن شریف پڑھنا یا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا ذکر الٰہی بالمزامیر کرنا یا اگر کوئی بلند آواز سے قرآن شریف پڑھے دوسرا اس کو کہے کیا طوفانی آواز ہے یا ہنسی مذاق کے ساتھ قرآن شریف کی آیت پڑھنا یا قاری کی اہانت کے طور پر نقل کرنا یا یوں کہنا کہ میں قرآن پڑھ کر سیر ہو گیا یا بطور اہانت کے کہے کہ میں نے بہت قرآن پڑھ لیا یا کوئی کسی کو کہے کہ نماز پڑھ اور وہ جواب دے کہ لوگ میرے ہی واسطے پڑھتے ہیں، یا یوں کہے کہ بہت نمازیں پڑھ لیں اب طبیعت ملول ہو گئی ہے یا کہے کہ بیکار لوگوں کا کام ہے یا یوں کہے کہ اور سب احکام الٰہی کو تو مانتا ہوں مگر نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ وغیرہ کسی حکم کو کہے کہ نہیں مانتا یہ کفر ہے۔

۱۲۔ کسی نبی کا انکار یا اہانت کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا آدم یا محمد مصطفیٰ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) نبی نہیں ہیں یا پیغمبروں کو جھوٹا کہے یا انبیاء علیہم السلام کی طرف فحش یا قصدِ زنا کی یا اور اسی قسم کی کوئی نسبت کرنا مثلاً یوں کہے کہ فلاں نبی کے ناخن لمبے یا کپڑے میلے تھے یا آدم علیہ السلام کو کپڑا بننے کی وجہ سے کہے کہ تمام لوگ جولاہے کی اولاد ہوئے یا اگر کوئی شخص کہے کہ سر منڈانا موچھیں کترانا یا ناخن یا بغلیں صاف کرانا سنت ہے اور یہ انکار کرے، ایسے ہی کوئی کہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھانا نیک اور اچھا طریقہ ہے پس اگر اس کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ناپسندیدگی واہانت کا ہے تو یہ کفر ہے اور ہمارے امام صاحب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا کلیہ یہ ہے کہ سنت وحدیث قولی یا فعلی یا حضرت کے کسی حال شریف کی کوئی شخص حقارت یا انکار کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ (واللہ علم بالصواب)

۱۳۔ تقدیر کا انکار کرے مثلاً اگر کوئی کہے کہ بندہ اپنے افعال خود پیدا کرتا ہے یا یہ کہے کہ خالق خیر خدا (یزداں) ہے اور خالق شر،

شیطان (اہرمن) ہے وغیرہ تو کافر ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ قیامت اور حشر ونشر کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جائے گا۔ یا اللہ تعالیٰ سے زمین وآسمان فنا نہیں ہو سکتے یا حساب نہ ہوگا۔ یا دوزخ وجنت کا ذکر صرف لوگوں کو ڈرانے اور خوش کرنے کے لئے کر دیا ہے ورنہ حقیقت کچھ نہیں جنت و دوزخ کے کسی ثواب وعذاب خاص کا جو کہ قرآن حدیث متواتر میں مذکورہ ہے انکار کیا مثلاً کہا کہ وہاں حوریں نہیں یا غلمان نہیں یا دوزخ میں زقوم کا درخت نہیں یا کسی دوزخی کے لئے ستر گز کی زنجیر نہ ہوگی وغیرہ یا اگر کوئی کسی سے کسی حق کا طالب ہو وہ نہ دے تو صاحب حق کہے کہ میں قیامت کے دن سوگنا لے لونگا وہ کہے کہ کچھ اور بھی دیدے اور قیامت کو سب لے لینا، یا اگر کوئی کہے کہ خدا تجھے جنت نصیب فرمائے اور وہ کہے کہ میں اس کو ہرگز بھی نہ چاہوں یا اگر کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا کہ کافروں کا مکان جنت میں ہوگا یا دوزخ میں تو یہ قرآن کا انکار اور کفر ہے یا یوں کہے کہ مجھے دوزخ کا بالکل خطرہ نہیں۔ یا اگر کوئی کہے کہ گناہ نہ کر اور پرہیز کرتا کہ اس جہان آخرت میں تیرا حال تباہ نہ ہو، وہ جواب دے کہ اس جہاں سے کون آیا ہے، یا تناسخ کا قائل ہونا اور ہندوؤں کے عقیدے کی طرح یہ کہنا کہ مُردوں کی روح زندوں میں آجاتی ہے او ر دوسرا جنم لے کر اس جہاں میں رہتی ہے۔

قسم دوم: وہ کلمات ہیں جن سے اشارتاً انکار ثابت ہوتا ہو۔ یعنی ان ہی قسم اول کی چیزوں کو اس طرح سے کہے کہ اس سے انکار نکلتا ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ سب دینوں میں اسلام حق ہے اس نے سن کر کہا کہ سب دین حق ہیں تو وہ کافر ہو گیا یا نجومی یا کاہن کو سچا کہا یا کسی نبی کی اہانت کی مثلاً ان کی کسی بات پر عیب لگایا، یا ان کے کسی فعل کی ہنسی اڑائی، یا ان کے حسب ونسب شکل وصورت پر طعن کی وغیرہ ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا۔

قسم سوم: وہ کلمات ہیں جن سے صراحتاً شک ثابت ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے میں یا رحیم یا رزاق ہونے میں شک ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو چیزیں قطعی الثبوت ہیں اگر ان میں شک وشبہ کرے تو کفر ہو جائے گا۔

قسم چہارم: وہ کلمات ہیں جن سے اشارتاً شک ثابت ہو۔ مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آئے گی اس نے سن کر کہا کہ دیکھا چاہئے یا کسی نے کہا جنت میں مومنوں کو بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی اور کافروں کو دوزخ میں بڑے سخت عذاب ہوں گے اس نے کہا کہ [illegible] ہے یہ سب کفر ہے دوسرے اجزائے ایمان کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔

قسم پنجم: وہ افعال ہیں کہ جن سے انکار یا شک صراحتاً یا اشارتاً سمجھا جائے، مثلاً کسی نے قرآن مجید کو اہانت کی غرض سے نجاست یا آگ میں ڈالا یا اہانت کی غرض سے کعبے کی طرف پیشاب کیا یا تھوکا یا کسی مسجد کو گرایا یا کسی عالم کو مارڈالا یا شرع کی کسی بات پر ٹھٹھا کیا مثلاً ایک شخص واعظ قرآن یا قاریٔ قرآن کی نقل کرنے لگا اور چند لوگ اس کے پاس بیٹھ کر ہنسی سے اس سے مسائل پوچھنے لگے یا اس نقل قرأت پر مذاق سے ہنسنے لگے بس وہ سب کافر ہو گئے یا ثواب جان کر کفر کسی رسم کو عمل میں لایا مثلاً زنار گلے میں ڈالا یا صلیب ڈالی یا ہنود کی مانند ماتھے پر ٹیکہ لگایا ہولی اور نور وز کو منایا یا مجوس کی سی ٹوپی پہن لی۔ یا کفار کی سی شکل وصورت ووضع قطع بنالی یا ان کے کسی خاص لباس کو پہنا۔ پس اگر ان باتوں کو اچھا جان کر کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اگر گناہ جان کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا مگر کافر نہ ہوگا۔ اگر عذر کیساتھ یعنی کسی کے خوف سے کریگا کہ اگر نہ کرے گا تو کوئی مار ڈالے گا یا ان کے ملک میں سے گزر نہ سکے گا اور ضرر پہنچے گا تب بوجہ ضرورتِ شرعی گناہ بھی نہیں یا کسی بت یا قبر یا صاحب قبر کے نام بکرا وغیرہ ذبح کیا یا بت یا قبروں کو سجدہ کیا یا توپ یا تھان یا دریا یا چبوترہ یا جھنڈے کے آگے جانور ذبح کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کیا یا اور افعال شرک بجالایا یا قبلہ معلوم ہوتے ہوئے بے عذر دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھی یا کسی منع کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ کر کیا مثلاً زنا کرنا درست وحلال جان کر کیا یا

شراب کو مباح سمجھ کر پیا یا اور گناہ اسی طرح سے کئے یا کوئی مسلمان شخص مسلمانوں اور کافروں کے عین مقابلے کے وقت کفار کے ساتھ ہو گیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا ان سب صورتوں میں وہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ یہ تمام افعال دین کے انکار یا شک پر دلالت کرتے ہیں۔

فائدہ : ۱۔ اگر کسی نے کوئی کلمہ کفر کہا اور اس کو معلوم نہیں کہ یہ کلمہ کفر ہے تو بعض علماء کے نزدیک جہل عذر نہیں اور وہ کافر ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ نہ جاننا (جہل) عذر ہے وہ کافر نہیں ہوا۔ (البتہ دوبارہ نکاح پڑھوانا اور توبہ کرنی چاہئے)

۲۔ جس وقت کسی نے کفر کی نیت کی اُسی وقت کافر ہو گیا خواہ نیت دس برس بعد کے لئے کی ہو مثلاً کسی نے نیت کی کہ اگلے سال کرسٹان یا یہودی ہو جاؤں گا تو ابھی کافر ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے نڈر ہونا کفر ہے۔

تنبیہ : مفتی حضرات کے لئے ضروری ہے کہ جب تک موجبات کفر نہ دیکھے بے دھڑک کسی مسلمان کو کافر نہ بنا دیا کرے کہ شاید اس سے بغیر قصد کے نکل گیا ہو، یا اس بات کے معنی سمجھ میں نہ آئے ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو لعنت کرتا ہے یا کافر کہتا ہے ملائکہ اس کلمہ کو آسمان تک لے جاتے ہیں پس اگر وہ شخص جس کے لئے وہ کلمہ کفر استعمال کیا ہے وہ اس قابل ہے تو اس پر ڈال دیتے ہیں ورنہ جس نے کہا تھا آخر وہ کلمہ اس پر پڑتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے گمراہ فرقوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں کسی شخص نے ان کے معتقدات میں سے خواہ وہ خلاف واقعہ اور خلاف اصل ہی ہوں کسی چیز کا ذرا بھی انکار کیا اس کو اسی وقت کافر بنا دیا۔ گویا کفر و اسلام ان کے معتقدات کے نہ ماننے یا ماننے پر منحصر ہے یہ بڑی سخت غلطی دیدہ دلیری اور دریدہ دہنی ہے اس سے بچنا اور فتویٰ میں احتیاط برتنا لازم ہے اگر کسی میں بہت سی وجہیں کفر کی ہوں اور وہ دعویٰ اسلام کا رکھے تو اس کو کافر نہ کہا جائے گا۔ اگر بہت سی روایتوں کے بموجب کفر کا حکم لگتا ہو اور ایک روایت سے کفر نہ آتا ہو تو اس کو مسلمان ہی کہنا چاہئے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے ''علما نے ذکر کیا ہے جبکہ مسئلہ متعلق بہ کفر میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی اور قاضی کو ایک وجہ سے اسلام پر فتویٰ دینا چاہئے کیونکہ ہزار کافروں کے قتل نہ کرنے کی غلطی بہت ہلکی ہے ایک مسلمان کے قتل کرنے کی غلطی سے''۔ (۱) مطلب یہ ہے کہ کسی نفس کے قتل کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ اگر قاتل کے ارادے میں عدم کفر کا احتمال ہو تو وہ عند اللہ مومن ہے اگر اس کی مراد کوئی اور دوسری وجہ ہو موجب کفر ہے تو عند اللہ کافر ہے اور مفتی کا فتویٰ اس کے اسلام پر بے کار ہے لیکن ایسے آدمی کو (یعنی کفر کا ارتکاب کرنے والے) کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو سچا مومن اور مسلمان جانے۔ اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ کہے اور پھر انکار کر دے (کر جائے) تو یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے اور اس کو بھی کافر کہنا جائز نہیں ہے۔

وصیت : ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں پس اس کی محافظت ہر وقت واجب اور اس کی زینت و ترقی کے لئے ہر وقت گناہوں سے بچنا اور عبادت میں مصروف رہنا ضروری ہے اور یہ نہ سوچے کہ پھر کسی وقت توبہ کر لی جائے گی کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ کس وقت موت آجائے اور توبہ کا وقت و توفیق پھر اس کو نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس لئے ایمان کی حفاظت ہر وقت ضروری ہے اور توبہ استغفار کرتے رہنا لازمی ہے اَللّٰهُمَّ هَبْ لَنَادَوْلَةَ الْاِيْمَانِ وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ الفِرْدَوْس۔ آمین

نفاق کا ذکر : ایمان و کفر میں کوئی واسطہ نہیں یعنی آدمی یا مسلمان ہو گا یا کافر، تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر، نفاق یہ ہے کہ انسان زبان سے دعویٰ اسلام کرے اور دل میں اسلام سے انکار ہو یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ کہ اشد درجہ کا کفر ہے اور ایسے لوگوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۲) ''بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے

---

(۱)۔ فقہ اکبر: ص ۱۹۷ (۲)۔ النساء: ۱۴۵

نیچے کے طبقے میں جائیں گے'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں کچھ لوگ اس بری صفت کے ساتھ اس نام سے مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرمادیا کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے لیکن آپ کے بعد کسی زمانے میں بھی کسی خاص شخص کی نسبت قطعی طور پر منافق نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو اسلام کا دعویٰ کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے اور کہیں گے جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو ایمان کے خلاف ہو صادر نہ ہو۔ اور اس کو عملی نفاق کہیں گے۔ اس بنا پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر ظاہری اعمال میں قاصر ہو اس کو عملی منافق کہا جاسکتا ہے اور نفاقِ عملی نفاقِ حقیقی کا سبب بن سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات گناہوں کا ارتکاب کرتے کرتے کفرِ حقیقی کی نوبت بھی آسکتی ہے پس اپنے اعمال میں اس کا محاسبہ جاری رکھے۔ وفقنا الله لصالح الا عمال ووقنا عن اعمال النفاق والکفر ومعتقد اتهما۔ آمین

شرک ورسوم کفار و جہال

شرک کی تعریف

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرے یا اس کے برابر کسی اور کو سمجھے اور اس کی مخصوص تعظیم وعبادت وفرماں برداری میں کسی کو ملانے اور برابر کرنے کو خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو شرک کہتے ہیں، بعض شرک سخت حرام ہیں اور بعض کفر میں داخل ہیں۔ شرک کی چند اقسام یہ ہیں:

اول شرک فی الذات: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک بنانا مثلاً یوں کہے کہ دو خدا ہیں یا تین خدا ہیں یا بہت سے خدا ہیں جیسے آتش پرست کہ دو خدا مانتے ہیں (ایک یزدان یعنی خالق خیر دوسرا اہرمن یعنی خالق شر) اور عیسائی کہ تین خدا ماننے کہ وجہ سے مشرک ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی بیوی مان کر تثلیث کے قائل ہوئے اور مشرک ہو کر گمراہ ہوگئے) اور ہنود کہ بہت سے خدا مان کر مشرک ہوئے (یعنی چاند، سورج، آگ، پانی، شجر، حجر وغیرہ کو بھی خدا مانتے ہیں)۔

دوم شرک فی الصفات: یعنی اس کی صفات میں کسی اور کو شریک کرے اور اس کی بہت سی اقسام ہیں مثلاً:

١۔ شرک فی العلم یعنی کسی دوسرے کے لئے خدائے تعالیٰ کی مانند صفت علم ثابت کرنا اور یوں سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ از خود علم غیب جانتے تھے، یا پیغمبروں اور ولیوں کو غائب وحاضر قریب وبعید ماضی حال مستقبل وغیرہ سب کی، خدا کی طرح خبر ہے یا ان کو خدا کی طرح ذرے ذرے کا علم ہے، یا وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ہمارے حالات سے واقف ہیں یہ سب شرک فی العلم ہے۔

٢۔ شرک فی القدرۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی مانند نفع ونقصان دینے یا کسی چیز کی موت وحیات یا کسی اور امر کی قدرت کسی اور کے لئے ثابت کرنا مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ پانی برسا سکتے ہیں یا بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں یا مرادیں پوری کرسکتے ہیں یا روزی دے سکتے ہیں یا مارنا اور زندہ کرنا ان کے قبضہ میں ہے اگر وہ ناراض ہوگئے تو ہمارا فلاں نقصان کردیں گے یا خوش ہو کر ہمیں نفع پہنچائیں گے وغیرہ یہ سب شرک فی القدرۃ ہے۔

٣۔ شرک فی السمع، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نزدیک ودور، خفی وجہر اور دل کی بات سنتا ہے کسی اور کو بھی خواہ وہ نبی ہو یا ولی وغیرہ ایسا ہی سننے والا سمجھنا شرک فی السمع ہے۔

۴۔ شرک فی البصر: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی مخلوق (نبی یا ولی یا شہید وغیرہ) کو یوں سمجھنا کہ چھپی اور کھلی اور دور ونزدیک کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی مانند دیکھتا اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ پر دیکھ لیتا ہے۔ شرک فی البصر ہے۔

۵۔ شرک فی الحکم، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کو حاکم سمجھنا اور اس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا مثلاً پیر صاحب نے حکم دیا کہ یہ وظیفہ عصر کی نماز سے پہلے پڑھا کرو تو اس حکم کی تعمیل اس طرح ضروری سمجھے کہ وظیفہ پورا کرنے کی وجہ سے عصر کا وقت مکروہ ہو جانے کی پرواہ نہ کرے یہ شرک فی الحکم ہے۔

۶۔ شرک فی العبادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق سمجھنا یا کسی کے لئے عبادت کی قسم کا فعل کرنا مثلاً کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا یا کسی کے لئے رکوع کرنا یا کسی پیر یا پیغمبر و ولی یا امام کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی کی نذر اور منت ماننا یا کسی گھر یا قبر کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنا وغیرہ یہ سب شرک فی العبادۃ ہے۔

ان کے علاوہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ فعل یہ ہوں جیسے رزق دینا، مارنا، جلانا، عزت وآبرو دینا، نفع ونقصان دینا وغیرہ یا شئون ذاتیہ اور صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ ہوں ان میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی برابر سمجھنا شرک ہے پس جمیع مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز محض اور جمیع صفات سے خالی سمجھے۔ ہاں اس نے اپنے ارادے سے جس کو جس چیز کی خبر یا قدرت یا اور صفت عطا فرمائی ہے اسی قدر اس کو حاصل ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے آگے وہ مجبور محض ہے اس کے حکم اور ارادے کے بغیر خواہ کوئی شخص آسمان کا رہنے والا ہو یا زمین کا نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اور نہ کسی اور امر کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے شرک سے بچ کر اپنے عقیدوں کو صحیح رکھنا چاہئے بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن میں شرک کی ملاوٹ ہو جاتی ہے ان سے پرہیز لازمی ہے۔

اب شرک کی تمام قسموں کے متعلق مشترکہ جزئیات یکجا لکھی جاتی ہیں:

۱۔ اگر کوئی شخص بادشاہ یا حاکم وغیرہ کو سجدہ کرے خواہ عبادت کی نیت سے ہو یا کسی اور نیت سے یا کوئی نیت نہ ہو یہ تو شرک فی العبادۃ ہے ایسا مشرک کافر ہو جائے گا اسی طرح پیر، استاد، ماں، باپ وغیرہ کو اور قبروں کو سجدہ تعظیم کے ارادے سے کرنا کفر ہے۔ اگر سلام اور تحیت کے ارادے سے کرے تو بعض علما کے نزدیک کافر نہ ہوگا البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ اور فتاوی ظہیری میں ہے کہ مطلقاً سجدہ کرنے سے کافر ہو جائے گا خواہ کسی بھی نیت سے ہو لیکن یہ اس وقت ہے کہ سجدہ کرنے والا اپنے اختیار سے کرے اور اگر اپنی جان کے قتل کے ڈر سے کرے تو کافر نہ ہوگا اور زمین کا چومنا سجدہ کرنے کے قریب ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲۔ درختوں کا پوجنا جیسا کہ ہندو اور بعض جاہل مسلمان پیپل و برگد و جنڈ وغیر کو پوجتے ہیں اور سخی یا سلطان وغیرہ کے قدموں کو پوجنا یا قبروں یا درختوں کی کھوہ پر یا عمارات بنانے یا نئے کنوئیں کھدوانے پر جانور ذبح کرنا یا دیووں یا پریوں اور مُردہ روحوں کی رضا حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنا شرک ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔ البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کرے کہ اللہ تعالیٰ تمام آفات و بلیات کو دفع کر دے تو جائز وحلال ہے لیکن ایسی جگہوں میں جہاں شرک کا گمان ہو ذبح نہ کرے بلکہ دوسری جگہ کر دے، مثلاً اگر کوئی کنوئیں کی آراستگی کے واسطے کرے اور نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو ایسا کرے کہ کنوئیں کے پاس ذبح نہ کرے جیسا کہ جاہلوں کی رسم ہے بلکہ گھر میں ذبح کرے۔

۳۔ گیدڑ، گدھا، اُلو، کوا، تیتر وغیرہ کی بولی سے بدفالی (بدشگونی) لینا شرک ہے۔ حدیث شریف میں ہے اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ (۱) (پرندوں

(۱)۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۴۰۰، رقم ۳۹۱۰۔ ترمذی: ج ۳، ص ۲۲۶، رقم ۱۶۲۰

سے فال لینا شرک ہے) ایسے ہی آنکھ پھڑ کنے اور ہاتھ میں خارش ہونے اور چھینک وغیرہ سے بُرا شگون لینا شرک ہے اسے عربی میں تَطْیِیرٌ یا طَیَرَۃٌ کہتے ہیں جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک قرار دیا ہے ۔ اور نیک فال لینا البتہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ اچھا کلمہ اتفاقاً کان میں پڑ گیا اور اس سے نیک شگون لے کر رحمت خداوندی کے امیدوار ہو گئے ۔ پس اگر قصداً امور فال کا پیچھا کیا جائے اور ان کا یقین کیا جائے اور ان کو مؤثر حقیقی سمجھا جائے اور خواہ وہ شگون نیک ہو یا بد، یہ کفر ہے اور اگر ان امور کے مؤثر حقیقی ہونے کا اعتقاد نہ ہو اور ان کو سبب جانے اس طرح پر کہ اللہ تعالیٰ ان مواقع میں ایسا کرتا ہے اور ممکن ہے کہ اب بھی ایسا ہو جائے اور ممکن ہے ایسا نہ بھی کرے تو یہ باطل و کفر تو نہ ہوگا لیکن شعارِ کفر اور وہم کو اکثر اس معنی کی طرف لے جانے والا ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا تاکہ اعتقاد فاسد کا مادہ کٹ جائے ۔ اور نیک فال جس کی تعریف اوپر گزری محمود اور سنت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال بہت لیا کرتے تھے خصوصاً لوگوں کے ناموں اور جگہوں اور اچھے کلمات سے ۔ نیک فال کی تعریف اور برے شگون کی برائی میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیکی اور فضل و رحمت کا امیدوار ہونا بہر حال بہتر ہے اگر چہ وہ خیال غلط پڑے اور خلاف ظاہر ہو اور حق تعالیٰ سے امید کا قطع کرنا اور بد اندیشی کرنا شرعاً اور عقلاً مذموم ہے اور ہوگا وہی جو سبحانہ تعالیٰ چاہے گا اور یہ جو اکثر عامل لوگ خاص خاص طریقوں سے فال کھولتے ہیں اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبریں دیتے ہیں ۔ خود بھی یقین کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں یہ سب منع اور دین کو ضائع کرنے والی باتیں ہیں ۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے ۔

۴ ۔ حفظ آفات و امن بلیات کے ارادے سے دھاگے، منکے، کوڑیاں وغیرہ باندھنا بشرطیکہ ان کو مؤثر حقیقی سمجھے تو شرک ہے، اگر مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور کسی طبی فائدے کے لئے کسی حکیم یا تجربہ کار آدمی کی رائے سے ڈالے تو اُمید ہے کہ کوئی مضائقہ نہ ہوگا لیکن خواہ مخواہ نہ ڈالے تاکہ مشابہتِ شرک سے بچے (تعویذ گنڈے کا بھی یہی حکم ہے لیکن گنڈا پر تعویذ کلام الٰہی پڑھایا جانے کی وجہ سے عموماً مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جاتا ہے) اس لئے اس میں نیت کی خرابی کا احتمال کم ہے اور جائز ہے ۔

۵ ۔ گوبر خشک (گوہا) لکڑی، اینٹ، ڈھیلا وغیرہ سے راستہ میں آسا دیوی وغیرہ بنانا اور اس پر لکڑی اینٹ وغیرہ رکھ کر منت ماننا شرک ہے اسی طرح کوئی میت دفن کر کے آئے یا سفر سے واپس آئے تو اس کے سامنے پانی یا لسی ڈالنا یا جس دن کسی کے گھر سے مردہ نکلے تو تمام پانی گرا دینا یہ سب شرک فی العادۃ اور جاہلوں کی رسوم ہیں ۔

۶ ۔ دنوں اور تاریخوں سے فال لینا اور سعد و نحس سمجھنا واہیات اور حرام ہے ۔ محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے، نفع و نقصان سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے ہرگز نہ جانے ۔ اسی طرح دنیا کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا یا کسی مہینے کو منحوس جاننا حرام ہے ۔

۷ ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر توکل کرنا کھلا شرک ہے ظاہری اسباب کا اختیار کرنا جائز اور شرطِ عقل ہے لیکن اس کا اثر اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اسی طرح بیماری کا علاج کرنا اور روزی کے لئے کسب کرنا سب جائز ہے لیکن مرض سے فائدہ اور روزی کا حصول وغیرہ منجانب اللہ سمجھے ان اسباب سے نفع و نقصان کو سمجھنا شرک ہے نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ محض اسباب ہیں جو اسباب ظاہر میں نہیں اگر وہ شرع کے خلاف ہیں تو سب حرام ہیں مثلاً ٹونے ٹوٹکے اور شگون بد اور غیر شرعی منتر جنتر جھاڑ پھونک وغیرہ اور جو اسباب ظاہری اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے جیسے بھوک کے لئے خوراک اور پیاس کے لئے پانی اور روشنی کے لئے چاند سورج اور صحت کے لئے دوائی، دیکھنے کے لئے آنکھ، سننے کے لئے کان، جلانے کے لئے آگ، پردے کے لئے دیوار، موذی اور دشمن کے لئے سونٹا، ہتھیار وغیرہ ان سب کو اسباب سمجھ کر استعمال کرنا جائز ہے اور ان کا اثر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، ان کا اپنا اس اثر میں داخل نہ سمجھے ۔

۸ ۔ بندوں کے لئے اگر چہ وہ پیر یا صحابہ یا امام یا پیغمبر ہی ہیں کیوں نہ ہوں روزہ رکھنا شرک ہے ۔ روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے

رکھے۔ ہاں روزے کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح نفل سب اور صدقے اور خیراتیں اور نفلی حج بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے چاہئیں اور ان کا ایصال ثواب جائز ہے۔

٩۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام کی منت ماننا شرک ہے۔

١٠۔ سنکھ ایک دریائی جانور کا سینگ یا ہڈی ہوتی ہے جسے ہندی میں گھونگھا کہتے ہیں اسے ہندو لوگ مندروں وغیرہ میں بجاتے ہیں اور اس سے گدھے کی سی آواز نکلتی ہے اور اہل ہنود اور جاہل مسلمان اس کا سرمہ بنا کر تبرک کے طور پر آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر بطور دوا کے (نہ کہ تبرک کے لئے) اور دواؤں کے ساتھ پیس کر یا محض اسی کو لگائے تو جائز ہے۔

١١۔ ٹونے ٹوٹکے کرنے والے جاہل فقیر دھاگوں سے ٹھیکریاں باندھ کر درختوں میں باندھتے ہیں، اسی طرح انگوٹھی اور چھلا باندھنا جس کو کانجو پیر کی ڈھیل کہتے ہیں اور گلے یا ہاتھ پیروں میں کالی اون کا دھاگا باندھنا یہ سب رسومِ کفار و جہال ناجائز ہیں۔

١٢۔ ماتا رانی ماتا دیوی ٹھنڈی ماتا وغیرہ (چھوٹی بڑی) چیچک کو پوجنا (یہ ایک مرض ہے جو صفرا کے باعث لاحق ہوتا ہے) جاہل لوگ اس کی تعظیم اور پرستش کرتے اور ماتا رانی وغیرہ نام رکھ کر ان کی خوشنودی کو اس بیماری کے دفعیے کا ذریعہ سمجھتے ہیں جو سراسر شرک ہے۔

١٣۔ اناج کے ڈھیر کے گرد لکیر کھینچنا اور کھلیان میں ننگے سر داخل نہ ہونا اور وہاں ہرگز کلام نہ کرنا اور گوگل حرمل وغیرہ کی دھوتی دینا اور ان امور کے ترک کو برا جاننا سب شرک اور رسوم کفار سے ہے۔

١٤۔ اگر کوئی شخص گھر سے روانہ ہو جائے اور بعد میں گھر میں سے کوئی بلائے تو واپس آنے کو برا سمجھنا شرک ہے۔

١٥۔ ملا، دھوبی اور کسی سردار (نمبردار وغیرہ) کے ملنے کو برا سمجھنا اور خاکروب ڈوم وغیرہ کے ملنے کو اچھا جاننا کوا اڑانا، اوسی (رسوئی) پانا وغیرہ سب شگونِ بد اور حرام ہیں۔

١٦۔ جب تک خود نہ لگائے کسی کو جامن (یعنی دہی جمانے کے لئے لسی) نہ دینا یا دودھ کے نیچے سے آگ نکال کر نہ دینا۔ اسی طرح بعض لوگ دودھ لسی گھی ڈوم کو اور بعض چھیپنی (دھوبی جو کپڑے چھاپتا ہے) کو نہیں دیتے اور بعض لوگ ان چیزوں کے بیچنے کو عیب جانتے ہیں یہ سب واہیات اور غلط فہمیاں ہیں۔

١٧۔ نوچندی رات یا جمعرات کو حیوانوں اور چوپایوں کا دودھ خیرات کرنا اس طرح کہ تھوڑا سا لوگوں کو دے کر باقی خود کھا جانا اور جو بچ رہے اس کو صبح کے وقت کھانا اور دہی بنا کر مکھن نہ نکالنا اس خیال سے کہ ان کے باپ دادا (جو کفار تھے یا جہالت کے باعث) اس کام سے راضی نہیں ہیں، خدانخواستہ اگر ان کی مرضی کے خلاف یہ عمل کیا جائے تو مال ضائع ہو کر ہم لوگ مفلس رہ جائیں گے۔

١٨۔ لوہڑی وغیرہ ہندوؤں کے رسوم وتہوار منانا بالکل منع اور حرام و شرک ہے (ہندوؤں کے اعتقاد میں لوہڑی ان کی ایک پیشوا عورت کا نام ہے جس کے نام سے آخر ماہ پوس اور شروع ماہ منگھسر میں جوار مکئی وغیرہ بھون کر اس کے پہلوؤں کو جلاتے اور کئی قسم کی نامعقول حرکات کرتے ہیں اور در بدر پھر کر مانگتے ہیں مسلمانوں کو ایسا کرنا صریحاً حرام بلکہ کفر کا خوف ہے یہی حکم دیوالی وغیرہ رسوم کفار کا ہے)۔

١٩۔ بچہ جننے والی عورت (زچہ) کو سات دن تک ناپاک ونجس جان کر برتنوں سے الگ رکھنا اور اس کے جھوٹے کو ناپاک سمجھنا اور اس گھر سے آگ پانی وغیرہ ہرگز کسی کو نہ دینا اور لوہے یا آگ کا پاس رکھنا اور مکینوں کو کہنا کہ زچہ کے سامنے نہ آئے پھر باپ دادوں کی جہالت والی رسمیں کرنا یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد کوئی حیوان ذبح کر کے اس کا گوشت صرف اپنے قبیلے کے لوگوں کو دینا یا کھلانا اور غیروں کو نہ دینا اس کے بعد جو کھانا بچ رہے اسے زمین میں دفن کر دینا۔ یہ پیر پرستوں کی رسم ہے جو سنت عقیقہ کی بجائے اختیار کر لی گئی ہے اللہ تعالیٰ اس

سے بچائے آمین ۔ نیز دائی کے پیر کے نیچے پیسہ رکھنا جب وہ بچے کی نال کاٹے، سات قسم کے اناج ملا کر پکانا اور سات سہاگنوں کو کھلانا اور چھاج (سوپ) یا چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکل کشا کے نام کا رکھنا وغیرہ رسوم زچگی شرک و حرام ہیں ۔

۲۰۔ شادی بیاہ میں بہت سی رسمیں شرک و کفر و بدعت کی لوگ کرتے ہیں یہ سب منع اور حرام ہیں ان سب رسوم کا احاطہ کرنا اور پھر اس مختصر میں لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ ہر جگہ کی رسوم مختلف ہوتی ہیں اس لئے چند مشہور رسمیں یہاں درج کی جاتی ہیں اور باقی بھی انہی پر قیاس کی جاسکتی ہیں مثلاً گھڑا گھڑولی یہ ایک رسم ہے جس میں عورتیں جمع ہو کر دولھا کے سر پر سرخ کپڑے وغیرہ کی جھالر ڈال کر ایک نیا گھڑا اپنے سر پر رکھ کر کنوئیں پر سے پانی بھر کر لاتی ہیں اور آتے جاتے گاتی بجاتی ہیں ۔ ٹوکرے پر چڑھ کر نہانا اور دولہا کے ہاتھ پر چراغ جلانا ٹوکرے پر سے چھلانگ مار کر چپن (مٹی کا ڈھکن) توڑنا، مردوں کا ہاتھ پیروں میں مہندی لگانا تلوار یا تیر دولہا کی زبان اور ہاتھ پر رکھنا ۔ ہاتھوں یا پیروں کو کنگنا باندھنا یا کنگنا پلنگ یا دہلیز یا ستون و چکی وغیرہ کیساتھ باندھنا سہرا باندھنا، سرس یا شیشم کے پتے پگڑی میں رکھنا یا چھپر یا چھت میں لٹکانا ۔ سات سہاگنوں (زندہ خاوند والی عورتوں) کا مل کر نوشہ کو نصیحت کرنا تیل دولہا یا دلہن کے سر پر ڈالنا ۔ دودھ اور پانی ملا کر ایک طشت میں ڈال کر ایک انگوٹھی اس میں ڈالنا جس سے دولہا اور دلہن کھیلتے ہیں ۔ دولہا دلہن کے دامن کو آپس میں گرہ دے کر گھوڑے وغیرہ کے گرد گھمانا یا گٹھ جوڑ کر کے مزاروں، مسجدوں و دیگر خاص خاص مقامات پر پھرنا، چوری (مالیدہ) کوٹ کر دلہن کو دینا اور تھوڑی سی اس کے پاؤں کے نیچے رکھنا ۔ دلہن کو مائیں بٹھانا یعنی شادی سے چند روز پہلے دولہا یا دلہن کو ایک بوریئے پر بٹھا کر مائیں (جوز ماثل) اس کے نیچے ڈال دیتے ہیں، جنڈی یا لکڑی یا کمہار کے چاک وغیرہ کے گرد سات پھیرے دینا ۔ ہر کام پر نیگ پردت (نبدھے ہوئے رسمی انعام) تقسیم ہوتے ہیں مثلاً نائی نے دیگ کے لئے چولہا بنا کر نیگ مانگا تو اس کو ایک خوان میں اناج اس پر ایک بھیلی گڑ کی رکھ کر دیا جاتا ہے ۔ اسی طرح ہر روز ذرا ذرا سے کام پر یہی جرمانہ (اگر یہ حق الخدمت ہے تو ایک ہی دفعہ دیدو اس ڈھونگ اور شہرت خلافِ شرع طریقے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ اجارۂ فاسد ہے) بَرَی دینا دولہا کی طرف سے اور بری کی چنگیر دلہن کے گھر سے دینا وغیرہ غرض کہ منگنی سے لے کر شادی اور رخصتی تک بیشمار مختلف رسوم ہر ملک و ہر زمانے میں رائج ہیں جو شرک اور بدعت اور ممنوع ہیں ۔

۲۱۔ شب برات کے موقع پر چراغاں کرنا اور عاشورا کے موقع پر تعزیئے نکالنا، ہر سال محرم کے شروع دس دن تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ کرنا، چھاتی پیٹنا، مرثیہ خوانی کرنا، دُلدل نکالنا وغیرہ یہ سب رافضیوں (شیعوں) کے رسم و رواج ہیں جو منع و حرام ہیں ۔ رافضیوں، بدعتیوں، فاسقوں اور جُہلا کی رسمیں منع ہیں ۔ دیگر مہینوں اور ایام کی رسمیں بھی اس پر قیاس کرنی چاہئیں ۔

۲۲۔ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ اسرارہ کے ختم کے لئے چاند کی بارہویں یا گیارہویں رات مقرر کرنا واہیات ہے، وہی رات شرط نہیں ہے آگے پیچھے کر سکتے ہیں ۔ اسی طرح کسی کھانے وغیرہ کی تخصیص نہیں بلکہ جس وقت جو کچھ توفیق ہو غربا و فقرا پر صدقہ کر کے اس کا ثواب جن بزرگوں کی ارواح کو چاہے ہدیہ کر دے یہی حکم بائیسویں ستائیسویں وغیرہ جملہ رسوم ختم فاتحہ و ایصال ثواب وغیرہ کا ہے اور اس قسم کے مسائل میں اصول یہی ہے کار خیر کے لئے جب شرع شریف سے کوئی وقت یا چیز یا صورت مقرر نہیں ہے تو اختیار ہے کہ جب چاہے اور جس طرح اور جو چیز چاہے خیرات کر دے اپنی طرف سے کسی خاص وقت یا صورت یا چیز کو لازم نہ کرے کہ اس کے خلاف کو برا اور کمی یا عدم ثواب کا باعث جانے ۔ البتہ جس وقت کرے یہ دیکھ لے کہ وہ وقت یا چیز یا صورت شرع کے خلاف نہ پڑتی ہو ۔ باقی ان رسوم کے جواز و فضائل و لزوم کے لئے جھوٹی اور غلط روایتیں پڑھنا جیسا کہ لوگوں نے گھڑ رکھی ہیں صریحاً کفر ہے ۔ نیز حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف کی یا کسی اور بزرگ کے نام کی منت ماننا اگر اس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے کی نیت نہ ہو تو شرک ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے

واسطے کوئی خیرات دے کر اس کا ثواب حضرت پیران پیر یا کسی اور بزرگ کی روح پاک کو پہنچائے تو شرک نہیں ہے اور سب کا بانٹنا مباح ہے لیکن جہلا تھوڑا سا بانٹتے ہیں اور زیادہ حصہ خود کھا جاتے ہیں اور اگر وہ دودھ ہے تو کھانے کے بعد باقی کو جامن نہیں لگاتے اور اگر جامن لگاتے ہیں تو صبح کو مدھانی (رئی) سے نہیں بلوتے بلکہ ہاتھوں سے ہلا کر خود کھا جاتے ہیں فقرا کو نہیں دیتے یہ سب خیالات اور طریقے خلاف شرع اور منع ہیں۔

۲۳۔ نجومی پنڈت یا جس پر جن وغیرہ چڑھا ہوا اُس سے غیب کی خبریں پوچھنا۔ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا کسی کے سامنے تصویر کی طرح کھڑے رہنا، نماز کے قیام کی ہیئت پر کھڑے رہنا، جن بھوت پریت وغیرہ کے چھوڑ دینے کے لئے اُن کی بھینٹ دینا، بکرا وغیرہ ذبح کر کے بچے کے جینے کے لئے اُس کے ناڑ کا پوجنا، کسی کے نام پر بچہ کے کان چھیدنا اور بالی بلاق پہنانا۔ کسی کے نام کا بازو پر پیسہ باندھنا یا گلے میں ناڑا ڈالنا۔ چوٹی رکھنا۔ بدھی پہنانا کسی کے نام کا فقیر بنانا۔ علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا (ایسے نام جس میں اضافت عبد کی خدا کے سوا کسی اور کی طرح ہو درست نہیں اگر چہ صرف اس قسم کے نام رکھنے سے شرک کا حکم نہ ہوتا لیکن اس احتمال کے سبب سے کہ عبد سے مراد خادم و مطیع ہے مگر بوئے شرک سے ایسا نام خالی نہیں، علی بخش میں بھی علی مشترک ہے درمیان اسم خدا اور اسم علی مرتضیٰؓ کے اور عوام علی مرتضیٰ کے نام کو جانتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ خدا کا نام بھی علی ہے اس لئے اس میں شرک کا احتمال ہے علیٰ ہٰذا القیاس حسین بخش وغیرہ میں بھی شرک کا وہم پایا جانا واضح ہے اس لئے ایسے نام رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا کسی بزرگ کا نام وظیفے کے طور پر جپنا، تصویر رکھنا خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لئے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا، کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا، لال کپڑا نہ پہننا، بی بی کی صحنک مردوں کو نہ کھانے دینا، یوں کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا، یا یہ کہنا کہ اوپر خدا نیچے تم، کسی کو شہنشاہ یا خداوند خدایگان کہنا وغیرہ یہ سب امور شرک ہیں جن میں اکثر شرک فی العبادہ ہیں۔ شرک کی اور بھی بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں وہ سب مندرجہ بالا اصولوں اور مثالوں پر قیاس کر لی جائیں۔

بدعت کا بیان

کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ بدعت ہے۔

تعریف بدعت: بدعت اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، نہ اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے اور شرع شریف کی ان چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت (صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ بدعت بہت بری چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور جو شخص بدعت نکالے اور اس کو دین کا ڈھانے والا فرمایا ہے اور فرمایا ہے کُلُّ بِدعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے'' لوگوں نے ہزاروں بدعتیں پیدائش سے مرنے تک نکالی ہوئی ہیں جو ہر زمانے اور ملک میں مختلف ہیں (اور یہی بدعت کی بڑی شناخت ہے برخلاف سنت کے کہ وہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یکساں ہے) اور وہ بے شمار رسوم ہیں جن میں اکثر لوگ جائز سمجھتے ہیں اور اگر جن کو گناہ بھی سمجھتے ہیں تو ہلکا سمجھ کر پرواہ نہیں کرتے، نہ خود رکتے ہیں نہ دوسروں کو روکتے ہیں۔ یہاں چند بدعتیں درج کی جاتی ہیں زیادہ تفصیل اصلاح الرسوم اور دیگر کتب میں

ملاحظہ فرمائیں یا ان اصول ونظائر پر قیاس فرمائیں۔ بعض بدعتیں شرک کے بیان میں مذکور ہو چکی ہیں کچھ اور یہ ہیں: پختہ قبریں بنانا، قبروں پر گنبد بنانا، قبروں پر چراغاں کرنا، قبروں پر دھوم دھام سے عرس (میلہ) کرنا، عورتوں کا وہاں جانا، قبروں پر چادریں وغلاف ڈالنا، بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا، تعزیے یا قبر کو چومنا چاٹنا، قبروں کی خاک ملنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا، مٹھائی چاول گلگلے چوری وغیرہ چڑھانا۔ تعزیہ کو سلام کرنا محرم میں مہندی مسی وغیرہ نہ لگانا یا مرد کے پاس نہ جانا تیجا چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا، باوجود ضرورت کے عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا۔ نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں اگر چہ وسعت نہ ہو مگر خاندانی ساری رسمیں کرنا خصوصاً قرض لیکر ناچ رنگ وغیرہ کرانا سلام کی جگہ بندگی آداب وغیرہ کہنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا، دیور، جیٹھ، پھوپھی زاد، خالہ زاد بھائی کے سامنے عورت کا بے دھڑک آنا اور کسی نامحرم کے سامنے آنا، گگریا دریا سے گاتے بجاتے لانا راگ باجا گانا سننا خصوصا اس کو عبادت سمجھنا ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا، اس پر خوش ہو کر ان کو انعام دینا، نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لئے کافی سمجھنا، کسی کے نسب میں کسر ہو تو اس پر طعن کرنا، دولہا کو خلاف شرع لباس پہنانا، آتش بازی، ٹٹیوں وغیرہ کا سامان کرنا، فضول آرائش کرنا۔ گھر کے اندر عورتوں کے درمیان دولہا کو بلانا اور سامنے آجانا یا تاک جھانک کر اس کو دیکھنا سیانی بالغ سالیوں وغیرہ کا سامنے آنا اس سے ہنسی مذاق دل لگی کرنا، چوتھی کھیلنا، جس جگہ دولہا دلہن لیٹے ہوں اس کے گرد جمع ہو کر باتیں سننا، تاکنا جھانکنا، اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو اس کو اوروں سے کہنا، دلہن کا ایسی شرم کرنا کہ نمازیں قضا ہو جائیں، شیخی سے مہر زیادہ مقرر کرنا، غمی میں چلا کر رونا، منہ اور سینہ پیٹنا، بیان کر کے رونا، استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا، جو کپڑے اس کے بدن سے لگے ہوں سب کا دھلوانا، سال بھر تک یا کچھ کم زیادہ اس کے گھر میں اچار نہ پڑنا، کوئی خوشی کی تقریب نہ کرنا، مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا، میت کے مکان پر کھانے کے لئے جمع ہونا، زندہ رہنے کے لئے لڑکے کا کان یا ناک چھیدنا۔ لڑکے کو بالی یا بلاق پہنانا، ریشمی یا کسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا یا ہنسلی یا گھونگرو یا کوئی اور زیور پہنانا، عقیقہ کی رسوم مثلاً کٹوری یا چھاج میں اناج یا نقدی وغیرہ ڈالنا، دھیانیوں کا اپنا حق (جو ناحق ہے) مانگنا، پنجیری کی تقسیم، سرنائی کو اور ران دائی کو دینا ضروری سمجھنا، عقیقہ کی ہڈیاں توڑنے کو برا جاننا اور دفن کر دینے کو ضروری جاننا، ہر جائز، مستحب کام میں ایسی شرطیں لگانا جس کا شریعت سے ثبوت نہ ہو، مثلاً میلاد شریف میں پیدائش کے بیان کے وقت قیام کرنا اور اس کو یہاں تک ضروری سمجھنا کہ جب کھڑے نہ ہوئے مولود ہی نہ ہوا۔ اور بعض تو یوں اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں، یہ شرع سے ثابت نہیں ہے، اسی طرح ختم فاتحہ وایصال ثواب میں دن، خوراک وطریقے وغیرہ کا مخصوص کرنا، یعنی گیارہویں وکونڈے ودلیا وغیرہ شب برات کا حلوا محرم کا کھچڑا وشربت وغیرہ بہت سی رسوم بدعات رائج ہیں جن کا حصر مشکل ہے ان سب میں اصول یہ ہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو اس کو جائز نہ جانے اور جس کو جائز بتایا ہو مگر ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھ کر پابندی نہ کرے یا نام وشہرت ودکھاوے کے لئے نہ کرے جس کام کو شرع نے ثواب نہیں بنایا اس کو ثواب نہ سمجھے اور جس کو ثواب بتایا ہو اور ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری نہ سمجھے مگر لوگوں کے طعن وخوف سے اس کے چھوڑنے کو برا جاننا بھی گناہ ہے۔ اسی طرح بغیر شرع کی سند کے کوئی بات تراشنا اور اس کا یقین کر لینا گناہ ہے۔ خوب سمجھ لیں، اللہ سب محدثات (بدعات) سے بچائے آمین۔

باقی گناہوں اور محرمات ومکروہاتِ شریعت کا بیان

کفر، شرک اور بدعت کے علاوہ اور بہت سے گناہِ کبیرہ ہیں ۔ کبیرہ گناہ شرع شریف میں اُس گناہ کو کہتے ہیں، جس کو شارع علیہ السلام نے حرام کہہ دیا ہو یا اس کے اوپر کوئی عذاب مقرر کیا ہو اور کسی طرح سے اس کی مذمت کی ہو یا اور یہ وعید وحرمت ومذمت خواہ قرآن پاک سے یا کسی حدیث شریف سے ثابت ہو ۔ گناہ کبیرہ بہت سے ہیں جن کا حصر نہیں کیا گیا لیکن کچھ کبائر درج ذیل کئے جاتے ہیں:

۱۔ غیبت یعنی پیٹھ پیچھے برائی کرنا جبکہ وہ برائی اس میں پائی جاتی ہو، خواہ غیر اختیاری ہو جیسے اندھا لنگڑا وغیرہ کہنا، یا اختیاری ہو جیسے جولاہا، موچی وغیرہ پس اگر یہ عیب کے طور پر اس کے سامنے بیان کئے جائیں تو وہ ناراض ہو جائے اس وقت یہ عیب کے طور پر پیٹھ پیچھے بیان کرنا غیبت ہے اور بڑا گناہ ہے لیکن ظالم فاسق بدعتی اور کم تولنے والے کی غیبت جائز ہے، غیبت کا سننا بھی منع ہے ۔

۲۔ جھوٹ بولنا لیکن جنگ میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے یا جس آدمی کی دو بیویاں ہوں وہ ان کو جھوٹ بول کر مطمئن کردے ۔

۳۔ بہتان یعنی کسی کے ذمے جھوٹ بات لگانا (جو عیب کسی میں نہ پایا جاتا ہو اس پر لگانا) یہ غیبت سے بھی سخت گناہ ہے ۔ مثلاً پارسا عورت یا مرد کو زنا کی تہمت لگانا

۴۔ غیر عورت کو شہوت سے دیکھنا، بلاشہوت کے جوان غیر محرم عورت کا منہ دیکھنا مکروہ ہے، شہوت سے اپنی بیوی کے سوا غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے حتیٰ کہ غیر عورت کے سر کے بال اور پاکی کے بال یا کسی اور عضو کا دیکھنا حرام ہے ۔ آدمی کے بال ہڈی اور دیگر اعضائے جسم استعمال کرنا مکروہ ہے ۔ عورت کی کھوپڑی قبر سے نکال کر دیکھنا، غیر محرم بوڑھی عورت کا منہ ہاتھ بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے، شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے منہ اور ہاتھ کے علاوہ باقی بدن کا دیکھنا بال شہوت بھی جائز نہیں خواہ وہ عورت بوڑھی ہو یا جوان ۔ اپنی محرمات یعنی بہن بیٹی ماں ساس وغیرہ کے ناف سے زانو تک اور پیٹ وپیٹھ کا دیکھنا بھی حرام ہے اگرچہ بلاشہوت ہو ۔ ان محرماتِ ابدیہ کا سینہ، گردن، بازو، سر اور پنڈلی کا دیکھنا بلا خیال شہوت جائز ہے اور بلا خوف شہوت ہاتھ لگانا بھی جائز ہے جس جگہ عورت کے نظر آنے کا اندیشہ ہو یا آدمی ننگے نظر آئیں اس جگہ دیکھنا جائز نہیں مثلاً گھر یا حمام وغیرہ ۔

۵۔ غیر عورت کی آواز سننا شہوت کے ساتھ حرام ہے، یہ کانوں کا زنا ہے اور اس کی طرف شہوت سے دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور شہوت کے ساتھ کلام کرنا زبان کا زنا اور شہوت کے ساتھ چھونا ہاتھوں کا زنا ۔ اس کی طرف چلنا (شہوت کے ساتھ) پاؤں کا زنا اور خواہش دل کا زنا ہے اور جماع ان سب کو سچ کر دیتا ہے (یا نہ کرنا جھوٹ کر دیتا ہے) ۔

۶۔ دنیادار کی جانب جو دین میں ناقص ہو رغبت کر کے دیکھنا، مالداروں کی خوشامد کرنا اور ان سے مال لینا جائز نہیں ۔

۷۔ خلاف شرع باتوں کا سننا ۔

۸۔ مردے پر یا کسی مصیبت پر چیخ کر رونا، بیان کر کے رونا، چھاتی یا سر پیٹنا، کپڑے پھاڑنا ۔

۹۔ گانا جو لایعنی لغو اور فضول ہو۔

۱۰۔ باجا وغیرہ بجانا اور باجے دیگر ساز کے ساتھ گانا وسننا۔ نوبتیں تالیاں اور ناچ وغیرہ کا دیکھنا وسننا (اگر اچانک آواز آئے تو کچھ گناہ نہیں۔ کوشش کرے جس سے کانوں میں آواز نہ آسکے یعنی انگلیاں وغیرہ دے کر)۔

۱۱۔ کسی کا پوشیدہ کلام چھپ کر سننا۔

۱۲۔ جس کا کام کرنا منع ہے اس کا دیکھنا بھی منع ہے اسی طرح وہاں حاضر ہو کر مدد دینا بھی منع ہے، اور جس بات کا کہنا منع ہے اس کا سننا، لکھنا اور مدد دینا بھی منع ہے۔

۱۳۔ قضائے الٰہی اور تقدیر پر راضی رہنا فرض ہے اس لئے جو بات تقدیر پر ناراضگی اور غصہ پر دلالت کرے وہ حرام اور موجب کفر ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے)۔

۱۴۔ ہنسانے کے لئے بے ہودہ بات کہنا۔

۱۵۔ ایسے شعر کہنا اور پڑھنا جن میں جھوٹ یا مسلمانوں کی مذمت ہو۔

۱۶۔ ایسے قصے کہانیوں کی کتابیں پڑھنا جن میں جھوٹ، فسق و فجور اور عورتوں کی تعریف و تعشق اور دیگر قباحتیں ذکر کی گئی ہوں جیسے سسی پنوں، ہیر رانجھا وغیرہ، پس ایسی کتابوں کا پڑھنا، لکھنا، سننا، چھپوانا اور رواج دینا سب ناجائز ہے۔

۱۷۔ امر بالمعروف (نیکی کی تلقین) اور نہی عن المنکر (بری باتوں سے روکنا) کو ترک کرنا۔

۱۸۔ مظلوم کی فریاد رسی نہ کرنا۔

۱۹۔ نیت کے خلاف (جھوٹا) وعدہ کرنا۔

۲۰۔ علم کلام و نجوم و منطق و مناظرہ و فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ کا ضرورت سے زیادہ پڑھنا منع ہے بقدر ضرورت جائز ہے۔

۲۱۔ کسی کے علم کو آزمانا تاکہ اسے ذلیل و شرمندہ کرے، حرام ہے، یہ جب ہے کہ وہ شخص مومن صالح اہل سنت والجماعت ہو، اور باطل فرقوں میں سے ہو تو تیزئی ذہن اور باطل کرنے کے لئے بلاشبہ جائز ہے جس کو مناظرہ کہتے ہیں۔

۲۲۔ کتمان علم یعنی نفع دینے والے علم کو چھپانا اور لوگوں کو فیض نہ پہنچانا جبکہ وہ اس کو پسند کریں۔

۲۳۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا یعنی سخن بلند جوجھڑک اور اہانت ہو، نہ کہے، ماں باپ کی نافرمانی، ان کی مخالفت، ان پر غصہ کرنا، ان کے کلام کو رد کرنا، ان کو ناحق ستانا، اور ماں باپ کا عاق ہونا حرام ہے۔

۲۴۔ مسئلے کا جواب بے تحقیق دینا (کل شرطیں سمجھ کر صحیح جواب دینا چاہئے)۔

۲۵۔ نااہلوں کو فتویٰ و وعظ کی اجازت دینا۔

۲۶۔ شریعت کے احکام کو جانے بغیر معاملات یعنی بیع و شرا، مضاربت، رہن، اجارہ وغیرہ کرنا۔

۲۷۔ شرکیہ منتر جس میں دیووں، پریوں کے نام یا دیوی دیوتاؤں، اہل ہنود و کفار کے نام ہیں یا جس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں یا جادو کرنا۔

۲۸۔ حرام چیز دوا کے طور پر بھی کھانا حرام ہے جبکہ اور دوائیں اس مرض کی مل سکیں۔ اگر اس کے سوا اور کوئی دوائی نہ ملے یا اور دواؤں سے فائدہ نہ ہوتا ہو اور طبیب حاذق اس کو آخری علاج تجویز کرے تو ضرورتاً جائز ہے۔

۲۹۔ پیٹ بھرے ہوئے پر کھانا یا گندا گوشت یا گندا طعام کھانا حرام ہے۔
۳۰۔ دعوت میں بغیر اجازت مالک کسی کو کھانا دینا یا گھر لے جانا۔
۳۱۔ نیکوں (انبیاء و اولیا) کی دوستی کا دعویٰ کرنا اور ان کے افعال ترک کرنا۔
۳۲۔ نجس کپڑے پہننا اور کپڑے میں اسراف کرنا یعنی ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہننا اور دیگر چیزوں میں اسراف و فضول خرچی کرنا۔
۳۳۔ قرآن شریف کو بغیر غلاف کے بے وضو ہاتھ لگانا۔
۳۴۔ استاد کی نافرمانی اور استاد کا عاق ہونا۔
۳۵۔ لوگوں پر ظلم کرنا یا کسی کو ناحق مارنا یا ستانا یا قتل کرنا۔
۳۶۔ حیوانوں کو مارنا خواہ وہ قدرتی کمزور ہوں یا بوجھ وغیرہ کے نیچے تھک گئے ہوں۔
۳۷۔ منہ پر مارنا مطلقاً (ضرورتاً ہو یا بلاضرورت) نیز منہ پر داغ دینا۔
۳۸۔ بیگانے مال سے بغیر اجازت مالک کے نفع حاصل کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔
۳۹۔ خاوندوں کو تابع کرنے کے لئے عورتوں کو تعویذ دینا۔
۴۰۔ ایسی کشتی پر جان بوجھ کر سوار ہونا جو ڈوبنے سے نہ بچ سکے۔
۴۱۔ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا، مگر بیوہ عورت اپنے خاوند کا سوگ یعنی عدت چار ماہ دس دن کرے (اگر حاملہ ہو تو اس کی مدت عدت وضع حمل ہے)۔
۴۲۔ عورتوں کا بیاہ شادیوں میں زیب و زینت کی نمائش کرنا اور پردے کا خیال نہ کرنا۔
۴۳۔ عورتوں کا اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرنا۔
۴۴۔ عورتوں کا بلاضرورت چادر اور برقع کے ساتھ باہر آنا۔
۴۵۔ لڑکیوں کو وارثت سے محروم کرنا۔
۴۶۔ اپنی اولاد کے ساتھ خرچے وغیرہ میں بلاسبب عدل و مساوات نہ کرنا۔
۴۷۔ مومنوں کو دکھ پہنچانا۔
۴۸۔ سوالی کو جھڑکنا جبکہ وہ زیادہ تنگ نہ کرے لیکن اگر تھوڑا دینے پر نہ لے اور ضد کرے اور جھڑکے بغیر نہ ٹلے تو جائز ہے۔
۴۹۔ نماز نہ پڑھنا۔
۵۰۔ روزہ نہ رکھنا۔
۵۱۔ مال و طاقت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا۔
۵۲۔ زکوٰۃ نہ دینا۔
۵۳۔ شراب پینا۔
۵۴۔ زنا کرنا۔
۵۵۔ چوری کرنا۔

۵۶۔ جھوٹی گواہی دینا اور سچی گواہی کو چھپانا۔
۵۷۔ چغلی کھانا۔
۵۸۔ دھوکا دینا۔
۵۹۔ اپنے گھروں اور کمروں میں تصویریں لگانا، نیز تصویریں وفوٹو کھینچنا یا کھچوانا۔
۶۰۔ لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔
۶۱۔ جوا کھیلنا۔
۶۲۔ گالی دینا۔
۶۳۔ سود لینا اور دینا۔
۶۴۔ ڈاڑھی منڈانا، ایک مشت سے کم ڈاڑھی کو کٹانا یا ڈاڑھی چڑھانا۔ سر میں چندوا یا شیطان کی کھڈی کھلوانا، لبیں، (مونچھیں) بڑھانا۔
۶۵۔ کھیل تماشوں ناٹکوں وغیرہ میں جانا۔
۶۶۔ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا۔
۶۷۔ بلاضرورت ہاتھ سے منی نکالنا یعنی جلق کرنا۔
۶۸۔ مسلمان سے دل میں بدگمان ہونا۔
۶۹۔ بدعہدی کرنا۔
۷۰۔ دکھانے کو عبادت کرنا۔
۷۱۔ قرآن کریم پڑھ کر بھولنا۔
۷۲۔ بے عذر شرعی کسی فرض کو ترک کرنا۔
۷۳۔ جنگ میں دوچند کفار کے رعب سے بھاگنا۔
۷۴۔ یتیم کا مال ناحق کھانا۔
۷۵۔ کسی کا مال زبردستی چھین لینا۔
۷۶۔ رستہ لوٹنا۔
۷۷۔ اغلام کرنا۔
۷۸۔ لینے دینے میں کم تولنا۔
۷۹۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔
۸۰۔ خود کو دوسروں سے اچھا جاننا۔
۸۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔
۸۲۔ اللہ تعالیٰ سے خوف نہ کرنا۔

۸۳۔ مسلمانوں کو کافر کہنا۔
۸۴۔ کسی گلہ سننا۔
۸۵۔ رشوت لینا و دینا (اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جب مجبوری ہو تو دینے میں معافی کی گنجائش ہوسکتی ہے لیکن لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں)۔
۸۶۔ جھوٹے مقدمے کا فیصلہ کرنا۔
۸۷۔ مول چکا کر بعد میں زبردستی سے کم دینا۔
۸۸۔ حیض کی حالت میں اپنی زوجہ سے صحبت کرنا۔
۸۹۔ اناج کی گرانی سے خوش ہونا۔
۹۰۔ کسی غیر عورت کے پاس تنہا بیٹھنا۔
۹۱۔ جانوروں کے ساتھ جماع کرنا۔
۹۲۔ عیب جوئی کرنا۔
۹۳۔ اپنی عبادت یا تقویٰ کا دعویٰ کرنا۔
۹۴۔ کھانے کو برا کہنا۔
۹۵۔ کسی کے گھر بے اجازت چلے جانا۔
۹۶۔ کسی سے مسخرگی کر کے بے حرمت کرنا۔
۹۷۔ نسب پر فخر کرنا۔
۹۸۔ کسی کے نسب پر طعن کرنا۔
۹۹۔ وہ عورتیں جن کے اولاد نہیں ہوتی بعضے ایسے ٹونے کرتی کراتی ہیں کہ فلاں کا بچہ مرجائے اور ہمارے اولاد ہوجائے یہ بھی خون ناحق اور کبیرہ گناہ ہے۔
۱۰۰۔ بعض عورتیں خاوندوں کے تمام مال و جائیداد پر قبضہ کر کے چھوٹے بچوں کو محروم رکھتی ہوں۔
۱۰۱۔ اس طرح قسم کھانا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو۔ یا ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔
۱۰۲۔ کسی مسلمان کو بے ایمان، یا خدا کی مار، خدا کی پھٹکار کہنا، یا خدا کا دشمن وغیرہ کہنا۔

غرض کہ اور بھی بہت سے کبیرہ گناہ ہیں اور ان سب پر شریعت میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ بیضاوی شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے روز میری امت کے دس فرقے ہوں گے، ۱۔ وہ جو بندروں کی صورت پر ہوں گے وہ سخن چیں و چغل خور ہوں گے، ۲۔ حرام خور خنزیر کی شکل پر ہوں گے، ۳۔ سود خور تحقیر کے لئے اوندھے لٹکائے جائیں گے، ۴۔ ظالم حاکم اندھے ہوں گے، ۵۔ متکبر لوگ گونگے ہوں، ۶۔ عالم بے عمل کی زبان سینے پر لٹکی ہوئی ہوگی وہ اپنی زبان کاٹیں گے اور ان کے منہ سے پیپ جاری ہوگی، ۷۔ ہمسائے کو رنج دینے والے کے ہاتھ پیر کو رعشہ ہوگا، ۸۔ حاکم کے سامنے چغلی کرنیوالے آگ کی سولی پر لٹکائے جائیں گے، ۹۔ جو شہوتوں کے تابع ہو کر حقوق اللہ کو ضائع کرتے ہیں ان سے مردار سے بھی زیادہ بدبو آئے گی، ۱۰۔ جو حب دنیا رکھنے والے اور متکبر ہیں ان کے ننگے بدن پر لاکھ کا

روغن ملا جائے گا (ایک قسم کا روغن جو آگ کو جلدی پکڑ لیتا ہے) نعوذ باللہ من الصغائر و الکبائر کلھا۔

کبیرہ گناہوں کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ سب صغیرہ ہیں۔

مسئلہ: جو صغیرہ پر اصرار کرے گا وہ کبیرہ ہو جائے گا اور کبیرہ پر ہٹ و اصرار کرنا کفر تک پہنچا دے گا اور جو کبیرہ کر کے نادم ہو گا اور آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرے گا وہ معاف ہو جائے گا بشرطیکہ وہ کسی بندے کا حق نہ ہو ورنہ جب تک اپنے حق کو معاف نہیں کرے گا معاف نہیں ہو گا۔

دل کے گناہ اور اُن کا علاج

مسئلہ : انسان صرف دل کے گناہ سے ماخوذ نہیں ہوتا مگر جب تک قول یا فعل میں دل کے گناہ مثلاً تکبر وغیرہ مذموم حرکات کا اثر ظاہر نہ ہو، اور بعض عالم کہتے ہیں کہ اگر برے کام کی نیت پکی اور مضبوط کر لی تو گنہگار ہو گا لیکن بعض کے نزدیک گنہگار نہ ہو گا۔ دل سے تعلق رکھنے والے گناہ یہ ہیں:۔

۱۔ عُلو (اپنی بزرگی کا ارداہ کرنا) ۲۔ عُجب (خود پسندی) ۳۔ تکبر (اپنی بڑائی چاہنا)۔ انسان کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت تواضع کرنی چاہئے، دوسروں پر اپنی بزرگی نہ چاہے اور بڑائی کی نیت سے اپنے علم کا اظہار اور بڑے بڑے عالموں کے ساتھ مباحث و تکرار نہ کرے اور نہ برابر والوں اور چھوٹوں کے ساتھ مناظرہ و جدل (جھگڑا) کرے بلکہ اُن کے سامنے تواضع اور پیٹھ پیچھے ان کی تعریف کرے اور اپنے نفس کو بدترین خلائق خیال کرے، ہاں مسئلہ بتانے اور حسب ضرورت دلیل دینے میں عار نہ کرے کیونکہ یہ تبلیغ ہے اور فرض ہے اور یہ جانے کے میں نے علم و عمل کے لئے اور دونوں جہاں کی بھلائی حاصل کرنے کے لئے سیکھا ہے نہ کہ اہل زمانہ پر بزرگی حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کہ اقوال و افعال میں غور کر کے اپنے احوال سے ملاتا رہے تا کہ ان عیوب سے پاک ہو جائے ۴۔ حسد (کسی کی نعمت پر اس کا بُرا چاہنا اور کُڑھنا)۔ اس کا علاج اس کا برعکس ظاہر کرنا اور منہ سے کہنا ہے کہ یا رب اس کو اور زیادہ نعمت دے اور اس سے احسان و تواضع سے پیش آئے (خواہ دل چاہے یا نہ چاہے) فاسقوں اور کفار کی نعمت پر دل سے کڑھنا جائز ہے۔ ۵۔ کینہ مسلمانوں سے کرنا، اگر تیرے دل میں کسی انسان کی دشمنی پڑے تو تو اس کے اعمال میں دیکھ اگر اس کی نیکی غالب ہے اور وہ فاسق یا بدعتی یا ظالم نہ ہو تو یہ شیطانی دشمنی ہے تو اس کو دور کر، اس شخص سے محبت کر اور اس سے مل کر رہ اور اگر نیکی مغلوب اور فسق و فجور غالب ہو تو اپنے بچنے پر خدا کا شکر کر اور اس سے دور رہ۔ ۶۔ بدعتی یا ظالم یا فاسق کی دوستی و محبت، اگر یہ محبت تیرے دل میں آئے تو اُس کو دور کرنے کی بہت کوشش کر اور اہل اللہ و صالحین کی صحبت کو لازم پکڑ۔ ۷۔ ریا (اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یہ ارادہ کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جائے یعنی دکھاوے کے لئے کرنا) نیک اعمال کرتے وقت دل میں خلوص کا خیال رکھے اور اگر ریا (دکھاوا) کا خیال آئے تو دور کرے اگر نیک اعمال چھپ کر کر سکے تو چھپ کر کرے اگر چھپ کر نہ کر سکے یا اس میں اظہار ضروری ہو تو ریا کے ڈر سے عمل کو ترک نہ کرے بلکہ اور زیادہ کرے تا کہ ریا سے عادت اور عادت سے عبادت پھر اخلاص بن جائے گی کیونکہ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی آخر خلوص پیدا ہو ہی جاتا ہے اس لئے ترک عمل سے کرنا ہی مناسب بلکہ ضروری ہے نیز حُبِّ جاہ کو دل سے نکالے کیونکہ یہ اسی کا شعبہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے ریا سے بچنے کی دعا مانگتا رہے۔ ۸۔ حب دنیا (دنیا یعنی ماسوا اللہ کی محبت) دنیا وہ ہے جس کا آخرت میں کوئی نیک پھل نہ ملے۔ حب الدنیا راس کل خطیئة (۱) (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) اس کو دل سے نکال

(۱)۔ کنز العمال رقم ۶۱۱۴۔ الترغیب والترہیب: ج ۳، ص ۲۵۷

اور آخرت کی محبت میں دل لگا۔ دنیا کے نقصان پر غم وافسوس اور حصول دنیا پر خوشی مت کر۔ پہلے دین کے کام کر پیچھے دنیا کے اپنے دنیا کے کاموں میں حسب ضرورت وقت ومحنت لگا کر باقی وقت اور طاقت یادِ الٰہی میں خرچ کرے:

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد　　ہرچہ گیرید مختصر گیرید

۹۔ حُب جاہ (عزت ومرتبے کی طلب ومحبت) یہ بہت بڑی بیماری ہے اگر بلا طلب عزت حاصل ہو تو مذموم نہیں لیکن جب لوگ عزت کریں تو اپنے دل میں خوش نہ ہو بلکہ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے جانے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے یہ محض اُس کا فضل وکرم ہے کہ اُس نے مجھے عزت دی۔ موت کو کثرت سے یاد کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ دین کے کام کے لئے طلب جاہ وعزت جائز ہے۔ ایک علاج یہ بھی ہے کہ ایسا کام کرے کہ شرع کے خلاف نہ ہو مگر عرفاً اس شخص کی شان کی خلاف ہو اس سے لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوگا جیسے خشک روٹی کے ٹکڑے اور آٹے کی سبوس (پھانس) بیچنا۔ لیکن مقتدا کو ایسا کرنا زیبا نہیں کہ دین میں فتور پڑے گا ملا متیہ فرقے کے لوگوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے خلاف شرع امور کو اپنا شعار بنایا ہے جو بالکل ناجائز اور حرام ہے اس سے بچیں۔ ۱۰۔ حُب مدح: اگر کوئی تیری جھوٹی صفت یعنی جو تجھ میں نہ ہو بیان کرے تو دل میں خوش نہ ہو۔ ۱۱۔ حُب قبائح: برائیوں کو اچھا سمجھنا، اور ایسے ہی ۔۱۲۔ حُب کفار ہے کیونکہ ہر مومن پر کفار کی دشمنی فرض ہے۔ ۱۳۔ برائیوں کے پھیلنے کو مومنوں اور مسلمانوں میں چاہنا۔ نیز فاسقوں کی محبت فسق وحرام کی وجہ سے حرام ہے اس لئے ان کے ساتھ دوستوں جیسا معاملہ نہ کرے۔ ۱۴۔ بے ریش (امرد) لڑکوں سے رغبت کرنا حرام کی طرف لے جانے والا ہے اس سے بہت پرہیز کرے، اور بے ریش لڑکوں کو اپنے پاس بٹھانے خصوصاً تنہائی میں اور ان سے جسم دبوانے، ساتھ سلانے وغیرہ سے پرہیز کرے۔ ۱۵۔ طویل عمر زندہ رہنے کی امید موہوم کرنا منع ہے لیکن عمر کو عبادت کے لئے عزیز رکھنا اور نیک عمل کرنے کے لئے طلب کرنا جائز ہے۔ ۱۶۔ بہت غصہ حرام ہے لیکن دین کے لئے غصہ کرنا جائز ہے (اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہِ) اگر کسی پر بے اختیار غصہ آئے تو زبان کو بچا کر رکھے زبان سے اعوذ باللہ پڑھے اگر کھڑا ہو بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے۔ اگر اس سے بھی غصہ نہ دور ہو تو اس شخص سے علیحدہ ہو جائے یا اس کو علیحدہ کر دے۔ ۱۷۔ اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کرنا بڑا گناہ ہے ایسے ہی مسلمان کی نسبت بدظنی منع ہے۔ ۱۸۔ مخلوق خدا (غیر اللہ) پر توکل وبھروسہ کرنا یا تمام اسباب پر یا اپنی عقل اور ہنر پر بھروسہ کرنا شرک اور حرام ہے چنانچہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن شوہر، بادشاہ، زراعت، تجارت وغیرہ پر بھروسہ کرنا موجب کفر وشرک ہے جیسا کہ کفر وشرک کے بیان میں گزرا۔ بلکہ توکل صرف اللہ تعالیٰ پر کرے اور اسباب سے مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرے۔ ۱۹۔ ظلم یا حرام کرنے کی نیت کرنا حرام اور منع ہے۔ ۲۰۔ بحث کرتے وقت یہ چاہنا کہ دوسرا آدمی غلطی کرے، منع اور حرام ہے اس سے بھی پرہیز لازمی ہے۔ ۲۱۔ بخل (جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو اُس میں تنگ دلی کرنا) اس کا علاج حُب دنیا میں مذکور ہوا۔ ۲۲۔ حرص (دل کا مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہونا، علاج یہ ہے کہ خرچ گھٹا دے تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچے کہ حریص اور لالچی ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

ایک ضروری بات: ان بُری باتوں کے جو علاج بتائے گئے ہیں ان کو دو چار بار برت لینے سے کام نہیں چلتا اور یہ برائیاں دور نہیں ہوتیں، مثلاً غصے کو دو چار بار روک لیا تو اس سے بیماری کی جڑ نہیں گئی یا ایک آدھا بار غصہ نہ آیا تو اس دھوکے میں نہ آئے کہ میرا نفس سنور گیا ہے بلکہ بہت دنوں تک ان علاجوں کو برتے اور جب غفلت ہو جائے افسوس اور رنج کرے اور آئندہ کے لئے خیال رکھے۔ نیز یہ کہ جب نفس سے کوئی شرارت اور برائی یا گناہ کا کام ہو جائے تو اس کو کچھ سزا دیا کرے اور دو سزائیں آسان ہیں کہ ہر شخص کر سکتا ہے:

۱۔ اپنے ذمے کچھ آنہ دو آنہ، روپیہ دو روپیہ، جیسی حیثیت ہو، جرمانے کے طور پر ٹھہرا لے۔ جب کوئی بری بات ہو جایا کرے وہ جرمانہ غریبوں کو بانٹ دیا کرے اگر پھر ہو تو پھر اسی طرح کرے۔

۲۔ ایک وقت یا دو وقت کھانا نہ کھایا کرے یا روزہ نفلی رکھا کرے۔ (غریبوں کے لئے پہلی سزا اور امیروں کے لئے دوسری سزا یا دونوں مشترکہ مناسب ہیں) اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اگر ان سزاؤں پر عمل کرتا رہے گا تو انشاء اللہ سب برائیاں دور ہو جائیں گی۔

مکروہاتِ تحریمہ وتنزیہہ

مکروہاتِ تحریمہ

ہر وقت فضول اور لایعنی کلام کرنا یا کام کرنا (یعنی جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ حاصل نہ ہو۔ جنازے کے نزدیک یا قبرستان میں یا مصیبت زدہ کے پاس یا نماز پڑھنے والے کے پاس ٹھٹھا، مسخری کرنا، ہنسنا، اللہ کا اسم (اللہ، رحمٰن وغیرہ) تھوک سے پونچھنا۔ کاغذ کی نشانی جس پر خدا کا یا رسول کا نام ہو، ورقوں میں رکھنا، مسجد میں جھگڑنا یا فضول کلام کرنا، دنیا کے فائدے یا شہرت یا ریا کے لئے وعظ کہنا، سور کی ہڈی یا آدمی کی ہڈی کی دوا بنانا، تر لکڑی یا گھاس کا بلا ضرورت کاٹنا، کمینی رذیل اور نوجوان لڑکیوں اور عورتوں اور فاسق وظالم وبدعتی کی صحبت، دنیا دار کی صحبت جو دنیا کا ذکر کرے اور اللہ اور آخرت کو یاد نہ کرے، جن کی صحبت میں متہم ہونے (جھوٹا بدنامی کا الزام لگنے) کا ڈر ہو جیسے شرابی، زانی، رافضی، خارجی، بدعتی، فاسق، فاجر وغیرہ، ان کی صحبت میں بیٹھنا، بالوں کو سیاہ کلف (سیاہ خضاب) لگانا (فریب دہی کے لئے)، البتہ مہندی وسمہ وغیرہ کا لگانا کہ جس سے بال بالکل سیاہ نہ ہوں، جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ اُونچی عمارتیں بنانا، ذکر یا وعظ کی مجلس یا قرآن مجید پڑھنے والے کے پاس کلام کرنا، کلام کرنے والوں کے پاس اُونچی آواز سے قرآن مجید پڑھنا، شعبان کی تیسویں تاریخ کو شک کا روزہ (رمضان کے خیال سے) رکھنا، لیکن نفل کی نیت سے خاص آدمیوں کو (یعنی جو صحیح نیت کر سکیں) جائز ہے، عام آدمیوں کو بوجہ نہ جاننے نیت کے اور فساد عقیدہ ونیت کے نقصان دہ ہے، آسمان کی طرف غفلت کے ساتھ دیکھنا، تارے ٹوٹتے ہوئے کی طرف غفلت کے ساتھ دیکھنا (یعنی ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے)، چاند کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرنا، ہر وقت اُونچے قہقہے سے ہنسنا، خود حیلہ کرنا یا کسی کو سکھانا جبکہ کسی کا حق باطل ہوتا ہو۔ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ ساقط کرنے کے لئے بایں طور کہ اگر کوئی زکوٰۃ کی رقم غلہ (اناج) میں ڈال کر فقیر کو دیدے پھر وہ غلہ مع روپوؤں کے فقیر سے خرید لے تو اس سے فقرا کا حق باطل ہوا۔ پس اس قسم کا حیلہ منع اور مکروہ تحریمی ہے۔ اگر حیلے سے کسی کا حق باطل نہ ہوتا ہو تو گناہ نہیں۔ خراب سخت گندے گوشت کا کھانا، قبر پر چراغ جلانا، گیا بھن (بچہ جننے کے قریب) گائے، بکری وغیرہ کا ذبح کرنا، مسجد میں اپنی جگہ مخصوص کرنا، اپنے وضو کے لئے برتن (مسجد) مخصوص کرنا، عورت کا ماں باپ کے گھر بلا اجازتِ خاوند رہنا، گروی (رہن) رکھی چیز سے نفع حاصل کرنا، اگرچہ اُس کا مالک اجازت بھی دیدے۔ میاں بیوی کا آپس کی رات کی باتیں دوسروں سے کہنا، دکھاوے کے لئے خیرات کرنا یا کسی کی مدد ریا کاری سے کرنا، سجدے اور نماز میں اکثر اوقات آنکھیں بند کرنا، قرض خواہ کا مقروض کے ہاتھ سے کوئی چیز چھیننا، بے وضو کسی ایسی چیز کا چھونا جس پر کوئی آیت قرآن لکھی ہو، صبح کے وقت یا عشا کی نماز سے پہلے اور ایسے ہی ہر نماز کے وقت کے قریب سونا مگر جبکہ کوئی اٹھانے والا ہو، اور نماز با جماعت قضا ہونے کا ڈر نہ ہو تو جائز ہے، گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو خواہ مخواہ کھڑا رکھنا، سفر میں قافلے کے اندر ایک سردار مقرر نہ کرنا، ہر نماز کا وقت تنگ کرنا، بوڑھوں کی توہین کرنا، خرید وفروخت اور نکاح میں چڑی کرنا، چڑی ہندی لفظ ہے اس کی صورت یہ

ہے کہ دو شخصوں میں خرید و فروخت ہو رہی ہو اور تیسرا آ کر اُس چیز کی قیمت زیادہ کہہ دے کہ میں اتنے کی خرید تا ہوں اور اس کی نیت خرید نے کی نہ ہو محض خریدار کو نقصان اور بیچنے والے کو نفع پہنچانے کی غرض سے ہو ایسے دو شخصوں کے خرید و فروخت کے معاملے میں قبل ان کے تصفیے کے تیسرے شخص کو اپنی خرید کے لئے اس چیز میں دخل دینا حرام ہے ہاں اگر وہ الگ ہو جائیں اور ان کا سودا نہ بنے تو اس کو خرید نا جائز ہے، جھگڑنا، بری دعا کرنا، اسی طرح ظالموں کے لئے اصلاح کی دعا کے سوا کرنا، بے گانی عورت (جوان) کے ساتھ بات کرنا، فاسد یا باطل معاملہ کرنا، کافروں کو بلاضرورت سلام کہنا، چھینکنے والے کا الحمد (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا) سن کر جواب نہ دینا (یَرْحَمُكَ اللّٰہُ نہ کہنا) اس لئے کہ چھینک کا جواب دینا واجب ہے، ضعیف فقیر کی طرف حقارت سے دیکھنا، دبر یا قبل میں انگلی ڈالنا، غیر مشروع کھیل کھیلنا، بلاضرورت گھر میں کتا رکھنا، قبر کی زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا پڑھنے کے علاوہ سب امور بدعت ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک قرآن مجید پڑھنا بھی سنت ہے، قبر پر میت کا نام یا کوئی قابل تعظیم الفاظ رکھنا، قبر کو چونا، گچ بنانا اور اس پر گنبد بنانا اور قبروں میں مسجدیں اور کنوئیں بنانا بدعت ہے، لیکن قبر کی نشانی کے لئے پتھر وغیرہ گاڑنا یا رکھنا یا کتبہ وغیرہ اسی طرح سے طاق وغیرہ بلند جگہ میں لگانا، جس سے بے ادبی کا شبہ جاتا رہے جائز ہے، بیاہ شادی وغیرہ میں غیر محرم عورتوں کا حاضر ہونا، اور زینت کر کے مردوں میں آنا، سماع سننا، حال کھیلنا، رقص کرنا، بلاسماع اور رقص کے حال و وجد ہونا گناہ نہیں۔

مکروہاتِ تنزیہہ

مکروہات تنزیہی یہ ہیں: اندھیرے میں کھانا، ارواح کو ثواب پہنچایا ہوا کھانا غریبوں کے علاوہ اوروں کو کھلانا یا خود جبکہ غریب نہ ہو کھانا، جوتے میں پہلے بایاں پاؤں ڈالنا، نیز گھر یا مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بایاں پاؤں پہلے داخل کرنا، رات کو چراغ کو کھلا جلتا چھوڑنا، برتن یا مشکیزے وغیرہ کا منہ رات کو کھلا چھوڑنا، مغرب کے وقت لڑکیوں کو اور حیوانوں کو چھوڑ دینا اور دروازہ بند نہ کرنا (کیونکہ مغرب کے وقت شیطانوں کا زور ہوتا ہے اس لئے دروازہ بند کر کے لڑکیوں اور حیوانوں کو مکان میں رکھے)۔

توبہ واستغفار کا بیان

جو کوئی ایسا گناہ کرے جس میں کفر یا شرک پایا جاتا ہو وہ مسلمان نہیں رہتا بلکہ کافر اور مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی بدعت کا کام کرے تو وہ مسلمان تو رہتا ہے لیکن اس کا اسلام اور ایمان بہت ناقص ہو جاتا ہے ایسے شخص کو مبتدع اور بدعتی کہتے ہیں اور جو کوئی کفر و شرک اور بدعت کے علاوہ کوئی کبیرہ کرے تو مسلمان تو ہے لیکن ناقص مسلمان ہے اسے فاسق کہتے ہیں۔ اگر کسی سے کوئی گناہ ہو جائے تو عذاب سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ توبہ کر لے۔ توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ پر گناہ سمجھ کر نادم اور شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رو رو کر گڑ گڑا کر توبہ کرے کہ اے اللہ! میرا گناہ معاف کر دے اور آئندہ کے لئے دل میں پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی گناہ نہ کروں گا۔ یاد رکھو کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کر لینا اصلی توبہ نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (۱) ''یعنی اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ بخش دے'' جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُس کے گناہ معاف کر دیتا ہے: وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (۲) ''جو کوئی برے کام کرے (کہ غیر کو اس سے ضرر پہنچے) یا ظلم کرے اپنی جان پر (کہ اس سے غیر کو ضرر نہ پہنچے) پھر وہ بخشش مانگے اللہ تعالیٰ سے، تو پائے گا اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان'' نیز وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (۳) ''اللہ وہ

(۱)۔التحریم:۸ (۲)۔النساء:۱۱۰ (۳)۔الشوریٰ:۲۵

ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے''۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے اَلتَّـائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَن لَّا ذَنبَ لَہٗ(۱) ''گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہوں کی برابر اور مانند ہو جاتا ہے''، لیکن توبہ سے صرف وہ گناہ معاف ہوتے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا کوئی حق اور تعلق نہیں ہوتا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ نافرمانی کرنے کی وجہ سے سزا دے، خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ یہاں تک کہ کفر اور شرک کا گناہ بھی سچی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے لیکن نمازیں روزے، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض جو اس کے ذمے باقی ہیں جب تک ادا نہیں کرے گا معاف نہیں ہوں گے، توبہ سے صرف ان کی تاخیر وقضا کا گناہ معاف ہو جائے گا، اس لئے ان کی ادائیگی بطور قضا لازمی ہے البتہ جو گناہ ایسے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا تعلق ہے، مثلاً کسی یتیم کا مال کھا لیا یا کسی پر تہمت لگائی یا ظلم کیا ایسے گناہوں کو حقوق العباد کہتے ہیں یہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کی معافی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا حق ادا کرے یا اس سے معاف کرائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کرے تو معافی کی امید ہو سکتی ہے۔ توبہ کا وقت نزع کی حالت سے پہلے پہلے ہے پس جب انسان مرنے لگے اور عذاب کے فرشتے اس کے سامنے آ جائیں اور دم حلق میں آ جائے تو اس وقت اس کی توبہ مقبول نہیں۔ اس حالت سے پہلے پہلے ہر وقت کی توبہ مقبول ہے لیکن انسان کو چاہئے کہ توبہ کرنے میں جلدی کرے دیر نہ کرے اور توبہ کے بھروسے پر گناہ کرنے میں دلیری نہ کرے کیونکہ شاید توبہ نصیب نہ ہو۔ یا توبہ خالص دل سے میسر نہ آئے اور موت آ جائے اور جب تک قربِ قیامت میں آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکلے تب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا جس روز مغرب سے آفتاب نکلے گا اُس روز اور اُس کے بعد پھر کسی کی توبہ مقبول نہ ہوگی جیسا کہ علاماتِ قیامت میں بیان ہو چکا ہے۔

توبہ کی چند اقسام

۱۔ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کرنا۔ یہ عوام کی توبہ ہے۔

۲۔ غفلت سے توبہ یعنی غفلت چھوڑ کر یاد الٰہی کی طرف رجوع کرنا اور یہ خاص بندوں کی توبہ ہے اس کو اصطلاح میں اَوْبہ بھی کہتے ہیں۔

۳۔ غیر اللہ کی طرف خیال اور التفات کرنے سے توبہ کرنا اور یہ اخص الخواص عارفوں کی توبہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ استغفار سے اسی قسم کی توبہ استغفار مراد ہے کیونکہ آپ قبل نبوت اور بعد نبوت ہر قسم کے کبیرہ وصغیرہ سے پاک تھے۔

کافر اور مشرک کے علاوہ اگر کوئی گنہگار آدمی بغیر توبہ کئے مر جائے تو اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے اُسے کسی کی شفاعت سے یا بغیر شفاعت محض اپنے فضل وکرم سے بخش دے۔

(۱)۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۱۲۷، رقم ۴۲۵۰۔ مجمع الزوائد: ج ۱۰، ص ۲۰۰

اسلامی فرقوں اور اُن کے اختلافی عقائد کا بیان

حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاِنَّ بَنِی اِسرَآئِیلَ تَفَرَّقَت عَلٰی ثِنتَینِ وَسَبعِینَ مِلَّۃً وَتَفتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبعِینَ مِلَّۃِ کُلُّھُم فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃٍ وَّاحِدَۃً قَالُو مَن ھِیَ یَارَسُولَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیہِ وَاَصحَابِی (۱) وفی روایۃ احمد وابی داؤد عن معاویۃ ثِنتَانِ وَسَبعُونَ فِی النَّارِ وَوَاحِدَۃٌ فِی الجَنَّۃِ وَھِیَ الجَمَاعَۃُ (۲) ''بے شک بنی اسرائیل کا متفرق ہوئے بہتر گروہ میں اور میری اُمت متفرق ہوگی تہتر گروہ میں، وہ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سا گروہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور احمد اور ابی داود کی روایت معاویہؓ سے ہے کہ بہتر گروہ دوزخ میں اور ایک بہشت میں ہے اور وہ گروہ الجماعت ہے'' ایک روایت میں فرمایا اِتَّبِعُو السَّوَادُ الاَعظَمَ فَاِنَّہٗ مَن شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (۳) ''سوادِ اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو۔ پس تحقیق جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ جنتیوں کی جماعت سے الگ ہو کر دوزخ کی آگ میں ڈالا گیا'' (۴)

ان احادیث اور دیگر روایات سے معلوم ہوا کہ جنتی فرقہ وہی ہے جو بڑی جماعت اور سوادِ اعظم ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے اور سنت پر عمل پیرا ہے اسی لئے اس جنتی فرقے کا نام اہل سنت والجماعت (سنی) ہے اور جو اعتقادات اس کتاب میں بیان ہوئے اسی جنتی فرقہ اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ باقی بہتر فرقے جو اعتقادات میں گمراہ ہوئے ان کے اُصول یہ نَو گروہ ہیں ۱۔خوارج، ۲۔شیعہ، ۳۔معتزلہ، ۴۔مرجیہ، ۵۔مشبہ، ۶۔جہمیہ، ۷۔ضراریہ، ۸۔نجاریہ، ۹۔کلابیہ (۵) اور مظاہرِ حق میں ہے کہ سات ہیں اور ان کی سات شاخیں اس طرح پر ہیں: خوارج کے بیس، نجاریہ کے تین، شیعہ کے بائیس، مرجیہ کے پانچ، معتزلہ کے بیس اور جبریہ و مشبہ کا ایک ایک کل بہتر ہوئے۔ یہ گروہ صحابہؓ، تابعین، اور فقہائے سبعہ کے انتقال فرمانے سے کئی سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ بعض نے ان کے پیدا ہونے کا حال اس طرح لکھا ہے کہ اہل اسلام اور جمہور مسلمین سے سب سے اول جس نے مخالفت کی اور نیا گروہ بنا وہ خوارج (خارجی) ہیں، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے اور ان کے پیدا ہونے کی نبی ﷺ نے خبر دی تھی، یہ جماعت عرب کے وہ لوگ تھے جو پہلے حضرت علیؓ کے ساتھ تھے پھر سخت مخالفت اور مقابلے کے لئے آمادہ ہوگئے، یہ لوگ حضرت علیؓ، عثمانؓ، معاویہؓ اور حسین رضی اللہ عنہم سب کو برا جانتے اور کہتے ہیں، اور جن صحابہؓ کا باہم قتال وجدال مسئلہ خلافت میں ہوا یہ لوگ ان سب کو ان آیات واحادیث کا مصداق بتاتے ہیں جو اہل سلام کے قتل وجدل کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں، یہ لوگ آیات اور احادیث کے اپنے طور پر معنی مراد لیتے ہیں، آخر ان کے مقابلے کے لئے حضرت علیؓ تیار ہوئے اور بہت سوں کو قتل کیا، اسی عہد میں ایک اور جماعت نکلی جو بظاہر حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے اور حضرت علیؓ سے جن جن صحابہؓ کا اختلاف ہوا تھا اور انتظامی امور میں نزاع بڑھتے بڑھتے جنگ تک کی نوبت آگئی تھی سب کو مخالف

---

(۱)۔رواہ الترمذی (۲)۔احمد، ابوداؤد (۳)۔رواہ ابن ماجۃ من حدیث انس وابن عاصم فی کتاب السنۃ

(۴)۔بحوالہ کتاب مشکوۃ المصابیح باب اعتصام بالکتاب والسنۃ (۵)۔غنیۃ الطالبین

قرآن واحادیث ومردود وکافر ومرتد کہنے لگے (نعوذ باللہ منہا) بعض کو یہاں تک خبط ہوا کہ حضرت علیؓ کو خدا کہنے لگے وہ دراصل مشرکین زندیق لوگ تھے جنھوں نے ظاہر میں اسلام اختیار کرلیا تھا جن کو حضرت علیؓ نے منع کیا اور سمجھایا لیکن وہ نہ مانے آخران کو قتل کیا۔ یہ لوگ شیعہ یا روافض کی ایک شاخ نُصیری سے ہیں، اگرچہ شیعوں کے تمام فرقے قرآن وحدیث کا مطلب اپنی خواہش اور قرارداد باتوں کے موافق کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ کی شان میں یہ فرقہ نہایت گستاخ یہاں تک کہ ان پر سب وشتم کرنا (گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا) ان کا عام شیوہ ہے بلکہ چند کو چھوڑ کر باقی سب صحابہ کو معاذ اللہ کافر ومنافق کہتے ہیں۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافتِ راشدہ کو خلافتِ غاصبہ کہتے ہیں اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا موروثی حق قرار دیتے ہیں، اور حضرت علیؓ نے جو ان حضرات ثلاثہ کی خلافتوں کو تسلیم کیا اور ان کی تعریفیں اور فضائل بیان کئے اور ہر معاملے میں ان کا ساتھ دیا اور بیعت کی، شیعہ اس کو بزدلی اور تقیے پر محمول کرتے ہیں۔ شیعہ (رافضیہ) کے بھی بہت سے فرقے ہیں مثلاً زیدیہ اسماعیلیہ۔ بارہ امامیہ (اثناعشریہ) ستہ امامیہ وغیرہ۔

ایک فریق کہتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بھائی محمد بن حنفیہ خلیفہ ہوئے، دوسرا فرقہ ان کے صاحبزادے امام زین العابدینؒ اور ان کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے پھر ان میں کسی نے کسی بیٹے کو امام مانا کسی نے کسی کو، کوئی فرقہ امام حسنؓ کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے اور اپنے دلائل کے لئے ہر ایک فرقے نے طرح طرح کی روایتیں گھڑ کر اماموں کی طرف منسوب کردی ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اور ائمہ کی شان میں بھی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو کام بندے کے لئے نافع ہو اللہ تعالیٰ عزوجل پر واجب ہے کہ وہی کرے اسے کرنا پڑے گا۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ اطہارؒ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اور غیر نبی کو نبی سے افضل جاننا کفر ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ نہیں بلکہ اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نکال دیئے۔ یہ عقیدہ بھی بالاجماع کفر ہے کہ قرآن مجید کا انکار ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کرکے مصلحت اس کے غیر میں ہے پچھتاتا ہے اور اس حکم کو بدل دیتا ہے، اس کو برا کہتے ہیں۔ اور یہ بھی یقینی کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جاہل جاننا ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ نیکیوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور برائیوں کے خالق یہ خود ہیں (اس طرح ان کے خالقوں کی گنتی نہ رہی۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

ان کے اور بھی بہت سے عقائد فاسد وباطلہ ہیں ان کی مزید تفصیل شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی کتاب ''تحفہ اثناعشریہ'' وحضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف ودیگر رسالہ جات رد روافض ومولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ودیگر علمائے کرام کی تصنیفات ردِ شیعہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اخیر زمانہ صحابہ میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کو قدریہ کہتے ہیں ان کی دو جماعتیں ہوگئیں ایک منکر قدر وتقدیر۔ دوسرے وہ جنھوں نے کہا کہ بندہ مجبور محض ہے اور قضا وقدر جدھر لے چلتی ہے چلتا ہے ان کو جبریہ کہتے ہیں۔ ان کے تھوڑے دنوں بعد ایک فرقہ نکلا (تابعین کے آخر عہد میں) جس کو معتزلہ کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے عمل آپ ہی پیدا کرتے ہیں اور اہل معاصی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے قائل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر وجوب ثواب وعقاب کو مانتے اور آخرت میں دیدار الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔ یہ فریق فلسفی اور حکیمانہ خیالات کا پابند ہے اور اسی کے موافق قرآن وحدیث کو کرنا چاہتا ہے واصل بن عطا ان کا سرگروہ تھا۔

ان کے بعد فرقہ مرجیہ پیدا ہوا جو کہتے تھے کہ صرف ایمان لانا کافی ہے عمل کی کوئی ضرورت نہیں، مسلمان ہوکر خواہ کوئی زنا کرے، نماز نہ پڑھے، زکوٰۃ نہ دے، روزے نہ رکھے اس کو کچھ خوف نہیں، قطعاً عذاب نہ ہوگا جیسا کہ نصاریٰ کا اعتقاد ہے اور تکیے کے ملنگوں کا بھی

یہی عقیدہ ہے۔

ان کے بعد خلافت عباسیہ کے قریب وسط میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کا نام جہمیہ ہے ان کا سرگروہ جہم بن صفوان اور مؤید جعد بن درہم ہے یہ لوگ صفات باری کے منکر ہیں اور طرح طرح کی بدعات جمہور اہل اسلام کے خلاف جاری کر رکھی ہیں واثق باللہ عباسی اور معتصم باللہ وغیرہ اس گروہ کے مددگار ہو گئے تھے اور ائمہ مسلمین کو ان بدعات کے ماننے پر مجبور کرتے تھے چنانچہ امام احمد حنبلؒ کو بڑی بڑی تکلیفیں دی گئیں۔ نجاریہ کے بھی یہی عقائد ہیں اور غالباً جہمیہ اور نجاریہ ایک ہی ہیں۔

پھر ایک فرقہ شبہ ہوا جو خالق کو خلق کے ساتھ مشابہ کرتے ہیں اور جسمیت اور حلول کے قائل ہیں اور آیات متشابہات کو ان کے ظاہر معنی پر محمول کرتے ہیں۔ پھر ان فرقوں کی کئی کئی شاخیں ہو کر بہتر تک نوبت پہنچتی ہے ان کی مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آج کل جو ایک فرقہ نیچریہ پایا جاتا ہے وہ ان ہی فرقوں کا ملغوبہ ہے اور یہ انگریزی دور حکومت کی پیداوار اور مغربیت و یورپیت کے زیر اثر اسلام کے ہر مسئلے کو سائنس اور اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھتے اور جانچتے ہیں اور اگر اپنی سمجھ میں نہ آئے تو انکار کر دیتے ہیں، حشر و نشر، حساب کتاب، دوزخ جنت، فرشتے جنات اور معجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ انہی میں ایک فرقہ حدیث کا منکر اور اہل قرآن کہلاتا ہے۔ ہر مسئلے کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی جدوجہد میں اسلام کے سب ارکان کے انکار کا موجب بنتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن سے پانچ وقت کی نماز کا ثبوت نہیں اس لئے پانچ نمازوں کا فرض ہونا غلط ہے، زکوٰۃ چالیسواں حصہ بھی ثابت نہیں، بادشاہ وقت حسب ضرورت و مصلحت کم و بیش مقرر کر سکتا ہے، قربانی عیدالاضحیٰ کا کوئی حکم نہیں۔ یہ اتلاف جان و مال ہے وغیرہ طرح طرح کے خلاف جمہور اسلام مسئلے تراشتے ہیں اور خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سب باطل فرقوں کو ہدایت دے اور ہمیں ان گندے اور فاسد عقیدوں سے بچائے، آمین)

ان فرقوں میں سے بعض کے تو فقط سو پچاس ہی آدمی ہوئے تھے بعض کے کم زیادہ، پھر بعض تو چند روز میں نیست و نابود ہو گئے مزید ان کا طریقہ نہ چلا بعض کا کچھ دن چل کر نابود ہو گیا، بعض اب تک موجود ہیں جن میں سے دو فرقے البتہ زیادہ ہیں ایک شیعہ کہ جن کی بڑی تعداد ایران میں تقریباً تین سو برس سے ہے۔ پہلے یہاں بھی بہت کم تھے ہندو پاکستان میں بھی یہ فرقہ کچھ تعداد میں موجود ہے۔ دوسرا خارجی جن کا بڑا جماؤ مسقط وغیرہ بلاد عرب میں ہے ان کے علاوہ اور کسی فریق کا کوئی شہر یا ملک بستا ہوا آج تک سننے میں نہیں آیا۔ پس ان دونوں فریق کے لوگ بھی اہل سنت و جماعت کی بہ نسبت ایسے ہیں جیسے سمندر میں سے ایک چھوٹا سا نالہ جدا کر لیں چنانچہ جغرافیہ دانوں پر یہ بات خوب روشن ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا فرقہ جو ہر ملک و ہر زمانے میں کثرت سے پایا گیا ہے یہی اہل سنت والجماعت ہے جو ناجی (جنتی) فرقہ ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس طرف مسلمانوں کی کثرت اور سوادِ اعظم ہو وہی حق پر ہیں اور وہی اہل نجات ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی و اہل ظواہر ہیں اور یہ سب عقائد میں متفق ہیں اور جزئیات اعمال میں اجتہاد کے موقعوں میں باریک بین متقدمین علماء (مجتہدین) میں جو اختلاف ہوا اس ختلاف میں اُمت کے لئے رحمت ہے جیسا کہ حدیث شریف ہے: اختــلاف العلماء رحمة "علماء کا اختلاف رحمت ہے" دین کی بعض باریک باتیں جو ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتیں زمانۂ سلف کے جید عالموں نے اپنے علم کے زور سے قرآن و حدیث کی روشنی میں غور و خوض کے بعد لوگوں کے لئے مرتب کر دیں، ایسے لوگ مجتہد کہلاتے ہیں۔

مجتہد یا تو مستقل ہے اور اس کی شرطوں میں سے ہے کہ وہ فقیہ النفس و سلیم الدین فکر میں مرتاض استنباط اور تصرف میں صحیح و بیدار دلائل شرعیہ کا عارف اور دلائل کی شرطوں کا جامع باوجود درایت کے ان کے استعمال میں مرتاض اور امہات مسائل فقہ سے ہوشیار اور ان کا حافظ ہوا ایسا مجتہد زمانہ دراز سے معدوم ہو گیا۔ یا مجتہد منتسب ہو گا اور اس کی چار قسمیں ہیں ان میں تین قسم کے مجتہد منتسب بھی آخر چوتھی صدی

تک تھے ۔ چوتھی قسم جو مذہب کی حفظ ونقل میں قائم ومشکل کا عارف ہے لیکن تحریر دلائل وتقریر قیاسات میں کمزور ہے ایسا مجتہد ہر زمانے میں پایا جاتا ہے پس اس کا فتویٰ جو کتب مذہب سے نقل کرے معتبر ہوگا تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں ۔

پس معلوم ہوا کہ مجتہد جن کی پیروی کی گئی ہے بہت سے ہوئے ہیں جس کو جس مجتہد سے زیادہ اعتقاد ہوا اس کی پیروی کر لی لیکن ان میں سے چار بہت مشہور ہیں جن کی پیروی کا سلسلہ آج تک رائج ہے :۔ ا۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو حنفی کہلاتے ہیں ۔ ۲۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو شافعی ہیں ۔ ۳۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو مالکی ہیں ۔ ۴۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو حنبلی ہیں ۔

یہ چاروں امام اور ان کے مقلدین فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں اور یہ تمام دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقہ وسنت پر عامل ہیں اور حدیث شریف کے مطابق یہی فرقہ جنتی ہے ۔ اہل ظواہر بھی اہل سنت میں سے ہیں اور اہل ظواہر ان محدثین کو کہتے ہیں جو کہ نصوص میں تاویلات کم کرتے ہیں اور ان کے ظاہر مطلب کو لیتے ہیں ۔ ہندو پاکستان میں ایک فرقہ اپنے کو اہل حدیث وغیر مقلد کہلاتا ہے اور اہل ظواہر میں سے بنتا ہے حالانکہ یہ لوگ اہل ظواہر کے طریقے سے دور اور مقلدین ائمہ مجتہدین کو گمراہ کہتے ہیں اور خود کو اہل سنت و جماعت سے شمار کرتے ہیں تقلید شخصی کے منکر ائمہ مجتہدین کی تنقیص اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کی شان میں تو بہت گستاخی اور بے ادبی سے پیش آتے ہیں ،تقلید کو حرام و بدعت کہتے ہیں حالانکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقلید فرض اور تقلید شخصی واجب ہے ۔ یہ لوگ بھی تقلید سے خالی نہیں مگر وہ اپنے نفس کی تقلید کرتے ہیں اور جس مسئلے کو جس امام کے ہاں سے چاہتے لیتے اور مجتہد مستقل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں :وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهُ فُرُطًاO (ا) ''اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے'' کا مصداق ہو کر گمراہ ہوئے اللہ تعالیٰ ہدایت دے ۔ آمین ۔

علم عقائد میں اہل سنت و جماعت کے دو امام ہیں :۔ ا۔ ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تین واسطوں سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں ۔ ماترید سمرقند کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کے رہنے والے تھے اور ۳۳۳ھ میں فوت ہوئے ۔ عقائد کے مسائل اختلافیہ میں حنفی امام ابومنصورؒ کے تابع ہیں اس لئے ماتریدی کہلاتے ہیں ۔ ۲۔ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی تقریباً اُسی زمانے کے ہیں ،مسئلہ تکوین وغیرہ چند مسائل میں ان دونوں کا آپس میں اختلاف ہے ، باقی ہر مسئلے میں متفق ہیں ۔ مسائل اختلافیہ میں شافعیہ ان کے تابع ہیں اس لئے اشعریہ کہلاتے ہیں ۔

ان بہتر گمراہ فرقوں کے دوزخی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور عذاب پائیں گے ۔ یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ہمیشہ کا عذاب اٹھائیں گے کیونکہ یہ ایمان کے منفی اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کا باہم اختلاف جزئیات عقائد میں ہے اصل الاصول میں سب متفق ہیں سب اہل قبلہ ہیں اور ایک ہیں اس لئے جب تک وہ دینی ضروریات اور یقینی وقطعی ثبوت والی چیزوں کا انکار یا شک نہ کریں اور احکام شرعیہ کے متواترات کو رد نہ کریں کافر نہ کہلائیں گے ۔ علمانے کہا کہ اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے اس کو بھی مسلمان کہنا چاہئے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہئے ۔ اور کافروں کا اختلاف چونکہ اصول میں ہے یعنی یہ لوگ توحید ورسالت وقبلہ وقرآن وغیرہ کسی پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بہتر گمراہ فرقے اپنے برے اعتقادات کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور سب کے سب دوزخ میں جائیں گے اور اپنے اعتقاد کی خباثت کے اندازہ کے

(ا)۔ الکہف: ۲۸

موافق عذاب پائیں گے برخلاف اس ایک جنتی گروہ کے کہ جن کے عقائد دوزخ کے عذاب سے نجات بخشنے والے ہیں اوران کی فلاح وخلاصی کا سبب ہیں یعنی عقائد کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا ہاں اس قدر ہے کہ اگراس گروہ میں سے بعض نے برے اعمال کئے ہوں اور وہ اعمال توبہ اورشفاعت سے معاف نہ ہوئے ہوں تو گناہ کے اندازہ کے موافق دوزخ کے عذاب میں داخل ہوں گے پس دوزخ میں داخل ہونا اس ناجی گروہ اہل سنت و جماعت کے بعض گنہگار افراد کے حق میں بھی جائز وثابت ہے اور دوسرے گروہوں کے تمام افراد کے حق میں دوزخ کا عذاب ثابت ہے اگر چہ دائمی نہیں آخر نجات پا کر جنت میں جائیں گے کلمہ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ میں سب کا لفظ اسی رمز کا بیان ہے نیز اعمال کے گناہ کا عذاب ہلکا اور کم درجہ کا ہے خبث عقائد کے عذاب سے اور وہ شفاعت وغیرہ سے بخشا جا سکتا ہے لیکن برے عقائد کے گناہ کے لئے بخشش نہیں ہے ۔(۱)

مذکورہ بالاتحریر سے واضح ہوگیا کہ بڑی جماعت اور ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہی ہے لیکن عوام کوایک بڑا شبہ آتا ہے کہ مثلاً ایک شخص جاہل مسلمان ہوا اوراس نے رافضیوں اورسنیوں (اہل سنت و جماعت) کو دیکھا کہ دونوں اپنے کوحق پر جانتے ہیں اور کتاب وسنت سے دلیل پکڑتے ہیں اب یہ بے چارہ نہایت حیران ہے کہ حقیقت کس طرح معلوم کرے کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اگرغور کرے تو مذہب اہل سنت و جماعت کے حق ہونے کی کئی باتیں بہت واضح دلیل ہیں جن کوایک معمولی عقل کا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید باری تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے اور یہ اکثر سنیوں ہی کو حفظ (یاد) ہوتا ہے، شیعہ (رافضی) اس نعمت سے محروم ہیں اور اگر ہزاروں میں سے کسی ایک آدھ کو یاد بھی ہوتا ہے تو وہ نادر ہے النَّادِرُ كَا لمَعْدُومِ (یعنی نادر، نہ ہونے کی مانند ہے)۔

۲۔ جس قدر اولیاء وعلماء دین کے رکن ہوئے ہیں اور جن میں سے بعض کے رافضی بھی معتقد ہیں انھوں نے یہی مذہب اختیار کیا۔

۳۔ اسلام کے جملہ شعائر یعنی جمعہ، جماعت عیدین، حج وغیرہ علی الاعلان سنی ہی ادا کرتے ہیں اور رافضی اس سے بے نصیب ہیں۔

۴۔ مکہ مکرمہ کہ دین وہیں سے پیدا ہوا اور بزرگی ان سب مسلمانوں کا جز وایمان اور سب کا قبلہ وہیں ہے نیز مدینہ منورہ جہاں سے دین پھیلا اور جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں (زاداللہ تعالیٰ شرفہما) ان ہر دو مقدس مقامات کے مسلمان بھی سنی ہیں۔

۵۔ صحاح ستہ اور جملہ کتب حدیث کے مصنفین ومحدثین اور علمائے ربانیین واولیائے کاملین سب مذہب اہل سنت و جماعت ہی رکھتے تھے اور کروڑہا پدمہا (بے شمار) اچھے لوگ اس مذہب پر ہوئے ہیں۔ اس طرح دوسرے فرقوں کے دعوے بے دلیل ہیں۔ اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت ہی کا ہے جوتواتر ح ساتھ صحابہؓ سے آج تک نقل ہوتا آیا ہے باقی سب فرقے بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔

تنبیه: آج کل پاکستان میں ایک فرقہ قادیانی بہت گمراہی پھیلا رہا ہے اور خود کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتا اور طرح طرح کے لالچ دے کر گمراہ کرتا ہے یہ انگریزی راج کی پیداوار اور انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے حکومت کے کلیدی عہدوں پر اس کے بہت سے افراد کا قبضہ ہے اس لئے اقتصادی ونفسانی لالچ دے کر کمزور ایمان والے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، یہ لوگ کافر بلکہ مرتد ہیں، اس فرقے کا بانی غلام احمد قادیانی ہے جس نے اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی سے گستاخیاں کی ہیں اس کے پیرو قادیانی یا احمدی کہلاتے ہیں یہ شخص ملعون دجال جھوٹا اور کذاب ہے، اس کے سب پیرو کافر ومرتد ہیں۔ ان کے عقائد باطلہ کفریہ میں سے چند ایک بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں: نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد

---

(۱)۔ مزید تفصیل کتب اصول میں ملاحظہ فرمائیں

ا۔ حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم النبین نہیں مانتے حالانکہ ختم نبوت مسلمانوں کے تمام فرقوں کا متفقہ اور پکا عقیدہ ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (۱)

۳۔ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرا نام پورا ہو۔ (۲) تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ (۳)

۴۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنتَ مِنِّی بِمَنزِلَۃِ اَولَادِی اَنتَ مِنِّي وَاَنَا مِنكَ (''اے غلام احمد تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔ (۴)

۵۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام ووحی غلط نکلی تھیں۔ (۵)

حضرت موسیٰ کی پیشین گوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں زیادہ تر غلط نکلیں۔ (۶)

میں ہے: سورۃ بقر میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا، یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی اور علم مسمریزم تھا۔ (۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے، وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (۸)

ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا تھا۔ (۹)

قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ (۱۰)

(جو اس کی اپنی تصنیف ہے) خدا کا کلام ہے۔ (۱۱)

کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ (۱۲)

۷۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کلام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔ (۱۳)

۸۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربے کی رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ (۱۴)

غرض اس کے بے شمار گندے، باطل اور نہایت گستاخانہ وبے باکانہ کفریہ عقائد اور پیغمبروں کی شان پر حملے ہیں، کہاں تک لکھے جائیں۔ اس کا بیٹا اُس کا بھی باوا ہے، **نعوذ باللہ من ھذہ المعتقدات الکفریہ** (۱۵)

---

(۱)۔ ازالۂ اوہام: ص ۵۳۳　(۲)۔ انجام آتھم: ص ۵۲　(۳)۔ انجام آتھم: ص ۵۵　(۴)۔ دافع البلا: ص ۶

(۵)۔ ازالۂ اوہام: ص ۶۸۸　(۶)۔ ایضاً: ص ۸　(۷)۔ ایضاً: ص ۷۷۵　(۸)۔ ایضاً: ص ۵۵۳

(۹)۔ ایضاً: ۶۲۹　(۱۰)۔ ایضاً: ۲۶۔۲۸　(۱۱)۔ براہین احمدیہ: ص ۵۳۳　(۱۲)۔ اربعین: ۲، ص ۱۳　(۱۳)۔ کشتی: ص ۵۶

(۱۴)۔ معیار: ص ۱۶　(۱۵)۔ تفصیل کے لئے ان کے رد کی کتابیں ملاحظہ ہوں

سلوک وطریق شغل بہ عبادت وذکر وریاضت کا بیان

حدیث شریف میں آیا ہے: لِكُلِّ شَيءٍ مِصْقَلَةٌ وَمِصْقَلَةُ القَلبِ ذِكرُ اللّٰهِ ''ہر چیز کے لئے صیقل یعنی زنگ دور کرنے والی چیز ہے اور دل کا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے'' دنیا میں آنے کا یہی نفع اور مقصد ہے کہ ہر چیز کی محبت چھوڑ کر یاد خدا میں مشغول ہو، پس اگر اے سالک راہِ خدا! تو قرب الٰہی چاہتا ہے تو دنیا سے دل کو فارغ کر کے الگ گوشہ تنہائی اختیار کر اور دنیا کے کاموں کو مایحتاج الیہ حاصل کر کے باقی تمام وقت یادالٰہی میں گزار۔ دن میں جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کر اور تمام طاقت اسی میں خرچ کر، رات کو جس قدر تہجد سے ہو سکے نوافل پڑھ اور کثرت نوافل پر بھی اپنی تمام طاقت خرچ کر۔ لیکن اگر کسی کے ذمہ قضا نمازیں ہیں تو اس کو احق یہ ہے کہ وہ قضا نمازیں پڑھے۔ اگر کوئی قضا نماز اس کے ذمہ نہیں ہے تو جو نمازیں بالکراہت پڑھی تھیں ان کو بہتر طریقہ پر قضا کرے۔ نمازوں میں طبیعت کسل مند ہو جائے تو تسبیح وتحمید (سبحان اللہ والحمد للہ) پڑھے یا کلمہ تمجید کی تلاوت کرے اور دن میں باقی وقت میں کلمۂ طیبہ پڑھنا افضل ہے، پس تیرا کوئی وقت بھی غفلت میں ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ صبح کے وقت استغفار اور ظہر کے وقت درود شریف ایک ہزار یا پانچ سو دفعہ پڑھے۔ تسبیح فاطمہ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۴ بار اللہ اکبر ہر نماز کے بعد پڑھے اس کو ترک نہ کرے اور ایک بار لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهٗ لَاشَرِيكَ لَهٗ لَهُ المُلكُ وَلَهُ الحَمدُ يُحيِي وَيُمِيتُ بِيَدِهِ الخَيرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِيرٌ پڑھے تاکہ سو پورے ہو جائیں۔ فرضوں کے بعد جس نماز میں سنتیں نہیں (فجر وعصر) تو تسبیح فاطمہ اسی وقت پڑھے اور جن کے بعد سنتیں ہیں (ظہر ومغرب وعشا) ان میں سنتوں کے بعد تسبیح پڑھے۔ تہجد اور دیگر نوافل کے لئے شب بیداری کرے اور رات کو چارپائی پر سونا ترک کرے تاکہ نیند تھوڑی آئے اور شب بیداری میں مدد ملے۔ جب یادالٰہی میں بیٹھے تو اسی خیال میں لگا رہے اور ادھر ادھر کے خیالات نہ آنے دے۔ لذات اور دنیاوی زیب وزینت یہ باطن کے دشمن ہیں، اسی طرح لذت شہوت بیوی اور بچوں کی زیادہ محبت دل میں نہ آنے دینی چاہئے۔ بادشاہوں، امیروں اور دنیا داروں کی صحبت ترک کرنی چاہئے۔ ترک کسب کر کے گوشہ گیری اختیار نہ کرے بلکہ کسب حلال میں مشغول رہے۔ رزق کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھے اور مخلوق سے طلب نہ کرے۔ خلاف شرع امور اور تمام گناہ کی باتوں کو چھوڑ دے، بدعت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کے نزدیک بھی نہ جائے، ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اس کے دروازے کے سوا اور کسی کے دروازے پر نہ جائے۔ دنیا کی شان وشوکت، لذت وزینت مال کی محبت وغیرہ کو گندہ سمجھے اور ان سے اپنی طبیعت میں کراہت کرے اور ان کی طرف مطلق دھیان نہ دے، گائے بھینس درہم و دینار وغیرہ کو رغبت ومحبت دنیاوی سے ہاتھ نہ لگائے، کم کھائے کم پئے کم سوئے مخلوق کیساتھ کم بیٹھے کم بات چیت کرے۔ اللہ تعالیٰ سے عبادت کے بدلہ کا کچھ خیال دل میں نہ لائے، اور خاص اور اخص الخواص کی عادت یہ ہے کہ دونوں جہان کی نعمت وعزت کچھ نہ مانگے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کی محبت مانگے یہی افضل ہے ثواب کی نیت سے عبادت کرنی شرعاً جائز ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، طمع کی عبادت سے بغیر طمع کی عبادت افضل ہے نفس کا تکبر اور بڑائی ترک کرنا لازم ہے جب نفس دنیا کے تفکرات اور مخلوقات کے تعلقات مثلاً لذات وشہوت ونفع وزینت وغیرہ سے دور ہو کر باری تعالیٰ کے دربار کی طرف سراپا متوجہ ہو کر ان چار کاموں کی طرف مشغول ہو۔

ا۔ ماموارت پر خواہ فرض ہوں یا نفل التزام کرے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی ممنوعات سے خواہ حرام ہوں یا مکروہ یا مشتبہات باز رہے (یہ امر ونہی خواہ وجوباً ہوں یا استحباباً)۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے خواہ وہ نعمتیں دینی ہوں یا دنیاوی۔ ۴۔ مصیبت پر صبر کرے خواہ وہ مالی ہو یا بدنی یا کسی اور چیز میں واقع ہو، جو نعمت کسب سے حاصل ہو اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے عطیے سے شمار کرنا چاہیے کیونکہ اسی نے تم کو کسب عطا کیا، توفیق دی، پھر اس سے یہ نعمت ملی، نعمت کا شکر زبان سے ادا کرے اور دل سے یقین کرے کہ یہ نعمت میرے رب نے بھیجی ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس نعمت میں جو حق شرعی مثلاً زکوٰۃ، عشر، فطرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہ ادا کرے تب شکر ادا ہوگا محض زبان سے کہہ لینا اور نعمت کا حق ادا نہ کرنا شکر ادا ہونے کو کافی نہیں ہے۔ فافہم

نعمت کے حقوق یہ ہیں:۔ ۱۔ حلال وحرام کو معلوم کرے۔ ۲۔ حرام کو ترک کرے حلال کو حاصل کرے اور مشتبہ کو تصدق یعنی خیرات کردے۔ جو چیز حلال سے کھانے پینے کی حاصل ہو اس کو مل بانٹ کر متعلقین کے ساتھ کھائے پیے (یعنی جو چیز کہیں سے ہدیۃً ملے) اور اگر وہ چیز بانٹنے کے لائق نہ ہو تو گھر لے جائے۔ ۳۔ پانچواں حصہ یا اس سے کچھ کم خیرات کرے، اگر خود اس کے گھر میں ہی زیادہ حاجت ہو تو سب اپنے گھر ہی میں خرچ کرے اور شکرانے میں نوافل ادا کرے۔ اسی طرح گھر کے اسباب میں بھی طاقت کے مطابق شکرانہ ادا کرے یعنی جو بھوکا ننگا یا مصیبت زدہ نظر آئے اس کو دے۔ اگر صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرے، قربانی کرے اہل وعیال کا نفقہ دے۔ بھوکے ننگوں، اندھوں اپاہجوں کو دینا بھی دولت مندی کا شکرانہ ہے۔ جوانی کا شکر یہ ہے کہ عاجزوں اور بوڑھوں کی خدمت، ادب اور تعظیم کرے۔ بیماروں کی خدمت کرنا صحت کا شکرانہ ہے، اگر ماں باپ بوڑھے ہوں تو ان کی خدمت کرنا فرض عین ہے اندھے اور بیمار ماں باپ کی خدمت بھی فرض ہے ان کا فرمان بجالانا فرض ہے خواہ وہ تندرست ہوں تب بھی ان کی خدمت ضروری ہے، ماں باپ کی خدمت پیدائش اور پرورش کا شکریہ ہے۔ علم کا شکر یہ استادوں کا ادب اور دل وجان سے ان کی خدمت ہے اور اولاد کو تعلیم دلانا، لوگوں کو مسئلے بتانا اور بے سمجھوں کو مسئلہ سمجھانے میں مشقت برداشت کرنا، خود بھی علم پر عمل کرنا یہ سب کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عام نعمتوں کا شکر یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنا اور اپنی طاقت اللہ تعالیٰ کے حکموں پر خرچ کرنا اور کسی سے نہ جھجکنا نہ ڈرنا۔ نہ شرم کرنا عمل میں جلدی کرنا اور دیر اور سستی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے نزدیک مخلوقات سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے متعلق ڈرنا ریا کی طرح شرکِ خفی ہے جو حرام اور مذموم ہے۔ نفس کی مرضی پر گھر میں یا گھر سے باہر کہیں بھی عمل نہ کرے اگر نفس حقوق العباد کی ادائیگی سے انکار کرے یا خانگی خرچ یا حقوق العباد کے خرچ سے روکے تو یہ خواص کے نزدیک شرک ہے، کفران نعمت یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا گناہ ہے مثلاً بینائی کو جائز کاموں میں خرچ کرنا یعنی آسمان وزمین کی پیدائش سے قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرے اور جن چیزوں کا دیکھنا منع کیا ان کو نہ دیکھے یہ آنکھ کا شکر ہے اور اس کے خلاف کرنا ناشکری ہے۔ ایسے ہی زبان قرآن خوانی اور نصیحت وغیرہ نیک کاموں کے لئے چلائے تو یہ اس کا شکر ہے اور غیبت، فحش، بہتان جھوٹ وغیرہ مذموم کاموں کے لئے چلانا ناشکری ہے، نعوذ باللہ منہا۔ مؤمن وہی ہے جو ان سب برائیوں سے بچے۔

گناہوں کی بیماری کے لئے تقویٰ سب سے زیادہ اور صحیح معنوں میں شربت شفا ہے پس تقویٰ حاصل کرنے میں اپنی تمام تر طاقت خرچ کرنی چاہئے اگر کہیں بری نظر کا ڈر ہو تو آنکھیں بند کرلے اور اُدھر سے ہٹالے گویا کہ نابینا بن جائے، اسی طرح بری بات بولنے کی جگہ گونگا اور سننے کی جگہ بہرا بن جائے اور اس جگہ سے چلا جائے جس طرح آگ لگنے پر پانی کے لئے کنوئیں پر بھاگ کر جاتے ہیں۔ اسی طرح جہاں گناہ کی آگ لگے تقویٰ کے کنوئیں سے اس کو بجھانا چاہیے۔ یہ سب امر ونہی اور شکر کا بیان ہوا۔

اب صبر کا بیان ملاحظہ ہو۔ ہر مومن خصوصاً سالک کے لئے ضروری ہے کہ ہر سختی، بیماری یا تنگی معاش کے وقت صبر کرے کیونکہ

وصول الی اللہ سے پہلے راہ سلوک میں بڑی سخت آزمائشوں کا سامان کرنا پڑتا ہے اگر یہ مصیبت کے وقت راضی برضائے الٰہی رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر آفت دور ہو جاتی ہے اور اگر اس سے بھاگے اور نفرت کرے تو مصیبت اور سختی اور زیادہ بڑھتی ہے۔ سالکین اس بیماری یا سختی کو دور نہیں کرتے اور نہ اس کے دفعیے کے لئے کوئی حیلہ کرتے ہیں نہ اسے برا سمجھتے ہیں نہ اس نظریے سے اس کا علاج وتدبیر کرتے ہیں بلکہ علاج وتدبیر کو درجہ اسباب میں رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے اندر سمجھتے ہوئے کرتے اور مؤثر حقیقی باری تعالیٰ کو جانتے ہیں وہ ہنسی خوشی بلاؤں کو قبول کرتے ہیں جس سے وہ بلا بفضلہٖ تعالیٰ دور ہو جاتی یا آسان اور بے ضرر ہو جاتی ہے۔

صبر کے پانچ درجے ہیں: ا۔ مطلق صبر اور وہ یہ کہ انسان دقت سے اپنے نفس کو شکایت اور رونے چلانے سے روکے کیونکہ اس درجے میں خوشی سے صبر نہیں ہوسکتا۔ ۲۔ صبر جمیل، یعنی نفس کی خوشی و رغبت سے مشکلات پر صبر اختیار کرے اور شکایت و جزع وفزع وغیرہ ظاہر نہ کرے۔ ۳۔ نفس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قضا کے موافق ہو اور حق تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو۔ ۴۔ آفتوں اور تکلیفوں کے آنے سے نفس کی خوشی اور لذت حاصل ہو کہ نفس اس تکلیف کے ازالے کی خواہش نہ کرے بلکہ اسی میں گرفتار رہنا پسند کرے۔ ۵۔ فنا کے مقام میں کیونکہ سالک کی نظر سختی اور تکلیف کی طرف ہرگز نہیں جاتی اور یہ تمام مراتب کامل اولیاء اللہ علیٰ قدر مراتبہم ہیں کیونکہ جب دل سے غیر اللہ کی محبت بالکل نکل جاتی ہے تو اس کو ظاہر و باطن میں ہر حال میں خوشی حاصل ہوتی ہے اور کوئی سختی اُس کے لئے سختی نہیں رہتی۔ سالک کو غیر اللہ سے اپنے باطن کی صفائی لازمی ہے اور جتنا یہ غیر اللہ کی محبت سے پاک رہے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب و فضل زیادہ حاصل کرے گا اور اگر غیر اللہ کی طرف نظر کرے گا اور ان کی محبت دل میں لائے گا تو اس کا باطن آلودہ اور غیر شفاف ہو جائے گا اس لئے غیر اللہ کی محبت بالکل چھوڑنا لازمی ہے پس سلوک اسی کا نام ہے کہ باطن کو غیر اللہ سے پاک کرے اور اپنے دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف نہ کرے، مثلاً بیوی بچے، ماں، استاد پیر و مرشد، دوست احباب، بادشاہ امیر و وزیر، مال و دولت، نفع عافیت، لذت شہوت زیب و زینت، نام و نسب، سونا چاندی، عمارت زراعت مویشی، عمدہ لباس، علوم، منطق بلاغت فصاحت، صرف ونحو، رمل جفر، نجوم مناظرہ، حساب، انشاء، حکمت وفلسفہ، طب، طلسم صنعت کیمیا وریمیا، کشف وکرامات حال و جذب درویشاں وغیرہ دنیوی نعمتیں اور نوافل وعبادت وذکر وغیرہ سب دینی امور اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہیں اور بحکم الٰہی بقدر حاجت امور دینی کو حاصل کرتا رہے تو جائز ہے ورنہ بلاضرورت مشغولی سے باز رہے اور جو چیز امور دنیوی سے میسر نہ ہو اس کی ضرورت نہ رکھے اپنی جملہ ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اور بندوں سے کوئی طلب نہ رکھے، جب سالک کو یہ بات حاصل ہو جائے تو اب اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ سب سے بڑی کرامت اور دونوں جہاں کا فضل الٰہی ہے، ان امور پر عمل کرنے سے سالک منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور اس کے لئے اگرچہ کسی طرح مرشد کامل کے پکڑنے کی شرط نہیں ہے کیونکہ بزرگوں کی کتابوں سے ثابت ہے کہ بغیر مرشد کے بہت سے اولیاء اللہ گزرے ہیں اسی لئے شریعت نے بیعتِ طریقت کو فرض نہیں کیا بلکہ سنت کے درجے میں رکھا ہے لیکن اگر مرشد پکڑے تو اور بھی اچھا ہے اور اقرب طریقہ وصول الی اللہ کا مرشد کا پکڑنا ہے اور عادت اللہ اسی طرح سے جاری ہے لیکن مرشد ایسا ہی پکڑنا چاہیے جو شرع شریف کے موافق ہو اور امر و نہی و صبر و شکر کے مذکورہ بالا مدارج میں محکم درجہ رکھتا ہو، اور جو سالک اللہ تعالیٰ کا ذکر صحیح نہ کرتا ہو بلکہ بوجہ غفلت و سستی کے یا از روئے شرع غلط اور ممنوع ذکر کرتا ہو کہ اس میں بزرگوں کے نام اور پاک روحوں سے حاجتیں طلب کرے تو ایسے ذکروں اور ناچ وراگ رنگ وگانے بجانے پر حال و وجد کا آنا قطعی اور یقینی طور پر شیطان کا فعل ہے ایسے شخص سے جدائی و بیزاری لازمی ہے اور ایسے کی پیروی و مریدی سے فتنۂ عظیم کا ڈر ہے بلکہ زوالِ ایمان کا خطرہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔ (۱)

---

(۱)۔ پیری و مریدی کے جملہ شرائط و آداب اور دیگر مسائل سلوک کتاب ''عمدۃ السلوک'' حصہ اول و دوم میں ملاحظہ فرمائیں

اعمال دافع شرِّ شیطان رجیم

جو شخص شیطان کے شر سے بچتا رہے اس کا دین سلامت رہتا ہے اور وہ خاص مومن ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے، شیطان کے شر سے بچنے کے لئے (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ) ستر چیزوں پر عمل کرے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک روز ابلیسِ لعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر سلام کیا نبی علیہ السلام نے اس کو بالکل جواب نہیں دیا اور فرمایا تو کیوں آیا اور تیرا کیا مطلب ہے؟ ابلیس لعین نے جواب دیا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا ہے کہ تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور اس کو سچی باتیں سنا اگر تو اس میں کچھ بھی جھوٹ ملائے گا تو میں تجھ کو فنا کر کے دوزخ کی آگ میں جلا دوں گا، آپ جو کچھ دریافت فرمائیں میں سچ سچ آپ کے سامنے بیان کر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کونسا عمل ہے کہ اگر میری امت اس پر عمل کرے تو تیرے شر سے محفوظ رہے، ابلیس لعین نے جواب دیا کہ جو کوئی ان ستر چیزوں پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کو میرے شر سے محفوظ رکھے گا۔ ۱۔ پانچوں وقت کی نماز مستحب وقت میں پڑھے، ۲۔ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے، ۳۔ تہجد کی نماز پڑھے، ۴۔ استغفار پڑھے خصوصاً صبح کے وقت ۲۷ دفعہ یا ۷۰ دفعہ پڑھے، ۵۔ لمبی رات میں نفل پڑھے یا قضائے عمری پڑھے اور نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھے اور صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں ہیں جن کی بہت فضیلت آئی ہے ہر ہفتہ پڑھے یا ہر مہینے یا ہر چھٹے مہینے ہی پڑھے (طریقہ کتاب الصلوٰۃ میں ملاحظہ ہو) ۶۔ قرآن مجید کی تلاوت تجوید کے مطابق صحیح کرے، ۷۔ عمل کی نیت سے علم حاصل کرے، ۸۔ روزانہ ایک سو یا اس سے زیادہ دفعہ لاحول پڑھے، ۹۔ نبی ﷺ پر ہمیشہ بہت درود بھیجے، ۱۰۔ ذکر الٰہی ہمیشہ اور ہر وقت کرے، قرآن مجید اور درود شریف کے بعد کلمہ طیبہ کا ذکر افضل الذکر ہے، ۱۱۔ ہر وقت باوضو رہے اور یہ مومن کا ہتھیار ہے اور محدث معذور تیمّم کیا کرے اور ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے، ۱۲۔ علم کے موافق عمل کرے، ۱۳۔ مال و علم میں سخاوت کرے بخل ہرگز نہ کرے، ۱۴۔ صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرے، ۱۵۔ حسب مقدور نفلی صدقہ و خیرات کرے، ۱۶۔ ہر ماہ کے ایام بیض، (۱۳، ۱۴، ۱۵، تاریخ قمری) کے روزے رکھے، ۱۷۔ دنیا سے زہد اختیار کرے، ۱۸۔ ہر وقت موت اور قبر اور قیامت کی فکر رکھے، ۱۹۔ خوف خدا بہت رکھے۔ ہر وقت کی بے خوفی بری ہے، ۲۰۔ مصحف (قرآن مجید) کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے، ۲۱۔ قبلے کی طرف پیر نہ کرے اور نہ قبلے کی طرف تھوکے، ۲۲۔ زبان کو کفریہ کلمات اور بری باتوں سے محفوظ رکھے، زیادہ باتیں کرنا اور بیہودہ بکنا اور مومن کی غیبت کرنی اور سننی منع ہے، ۲۳۔ حرام مال جمع نہ کرے اور ہرگز ایسے مال کو ہاتھ نہ لگائے، ۲۴۔ قناعت اختیار کرے، ۲۵۔ حرص کو ترک کرے، ۲۶۔ مصیبت پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرے، ۲۷۔ رضائے مولا میں راضی رہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا، ۲۸۔ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب جانے، ۲۹۔ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جانے، ۳۰۔ کبھی وعدہ خلافی نہ کرے۔ ۳۱۔ اپنے ظاہر و باطن کو شرک سے پاک رکھے، ۳۲۔ حیا کو ایمان کی نشانی جانے اور حیا اختیار کرے، ۳۳۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے، ۳۴۔ ہر قسم کے شر و فساد سے الگ رہے، ۳۵۔ بروں کی صحبت سے پرہیز کرے، ۳۶۔ امیروں کی صحبت سے دور رہے، ۳۷۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے، ۳۸۔ ماں باپ کا حق ادا کرے اور اس کو عین فرض جانے، ۳۹۔ رشتہ داروں اور دوستوں

کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ صلہ کے معنی ملاپ اور دوستی کے ہیں جو کہ باہم رشتہ داروں میں ہوتی ہے صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحم حرام اور ذوی الارحام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ اگر ان میں ایک کو مرد فرض کیا جائے اور دوسرے کو عورت تو نکاح جائز نہ ہو جیسے کہ بھائی بہن اور پھوپھی بھتیجا وغیرہ ان کو محرم (محرمات) کہتے ہیں اور دوسرے وہ کہ اس طرح کرنے سے باہم ان میں نکاح جائز ہو جیسے چچازاد بہن بھائی اور ماموں زاد بہن بھائی وغیرہ ان کو غیر محرم کہتے ہیں پس صلہ رحمی محرم کی واجب اور غیر محرم کی سنت ہے اور صلہ رحمی یہ ہے کہ آپس میں ملاقات ومیل جول اور السلام علیکم اور شادی غمی کے وقت میں حاضر ہونا اور بیمار پرسی کرنا مدد کرنا تکلیف وتنگدستی کے وقت میں قرض دینا وغیرہ، ۴۰۔ بدخوئی سے بچے اور خوش خوئی کو دین سمجھے، ۴۱۔ بھائیوں اور نیکوں سے صلح رکھے، ۴۲۔ اولاد کو انصاف کے ساتھ خرچ دے، ۴۳۔ ایک سے زیادہ بیویوں والا ان میں عدل ومساوات رکھے، ۴۴۔ چھوٹوں پر مہربانی کرے، ۴۵۔ بوڑھوں اور بزرگوں کی عزت کرے، ۴۶۔ مومن کو نفع پہنچائے اور ان کی حاجت روائی کرے، ۴۷۔ تکبر ترک کرے، ۴۸۔ تواضع اختیار کرے، ۴۹۔ اپنے نفس کو بدترین خلائق تصور کرے، ۵۰۔ بیوگان کی عزت کرے، ۵۱۔ یتیموں پر شفقت کرے، ۵۲۔ دل کی نرمی کے ساتھ مریضوں کی عیادت کرے، ۵۳۔ مومنوں کے کاموں میں مدد کرے، ۵۴۔ کسی کے عیب ظاہر نہ کرے بلکہ اس کی پردہ پوشی کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے، ۵۵۔ غصہ کو ترک کرے اور جب غصہ آئے اس کے دور کرنے میں پوری کوشش کرے۔ ۵۶۔ چھوٹے بچوں کو عزیز رکھے، ۵۷۔ زیارت قبور کے لئے جایا کرے۔ ۵۸۔ کسی کے غم پر خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو ہرگز خوشی نہ کرے۔ ۵۹۔ ازواج کو خوش وراضی رکھے، ۶۰۔ بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، ۶۱۔ غلام کے قصوروں پر آقا اس کو ہرگز نہ مارے، ۶۲۔ غلاموں کو رات کے وقت کام نہ بتائے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے، ۶۳۔ دروازے پر آئے ہوئے سوالی کو خالی نہ جانے دے، ۶۴۔ ننگے کو کپڑا پہنائے، ۶۵۔ مخلوق کے ساتھ نیکی کرے بدی نہ کرے، ۶۶۔ مومن کو بدنام نہ کرے بلکہ اس کے ہر عیب کو چھپائے، ۶۷۔ کھانا اکیلا ہرگز نہ کھائے اوروں کو بھی کھلائے، ۶۸۔ ان اعمال صالحہ کو خالص نیت سے محض رضائے الٰہی کے لئے کرے، ۶۹۔ ان سب کاموں پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ ۷۰۔ تمام امر ونہی پر عمل کرنے میں اپنی تمام تر قوت خرچ کرے۔ پس جو کوئی ان ستّر چیزوں پر عمل کرے گا اور اللہ ورسول کو مانے گا اس پر شیطان غالب نہیں ہوگا اور اس کو راستے سے گمراہ نہیں کر سکے گا۔

احکامِ شریعت کا بیان

شریعت کے احکام آٹھ قسم کے ہیں: ۱۔فرض، ۲۔واجب، ۳۔سنت موکدہ، ۴۔مستحب، ۵۔مباح، ۶۔مکروہ، ۷۔حرام، ۸۔حلال

فرض : اُس حکم کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی اور یقینی سے کہ جس میں کوئی دوسرا احتمال نہ ہو ثابت ہو۔ جیسا کہ آیت قطعی یا حدیث متواتر کہ اس میں اور کوئی احتمال نہ ہو یا صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو، جو اس کا انکار کرنے کافر ہے اور بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور یہ اوامر و نواہی دونوں کو شامل ہے اور اکثر اس کا اطلاق ان ہی افعال پر ہوتا ہے جن کا کرنا مقصود ہے۔

واجب: وہ حکم ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو یعنی اس دلیل سے جس میں دوسرا ضعیف احتمال بھی ہو جیسے ذومعنی آیت وحدیثِ احاد اور مجتہد کے قیاس سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہے اور اس کا بلاعذر ترک کرنے والا بھی فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہے لیکن فرض سے کم۔ پس فرض اور واجب میں فرق فقط اعتقاد کی راہ سے ہے کہ فرض کا منکر کافر ہے اور واجب کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہے لیکن عمل میں جیسا وہ ضروری ہے ویسا ہی یہ بھی ضروری ہے اسی لئے ان کو فرض وواجبِ اعتقادی بھی کہتے ہیں اور اس لحاظ سے فرض وواجب کی ایک قسم عملی ہے یعنی جو دلیل قطعی ایسی نہ ہو جس سے کفر لازم آئے مگر مجتہد کی نظر میں شرعی دلائل کی رو سے پختہ یقین ہے کہ اس کے کئے بغیر آدمی بری الذمہ نہ ہوگا اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے، ہاں دلائل میں نظر رکھنے والا اور مجتہد دلائل شرعیہ سے اس کا انکار کرسکتا ہے لیکن مقلد کو بلاضرورت شرعی اپنے امام کے خلاف کرنا جائز نہیں جیسے حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا، نیز وضو میں بسم اللہ اور نیت حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور حنبلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض ہے۔ ان کے علاوہ فرض عملی کی بہت سی مثالیں ہیں اور اسی طرح واجب کی مثالیں بھی کتبِ فقہ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کریں۔

سنت مؤکدہ: وہ فعل ہے جسے نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عموماً اور غالب طور پر کیا ہو اور کبھی بغیر کسی عذر کے ترک بھی کیا ہو، اس خیال سے کہ اُمت پر واجب نہ ہو جائے یا ترک کرنے والے پر کسی قسم کی زجر و تنبیہ نہ کی ہو یا وہ کہ جس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہے ہو مگر ترک کا راستہ بند نہ کیا ہو اس کا ترک گناہ اور ترک کی عادت فسق اور موجب عتاب ہے مگر اس پر کم عتاب ہوگا، مثلاً اس شفاعت سے جو اتباع سنت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے محروم رہے گا، اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں لیکن مستحق عتاب ہے۔

مستحب: وہ ہے کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہؓ نے کیا ہو یا اس کو اچھا خیال کیا ہو یا تابعین نے اس کو اچھا سمجھا ہو لیکن اس کو ہمیشہ یا اکثر نہ کیا بلکہ کبھی کیا اور کبھی ترک کیا ہو، اس کا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنا گناہ و موجب عذاب نہیں اور اس کو سنت زائدہ عادیہ یا سنت غیر موکدہ بھی کہتے ہیں اور فقہا کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔ بعض نے سنت غیرہ موکدہ اور مستحب کو الگ الگ بیان کیا اور تھوڑا فرق کیا ہے۔

مباح: وہ حکم ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

مکروہ: وہ حکم ہے کہ جس میں ممانعت تو وارد ہے لیکن جواز کی دلیل بھی پائی جاتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ مکروہ تنزیہی: جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو، اور یہ جواز کے دائرے میں ہے اور کراہت طبعی رکھتا اور سنت غیر موکدہ کے بالمقابل ہے۔

۲۔ مکروہ تحریمی: یہ قریب حرام کے لئے اور یہ دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے، اگر چہ اشد ضرورت میں یہ بھی جائز ہے، یہ واجب کے بالمقابل ہے۔ پس اس کا انکار کرنے والا فاسق اور بغیر عذر کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوگا۔

حرام: وہ ہے جس پر ممانعت کا حکم پایا جائے اور جواز کی دلیل نہ ہو، پس یہ فرض کی طرح دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے اس کا منکر کافر اور بے عذر کرنے والا فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہے۔

حلال: جس میں ممانعت کی وجہ نہ پائی جائے اور یہ حرام کے بالمقابل ہے سنت موکدہ کے بالمقابل ''اساءت'' ہے یعنی جس کا کرنا برا اور التزام پر مستحق عذاب ہوتا ہے اور مستحب کے بالمقابل ''خلاف اولیٰ'' ہے کہ نہ کرنا بہتر تھا مگر کر لیا تو کچھ مضائقہ وعتاب نہیں۔

فرض کی دو قسمیں ہیں: ا۔ فرض عین وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جس پر وہ لازم ہے جب تک اس کو ادا نہ کرے اس کے ذمے سے نہیں اترتا، جیسے پنج وقتی اور جمعے کی نماز اور روزۂ رمضان المبارک، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔

۲۔ فرض کفایہ وہ ہے کہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے باقی کے ذمے سے بھی اتر جائے گا لیکن اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ۔ اسی طرح سنت موکدہ علی الکفایہ بھی ہے جس کی مثال رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہے۔

فرائضِ اسلام کا بیان

فرض عین یہ ہیں: کلمہ شہادت کا دل وزبان سے اقرار کرنا۔ رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں ہمیشہ ادا کرنا، صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا۔ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ راستہ اور سواری کا خرچ ہونے یعنی حج فرض ہونے کی صورت میں حج ادا کرنا۔ ارکان خمسہ یعنی ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج اور وضو وغسل، حیض ونفاس وغیرہ ضروریات دین کا علم حاصل کرنا، ماں باپ استاد علماء بادشاہ وسید کی فرمانبرداری اور ادب واحسان وسپاس ادا کرنا۔ ماں باپ بیوی اور چھوٹی عمر کی اولاد کا نان نفقہ دینا۔ تمام گناہوں سے توبہ کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چار پشت تک نسب نامہ یاد رکھنا اور وہ اس طرح ہے حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ مردوں کے لئے گھٹنوں سے ناف تک (ناف ستر میں شامل نہیں اور گھٹنے شامل ہیں) ستر عورت کا ڈھانپنا۔ اور حُرعورت (آزاد عورت یعنی جو باندی نہ ہو) کو نماز میں تمام بدن ڈھانپنا ایسے ہی نماز کے علاوہ اوقات میں بھی غیر محرموں سے تمام بدن چھپانا فرض ہے سوائے منہ، پاؤں اور ہاتھوں کے کہ یہ گھر میں اور نماز کی ضروریات کے لئے معاف ہیں۔ باندی کے لئے سارا پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنوں تک ستر عورت ہے اور عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ خاوند کی اجازت سے گھر سے باہر جانا خواہ وہ اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً سوائے چند مستثنیٰ موقعوں کے کہ ان میں بلا اجازت جاسکتی ہے، پس اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو دینی ودنیوی ضرورتوں کے لئے شرائط مذکورہ کے ساتھ جانا جائز ہے اور اس سے مرد گنہگار نہ ہوگا، اور بلا ضرورت اجازت پر مرد بھی گنہگار ہوگا۔ چاروں مذاہب اہل سنت وجماعت (یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی) برحق ہیں کسی پر اعتراض نہ کرے رمضان کے تیس روزں کی تیس نیتیں اور حج وزکوٰۃ کی نیت اپنے اپنے موقعوں پر کرے بغیر نیت کے کوئی عمل صحیح نہیں ہوتا۔ اخلاصِ اعمال وترکِ ریا، یعنی اعمال صالحہ میں کوئی دنیاوی غرض کا ارادہ نہ ہو اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی نیت ہو۔ موت کے خوف کے وقت کھانا پینا، کافروں سے جہاد کرنا جبکہ ان کے غلبہ کا خوف ہو۔ ضرورت کے وقت کسب حلال

کرنا نماز کے اٹھارہ فرض ہیں، چار وضو میں ہیں تین تیمم میں، تین غسل میں ہیں، نماز جائز ہونے کی مقدار قرآن کا یاد کرنا۔ نص قرآن و حدیث وقیاس ائمہ و اجماع امت پر عمل کرنا۔

امام جب قرآن مجید جہر سے پڑھتا ہو تو قرآن کا سننا، بعض کے نزدیک نماز کے علاوہ بھی قرآن شریف جب جہر (بلند آواز) سے پڑھا جائے تو اس کا سننا فرض ہے۔ فرض نمازوں، نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور مسِ مصحف کے لئے وضو کرنا۔ پانچ مواقع پر غسل کرنا یعنی جماع خواہ بلا انزال ہو۔ انزال جبکہ منی شہوت سے نکلے، خواب میں احتلام ہونا جبکہ منی یا مذی ظاہر ہو۔ پاکی، حیض ونفاس جنبی حائض ونفسا یا جس کا مخرج نجاست (پیشاب، پائخانہ کا مخرج) درم سے زیادہ ملوث ہو جائے اس کو استنجا کرنا۔ جس کو زنا کا خوف ہو اس کو شادی کرنا، نکاح کے بعد ایک مرتبہ وطی کرنا، عورت کو خاوند کا حکم ماننا، خاوند کے مال میں خیانت اور نقصان نہ کرنا، اگر کسی شخص کو شیر پھاڑ کھانے والا ہو، یا وہ آگ میں جلنے والا ہو، یا ڈوبنے والا ہو، یا کسی اور ایسی مصیبت میں مبتلا ہو مثلاً دیوار کے نیچے دب کر یا کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو رہا ہو تو جو شخص اس کے چھڑانے اور بچانے پر قادر ہو یا دوسرے لوگوں کو خبر دینے پر قادر ہو تو اس پر بچانا یا اطلاع دینا فرض ہے اور اس غرض کے لئے نماز توڑنا بھی جائز ہے چاہے اس نماز کا وقت بھی قضا کیوں نہ ہو جائے۔ خاوند کا اپنی بیوی کو حمام خانے اور میلے اور دیگر مواقع ممنوعہ مثلاً دوسروں کی شادی غمی میں یا بیگانے مریضوں کی عیادت کو یا غیر مردوں کی مجلس میں جانے سے روکنا اور عورت کے لئے ان مواقع میں نہ جانا۔ اگر عورت کے ماں باپ بیمار ہوں یا انھیں اس کی خدمت کی ضرورت ہے تو عورت کو ماں باپ کی عیادت یا خدمت کے لئے جانا خواہ اس کا خاوند بالکل اجازت نہ دے تب بھی جائے، عورت اس قسم کی نافرمانی سے گنہگار نہ ہوگی۔ اگر گھر میں خاوند یا کوئی اور علم سکھانے والا نہ ہو تو عورت علم حاصل کرنے کے لئے جائے اور پرانے کپڑے پہن کر بوڑھی عورت کی شکل بنا کر جائے۔ بادشاہوں کے لئے عدل کرنا اور علماء اور عاجزوں، مسکینوں اور غازیوں کو خرچ کو (نفقہ) دینا۔ جب اللہ تعالیٰ کا نام سنے تو جَلَّ جَلَالُہٗ کہے۔ عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا۔ اگر کوئی خدا اور رسول کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرے تو قدرت ہوتے ہوئے اس کو روکنا، اگر ہاتھ سے قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے روکے اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ دنبل وزخم وغیرہ پر خون یا پیپ وغیرہ کی بندش کے لئے پٹی باندھنا۔ یا پیشاب گاہ (مشترک حصہ) میں قطرے یا مذی وغیرہ کے بند کرنے کے لئے روئی کا رکھنا یا جس حیلے سے ناپاکی کی بندش ہو مثلاً اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے خون، ریم، مذی وغیرہ جاری نہیں ہوتی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے جاری ہو جاتی ہے تو نماز کا بیٹھ کر پڑھنا۔ بقدر ضرورت علم فقہ کا پڑھنا وغیرہ۔

فرض کفایہ یہ ہیں: سلام کا جواب دینا (اگر کوئی کسی اکیلے آدمی کو سلام کہے یا مجلس میں کسی کا نام لے کر سلام کہے تو سلام کا جواب دینا اس شخص پر فرض عین ہے) سلام کا پیغام سننے والے کو سلام کا جواب دینا اور یوں کہنا وَعَلَیْهِ وَعَلَیْكُمُ السَّلَام اور (۱) چھینک والے کا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سن کر جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا۔ عیادت (بیمار پرسی) جبکہ مرض شدید ہو ورنہ مستحب ہے۔ مسلمان کی میت کا غسل وکفن ونماز جنازہ ودفن وغیرہ۔ ہر ایک شہر میں ایام جمعہ وعیدین میں ایک قاضی ایک مفتی ایک امیر اور ایک خطیب کا موجود ہونا (یا ان کا قائم مقام ہو اور غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کی رضامندی سے کسی کو قاضی بنایا جائے۔ مؤلف) بقدر ضرورت علم فقہ کا پڑھنا فرض عین ہے۔ اس سے زیادہ یعنی مکمل علوم فقہ کا پڑھنا اور علم اصول اور تمام قرآن مجید حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ امر بالمعروف یعنی نماز، روزہ وغیرہ نیکیوں کا حکم کرنا اور نہی عن المنکر یعنی شرک، بدعت، زنا اور شراب خوری وغیرہ برائیوں سے روکنا، بادشاہ کے لئے ہاتھ سے اور عالم کے لئے زبان سے روکنا اور عوام کے لئے جبکہ کسی فتنے کا ڈر ہو منکرات کو دل سے برا جاننا فرض کفایہ ہے اور اگر نفع کی کوئی امید نہ ہو تو فرض نہیں ہے۔ اولاد کی تعلیم

وتربیت (پڑھانا سکھانا) اور پرورش کرنا ان کا اچھا نام رکھنا اور اگر نان ونفقہ کی استطاعت ہو تو اولاد کا نکاح کرنا۔ اگر کوئی پیغام کہے تو اس کا پیغام پہنچانا۔ طالب علموں کا خرچ اور ان کی مدد کرنا۔ جو مومن بھوکا مر رہا ہو اس کو کھانا کھلانا، اگر کسی کو کھانا دینے کی توفیق نہ ہو تو لوگوں میں اعلان کر دینا۔ اگر کفار غلبہ نہ کریں تو اس صورت میں ان سے جنگ کرنے فرض کفایہ ہے اور غلبہ کرنا اور شہر گھیرنے کی صورت میں فرض عین ہے۔

واجباتِ اسلام کا بیان

واجبات اسلام یہ ہیں: ا۔ نماز وتر۔ ۲۔ عمرہ اور وہ اس طرح ہے کہ پہلے احرام باندھے اور خانہ کعبہ کا طواف کرے پھر صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار سعی کرے (لپک کر چلے) اس کے بعد سر کو منڈوا کر یا کترا کر احرام سے باہر ہو جائے اور عمرہ تمام سال میں جائز ہے مگر حج کے دنوں میں جو عرفہ کے روز سے آخر ایام تشریق یعنی تیرہویں ذی الحجہ تک ہے ان میں عمرہ ادا کرنا مکروہ ہے۔ عمرے کا واجب ہونا مشہور ہے، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ سنت ہے غنی کے لئے صدقہ فطر ادا کرنا اپنی طرف سے بھی اور چھوٹی اولاد کا بھی جن کا وہ کفیل ہے۔ غنی کے لئے بقرعید (عیدالاضحیٰ) کی قربانی کرنا، اپنے خویشوں کا جبکہ وہ عاجز ہوں نفقہ دینا اور ماں باپ کی خدمت کرنا اور زیارت کرنا اور عورت پر خاوند کی خدمت کرنا مثلاً روٹی، ہنڈیا پکانا کپڑے وغیرہ سینا اور چرخہ وغیرہ کا تنا اور بچوں کی دودھ وغیرہ سے پرورش کرنا وغیرہ۔ جب کسی پیغمبر کا نام سنے یا پڑھے تو اس طرح درود کہے صَلَوٰاتُ اللّٰہِ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ بعض کے نزدیک ہر بار پڑھنا واجب ہے، بعض کے نزدیک تین بار اور بعض کے نزدیک ایک بار واجب ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً واجب ہی نہیں بلکہ ہر بار مستحب ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مبارک سنے یا پڑھے تو درود شریف یعنی ﷺ یا کوئی اور صیغہ کہنا پہلی دفعہ واجب ہے اور ہر بار کہنا مستحب ہے۔ جب کسی صحابی کا نام سنے یا پڑھے تو رضی اللہ عنہ کہے، یہ بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک مستحب ہے اور یہی قول معتبر ہے۔ ذوی الارحام محرموں کے ساتھ صلہ رحمی واجب ہے اور نا محرم ذوی الارحام کے ساتھ سنت ہے۔ ہمسائے کا حق ادا کرنا یعنی ان پر ظلم نہ کرنا اور ان کو نفع پہنچانا۔ ۷۔ غلام کے اوپر اپنے آقا کی خدمت کرنا اور آقا پر اپنے غلام کو اچھی طرح رکھنا۔ طوافِ کعبہ کے لئے وضو کرنا۔ اگر کافر جنبی مسلمان ہو تو اس کو غسل کرنا اگر جنبی نہ ہو تو مستحب ہے۔

وہ بالغ جو بلحاظ عمر بالغ ہو اور اس کے بعد اس کو احتلام ہو، اگر احتلام کے ساتھ بالغ ہوا تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس پر بھی غسل واجب ہے، یہی احوط ہے۔

سننِ اسلام کا بیان

ختنہ کرنا، مسواک کرنا، لبوں کے بال اور زیر ناف کے بال اور بغلیں صاف کرانا اور ناخن کٹانا، سر منڈانا یا سارے سر پر بال رکھنا، اور بیچ میں مانگ نکالنا یعنی نصف بال دائیں طرف اور نصف بائیں طرف رہیں۔

مستحبات وسننِ زوائد کا بیان

اسلام میں مستحبات وسنن زوائد یہ ہیں: غسل جمعہ، غسل عیدین، غسل عرفہ، غسل احرام، سر میں خشک کنگھی پھیرنا، داڑھی میں تر کنگھی پھیرنا۔ جب دلہن پہلی مرتبہ گھر میں آئے تو دعوت ولیمہ کرنا یعنی دوست احباب اور رشتہ داروں کو کھانا کھلانا۔ سلام کہنا۔ مصافحہ کرنا، ضیافت

قبول کرنا، چھینک حتی الامکان آہستہ آواز سے کہنا اور الحمد للہ اونچی سے کہنا۔ بیمار کی مزاج پرسی کرنا جبکہ بیماری شدید نہ ہو، اگر بیماری سخت ہو تو بیمار پرسی فرض کفایہ ہے، بالوں کو تیل لگانا اور خوشبو بھی لگانا، اچھا لباس پہننا کبھی کبھی آئینہ دیکھنا، سبز اور سفید اور سیاہ پوشاک افضل ہے۔ پاجامہ پہننا۔ کالا موزہ پہننا۔ صافہ میں شملہ رکھنا، نیک اور پسندیدہ کام داہنے ہاتھ سے کرنا مثلاً کھانا پینا لکھنا وغیرہ اور قرآن مجید، دینی کتب اور دوسری اشیاء لینا دینا، ناک و منہ میں پانی ڈالنا وغیرہ۔ ناپسندیدہ کام بائیں ہاتھ سے کرنا مثلاً استنجا خواہ پتھر وڈھیلے سے کرے یا پانی سے ناک سنکنا وغیرہ۔ کپڑوں ولباس کا بقدر کفایت چھوٹا رکھنا کیونکہ لباس کا حاجت سے زیادہ لمبا رکھنا مکروہ ہے اور اس میں تکبر و ناز پایا جاتا ہے۔ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو ہاتھ میں لاٹھی (عصا) رکھنا۔ سوائے ممنوعہ ومنکرہ موقعوں کے ہر حال میں قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا۔ عزیزوں اور دوستوں کی سوغات (تحفے) قبول کرنا اور ان کو اس کا بدلہ دینا۔ مسلمانوں کی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا۔ صدقے کی نیت سے حاجت سے زیادہ کسب کرنا۔ نیکوں، عابدوں، زاہدوں اور علماء وصلحاء کی صحبت اختیار کرنا، نماز عشاء کے بعد آنکھوں میں سرمہ لگانا، قیلولہ کرنا، علم طب سیکھنا۔ فصد کھلوانا، سفر کے لئے دن کے وقت روانہ ہونا اور ہفتہ یا جمعرات کی فجر کو سفر کرنا، بیمار کو توبہ واستغفار کرنا۔ رونا، صدقہ دینا اور صحت ہونے پر غسل کرنا۔

کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر لقمے پر کہنا مستحب ہے اور اسی طرح کھانے پینے کے بعد الحمد للہ کہنا سنت ہے اور ہر لقمے کے اخیر پر مستحب ہے، کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا، دائیں ہاتھ سے کھانا (بلا عذر بائیں ہاتھ سے کھانا بدعت ہے) کھانے میں اخیر تک احباب کا ساتھ دینا، کھاتے وقت جوتا اُتار کر بیٹھنا۔ مل کر کھانا، سہارا لگا کر یا پاؤں لٹکا کر کھانا مکروہ ہے، باوضو کھانا، جب سچی بھوک لگے تب کھانا اور جب بھوک باقی رہے تو ہاتھ روک لینا، تین انگلیوں سے کھانا محض ایک انگلی سے نہ کھائے اگر ضرورت ہو تو چوتھی اور پانچویں بھی ملا لے۔ لکڑی اور مٹی کے برتنوں میں کھانا پینا افضل ہے بہ نسبت تانبے لوہے وغیرہ دھاتوں کے برتنوں کے، کپڑے وغیرہ کا ایک دسترخوان بچھا کر کھانا اس پر رکھنا تاکہ کھانے وغیرہ کے ریزے گر کر پاؤں کے نیچے آکر بے ادبی نہ ہو۔ دعوت میں سبزیات (پھل وغیرہ) اور سرکہ حاضر کرنا، کھاتے وقت دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا۔ کھانے کے اول وآخر نمک کی چیز کھانا یا نمک چکھنا، اپنے آگے سے کھانا، خالی ہونے پر پیالے کو انگلی سے چاٹ لینا، کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کا چاٹنا اس طرح پر کہ پہلے درمیانی انگلی کو چاٹے پھر انگوٹھے کے پاس والی پھر انگوٹھا اور چار پانچ انگلیاں استعمال کی ہوں تو سب کو چاٹ لے اور ہر انگلی کو تین بار چاٹے، کھانے کے ذروں کو کھالے، پھینکنے نہیں، دھونے کے بعد ہاتھوں کو نہ جھٹکے، دعوت میں جو بزرگ ہو وہ پہلے کھانا شروع کرے۔ صالح لوگوں کی دعوت کھانا اور ان کو کھلانا، کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا اور کلی کرنا، کھانے کے بعد کھلانے والے کے لئے دعا کرنا دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ اور یہ بھی زیادہ کرے وَبَارِكْ لَهٗ فِی مَالِهٖ وَرِزْقِهٖ یا یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ وِلِاٰ كِلِهٖ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتاب الطہارۃ

طہارت کا بیان

تمہید

جاننا چاہئے کہ تمام کتب فقہ میں عبادات کو معاملات ومزاجرات (سزاؤں اورتعزیرات) وغیرہ پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ یہ دوسرے امور سے اہم ہے۔ پھر نماز کو باقی دوسری عبادات پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ ایمان کے بعد یہ سب سے اہم عبادت ہے اور نص قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ طہارت کو نماز پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ یہ نماز کی کنجی اور اس کی شرط ہے اور جو چیز کسی چیز کی کنجی اور شرط ہوتی ہے وہ اس چیز پر طبعاً مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو بیان میں بھی مقدم رکھا جاتا ہے (۱) اور تمام شرائط نماز پر طہارت کو اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ یہ ان میں سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ کسی (عام) عذر سے ساقط نہیں ہوتی۔ (۲)

طہارت کے معنی: لغت میں طہارت کے معنی مطلق طور پر صفائی و پاکیزگی کے ہیں اور شرعاً اس کے معنی حدث ونجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا (۳) پس طہارت سے مراد وہ طہارت ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۳)

طہارت کا حکم: طہارت کا حکم یعنی اس پر مرتب ہونے والا ثمرہ یہ ہے کہ جو چیز طہارت کے بغیر جائز نہیں ہے (مثلاً نماز پڑھنا اور قرآن مجید کا چھونا وغیرہ) وہ طہارت حاصل ہونے کے بعد مباح وجائز ہو جاتی ہے۔ (۴)

طہارت واجب ہونے کا سبب: طہارت واجب ہونے کے سبب کے بارے میں چار قول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حکمی طہارت کا سبب حدث اور حقیقی طہارت کا سبب خبث ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑا ہونا اس کا سبب ہے تیسرا قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب وہ فعل ہے جو طہارت کے بغیر حلال (جائز) نہیں ہوتا خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز، یا فرض، نہ ہو جیسے قرآن مجید کا چھونا اور چوتھا قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب نماز کا واجب ہونا یا اس چیز کا ارادہ کرنا ہے جو طہارت کے بغیر حلال (جائز) نہ ہو۔ (۵)

---

(۱)۔ بحر و درر ش ملتقطاً (۲)۔ بدائع و در مجمع وغیرہا (۳)۔ مجمع

(۴)۔ درش و بحر (۵)۔ درش ملخصاً وتصرفاً

طہارت کا رکن: نجاست حکمی و نجاست حقیقی کو دور کرنے والی چیز کا استعمال کرنا۔(۱)

طہارت واجب ہونے کی شرطیں: طہارت واجب ہونے کی شرطیں نو ہیں: ۱۔ اسلام، ۲۔ عقل، ۳۔ بلوغ، ۴۔ حدث پایا جانا خواہ حدث اصغر ہو یا اکبر، ۵۔ پاک کرنے والی چیز یعنی ضرورت کے مطابق پاک اور خالص پانی، یا پاک مٹی کا ہونا، ۶۔ پانی یا مٹی کے استعمال پر قدرت ہونا، ۷۔ عورت کا حیض کی حالت میں نہ ہونا، ۸۔ عورت کا نفاس کی حالت میں نہ ہونا، ۹۔ نماز کے وقت کا تنگ ہونا۔(۲)

طہارت کے صحیح ہونے کی شرطیں: طہارت کے صحیح ہونے کی شرطیں چار ہیں: ۱۔ پاک اور خالص پانی کا تمام اعضا پر پہنچنا، ۲۔ عورت کا حیض کی حالت میں نہ ہونا، ۳۔ عورت کا نفاس کی حالت میں نہ ہونا، ۴۔ غیر معذور کو طہارت حاصل کرنے کی حالت میں طہارت کو توڑنے والی کسی چیز کا لاحق نہ ہونا اور اس چیز کا بدن سے دور ہونا جو طہارت کی مانع ہے مثلاً آنکھ کا کیچڑ (چیڑ) یا موم وغیرہ جو بدن پر چپکا ہوا اس کا دور ہونا۔(۳)

طہارت کی اقسام: نماز سے تعلق رکھنے والی طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک حدیث سے طہارت۔ اس کو طہارت حکمی بھی کہتے ہیں اور دوسری خبث سے طہارت اس کو طہارت حقیقی بھی کہتے ہیں حدث سے طہارت یعنی حکمی طہارت تین قسم کی ہوتی ہے یعنی وضو، غسل اور تیمم۔ اور خبث سے طہارت یعنی حقیقی طہارت نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔(۴) (ان دونوں قسم کی طہارت کی تفصیل مع اقسام علی الترتیب بیان کی جاتی ہے (مؤلف)

حدث سے طہارت حاصل کرنا

نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط بدن کی طہارت یعنی اس کا پاک ہونا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: اول بدن کا حدث (نجاست حکمی) سے پاک ہونا اور دوم خبث (نجاست حقیقی) سے پاک ہونا (۵) حدث ایک شرعی وصف ہے جو اعضائے جسم میں اثر کرتا ہے اور طہارت کو زائل کر دیتا ہے (۶) پس حدث بحکم شرع ایک مانع ہے جو اعضائے جسم کے ساتھ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک حدث کو دور کرنے والی چیز استعمال نہ کی جائے اور وہ (حدث کو دور کرنے والی چیز) یا طبعی ہے یعنی پانی، یا شرعی ہے یعنی مٹی (۷) (یعنی اگر پانی پر قادر نہ ہو تو شرعاً پاک مٹی سے تیمم کر کے حدث سے پاک ہو جاتا ہے۔ مولف) اور شرعاً خبث یعنی نجاست حقیقی سے مراد جسم دار نجاست ہے (۸) پس حدث یعنی حکمی نجاست سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ ظاہر میں جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو لیکن پھر بھی شرعی حکم کے مطابق جسم ناپاک ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص جنابت کی وجہ سے ناپاک ہوا اور اس نے اپنے جسم کی ظاہری نجاست دھو ڈالی تو وہ جب تک باقاعدہ غسل نہ کرے اور اس کا جسم حکماً ناپاک ہے اور اس شخص کے لئے نماز ادا کرنا اور مسجد میں داخل ہونا وغیرہ جائز نہیں یا کوئی شخص جنبی تو نہیں لیکن بے وضو ہے یعنی اس نے پیشاب یا پاخانے کے بعد استنجا تو کر لیا لیکن وضو نہیں کیا تو یہ شخص حکماً ناپاک ہے اور اسے نماز پڑھنا یا قرآن مجید چھونا وغیرہ جائز نہیں ہے ایسی نجاست کو نجاست حکمی کہتے ہیں، یعنی وہ نجاست جو دیکھنے میں نہ آسکے بلکہ شریعت کے حکم سے ثابت ہوتی ہے۔ ایسی نجاست سے بدن کا پاک ہونا طہارت حکم کہلاتا ہے، اور ظاہری یعنی نظر آنے والی جسم دار نجاست سے بدن کا پاک ہونا طہارت حقیقی کہلاتا ہے طہارت حکمی

---

(۱)۔ عنایہ بزیادۃ　(۲)۔ بحر و در وش ومنحہ ملتقطاً　(۳)۔ ایضاً　(۴)۔ بدائع تصرفاً

(۵)۔ در و بحر　(۶)۔ در　(۷)۔ بحر و در　(۸)۔ در و بحر

وطہارت حقیقی سے بدن کا پاک ہونا نماز کے لئے شرط ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی (۱) طہارت حکمیہ یعنی حدث سے طہارت کے بیان کو طہارت حقیقیہ یعنی خبث سے طہارت کے بیان پر مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا وقوع بکثرت ہے اور یہ سب سے اہم اور سب سے زیادہ تاکیدی شرط ہے (۲) اور یہ اغلظ نجاست ہے کیونکہ اس قلیل بھی معاف نہیں ہے بخلاف نجاست حقیقی کے کہ اس کا قلیل معاف ہے۔ (۳) حدث یعنی نجاست حکمی دو قسم کی ہے اول غسل فرض ہونا، اس کو حدث اکبر کہتے ہیں دوم بے وضو ہونا اس کو حدث اصغر کہتے ہیں، ان دونوں نجاستوں سے بدن کا پاک ہونا طہارت حکمی کہلاتا ہے۔

غسل کو طہارت کبریٰ کہتے ہیں اس کے واجب ہونے کی شرط حدث اکبر ہے اور وضو کو طہارت صغریٰ کہتے ہیں اس کے وجوب کی شرط حدث اصغر ہے۔ (۴) وضو کے بیان کو غسل کے بیان پر مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ غسل کا جز بھی ہے اور اس کی بکثرت ضرورت پیش آتی ہے۔ (۵)

---

(۱)۔ش وغایۃ الاوطار وغیرہما تصرفاً ومترجماً (۲)۔کبیری وغیرہ (۳)۔در وش

(۴)۔م وط (۵)۔کبیرو غیرہ مترجماً

وضو کا بیان

اس بیان میں وضو کے فضائل حکمتیں اور فائدے معنی اور اس کے ارکان (فرائض) وسنن ومستحبات، آداب ومکروہات اور وضو کو توڑنے والی چیزیں وغیرہ تفصیل کے ساتھ ترتیب وار بیان کی جاتی ہیں۔ (مولف)

فضائلِ وضو

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے سبب اللہ تعالیٰ خطائیں محو فرمادے اور درجات بلند کردے، صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جس وقت وضو کرنا ناگوار ہوتا ہے (مثلاً بیماری یا سردی میں) اس وقت کامل وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ اور اس کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ دین کے دشمنوں سے بلاد اسلام کی سرحد کی نگہبانی کے لئے وہاں پر بیٹھنے کا ثواب ہے۔ (۱)

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح (یعنی سنن وآداب کے ساتھ) وضو کرے تو اس کے بدن سے (صغیرہ) گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں میں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ (۲)

۳۔ حضرت عبداللہ صنابحی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے اس اور کے لئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرتا ہے تو اس کی ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کے ناخنوں سے بھی نکل جاتے ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں اور جب اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں پاؤں کے ناخنوں سے بھی نکل جاتے ہیں، پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا اس کے لئے (درجات کا) زیادہ ہونا ہے۔ (۳) اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابو ہریرہؓ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آثار وضو کی وجہ سے قیامت کے روز میری امت کو الغُرُّ المُحَجَّلُونَ ''روشن پیشانی اور سفید اعضا والے'' کرکے پکارا جائے گا پس تم میں سے جو شخص چاہے کہ اپنی پیشانی کی روشنی کو طویل کرے تو اس کو چاہئے کہ ایسا کرے۔ (۴) یعنی وضو کے باعث قیامت کے روز اعضائے وضو روشن ہوں گے، پس ان کو ان کی حد سے کچھ زائد دھو کر ان کی روشنی کو طویل کرے۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں تک مومن کے وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک اس کو جنت (میں) زیور پہنچے گا۔ (۵)

---

(۱)۔ رواہ مسلم والترمذی　(۲)۔ متفق علیہ　(۳)۔ رواہ مالک والنسائی　(۴)۔ متفق علیہ　(۵)۔ رواہ مسلم

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کے اوپر وضو کرے (یعنی جبکہ پہلے وضو سے کوئی فرض یا نفل عبادت کر چکا ہو) تو اس کے لئے وضو کے ثواب کے علاوہ) دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔(۱)

۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔(۲)

۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص وضو کرے پس پوری طرح وضو کرے اس کے بعد یہ (کلمہ شہادت) کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ایک روایت میں ہے کہ یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے (۳)

۹۔ گھر سے وضو کر کے نماز کے لئے مسجد جانے میں ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب ملتا ہے۔(۴)

۱۰۔ باوضو مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے جتنا وقت انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے اور اس کو نماز کا ثواب ملتا ہے۔(۵)

وضو کی حکمتیں اور فائدے

دین اسلام کے ہر عمل میں بشمول وضو بہت سی حکمتیں، اسرار اور فائدے مضمر ہوتے ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہمارا ذہن منتقل ہو جاتا ہے اور اکثر کی طرف ہمارا ذہن نہیں جاسکتا اور ان کا صحیح و کامل علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے چنانچہ وضو میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے چند ہیں:

۱۔ وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں اور غفلت کے دور کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اگر وضو کے بغیر نماز پڑھنا مشروع ہوتا تو انسان اسی طرح پردہ غفلت میں سرشار رہتا اور غافلانہ طور پر نماز میں داخل ہو جاتا اس لئے اس غفلت کو دور کرنے کے لئے وضو مشروع ہوا تاکہ انسان باخبر و باحضور ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔(۶)

۲۔ وضو میں چند اعضا کو دھونے اور سر کا مسح کرنے کا حکم ہے اس لئے کہ تمام ممالک میں لباس سے یہی اعضا عام طور پر باہر رہتے ہیں انہی اعضا کے گرد و غبار سے آلودہ ہونے کا امکان رہتا ہے اس لئے پاکیزگی و صفائی کا تقاضا ہے کہ ان اعضا کو دھویا جائے اور سر بہت کم کھلا رہتا اور اس پر بیرونی گرد و غبار کے اثرات کم پڑتے ہیں اس لئے اس کا صرف مسح کرنے کا حکم ہے اور ہر نماز کے لئے وضو کرنے میں کوئی حرج و مشقت نہیں ہے اس لئے اس کا حکم دیا گیا ہے اگر نماز کے لئے تمام بدن کو دھونے کا حکم ہوتا تو اس میں مشقت و حرج ہوتا اس لئے شرع شریف نے نماز کے لئے وضو کا حکم دیا جس کو ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے پورے بدن کو دھونے کا حکم نہیں دیا۔(۷)

۳۔ جب کوئی شخص کسی بادشاہ یا امیر یا رئیس کی ملاقات کے لئے جاتا ہے یا کسی اچھے یا پاکیزہ کام کا قصد کرتا ہے تو پہلے ان اعضا کو دھوتا ہے جن پر ملاقات کے وقت لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے اور ان اعضا کے کھلا رہنے کے باعث ان پر گرد و غبار اور میل کچیل لگا ہوتا ہے اور لباس

(۱)۔ رواہ الترمذی (۲)۔ رواہ احمد (۳)۔ رواہ مسلم۔ یہ حدیثیں مشکوۃ شریف و جمع الفوائد کتاب الطہارۃ سے نقل کی گئی ہیں
(۴)۔ علم الفقہ (۵)۔ علم الفقہ (۶)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں ملخصاً
(۷)۔ ماخوذ عن حجۃ اللہ وغیرہ

بھی صاف ستھرا پہن کر جاتا ہے اس کو خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو میرے میلے کچیلے لباس اور چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو دیکھ کر وہ بادشاہ یا امیر نفرت کرے اور بات بھی نہ کرے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ سب بادشاہوں، امیروں رئیسوں اور تمام کائنات کے خالق احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہو کر اپنی عرض و معروض پیش کرتا ہے اس لئے اس بارگاہ مقدس کی حاضری کے لئے صفائی و پاکیزگی کی زیادہ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور اپنی شان رحیمی و کریمی سے اس مقصد کے لئے ہمیں کسی زیادہ مشقت میں ڈالے بغیر ایک آسان طریقہ بتادیا کہ وضو کرلیا کریں۔(۱)

۴۔ کسی نشے باز کو ظاہری حاکم و بادشاہ کے دربار میں نشے کی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی اسی طرح نماز کے لئے بھی حکم ہے کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو کیونکہ نشے کی حالت میں یہ ہوش نہیں رہتا ہے کہ وہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اسی طرح انسان دنیاوی مشاغل و تفکرات میں پڑ کر نشے والے آدمی کی طرح ہو جاتا ہے اس لئے غفلت کے اس نشہ کو اتارنے کے لئے وضو کرنا شروع ہوا تاکہ انسان باخبر و باحضور ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔(۲)

۵۔ تجربہ شاہد ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کے دھونے اور منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر اثر پڑتا ہے اور اعضائے رئیسہ میں تقویت و بیداری پیدا ہو جاتی اور غفلت، نیند اور بہت زیادہ بے ہوشی اُس سے دور ہو جاتی ہے اس کی تصدیق حاذق اطبا کے طریق سے ہوسکتی ہے کہ جب کسی کو غشی ہو یا زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد لی گئی ہو تو یہ حضرات اس کے اعضاء پر پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے اپنے نفس، کی سستی، کاہلی اور ثقالت و کثافت کو دور کرنے کے لئے وضو کا حکم دیا گیا۔(۳)

۶۔ مشاہدہ اور طبی تجربات اس امر کے شاہد ہیں کہ انسان کے اندرونی جسم کے زہریلے مادّے اطراف بدن سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور وہ ہاتھ پاؤں یا اطراف منہ و سر پر آ کر ٹھہر جاتے ہیں اور مختلف اقسام کے ذریعے پھوڑے پھنسیوں کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں ان اطراف بدن کو دھونے سے وہ گندے مادے دور ہوتے رہتے ہیں یا تو جسم کے اندر ہی ان کا جوش پانی کے استعمال سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہوتا رہتا ہے۔(۴)

۷۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت سے ظاہری و باطنی پاکیزگی و طہارت کا پابند شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ "بیشک اللہ تعالیٰ باطنی و ظاہری طہارت والوں کو دوست رکھتا ہے"۔(۵)

۸۔ نفس کے صفت احسان سے متصف ہونے میں اس کو بہت بڑا دخل ہے۔(حجۃ اللہ) کیونکہ جب طہارت کی کیفیت نفس میں راسخ ہو جاتی ہے تو ہمیشہ کے لئے نورِ مُلکی کا ایک شعبہ اس میں ٹھہر جاتا ہے اور بہیمت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہو جاتا ہے۔(۶)

۹۔ طہارت سے طبیعت میں عقل کا مادہ بڑھتا ہے اور جہاں عقل تام ہوگی وہاں حضور الٰہی بھی تام ہوگا۔(۷)

۱۰۔ گناہوں اور کسل کے باعث جو روحانی نور و سرور اعضا سے سلب ہو چکا تھا وضو کرنے سے وہ دوبارہ ان میں عود کر آتا ہے یہی روحانی نور قیامت میں اعضائے وضو میں نمایاں طور پر چمکے گا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔(۸)

---

(۱)۔ حجۃ اللہ و احکام اسلام عقل کی نظر میں وغیرہ سے ماخوذ (۲)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں تصرفاً

(۳)۔ حجۃ اللہ و احکام اسلام عقل کی نظر میں (۴)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں (۵)۔ ایضاً

(۶)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں و حجۃ اللہ (۷)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں (۸)۔ ایضاً

۱۱۔ طہارت کی وجہ سے انسان کو فرشتوں کے ساتھ قرب و اتصال ہو جاتا ہے اس لئے وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کو شرف حضوری حاصل ہو کیونکہ طہارت کی وجہ سے انسان کو شیاطین سے بُعد ہو جاتا ہے۔ (۱)

۱۲۔ اس سے عذاب قبر دور ہو جاتا ہے۔ (۲)

۱۳۔ نماز عظیم الشان شعائر اللہ میں سے ہے اور وضو اس میں داخل ہونے کی کنجی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ (۳)

۱۴۔ اعضائے وضو کے دھونے و مسح کرنے میں جو ترتیب منصوص ہے اس کی پابندی کرنے اور ان کے خلاف کرنا ناجائز ہونے میں کچھ باطنی مصلحتیں ہیں اور کچھ ظاہری۔ باطنی مصلحتیں یہ ہیں کہ انسان سے احکام الٰہی کی مخالفت و گناہ کا ظہور اسی ترتیب سے ہوتا ہے اس لئے اعضائے وضو کو منصوص ترتیب سے دھونا ان کو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے دھونے اور تائب کرنے کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے چہرہ کو دھونے کا امر فرمایا جس میں منہ ناک آنکھیں شامل ہیں پہلے کلی کے ذریعے زبان کو صاف کیا جاتا ہے جس میں زبان سے توبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انسان کی زبان احکام الٰہی کی مخالفت میں تمام اعضا سے سبقت لے جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ بنی آدمی سے اکثر گناہ اس کی زبان کے ذریعے صادر ہوتے ہیں، پھر ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کیا جاتا ہے جو کہ سونگھنے کی ممنوعہ چیزوں اور دماغی غرور و تکبر سے توبہ کی علامت ہے پھر سارے چہرے کو دونوں آنکھوں اور پیشانی کے ساتھ دھویا جاتا ہے اس میں چہرے کے تمام گناہوں اور آنکھوں کی بدنظری سے توبہ اور خواہشات نفسانی جن کا مرکز پیشانی ہے چھوڑنے کی طرف اشارہ ہے پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے جس میں ہاتھوں کے گناہ ترک کرنے کی طرف اشارہ ہے پھر سر اور گردن کا مسح کیا جاتا ہے کیونکہ سر و گردن سے بذاتہ کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوتی بلکہ زبان و آنکھ کی ہمسائیگی کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے صرف مسح کرنے کا حکم ہوا، کانوں کے مسح کا حکم بھی اسی لئے ہے کہ ان میں بلاقصد و اختیار آواز آپڑتی ہے، ان تینوں اعضا کے مسح کرنے میں سرکشی، گردن کشی اور خلاف حق سننے سے توبہ کی طرف اشارہ ہے پھر دونوں پاؤں کو دھویا جاتا ہے کیونکہ جب آنکھیں دیکھتی، زبان بات کرتی، ہاتھ حرکت کرتے اور کان سنتے ہیں تو ان سب کے بعد پاؤں چلتے ہیں اس لئے پاؤں کا دھونا سب سے آخر میں ٹھہرا اور سب سے آخر میں ان کی توبہ کی باری آتی ہے۔ تین بار ہر عضو کو دھونے میں توبہ کے تین ارکان یعنی گناہ پر ندامت، اس کے ترک کرنے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ (۴) (اعضائے وضو کے دھونے سے گناہوں کے جھڑنے اور دھلنے کی احادیث فضائل وضو میں بیان ہو چکی ہیں، مولف)

۱۵۔ وضو میں جو ترتیب منصوص ہے اس کی ظاہری حکمتیں یہ ہیں: سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھویا جاتا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان اپنا ہر کام ہاتھ کے ذریعے پورا کرتا ہے جس کی وجہ سے ہاتھوں کا میل سے آلودہ ہونا ضروری ہے اور چونکہ وضو میں دوسرے اعضا ہاتھوں ہی سے صاف کئے جاتے ہیں پس اگر ہاتھوں کو پہلے نہ دھویا جائے اور میلے ہاتھوں سے دوسرے اعضا دھوئے جائیں تو بجائے صاف ہونے کے اور زیادہ گندے ہو جائیں اس لئے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا، اس کے بعد ان پاک ہاتھوں سے پانی لے کر منہ میں ڈالنے اور کلی کرنے کا حکم ہے کیونکہ ہاتھوں کے ظاہری میل کچیل کے بعد منہ کی اندرونی گندہ دہنی کا درجہ ہے۔ انسان منہ سے ہر قسم کی غذا کھاتا رہتا ہے جس کی وجہ سے غذا کے باریک ریزے منہ میں رہ جاتے ہیں ان کے صاف کرنے کے لئے کلی کی ضرورت ہے اور جو اجزا دانتوں کی ریخوں میں پھنس کر رہ جاتے ہیں ان کے لئے مسواک کی تاکید کی گئی ہے جس سے دانت صاف اور مسوڑھے بھی مضبوط ہو جاتے

(۱)۔ ایضاً و حجۃ اللہ　　(۲)۔ حجۃ اللہ　　(۳)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں

(۴)۔ احکام اسلام کی عقل کی نظر میں تصرفاً

ہیں اور منہ کے اندر کی صفائی ہو جاتی ہے اس کے بعد ناک کی آلودگی کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا، ناک کی ریزش کے وہ ٹکڑے جو خشک ہو کر ناک میں جم جاتے ہیں اور ناک صاف نہ کرنے کی وجہ سے ناک میں پیدا ہونے والے جراثیم سانس کے ذریعے پھیپھڑوں کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں اس لئے ناک صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، منہ اور ناک کی صفائی چہرے کی صفائی میں شامل ہے پھر تمام چہرہ دھونے کا حکم ہے کیونکہ انسان کا چہرہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس پر گردوغبار جم جاتا ہے چہرے کے ساتھ آنکھیں بھی دھل جاتی ہیں اور میل دور ہونے کے باعث بیماریوں سے محفوظ رہتی ہیں چہرہ دھونے کے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کاروبار کرتے وقت اکثر لوگ ہاتھ کہنیوں تک کھلے رکھتے ہیں، اور چونکہ کام کرنے والوں کا اکثر سر بھی کھلا رہتا ہے جس پر بالعموم صرف غبار پڑتا ہے اس لئے سر پر صرف مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ہاتھ پھیرنے سے گردوغبار دور ہو کر صاف ہو جائے اسی طرح کانوں اور گردن کے مسح کا حکم ہے کیونکہ یہ بھی سر کے متصل ہیں ان اعضا کے مسح کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ دھونے میں حرج ومشقت ہے اس لئے حرج کو رفع کر دیا گیا۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنے سمیت دھونے کا حکم ہے کیونکہ چلنے پھرنے کی وجہ سے زمین کے قریب ہونے کے باعث پاؤں کا گرد آلود ہونا اور پسینہ آنے کی وجہ سے کثیف ہو جانے کا زیادہ امکان رہتا ہے اس لئے ان کو دھونے کا حکم ہوا اور سب کے بعد میں دھونے کا حکم اس لئے ہوا تاکہ اشرف اعضا کے بعد ان کو ہاتھ لگے، یہ وضو میں چند اعضا کو دھونے اور ان کی ترتیب میں مصلحت کا بیان ہوا۔ (۱)

بظاہر وضو میں چند معمولی اعضا دھوئے جاتے ہیں مگر درحقیقت اس سے ایسی دینی ودنیوی اور ظاہری وباطنی پاکی وصفائی حاصل ہوتی ہے کہ جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی، دینی وباطنی پاکی تو یہ ہے کہ اس سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور دنیاوی وظاہری صفائی تو ظاہر ہی ہے اور اس ظاہری صفائی سے صحت وتندرستی حاصل ہوتی ہے کیونکہ نماز کے پانچ اوقات ہیں ہر وقت کے وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھویا جاتا ہے اس لئے ہر عضو دن رات میں پندرہ مرتبہ دھویا جائے گا اس سے اعضا پر میل وگندگی رہنے کا کوئی امکان نہیں رہے گا جس کا نتیجہ لازمی طور پر تندرستی کا حاصل ہونا ہے۔ (۲)

۱۶۔ وضو میں دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دھونے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو جبکہ یہ تینوں فعل سنت ہیں وضو کے پہلے فرض یعنی منہ دھونے پر مقدم کرنے میں یہ حکمت مفہوم ہوتی ہے کہ پانی کے اوصاف معلوم ہو جائیں کیونکہ وضو کے لئے پاک پانی ہونا چاہئے ناپاک پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جس کے تینوں اوصاف یعنی رنگ ومزہ وبو میں سے کوئی وصف نجاست کی وجہ سے بدل جائے پس جب ہاتھ دھونے کے لئے چلو میں پانی لے گا تو آنکھ سے اپنی کا رنگ معلوم ہو جائے گا کہ بدلا ہے یا نہیں اور جب کلی کے لئے منہ میں پانی ڈالے گا تو پانی کا مزہ معلوم ہو جائے گا کہ متغیر ہوا ہے یا نہیں اور جب ناک میں پانی ڈالے گا تو اس کی بو معلوم ہو جائے گی کہ ٹھیک ہے یا بدل گئی۔ کلی کو ناک میں پانی ڈالنے پر اس کے شرف کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔ (۳)

وضو کے معنی: لغت میں وُضو (واؤ کی پیش کے ساتھ) کے معنی پاکیزگی حاصل کرنا ہے اور شرعاً اس کے معنی مخصوص اعضا کو دھونا اور مسح کرنا ہے۔ (۴) اس لئے دھونے اور مسح کرنے کی تعریف ضروری ہے۔ (۵) پس دھونے کا مطلب عضو پر پانی کا جاری کرنا (بہانا) ہے اس عضو کو ملنا شرط نہیں ہے البتہ مندوب ہے اور خلاصہ میں ملنے کو سنت کہا ہے اور اس کی حد اعضائے غسل پر ہاتھ کا پھرانا۔ (۶) امام ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اعضائے غسل پر پانی بہانے کی حد اصح قول کے مطابق یہ ہے کہ اس عضو سے کم از کم دو قطرے اسی وقت

(۱)۔ احکام اسلام کی عقل کی نظر میں تصرفاً (۲)۔ ایضاً (۳)۔ ط ودروش تصرفاً وملتقطاً
(۴)۔ کبیری وم وغیرہما (۵)۔ بدائع (۶)۔ بحر وفتح

گریں۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ ایک قطرے کا گرنا کافی ہے پس اگر پانی کو تیل کی طرح چپڑ لیا اور عضو سے کوئی قطرہ نہیں ٹپکا تو ظاہر الروایت کے مطابق کافی نہیں ہے اسی طرح اگر وضو کے کسی عضو پر برف ملی اور اس عضو سے کوئی قطرہ نہ ٹپکا تو کافی نہیں ہے اس سے دھونے کا فرض ادا نہیں ہوگا یہ قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دھوئے جانے والے عضو پر پانی کا لگ جانا کافی ہے خواہ اس سے قطرے گریں یا بالکل کوئی قطرہ نہ گرے اس کا وضو جائز ہے اور مسح کا مطلب مسح کے عضو کو پانی لگانا ہے یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا ہے۔ (۱)

وضو کے فرائض

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ O (۲) ''اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے کچھ سر کا مسح کرلو اور اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو'' اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے اور وضو میں چار فرض ہیں یعنی تین اعضا کا دھونا اور ایک عضو کا مسح کرنا، اگر ان میں سے ایک کو بھی ترک کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور وہ یہ ہیں:

۱۔ منہ ایک بار دھونا، ۲۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک (کہنیوں سمیت) ایک بار دھونا، ۳۔ بعض حصہ سر کا مسح، ۴۔ دونوں پاؤں کا (ٹخنوں سمیت) ایک بار دھونا۔ ان چاروں فرائض کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (۳)

۱۔ وضو کا پہلا فرض: منہ کا ایک بار دھونا۔ (۴) اس کی تفصیل یہ ہے: ۱۔ ظاہر الروایت میں چہرے کی حد بیان نہیں کی ہے غیر ظاہر الروایت میں اس کی حد یہ بتائی ہے کہ لمبائی میں ابتدائے پیشانی سے یعنی جہاں سر کے اگلے حصے کے بال عام طور پر اگنے شروع ہوتے ہیں وہاں سے تھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھونا فرض ہے اور حد کی یہ تفصیل صحیح ہے۔ (۵)، ۲۔ اگر کسی کے سر کے اگلے حصے کے بال گر گئے ہوں یا نہ اگیں تو اصح قول کی بنا پر عرف میں جہاں تک پیشانی کہلاتی ہو اس سے اوپر دھونا فرض نہیں ہے بلکہ پیشانی کو بالعموم بالوں کے اگنے کی معروف جگہ تک دھونا فرض ہے یہی صحیح ہے (۶) (اسی پر فتویٰ ہے) بعض علماء کے نزدیک اگر اگلے سر کے تھوڑے حصے کے بال نہ اگے ہوں تو وہ چہرے کی حد میں داخل ہے اور اس کا دھونا فرض ہے اور اگر زیادہ حصے کے بال نہ اگے ہوں تو وہ سر کی حد میں داخل ہے اور اس کا دھونا فرض نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ معروف پیشانی کے علاوہ خواہ سر کے تھوڑے حصے پر بال نہ اگے ہوں یا زیادہ حصے پر نہ اگے ہوں ہر حال میں وہ سر کی حد میں ہے حتیٰ کہ مسح سر میں اس حصہ پر مسح کرنا کافی ہے (۷) اور بعض علماء کے نزدیک بالوں کے شروع تک دھونا فرض ہے خواہ آدھے سر تک نہ اگے ہوں لیکن یہ قول کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ آدھے سر تک منہ کی حد میں داخل نہیں ہوسکتا، البتہ اگر کسی کی پیشانی عادت سے زیادہ چوڑی ہو تو اس کو تمام پیشانی کا دھونا فرض ہوگا تاکہ شک سے نکل جائے۔ (۸) ۳۔ اگر کسی کے سر کے بال پیشانی کی معروف حد سے نیچے تک اگیں تو وہ چہرے کی حد میں داخل ہیں اور پیشانی پر اگے ہوئے ان بالوں کا دھونا فرض ہے۔ (۹) ۴۔ گنجان ڈاڑھی کے ظاہری (اوپری) حصے کو دھونا صحیح و مفتی بہ مذہب کی بنا پر فرض ہے اور یہ فرض عملی۔ (۱۰) (اور مل کر اس کے نیچے پانی

---

(۱)۔ بدائع و ہدایہ و فتح و بحر و در و ش و م و ط و ع ملتقطاً　(۲)۔ المائدہ: ۶　(۳)۔ مؤلف من عامۃ الکتب

(۴)۔ بدائع وغیرہ　(۵)۔ بدائع و بحر و ع و ش و م وغیرہا　(۶)۔ بحر و ع وغیرہما

(۷)۔ بحر　(۸)۔ حاشیۂ انواع　(۹)۔ بحر و ع وغیرہما　(۱۰)۔ در و ع و بحر وغیرہا ملتقطاً

پہنچانا غسل جب میں فرض اور وضو میں مستحب ہے جیسا کہ اپنے اپنے مقام پر مذکور ہے مؤلف) گنجان ڈاڑھی وہ ہے جس کے اندر سے کھال نظر نہ آئے اور اگر کھال نظر آجائے تو وہ گنجان نہیں ہے اور ایسی ڈاڑھی کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے (۱) یہ حکم ڈاڑھی کے ان بالوں کا ہے جوٹھوڑی کی جڑ سے اوپر ہوں کہ وضو میں ان کا دھونا فرض ہے اور جو بال تھوڑی سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں ان کا دھونا یا ان پر مسح کرنا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے (۲) پس اگر ڈاڑھی کے بال گنجان ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے حلقے میں آئیں اُن کا دھونا فرض ہے اور ان کی جڑوں کا دھونا فرض نہیں ہے اور جو اس حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا فرض نہیں ہے اور اگر کچھ حصے میں گھنے ہوں اور کچھ میں چھدرے ہوں تو جہاں گھنے ہوں وہاں صرف بالوں کا ظاہری حصہ دھونا اور جہاں چھدرے ہوں اور ان کے نیچے کی جلد کا دھونا فرض ہے۔(۳) ۵۔ابروؤں (بھوؤں) مونچھوں اور بچہ ریش کا حکم بھی ڈاڑھی کی طرح ہے کہ اگر گنجان ہوں اور بالوں کے نیچے کی کھال نظر نہ آتی ہو تو بالوں کے صرف ظاہری حصے کا دھونا فرض ہے ان کو مل کر بالوں کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے اور اگر گنجان نہیں ہیں بلکہ بالوں کے نیچے کی کھال نظر آتی ہے تو اس کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے۔(۴) اگر کسی کی مونچھیں بڑی ہوں اور وضو کے وقت ان کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے، غسل کا حکم اس کے برخلاف ہے۔(۵) لیکن اگر کسی کی مونچھیں اتنی بڑی ہوں کہ ہونٹوں کی سرخی کو ڈھانپ لیتی ہوں ان کا یہ حکم نہیں کیونکہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں کی سرخی کو ڈھانپ لیتی ہوں ان کا خلال کرنا واجب ہے اھ اس لئے کہ یہ تمام ہونٹ یا اس کے بعض حصے پر پانی پہنچنے کی مانع ہوں گی، خاص طور پر جبکہ وہ گنجان ہوں اور ان میں خلال کرنا تمام ہونٹ تک پانی پہنچنے کی تصدیق کرنے والا ہے۔(۶) بلکہ مونچھوں کو ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔(۷) ۶۔رخسار یعنی داڑھی کے بیرونی (کانوں کی طرف) کے خط اور کان کے بیچ میں جو جگہ دونوں طرف ہوتی ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں اس کا دھونا فرض ہے خواہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہ نکلی ہو کیونکہ یہ بھی چہرے کی حد میں داخل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ظاہر مذہب وصحیح ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں۔(۸) ۷۔آنکھوں کے اندرونی حصے تک پانی پہنچانا نہ فرض ہے نہ سنت کیونکہ اس میں مشقت ہے اور یہ ظاہری چہرے میں داخل نہیں ہے اور اس سے آنکھ کو ضرر رہوتا ہے۔(۹) چہرہ دھوتے وقت پلکوں کی جڑوں اور آنکھوں کے کناروں میں پانی پہنچانے کے لئے آنکھوں کے کھولنے اور بند کرنے میں تکلف نہ کرے۔(۱۰) مجتبیٰ میں ہے کہ آنکھ (کے اندرونی حصے) کو پانی سے نہ دھویا جائے اور دونوں آنکھیں بند کر کے دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱۱) اور فقیہ احمد بن ابرہیم سے مروی ہے کہ چہرہ دھوتے وقت آنکھوں کو زور سے بند کرنا جائز نہیں ہے۔(۱۲) یعنی ایسا کرنے سے اگر آنکھ کا کچھ ظاہری حصہ دھلنے سے رہ گیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوگا۔(۱۳) آنکھ کے کوے پر یعنی اس گوشہ چشم پر جو ناک سے ملا ہوا ہے پانی پہنچانا فرض ہے۔(۱۴) اور اگر اس کی آنکھ دکھتی ہو اور چیپڑ ظاہر ہوں تو آنکھ بند کرنے میں وہ چیپڑ (آنکھ کا کیچڑ) باہر رہتا ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے ورنہ واجب نہیں۔(۱۵) ۸۔(عام عادت کے طور پر) ہونٹ بند کرتے وقت جس قدر کھلا رہے وہ چہرہ میں شامل ہے (وضو میں اس کا دھونا فرض ہے) اور جو چھپ جائے وہ منہ (اندرونی حصہ) کے ساتھ ہے (اس کا دھونا فرض نہیں ہے) یہی صحیح ہے۔(۱۶) پس منہ کو اس طرح سختی سے بدن نہ کرے کہ اس کے ہونٹوں کی سرخی (یعنی وہ حصہ جو عام طور سے ہونٹ بند کرنے پر کھلا رہتا ہے) چھپ جائے

---

(۱)۔فتح و بحروم وط ملتقطاً (۲)۔بحرو درو ع (۳)۔بہار شریعت (۴)۔ع بدائع و و بحرو در و ملتقطاً (۵)۔ع

(۶)۔ش (۷)۔بہار شریعت (۸)۔بدائع و ع و بحرو در و ش ملتقطا (۹)۔بدائع و ع ملتقطاً (۱۰)۔ع

(۱۱)۔بحرو ع (۱۲)۔بحرو ع (۱۳)۔ط من مکروہات الوضو (۱۴)۔ع (۱۵)۔بحر و ش و ع (۱۶)۔ع و بحر

کیونکہ ہونٹوں کے اس ظاہری حصے پر پانی پہنچانا فرض ہے اگر اس کا ذرا سا حصہ بھی پانی پہنچنے سے باقی رہ گیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوگا۔(۱) ۹۔ ناک اور منہ کے اندرونی حصے کا اور مکھی و پسو کی بیٹ (گوہ) کا دھونا فرض نہیں ہے کیونکہ اس میں حرج و مشقت ہے (۲) ۱۰۔ اگر وضو کرنے میں) ٹھوڑی کے بالوں پر پانی بہایا پھر وہ بال منڈوا دیئے تو اس پر پھر سے ٹھوڑی کا دھونا واجب نہیں ہے (۳) اور اسی طرح اگر (وضو کرنے کے بعد) بھویں (ابرو) اور مونچھیں منڈوائیں یا سر کا مسح کیا پھر سر منڈایا یا ناخن تراشے تو پھر سے دھونا یا مسح کرنا لازم نہ ہوگا، (۴) کیونکہ ایسا کرنے سے اس کو حدث لاحق نہیں ہوا اور وہ فرض ادا کر چکا ہے لیکن دھو لینا مستحب ہے۔ (۵)، ۱۱۔ خضاب کا جرم (لبدی) اگر جم جائے اور خشک ہو جائے تو وضو اور غسل پورا نہیں ہوگا، (۶) اسی طرح اگر کسی کے ماتھے پر کسی چیز کا ٹیکہ لگا ہوا ہو یا افشاں چنی ہوئی ہو اور اس کے اوپر سے پانی بہا لے ٹیکہ یا افشاں (لچکے کے تاروں کو باریک کتر کر دلہن وغیرہ کی پیشانی پر لگاتے ہیں اس کو افشاں کہتے ہیں) (۷) کو نہ چھڑائے تو وضو اور غسل پورا نہ ہوگا اس کا گوند وغیرہ پوری طرح چھڑا کر اس کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے۔ (۸) آج کل عورتوں میں ہونٹوں اور ناخنوں وغیرہ پر سرخی لگانے کا رواج عام ہے۔ یہ سرخی ایک قسم کا جسم دار روغن ہے وضو اور غسل میں اس کا چھڑانا ضروری ہے اگر اس کو چھڑائے بغیر وضو یا غسل کر لیا تو اس کا نہ وضو صحیح ہوگا نہ غسل، اس لئے نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔ (مؤلف)، ۱۲۔ اگر عورت کی ناک میں نتھ ہو اور سوراخ تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے کر پانی اندر پہنچانا فرض ہے اور اگر سوراخ ڈھیلا ہے تو نتھ کو حرکت دینا سنت ہے۔ (۹)

وضو کا دوسرا فرض: دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک بار دھونا (بدائع و م وغیرہما) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ہمارے تینوں آئمہ کے نزدیک کہنیاں بھی دھونے میں داخل ہیں (۱۰) یعنی کہنیوں سمیت (مؤلف) اور اگر کسی کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا اور کہنی میں سے کچھ حصہ باقی نہیں رہا تو کہنی کا دھونا اس سے ساقط ہو گیا اور اگر کہنی یا اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تو اس کا دھونا فرض ہے۔ (۱۱)

۲۔ اعضائے وضو پر اگر کچھ زائد مرکب ہو تو اگر وہ اس حصے پر جس کا دھونا وضو میں فرض ہے زائد پیدا ہوا ہو مثلاً ہاتھ میں اگر وہ کہنی سے نیچے کے حصے میں پیدا ہو جیسے زائد انگلی یا ہتھیلی تو اس کا دھونا بھی فرض ہے۔ (۱۲) اور اگر وہ کہنی سے اوپر ہو مثلاً کندھے پر دو ہاتھ پیدا ہوں تو جو ہاتھ پورا وہی اصلی ہے اور اسی کا دھونا فرض ہے اور دوسرا زائد ہے اس زائد میں سے صرف اسی قدر کا دھونا فرض ہے جتنا اصلی ہاتھ کے اس حصے کے بالمقابل ہے جس کا دھونا فرض ہے اور جتنا اس حصے کے بالمقابل نہیں ہے اس کا دھونا فرض نہیں ہے (۱۳) بلکہ اس کا دھونا مستحب ہے (۱۴) اور ظاہر یہ ہے کہ اولاً پکڑنے کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر وہ دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے تو ان دونوں یعنی اصلی و زائد ہاتھ کا دھونا فرض ہوگا اور اگر دونوں سے نہیں پکڑ سکتا تو اگر وہ دونوں ہاتھ پورے اور متصل (ملے ہوئے) ہیں تو دونوں کا دھونا فرض ہوگا اور اگر دونوں پورے ہوں مگر منفصل (الگ الگ) ہوں تو صرف اصلی ہاتھ کا دھونا فرض ہوگا کہ جس کے ساتھ وہ پکڑ سکتا ہے (۱۵) اور اسی

---

(۱)۔ ط من مکروہات الوضو　(۲)۔ ش　(۳)۔ بحر و ع　(۴)۔ ع　(۵)۔ م و ط
(۶)۔ ع　(۷)۔ حاشیہ بہشتی زیور　(۸)۔ بہشتی زیور و بہار شریعت،　(۹)۔ بہشتی زیور و بہار شریعت
(۱۰)۔ بدائع و ع وغیرہما　(۱۱)۔ بدائع و فتح و بحر و ش ملتقطاً　(۱۲)۔ در و بحر و ع و ط تصرفاً
(۱۳)۔ بحر و فتح و ع و ش و ط ملتقطاً　(۱۴)۔ بحر و ع و در　(۱۵)۔ ش

طرح انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانا فرض ہے جبکہ وہ جڑی ہوئی نہ ہوں۔ (۱)

۳۔ اگر وضو میں دھونے کی کسی جگہ سے سوئی کے سرے کی برابر بھی خشک رہ گیا یا ناخوں کی جڑوں میں خشک یا تر مٹی بھری ہو تو وضو جائز نہ ہوگا (۲) ناخنوں کے نیچے کی جگہ بھی اعضائے وضو میں شامل ہے اگر اس میں گندھا ہوا آٹا بھرا ہوا ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے (۳) پس اگر کسی کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا وضو کرنے کے بعد جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو اس کو چھڑا کر اس جگہ پر پانی ڈالے اور اگر اس کے نیچے پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔ (۴) شیخ امام زاہد ابونصر صغارؒ نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر ناخن اتنے بڑے ہوں کہ ان کے نیچے انگلیوں کے سرے چھپ جائیں تو ان کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر چھوٹے ہوں تو فرض نہیں ہے (۵) اور یہ حسن ہے (۶) اور اگر اتنے بڑے ہوں کہ انگلیوں کے سروں سے بھی نکل جائیں تو سب کا یہی قول ہے کہ ان کے نیچے کے مقام کا دھونا واجب ہے (۷) اور اگر کسی کے ہاتھ میں گندھا ہوا آٹا لگا ہوا (یا گندھی ہوئی مہندی لگی) ہو) تو وضو جائز ہوگا۔ امام دبوسیؒ سے پوچھا گیا کہ آٹا گوندھتے وقت گندھا ہوا آٹا کسی کے ہاتھ میں لگ کر خشک ہو گیا پھر اس نے وضو کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر آٹا تھوڑا لگا ہے تو وضو جائز ہے (۸) اگر کسی کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں کہ جن میں میل یا گندھا ہوا آٹا جما رہے یا کوئی شخص مٹی کا کام کرتا ہو، یا کوئی عورت مہندی میں انگلیاں رنگے یا کوئی شخص چمڑے کو پکا کر صاف کرتا اور چھیلتا ہو یا رنگریز ہو اور ان سب کے ناخوں میں مہندی یا چمڑے یا رنگ کا جرم جما رہے تو ان سب کا وضو جائز ہے خواہ وہ شخص شہری ہو یا دیہاتی ہو اس لئے کہ ان کو ان چیزوں سے بچنے میں حرج و مشقت ہے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۹) پھر بھی احتیاطاً پانی پہنچانا بالاتفاق مستحب ہے (۱۰) اسی طرح اگر روٹی پکانے والے (اور لئی کا کام کرنے والے، مؤلف) کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱۱)

۴۔ اگر کسی کے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی ہو اور وہ ایسی تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو مختار یہ ہے کہ وضو کرتے وقت اس کو اتار دینا یا اس کو اس طرح حرکت دینا فرض ہے کہ پانی اس کے نیچے کی جگہ تک پہنچ جائے اور اگر وہ انگوٹھی ڈھیلی ہو تو اس کو نکالنا یا حرکت دینا فرض نہیں ہے بلکہ اس کو حرکت دینا سنت ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے (۱۲) چھلے چوڑی، کنگن، وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱۳)

وضو کا تیسرا فرض: سر کے چوتھائی حصے کا ایک بار مسح کرنا ہے (۱۴) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ شرعاً مسح کا مطلب، مسح کی جگہ پر تری کا پہنچانا ہے خواہ گیلا ہاتھ پھیرنے سے ہو یا گیلا کپڑا یا برف پھیرنے یا بارش کا پانی لگ جانے سے ہو اور خواہ وہ کوئی عضو ہو یا بال یا موزے ہوں یا تلوار وغیرہ ہو۔ (۱۵)

۲۔ فرض مسح سر کی مقدار میں اختلاف روایات ہے، ایک روایت میں تین انگلیوں کی مقدار فرض ہے ایک روایت میں چوتھائی سر کی مقدار اور ایک روایت میں پیشانی کی مقدار فرض ہے اور مختار یہ ہے کہ پیشانی کی مقدار بقدر چوتھائی سر کے ہوتی ہے، معتمد روایت کے مطابق سر کے چوتھائی حصے کا مسح فرض ہے، یہی مشہور روایت ہے، یہی اکثر متون میں ہے اور اسی کو متاخرین نے اختیار کیا ہے، امام مالک کے نزدیک تمام سر یا اس کے اکثر حصے کا مسح فرض ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین بالوں کا مسح بھی جائز ہے۔ (۱۶)

---

(۱)۔ بحر　(۲)۔ ع و فتح و بحر　(۳)۔ ع　(۴)۔ بہشتی زیور وغیرہ تبصرف　(۵)۔ ع و فتح
(۶)۔ فتح　(۷)۔ فتح و بحر و ع　(۸)۔ ع　(۹)۔ ع و فتح و بحر ملتقطاً　(۱۰)۔ حاشیۂ انوار
(۱۱)۔ ع　(۱۲)۔ بحر و فتح و ع ملتقطاً　(۱۳)۔ بہشتی زیور و بہار شریعت　(۱۴)۔ در و بدائع وغیرہما
(۱۵)۔ ط ملخصاً　(۱۶)۔ بدائع و ش ملتقطاً

۳۔ اصح قول کے بموجب مسح کرنے میں ہاتھ کی تین انگلیاں لگانا واجب ہے پس اگر ایک انگلی یا دو انگلیوں سے مسح کیا تو ظاہر الروایت کے بموجب جائز نہیں، اگر دو انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی شامل ہو یا انگوٹھا اور شہادت کی انگلی کھول کر اس طرح مسح کرے کہ ہتھیلی کا جو حصہ ان دونوں کے درمیان میں ہے وہ بھی سر کو لگ جائے پھر ان دونوں کو کھینچے اور چوتھائی سر تک پہنچ جائے تو جائز ہے کیونکہ ہتھیلی کا وہ حصہ ان دو انگلیوں کے درمیان ہے یا جو حصہ انگوٹھے اور انگشت کے درمیان ہے وہ ایک انگلی کی مقدار ہو جائے گا اور یہ سب مل کر تین انگلیوں کی مقدار زیادہ ہو جائے گا۔(۱)

۴۔ اگر ایک انگلی سے تین مرتبہ مسح کیا اور ہر دفعہ اس کو پانی سے تر کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور شیخین کے نزدیک چوتھائی سر کی روایت کی بنا جائز نہیں ہے اور تین انگلیوں کی مقدار والی روایت کی بنا پر جائز ہے۔(۲)

۵۔ اگر ایک انگلی سے اس طرح مسح کیا کہ ایک جگہ اس کے اندرونی حصے سے اور دوسری جگہ اس انگلی کی پشت والی جانب سے اور کچھ جگہ اس کی دونوں برابروں سے مسح کیا تو ظاہر الروایت میں اس کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز نہیں اور بعض نے کہا جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ تین انگلیوں کے مسح کے معنی میں ہے(۳) یعنی اصل کی روایت کے مطابق جائز ہے کیونکہ اس کے مطابق ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح جائز ہے (مولف) اور صحیح مذہب یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اس لئے اس کے مطابق یہ جائز نہیں ہے۔(۴)

۶۔ اگر تین انگلیاں سر پر رکھیں اور ان کو کھینچا نہیں تو تین انگلیوں کی مقدار والی روایت کی بنا پر جائز ہے اور بقدر پیشانی اور چوتھائی سر والی روایت کی بنا پر جائز نہیں ہے۔(۵)

۷۔ اور جب تین انگلیوں کو سر پر رکھا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ مقدارِ فرض یعنی چوتھائی سر تک پہنچ گیا تو جائز ہے(۶)

۸۔ اگر تین کھڑی انگلیوں سے ان کو سر پر رکھے اور کھینچے بغیر سر کا مسح کیا تو بالا جماع جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے مقدار فرض سر کا مسح نہیں ہوا، نہ تین انگلیوں کی مقدار کا ہوا نہ بقدر پیشانی کا اور نہ چوتھائی سر کا ہوا، اور اگر سر پر انگلیوں کو رکھے بغیر کھڑی انگلیوں کو سر پر کھینچا یعنی ان کے سروں سے مسح کیا اور تین انگلیوں یا چوتھائی سر کی مقدار کھینچا تو ہمارے تینوں ائمہ (امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک جائز نہیں ہے، امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔(۷)

۹۔ اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور (چوتھائی سر تک پہنچ گیا، مولف) تو اگر ان سے پانی ٹپکتا ہو تو مسح جائز ہوگا اور اگر پانی ٹپکتا ہوا نہ ہو (یا چوتھائی سر تک نہ پہنچے، مولف) تو مسح جائز نہ ہوگا (۸) اور خلاصہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا تو جائز ہے خواہ پانی ٹپکتا ہوا ہو یا نہ، یہی صحیح ہے (۹) شیخ اسمٰعیلؒ نے کہا کہ واقعات اور فیض میں اسی طرح ہے۔(۱۰)

۱۰۔ مسح کی جگہ سر کے وہ بال ہیں جو دونوں کانوں (کی سیدھ) سے اوپر ہیں دونوں کانوں (کی سیدھ) سے نیچے جو سر کے بال ہیں وہ مسح کی جگہ نہیں ہیں کیونکہ جو کانوں سے نیچے ہے وہ گردن ہے اور جو کانوں سے اوپر ہے وہ سر ہے پس اگر کسی کے سر پر لمبے بال ہوں اور تین انگلیوں سے ان بالوں پر مسح کیا تو ہوا جن کے نیچے سر ہے تو وہ سر کا مسح جائز ہے اور اگر وہ مسح ایسے بالوں پر ہوا جن کے نیچے پیشانی یا گردن

---

(۱)۔ع و در وش و مجمع ملتقطاً　(۲)۔بدائع و بحر وش ملتقطا　(۳)۔بدائع و بحر وش　(۴)۔بحر وش
(۵)۔بدائع ملخصا و بحر وش　(۶)۔منحہ وش　(۷)۔بدائع و بحر و منحہ وش ملتقطاً　(۸)۔ع و بحر وش
(۹)۔بحر وش　(۱۰)۔ش

ہے تو جائز نہ ہوگا (۱) (پس سر کے بال جو پیشانی پر یا کانوں سے نیچے لٹک رہے ہوں ان پر مسح کرنے سے مسح کا فرض ادا نہیں ہوگا، مولف) اگر سر کے گرد دونوں گیسو بندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں اور ان گیسوؤں کے سرے پر مسح کیا تو ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اس شرط پر جائز ہے کہ ان گیسوؤں کو نیچے نہ لٹکائے اس لئے کہ اس سے ایسے بالوں پر مسح کیا ہے جن کے نیچے سر ہے اور عامہ مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ وہ مسح جائز نہیں خواہ وہ ان گیسوؤں کو لٹکائے یا نہ لٹکائے (۲) اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اگر ان بالوں کو کھول دے تو وہ کانوں سے نیچے لٹک جائیں لیکن جن بالوں پر مسح کیا ہے اگر ان کے نیچے سر ہو تو مسح جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (۳)

۱۱۔ مسح کرنے میں بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے اس لئے کہ اس میں حرج و مشقت ہے پس بالوں کے اوپر مسح ان کی جڑوں پر مسح کے قائم مقام ہے اور بالوں پر مسح بالوں کے نیچے کی جگہ پر مسح کے مانند ہے۔ (۴)

۱۲۔ ہاتھوں (بانہوں) کو دھونے کے بعد اگر ہاتھوں پر تری باقی رہے تو مشہور قول کی بنا پر مسح جائز ہے۔ (۵) یہی صحیح ہے اس لئے کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ (مؤلف) مسح کے بعد کی بچی ہوئی تری سے مسح جائز نہیں لیکن اگر پانی ٹپکتا ہو تو جائز ہے (۶) اس لئے کہ یہ نیا پانی لینے کی مانند ہے (ش) پس سر کے مسح سے بچی ہوئی تری سے موزہ کا مسح اور موزہ کی بچی ہوئی تری سے سر کا مسح جائز نہیں ہے (۷) اگر اعضائے وضو میں سے کسی عضو سے تری لی تو اس سے مسح مطلقاً جائز نہیں خواہ اس عضو کو (جس سے تری لی ہے) دھویا گیا ہو یا اس پر مسح کیا گیا ہو (۸) اس لئے کہ مسح جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ تری مستعمل نہ ہو اور دوسرے عضو سے لی ہوئی تری اس عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گی (۹) بخلاف ہاتھوں کی تری کے کہ وہ مستعمل نہیں کیونکہ وہ کسی دوسرے عضو سے نہیں لی گئی ہے (مؤلف)

۱۳۔ یہ شرط نہیں ہے کہ تر ہاتھ کے ساتھ ہی مسح کرے (۱۰) پس اگر وضو کرنے والے کے بمقدار فرض سر کو بارش کا پانی لگ گیا تو کافی ہے خواہ ہاتھ سے مسح کرے یا نہ کرے (۱۱)

۱۴۔ اگر برف سے مسح کرے تو مطلقاً جائز ہے خواہ اس سے تری ٹپکتی ہو یا نہ ٹپکتی ہو۔ (۱۲)

۱۵۔ اگر سر کو منہ کے ساتھ دھو لیا تو مسح کے قائم مقام ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے اس لئے کہ جس طرح حکم دیا گیا یہ صورت اس کے خلاف ہے (۱۳)

۱۶۔ اگر سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا ہے اور کچھ حصہ بغیر منڈا ہے اور بغیر منڈے حصہ پر مسح کیا تو جائز ہے (۱۴) اور اگر منڈے ہوئے حصہ پر مسح کیا تب بھی بدرجہ اولیٰ جائز ہے (مؤلف)

۱۷۔ اگر سر پر سامنے کی طرف مسح نہیں کیا بلکہ پیچھے کی طرف یا دائیں یا بائیں طرف یا بیچ میں مسح کیا تو جائز ہے (۱۵)

۱۸۔ کانوں کا مسح سر کے مسح کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ (۱۶)

(۱۹۔ ٹوپی اور عمامہ (پگڑی) پر مسح کرنا جائز نہیں اور اسی طرح عورت کو اپنی اوڑھنی (یا برقعہ یا چادر) پر مسح کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اوڑھنی باریک ہو اور پانی اس طرح ٹپکتا ہوا ہو کہ بالوں تک پہنچ جائے تو اس صورت میں مسح جائز ہوگا اور یہ اس سورت میں ہے کہ پانی میں

---

(۱)۔ بدائع و فتح و بحر و ع و م و ط ملتقطاً (۲)۔ فتح و ع وغیرہما ملتقطاً (۳)۔ ط (۴)۔ بدائع تبصرف
(۵)۔ ع و در (۶)۔ در (۷)۔ ع (۸)۔ ع و بحر و ش ملتقطاً
(۹)۔ ط (۱۰)۔ فتح (۱۱)۔ بدائع و بحر و فتح (۱۲)۔ ع
(۱۳)۔ ع (۱۴)۔ ع (۱۵)۔ ع (۱۶)۔ ع

رنگ نہ آجائے (ورنہ مسح جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں رہا، مولف) اور افضل یہ ہے کہ عورت اوڑھنی کے نیچے سے مسح کرے (۱) اور اگر عورت کے سر پر خضاب (یا مہندی) کی لُبدی لگی ہو اور وہ اس خضاب (یا مہندی) پر مسح کرے اگر اس کے ہاتھ کی تری خضاب کے ساتھ مل کر مطلق پانی کے حکم سے نکل گئی تو مسح جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

وضو کا چوتھا فرض: دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک ایک بار دھونا ہے (جبکہ موزے نہ پہنے ہوں) (۳) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک دونوں ٹخنے بھی دھونے میں شامل ہیں۔ (۴)

۲۔ ٹخنہ وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے جو پاؤں کے پنڈلی کی جانب کے حصہ پر دونوں طرف ہوتی ہے۔ (۵)

۳۔ اگر کسی کا پاؤں کٹ جائے اور ٹخنے میں سے کچھ باقی نہ رہے تو اس کا دھونا ساقط ہو جائے گا اور اگر کچھ باقی رہ جائے تو جتنا باقی ہے اس کا دھونا فرض ہے (۶) اور جس مقام سے کٹا ہے اس کے دھونے کا بھی یہی حکم ہے۔ (۷)

۴۔ اگر کسی کا پاؤں (یا وضو کا کوئی اور عضو) خشک (بے حس) ہو جائے اور ایسا ہو جائے کہ اگر اس کو کاٹو تو اس شخص کو خبر نہ ہو تو وضو میں اس پاؤں (یا دوسرے خشک شدہ عضو) کا دھونا بھی فرض ہے۔ (۸)

۵۔ اگر کسی نے اپنے دونوں پاؤں (یا دیگر اعضائے وضو یا غسل) کو تیل یا گھی وغیرہ کوئی چکنی چیز ملی پھر وضو (یا غسل) کیا اور دونوں پاؤں (یا دیگر چکنائی والے اعضا پر پانی بہایا لیکن پانی نے چکنائی کی وجہ سے اندر اثر نہیں کیا تو اس کا وضو (غسل) جائز ہے اس لئے پاؤں (وغیرہ) کا دھونا پایا گیا ہے (۹) کیونکہ پانی کا بہانا شرط ہے اثر کرنا شرط نہیں ہے۔ (۱۰)

۶۔ اگر پاؤں کی پھٹن (بوائی) میں پانی لگنا ضرر کرتا ہو تو اس میں رکھی ہوئی دوائی کے اوپر سے پانی بہانا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے (۱۱) پس اگر پاؤں کی پھٹن (بوائی) میں چربی یا کوئی دوائی بھر دے پھر وضو کرتے وقت پاؤں دھوئے اور پانی، چربی یا دوائی کے نیچے نہ پہنچے تو غور کرے کہ اگر اس کے نیچے پانی پہنچانا نقصان کرتا ہے تو اوپر سے پانی بہا دینے سے اس کا وضو (اور غسل) جائز ہوگا اور اس کا مسح کرنا کافی نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے پانی کا پہنچانا نقصان نہیں کرتا تو اس کے اوپر سے پانی بہا دینا جائز نہیں ہے (۱۲) اور اگر اس پھٹن کو سی لے تو ہر صورت میں اوپر سے پانی بہا دینا جائز ہے (۱۳) اگر کسی کے اعضا میں شگاف (پھٹن یا زخم) ہے اور وہ اس کو دھونے پر قادر ہے یعنی دھونا اس کو نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا دھونا فرض ہے، اگر اس کو دھونے سے عاجز ہو یعنی دھونا نقصان کرے تو دھونے کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا اور اس کے اوپر سے پانی بہانا فرض ہے اور اگر پانی بہانے سے بھی عاجز ہو تو مسح کافی ہے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو مسح بھی اس سے ساقط ہو جائے گا پس وہ اس کے اردگرد سے دھولے اور اس جگہ کو چھوڑ دے (۱۴) اور اگر ان میں سے کوئی چیز نقصان نہ کرے تو جس قدر نقصان نہ کرے اس قدر متعین ہو جائے گا حتی کہ اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہیں کرتا اور وہ اس پر قادر ہے تو اس کو گرم پانی استعمال کرنا لازم ہوگا۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھوں میں پھٹن ہو اور وہ پانی استعمال نہ کر سکتا اور وہ اپنا چہرہ اور سر پانی میں رکھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو وہ تیمم کرے۔ (۱۵)

۷۔ اگر کسی کے زخم ہو اور اس زخم کا چھلکا اوپر کو اٹھ گیا ہو اور اس زخم کے سب کنارے اس چھلکے سے ملے ہوئے ہوں لیکن اس کا

---

(۱)۔ ع و بدائع ملتقطاً (۲)۔ ع (۳)۔ بدائع و درو بحر وغیرہا (۴)۔ بدائع و ع وغیرہما
(۵)۔ ایضاً (۶)۔ فتح و بحر و ع (۷)۔ ۳ (۸)۔ ایضاً (۹)۔ فتح و ع (۱۰)۔ حاشیہ انواع
(۱۱)۔ م (۱۲)۔ ع وش ملتقطاً (۱۳)۔ ع (۱۴)۔ ع و در وط ملتقطاً (۱۵)۔ در وش

ایک کنارہ اوپر کو اٹھ گیا ہو جس سے پیپ نکلتی ہو اگر وضو میں وہ چھلکا اوپر سے دھل گیا اور چھلکے کے نیچے پانی نہ پہنچا تو وضو جائز ہے اس لئے کہ جو کچھ چھلکے کے نیچے ہے وہ کھلا ہوا نہیں پس اس کا غسل بھی فرض نہیں ہے۔(۱)

۸۔ اگر وضو کے کسی عضو میں دنبل وغیرہ زخم ہے اور اس پر پتلا چھلکا ہے اس نے وضو کرنے میں اس چھلکے پر پانی بہا لیا پھر اس چھلکے کو اتار دیا اگر اس وقت وہ زخم بالکل اچھا ہو گیا تھا یعنی چھلکے کے اترنے سے اس کو کچھ تکلیف نہیں ہوئی تو بعض علماء کے نزدیک اس کے نیچے کی جگہ کا دھونا فرض ہے اور بعض کے نزدیک فرض نہیں ہے اور اگر اس چھلکے کو زخم اچھا ہونے سے پہلے اتارا یعنی چھلکا اترنے سے تکلیف ہوئی تو اگر اسے میں اس (پیپ وغیرہ) کچھ نکلا اور بہا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر کچھ نہیں نکلا تو اس جگہ کا دھونا فرض نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں یعنی خواہ چھلکا اترنے سے تکلیف ہو یا نہ ہو دھونا فرض نہیں ہے۔(۲)

۹۔ اگر وضو کے کسی عضو پر مکھی یا پسو کا پاخانہ (بیٹ) لگا ہوا ہے اور وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو دفع حرج کی وجہ سے وضو جائز ہوگا اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔(۳)

۱۰۔ اگر وضو کے عضو پر مچھلی کی کھال (چھلکا) یا چبائی ہوئی روٹی لگ گئی اور خشک ہوگئی اور وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس سے بچاؤ ممکن ہے۔(۴)

۱۱۔ اگر وضو کے عضو کا کچھ حصہ خشک رہ جائے اور اسی عضو کی ٹپکتی ہوئی تری اس حصے پر پہنچائی جائے تو وضو جائز ہوگا اور اگر ایک عضو کی تری دوسرے عضو پر پہنچائی جائے تو وضو میں جائز نہیں غسل میں جائز ہے بشرطیکہ وہ تری ٹپکتی ہو(۵) کیونکہ غسل میں تمام بدن بمنزلہ ایک عضو کے ہے۔(۶)

۱۲۔ اگر کسی شخص (کے اعضائے وضو) پر بارش کا پانی پڑ گیا یا وہ بہتی ہوئی نہر میں داخل ہو گیا (اور اس کے اعضائے وضو پر پانی پہنچ گیا) تو اس کا وضو ہو گیا اور اگر اس کے تمام جسم پر پانی پہنچ گیا اور اس نے کلی کر لی اور ناک میں پانی ڈال لیا تو اس کا فرض غسل بھی ادا ہو گیا۔(۷)

۱۳۔ اگر کسی کے پاؤں میں کوئی انگلی وغیرہ زائد پیدا ہوئی ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو ہاتھوں میں زائد انگلی وغیرہ پیدا ہونے کا بیان ہو چکا ہے۔(۸)

فائدہ: وضو وغسل (اور تیمم) میں کوئی واجب نہیں ہے(۹) بعض کتب میں واجب بھی الگ بیان میں لکھے ہیں جیسا کہ علم الفقہ میں ہے کہ وضو میں چار واجب ہیں: ۱۔ بھویں یا ڈاڑھی یا مونچھیں گنجان ہوں تو اس قدر بالوں کا دھونا جن سے جلد چھپی ہوئی ہے، باقی بال جو جلد سے آگے بڑھ گئے ان کا دھونا واجب نہیں، ۲۔ کہنیوں کا دھونا، ۳۔ چوتھائی سر کا مسح (بعض سر کا مسح فرض ہے)، ۴۔ دونوں پاؤں کے ٹخنوں کا دھونا (۱۰) وضو و غسل میں کوئی واجب نہ ہونے سے ان حضرات کی مراد وہ واجب ہے جو عمل میں فرض سے کم درجے کا ہوا اور یہ واجب کی بہت ضعیف قسم ہے اور واجب کی دوسری مراد نہیں ہے جو عمل میں فرض کی مانند ہے اور وضو میں کہنیوں کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح (بھوں اور جلد کے اوپر کی گنجان ڈاڑھی اور مونچھوں کا دھونا، دونوں پاؤں کے ٹخنوں کا دھونا) اور غسل میں منہ اور ناک (کے اندرونی حصہ) کا دھونا دوسری قسم کا واجب ہے جو عمل میں فرض کی مانند ہے لیکن یہ فرض قطعی نہیں ہے کہ جس کا انکار کرنے والے کو کافر کہا جاتا ہے۔(۱۱) چونکہ یہ

---

(۱)۔ فتح و بحر وع　(۲)۔ ع وش ملتقطا　(۳)۔ ع بزیادۃ عن ط　(۴)۔ ع　(۵)۔ ع
(۶)۔ حاشیۂ انواع　(۷)۔ ع　(۸)۔ بحر　(۹)۔ در　(۱۰)۔ علم الفقہ　(۱۱)۔ ش

فرض عملی ہیں اوران کے ترک کرنے سے بھی فرض قطعی کے ترک کی طرح وضو وغسل وتیمم نہیں ہوتا اس لئے یہ الگ نہیں لکھے جاتے ۔ (مولف)

وضو کی سنتیں

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں:

۱۔ **وضو شروع کرتے وقت اس کی نیت کرنا**، ۱۔ وضو میں نیت کرنا احناف کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعیؒ بلکہ تینوں اماموں کے نزدیک فرض ہے جیسا کہ تیمم میں نیت فرض ہے ۔ (۱)

۲۔ وضو کے لئے نیت اس لئے مشروع ہوئی ہے تا کہ وضو عبادت بن جائے، نیت کے بغیر وضو عبادت نہیں بنے گی اگر چہ اس سے نماز درست ہو جائے گی (۲) اور جب وضو نیت کے بغیر عبادت نہیں بنے گی تو اس پر ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ ثواب نیت پر موقوف ہے (۳) اور نماز کا صحیح ہونا اس لئے بھی نیت وضو پر موقوف نہیں ہے کہ وضو کا حکم طہارت حاصل کرنے کے لئے ہے اور طہارت نیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ پاک کرنے والی چیز کو قابل طہارت محل میں استعمال کرنے پر موقوف ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے اور ہمارے نزدیک وضو میں قربت وعبادت کے معنی لازمی نہیں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ معنی لازمی ہیں اسی لئے ہمارے نزدیک کافر کا وضو صحیح ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے اس سے ظاہر ہوا کہ پاک کرنا پانی کا فطری عمل ہے اور وضو کے لئے طہارت کے معنی لازمی ہیں اور اس میں عبادت کے معنی ایک زائد چیز ہے پس جب طہارت کے ساتھ نیت بھی مل گئی تو وہ وضو عبادت ہو گیا ورنہ عبادت واقع نہیں ہو گا لیکن نماز قائم کرنے کا وسیلہ ہو گا کیونکہ اس کو طہارت حاصل ہو گئی ہے (۴) بخلاف تیمم کے کہ اس سے نماز صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے پس وضو میں نیت اس لئے شرط ہے تا کہ وضو عبادت ہو جائے نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اور تیمم میں نماز کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے ۔ (۵)

۳۔ مذہب یہ ہے کہ ایسی عبادت کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی، یا حدث دور ہونے کی، یا نماز ادا کرنے کی، یا وضو کی، یا شارع کا حکم بجالانے کی نیت کرے (۶)۔ اگر طہارت کی نیت کی تو بعض کے نزدیک کافی ہے (۷) فتح القدیر میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ رفع حدث وخبث کی نیت سے وضو کرنا بہتر ہے کیونکہ حدث وخبث چند قسم کا ہوتا ہے (۸) اس لئے طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری ۔ (۹)

۴۔ وضو کی نیت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ تَوَضَّاَ لِلصَّلٰوۃِ تَقَرُّبًا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ''میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے نماز کے واسطے وضو کی نیت کی''۔ یا یوں کہے کہ میں نے حدث (یعنی بے وضو ہونے کی ناپا کی) دور کرنے کی نیت کی، یا میں نے پاک ہونے کی نیت کی، یا نماز جائز ہو جانے کی نیت کی ۔ (۱۰)

۵۔ نیت اس وقت کرے جب منہ دھونے لگے (۱۱) اشباہ میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دھوتے وقت نیت کرنا مناسب ہے تا کہ سب سنتوں کا ثواب پائے لیکن قہستانی میں ہے کہ اس کا وقت تمام سنتوں سے پہلے ہے (۱۲) یعنی بسم اللہ پڑھنے سے بھی پہلے ہے (۱۳) اور مراقی الفلاح میں ہے ''بلکہ اس کا وقت استنجا کرنے سے پہلے ہے تا کہ اس کا تمام فعل ثواب بن جائے'' (۱۴) نیت دل کے ساتھ کرے

---

(۱)۔ بدائع وہدایہ ومجمع ملتقطاً　(۲)۔ ش　(۳)۔ غایۃ الاوطار　(۴)۔ بدائع ملخصاً　(۵)۔ ش
(۶)۔ ع ومنحہ وم ودروش ملتقطاً　(۷)۔ ط وش　(۸)۔ ط علی الدر وغایۃ الاوطار　(۹)۔ غایۃ الاوطار　(۱۰)۔ ع
(۱۱)۔ ع ودر　(۱۲)۔ در　(۱۳)۔ غایۃ الاوطار　(۱۴)۔ م

(۱) اور زبان سے اس کا تلفظ بھی کہنا مستحب ہے (۲) مستحب سے مراد یہ ہے کہ اگر نیت کے الفاظ زبان سے بھی ادا کئے تاکہ دل کے ساتھ زبان کا فعل جمع ہو جائے تو اس کو مشائخ نے پسند کیا اور اس کو بہتر کہا ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام وتابعین وائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا کسی روایت میں وارد نہیں ہوا ہے۔ (۳)

۲۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا، (۴) بسم اللہ پڑھنا ہر وضو میں سنت ہے یہ قید نہیں کہ جب سونے سے اٹھ کر وضو کرے تب ہی بسم اللہ پڑھے اور میں نہیں۔ (۵) اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ فرض ہے لیکن اگر زبان سے کہنا بھول جائے تو دفع حرج کے لئے دل سے بسم اللہ کہنا زبان سے کہنے کے قائم مقام ہو جائے گا (۶) وضو کے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے پس اگر ابتدا میں بھول گیا پھر بعض اعضاء دھونے کے بعد یاد آیا اور اس نے بسم اللہ پڑھی تو سنت ادا نہ ہوگی بلکہ مندب ادا ہوگا بخلاف کھانے کے (۷) کہ وہاں اگر درمیان یا اخیر میں یاد آنے پر پڑھ لے تو جتنا کھا چکا ہے اور جتنا کھانا ہے دونوں کی سنت ادا ہو جائیگی (۸) کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے اور کھانے پر اللہ کا نام لینا (بسم اللہ پڑھنا) بھول جائے تو (یاد آنے پر) یوں کہے بِسمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ اس کو ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا ہے۔ بظاہر یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بسم اللہ کہنے سے پہلے جو کھانا وہ کھا چکا ہے اس میں بھی نسبت حاصل ہوگئی کیونکہ اگر اَوَّلَہٗ کے کہنے سے مافات کی تلافی نہ ہوتی تو اس کے کہنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا بیشک دلالۃ النص سے وضو کے درمیان میں بھی بسم اللہ کہہ لینے سے مافات کا تدارک ممکن ہے کیونکہ جب کھانے میں تدارک حاصل ہو جاتا ہے جبکہ اس میں متعدد افعال پائے جاتے ہیں تو وضو میں بطریق اولیٰ تدارک حاصل ہو جائے گا کیونکہ وہ فعل واحد ہے اور اس کی تائید عینی شارح ہدایہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے بعض علما سے نقل کی ہے کہ جب اثناء وضو میں بسم اللہ کہہ لیا تو کافی ہے (۹) پس وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو وضو پورا کرنے سے پہلے جب بھی یاد آجائے پڑھ لے تاکہ اس کا وضو بسم اللہ سے خالی نہ رہے (۱۰) اور فقہائے نے کہا کہ ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا مندوب (مستحب) ہے (۱۱) استنجا کرنے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھے اور بعد میں بھی پڑھے یہی صحیح ہے، جب ستر کھلا ہوا ہو یا نجاست کی جگہ میں ہو تو بسم اللہ نہ پڑھے (۱۲) ظاہر یہ ہے کہ جب کسی ایسی جگہ میں استنجا کرے جو قضائے حاجت کے لئے نہ بنائی گئی ہو تو کپڑا اٹھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور اگر قضائے حاجت کی جگہ میں استنجا کرے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھے، اگر پہلے پڑھنا بھول جائے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کے لئے دل میں پڑھے زبان کو حرکت نہ دے۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے ہر ذکر سے بسم اللہ کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ (۱۴) پس اگر ابتدائے وضو میں بسم اللہ کی بجائے اَللّٰہُ اَکبَر یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یا اَلحَمدُ لِلّٰہِ یا اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا تو بسم اللہ پڑھنے کی سنت کامل طور پر ادا ہو جائے گی (۱۵) وضو میں بسم اللہ پڑھنے کے لئے سلف سے یہ الفاظ منقول ہیں: بِسمِ اللّٰہِ العَظِیمِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِینِ الاِسلَامِ اور یہ الفاظ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ (۱۶) بعض نے اس کے بعد یہ الفاظ زیادہ کئے اَلاِسلَامُ حَقٌّ وَالکُفرُ بَاطِلٌ (مؤلف) بعض نے کہا کہ یہ کہنا افضل ہے: اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۔ اور مجتبیٰ میں ہے کہ ان دونوں کو جمع کیا جائے۔ (۱۷)

---

(۱)۔ ع وم　(۲)۔ ع وم　(۳)۔ م وط　(۴)۔ عامہ الکتب　(۵)۔ ع　(۶)۔ بدائع
(۷)۔ ع ودر وم ملتقطاً　(۸)۔ م　(۹)۔ ش ملخصاً　(۱۰)۔ بحر وع وش وط　(۱۱)۔ ش وط
(۱۲)۔ ع وبحر وفتح وغیرہما　(۱۳)۔ ش　(۱۴)۔ در　(۱۵)۔ ش وع وفتح وغیرہا ملتقطاً
(۱۶)۔ ع وفتح وغیرہما　(۱۷)۔ ش وم وط وکبیری

۳۔ ابتدائے وضو میں دونوں ہاتھوں کو کلائیوں (پہنچوں) تک تین بار دھونا :

جبکہ دونوں ہاتھ پاک ہوں (۱) اگر ہاتھ ناپاک ہوں تو دھونا فرض ہے (۲) (جیسا کہ آگے آتا ہے) نیت اور بسم اللہ پڑھنا اور ہاتھوں کو دھونا، ان تینوں امور سے وضو کی ابتدا کرنا سنت ہے اور اس میں منافات وتناقض نہیں ہے اس لئے کہ نیت دل سے کی جاتی ہے اور بسم اللہ پڑھنا زبان کا فعل ہے اور دھونا ہاتھوں سے تعلق رکھتا ہے اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کی صورت میں اگر چہ بسم اللہ حقیقۃً ابتداء میں ادا نہیں ہوگی لیکن اضافی طور پر ادا ہو جائے گی (۳) دونوں ہاتھوں کا دوبارہ ذراعین (دونوں بانہوں) کے ساتھ دھونا بھی سنت ہے (۴) جاننا چاہئے کہ ابتدائے وضو میں ہاتھوں کو دھونے میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ فرض ہے اس کی تقدیم سنت ہے فتح القدیر، معراج اور خبازیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فعل سنت ہے اور فرض کے قائم مقام ہو جاتا ہے اس کو کافی میں اختیار کیا ہے اور تیسرا قول امام سرخسیؒ کا ہے کہ یہ فعل سنت ہے فرض کے قائم مقام نہیں ہوتا پس ان کے ظاہر و باطن کو دوبارہ دھونا چاہیے، اور امام سرخسیؒ نے کا کہ میرے نزدیک یہی اصح کہ اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے (۵)، علامہ شامیؒ نے کہا کہ ان تینوں اقوال میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ پہلے اور دوسرے قول کے مطابق دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دوبارہ دھونا فرض نہیں ہے لیکن یہ دونوں قول دوبارہ دھونے کے سنت ہونے کی نفی نہیں کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے ہیں اور تیسرے قول میں جو دوبارہ دھونا مذکور ہے وہ بھی اس کے سنت ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے پس یہ تینوں قول متحد ہو گئے (۶) اور مشائخ کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا پانی سے استنجا کرنے سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے، اس بارے میں بھی تین قول ہیں بعض نے کہا کہ صرف استنجا کرنے سے پہلے ہاتھوں تو دھونا سنت ہے اور بعض نے کہا کہ صرف استنجا کرنے کے بعد دھونا سنت ہے اور بعض نے کہا کہ طہارت کی تکمیل کے لئے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں سنت ہے نہ کہ صرف ایک حالت میں کیونکہ ابتداء حقیقی بھی ہوتی ہے اور اضافی بھی، پس استنجا سے پہلے دھونا ابتدائے حقیقی ہے اور اس کے بعد دھونا ابتدائے اضافی ہے (۷) اور قاضی خان نے اس کی تصحیح کی ہے (۸)۔ جاننا چاہئے کہ اگر ہاتھوں پر نجاست حقیقیہ لگی ہوئی ہو تو وضو کے شروع میں ان کا دھونا فرض ہے اور اگر ہاتھ پاک ہوں تو وضو کے شروع میں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے اور اگر نجاست کا تو ہم ہو مثلاً استنجا کئے بغیر سو گیا تو چونکہ ہو سکتا ہے کہ نیند میں اس کا ہاتھ نجس حصہ پر پڑا ہو اس لئے ایسی حالت میں سو کر اٹھنے کے بعد وضو کے شروع میں ہاتھوں کا دھونا سنت مؤکدہ ہے۔ (۹) اور اگر پاکیزہ ہو کر سویا ہو اور سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرے یا سویا ہی نہ ہو اور دونوں ہاتھ پاک ہوں تو وضو کی ابتدا میں دونوں ہاتھوں کا دھونا سنت غیر مؤکدہ ہے پس سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں کو شامل ہے (۱۰) دونوں ہاتھوں کو تین بار دھونا سنت ہونے کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اگر تین بار سے کم دھویا تو سنت ادا ہو جائے گی لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی۔ (۱۱) ابتدائے وضو میں دونوں ہاتھوں کو دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر برتن چھوٹا ہو کہ جس کو اٹھایا جاسکتا ہو تو اس میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ برتن کو بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اور (انگلیوں کو آپس میں مل کر) دھوئے پھر دائیں ہاتھ سے برتن اٹھا کر بائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اور (اس کی انگلیوں کو بھی آپس میں مل کر) کر دھوئے، اور اگر پانی بڑے برتن میں ہو کہ جس کو اٹھیا یا نہ جاس کے اور نہ اس کو انڈیل کر پانی لیا جاس کے جیسے مٹکا اور اگر اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن ہو تو بڑے برتن میں سے چھوٹے برتن کے ساتھ پانی نکال کر بطریق مذکور دونوں ہاتھ دھولے اور اگر اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیاں پانی میں ڈالے ہتھیلی کا کوئی حصہ پانی میں داخل نہ ہو اور انگلیوں کے

---

(۱)۔ عامۃ الکتب (۲)۔ بحر و ش (۳)۔ ش تصرف (۴)۔ در (۵)۔ بحر (۶)۔ ش ومنحہ وتمامہ فیہما
(۷)۔ بحر و بدائع و ش و در المنتقی (۸)۔ غایۃ الاوطار (۹)۔ بحر بزیادۃ (۱۰)۔ غایۃ الاوطار (۱۱)۔ ش

ذریعہ پانی نکال کر دایاں ہاتھ کلائی تک تین بار دھوئے اور اس کی انگلیوں کو آپس میں ملے پھر دایاں ہاتھ جہاں تک دھویا ہے برتن میں ڈالے اور اس سے پانی لے کر بائیں ہاتھ کو اسی طرح تین بار دھوئے ۔ (۱) فقہا نے کہا ہے کہ دھونے کے ارادہ سے ہتھیلی کو پانی میں داخل نہ کرے ۔ اگر داخل کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر دھونے کے ارادہ سے داخل نہیں کیا بلکہ چلو میں پانی لینے کے ارادہ سے داخل کیا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا اور مستعمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی جو تھیلی سے مس ہوگا وہ ہتھیلی سے جدا ہونے پر مستعمل ہو جائے گا نہ کہ برتن کا تمام پانی جیسا کہ اس کی تفصیل مستعمل پانی کے بیان میں آئے گی (۲) اور بڑے برتن سے پانی لے کر ہاتھوں کو دھونے کا طریقہ جو اُوپر بیان ہوا یہ اس وقت ہے جبکہ ہاتھ پیر پر کچھ نجاست نہ ہو (یعنی دونوں ہاتھ پاک ہوں اور اگر بایاں ہاتھ ناپاک ہو تو پہلے اسے دھولے) اور اگر دونوں ہاتھ ناپاک ہوں تو کوئی اور ترکیب کرے (۳) پس اگر اس کے ساتھ ایسا کوئی برتن نہ ہو جس سے پانی لے سکے اور اس کے دونوں ہاتھ ناپاک ہوں تو وہ کسی دوسرے شخص سے کہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے پانی لے کر اس کے ہاتھ دُھلا دے اور اگر وہاں کوئی دوسرا شخص نہ ہو تو رومال (یا دامن وغیرہ) کا ایک سرا پانی میں ڈالے اور اس کا دوسرا سر ہاتھ میں پکڑے رہے پھر اس کو پانی سے نکال کر اس کے قطرات سے دایاں ہاتھ دھولے پھر بایاں ہاتھ دھولے ۔ یا کپڑا اپنے دانتوں سے پکڑ کر ٹپکتے ہوئے پانی سے دونوں ہاتھ ایک ساتھ تین بار دھولے اور اگر کپڑا بھی موجود نہ ہو تو منہ کے ساتھ پانی لے کر دونوں ہاتھ دھولے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو وہ تیمم کر لے اور نماز پڑھے اور اس پر اس نماز کو لوٹانا واجب نہیں اور منہ کے ساتھ پانی لینے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مستعمل ہو جائے گا اور خبث (نجاست حقیقیہ) کو دور کرنے والا ہوگا (۴) پس وہ منہ کے ساتھ پانی لے کر پہلے اپنے ہاتھوں پر لگی ہوئی نجاست حقیقیہ کو دور کرے کیونکہ مستعمل پانی سے اس کو دور کیا جا سکتا ہے پھر اپنے ہاتھ کی انگلیاں (ملا کر) پانی میں ڈالے اور ان کے ذریعے پانی لے کر حدث یعنی نجاست حکمی کو دور کرے اور وضو کے لئے دونوں ہاتھوں کو دھولے ۔ (۵) (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)

۴۔ **مسواک**، یہ بھی سنت مؤکدہ ہے (۶) (اس کی تفصیل الگ بیان میں ہے، مؤلف)

۵۔ **کلی کرنا** (۷)

۶۔ **ناک میں پانی ڈالنا** (۸) یہ دونوں سنت مؤکدہ ہیں اگر بلا عذر ان کے ترک کی عادت بنالے گا تو صحیح قول کی بنا پر گنہگار رہوگا (۹) کلی کی حد یہ ہے کہ تمام منہ کے اندر پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ نرمہ بنی (ناک اندر کے نرم حصہ تک) پانی پہنچ جائے (۱۰) ناک میں پانی ڈالتے وقت سانس کے ساتھ ناک میں پانی کھینچنا شرعاً شرط نہیں ہے (۱۱) ان دونوں کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین دفعہ کلی کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے پھر تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے اور اس کے لئے بھی ہر دفعہ نیا پانی لے ۔ احادیث میں آنحضور ﷺ کے وضو کی کیفیت میں اسی طرح وارد ہوا ہے (۱۲) جاننا چاہئے کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی کئی سنتوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں، ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا (۱۳) ان دونوں میں سے ہر ایک کو تین بار کرنا بالا جماع (۱۴) پس سنت یہ ہے کہ پہلے تین بار کلی کرے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے (۱۵) ہر بار نیا پانی لینا، یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ہر دفعہ نیا پانی لے، یہ ہمارے نزدیک سنت ہے ۔ (۱۶) پس اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اس میں سے تین دفعہ منہ سے پانی اٹھائے اور تین کلیاں کرلے تو جائز ہے اور اس سے کلی

---

(۱)۔ بحر و ط و ع و ش و کبیری ملتقطاً (۲)۔ بحر و در و ش و م و ط مترتباً (۳)۔ ع (۴)۔ بحر و ش (۵)۔ منحہ و ش ملتقطاً

(۶)۔ در وغیرہ عامۃ الکتب (۷)۔ عامۃ الکتب (۸)۔ ایضاً (۹)۔ ط و در و ش (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ ط

(۱۲)۔ ہدایہ (۱۳)۔ بحر و بدائع و در و ط ملتقطاً (۱۴)۔ بحر و در وغیرہما (۱۵)۔ ع (۱۶)۔ ع و در و ش و بحر و بدائع

کرنے کی سنت ادا ہو جائے گی لیکن ہر دفعہ نیا پانی لینے کی سنت ادا نہیں ہو گی اور اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اسی کو تین بار ناک میں کھینچے تو جائز نہیں اس لئے ناک میں پانی کھینچنے کی صورت میں مستعمل پانی لوٹ کر اس کے چلو میں آ جائے گا کیونکہ ناک کے نتھنے بند نہیں ہو سکتے اور بخلاف کلی کے کہ اس میں ایسا نہیں ہو گا کیونکہ منہ سے پانی کھینچنے کے بعد ہونٹ بند ہو سکتے ہیں (۱) اگر چلو میں پانی لے کر تھوڑے پانی سے کلی کرے پھر باقی پانی ناک میں ڈالے تو جائز ہے اگر اس کے برعکس کرے (یعنی پہلے کچھ پانی ناک میں ڈالے پھر باقی سے کلی کرے) تو جائز نہیں (۲) اور یہاں جائز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سنت ادا نہیں ہو گی (۳) دونوں کو دائیں ہاتھ سے کرنا، دونوں میں مبالغہ کرنا لیکن روزہ دار مبالغہ نہ کرے (۴) کلی میں مبالغہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ منہ میں بہت سا پانی لے کر غرغرہ کرے اور حلق تک پہنچائے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ ناک کی ہڈی (بانسہ) تک پانی چڑھائے (۵) لیکن اگر روزے دار ہو تو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے مطلق اگر چہ اس کا روزہ نفلی ہو، پس روزے دار کے لئے مبالغہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ اس کے لئے بلا عذر کسی چیز کو چبانا مکروہ ہے کیونکہ ان میں مبالغ کرنے سے روزہ فاسد ہو جانے کا احتمال ہے اور نیز اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وضو پورا کر اور انگلیوں کے اندر خلال کر اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر لیکن اگر روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کر (۶) کلی کے پانی باہر ڈالنا اور اندر نہ نگلنا کیوں کہ یہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ (۷) ناک میں پانی ڈالنے کے بعد ناک کو جھاڑنا یعنی ناک سنک کر اس کا پانی باہر نکال دینا، ناک کو بائیں ہاتھ سے جھاڑنا مستحب ہے اور ہاتھ کے بغیر جھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ یہ چوپائے کے فعل کی مانند ہے اور بعض نے کہا کہ یہ مکروہ نہیں ہے (۸) اور اولیٰ یہ ہے کہ کلی کرتے وقت منہ کے اندر اور ناک میں پانی ڈال کر ناک کے اندر انگلی پھرائے (۹) (پس منہ میں انگشت شہادت اور ناک میں چھنگلی انگلی داخل کرے۔ مؤلف)

۷۔ **ڈاڑھی کا خلال کرنا،** جبکہ ڈاڑھی گنجان ہو (۱۰) خلال کا وقت تین بار منہ دھونے کے بعد ہے (۱۱) ڈاڑھی کا خلال کرنے کے بارے میں چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے، یہ سعید بن جُبیر کا قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، یہ امام ابو یوسفؒ و امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور امام محمدؒ سے ایک روایت یہی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ جائز کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کرنے والا بدعت کی طرف منسوب نہیں ہے اور مبسوط میں ہے کہ ڈاڑھی کا خلال کرنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستحب ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی (۱۲) مبسوط میں امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی گئی ہے پس امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار منہ دھونے کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے یہی قول لیا گیا ہے اور یہی اصح ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وضو کرنے والا احرام کی حالت میں نہ ہو اور اگر وہ احرام کی حالت میں ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرنا اس کے لئے مکروہ ہے کیونکہ خلال کرنے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور حالت احرام میں بال توڑنا منع ہے (۱۳) اور ظاہر ہے کہ خلال کرنے کا حکم گنجان ڈاڑھی کے بارے میں ہے اور گر ڈاڑھی گنجان نہ ہو بالوں کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے (۱۴) ڈاڑھی میں خلال کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں اس طرح ڈالے کہ اس وقت ہاتھ کی ہتھیلی گردن کی جانب ہو اور ہاتھ کی پشت باہر یعنی نیچے کی طرف ہو تا کہ چلو کا پانی بالوں میں داخل ہو سکے پھر ڈاڑھی میں اسی دائیں

---

(۱)۔ع و بحر و م و ط و غیرہا ملتقطاً (۲)۔ع و بحر (۳)۔بحر (۴)۔بدائع (۵)۔در و ش و م و ط و بحر و فتح ملتقطاً
(۶)۔م و ط و غایۃ الاوطار ملتقطاً (۷)۔ط و بحر (۸)۔ط (۹)۔ط و در (۱۰)۔م وغیرہ
(۱۱)۔م و در و غیرہما (۱۲)۔غایۃ لاوطار (۱۳)۔بحر و م و ط و ش و ع و فتح ملتقطاً (۱۴)۔ش

ہاتھ کی انگلیاں نیچے کی جانب سے ڈال کر اوپر کو خلال کرے اور ڈاڑھی میں انگلیاں ڈالنے کی کیفیت یہ ہے کہ ڈاڑھی میں پانی ڈالنے کی کیفیت کے برعکس ہاتھ کی پشت گردن کی طرف رہے یعنی انگلیوں کی پشت بالوں کے ساتھ لگے، یا یوں کہئے کہ ہاتھ کی پشت آنکھوں کی طرف رہے اور ہتھیلی باہر کی جانب یعنی چھاتی کی طرف رہے (۱) بعض کے نزدیک اس کی ترکیب یہ بھی ہے کہ بالوں کے نیچے سے انگلیاں اس طرح داخل کرے کہ ہتھیلی گردن کی طرف ہو اور ہاتھ کی پشت باہر کی طرف ہو، حدیث شریف کے الفاظ سے اسی صورت کی طرف ذہن جلدی جاتا ہے۔

۸۔ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا خلال کرنا، (۱) یہ بالاتفاق سنت موکدہ ہے (۲) اور انگلیوں میں خلال کرنا اس وقت سنت ہے جبکہ پانی انگلیوں کے بیچ میں پہنچ چکا ہو (۳) اور اگر انگلیاں بالکل ملی ہوئی ہوں (اور ان کے درمیان میں پانی نہ پہنچے کا گمان غالب ہو) تو بحرالرائق میں ہے کہ انگلیوں کی درمیانی جگہ کو دھونا فرض ہے اور خلال کرنا دھونے کے حکم میں نہیں ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے (۴) اور شامی وغیرہ میں ہے کہ اس کے لئے خلال کرنا فرض ہے کیونکہ اس صورت میں خلال کئے بغیر ان کی درمیانی جگہ میں پانی پہنچانا ممکن نہیں ہے پس سمجھ لیجئے (۵) بحرالرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ انگلیوں میں خلال کرنے کا وقت تین دفعہ دھونے کے بعد ہے کیونکہ تین بار دھونے کی سنت ہے اور شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ خلال کا تین دفعہ ہونا یعنی ہر دفعہ دھونے کے ساتھ انگلیوں کا خلال بھی کرنا سنت ہے۔ پھر دارقطنی وبیہقی سے صحیح اور جید اسناد ہے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے وضو کیا اور اپنے دونوں قدموں کی انگلیوں میں تین بار خلال کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ میں کیا ہے (۶) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے (جس طرح پنجہ کرتے ہیں) (۷) اور ان سے پانی ٹپکتا ہوا ہو (۸) ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی اس ہاتھ کی پشت پر جس کا خلال کرنا ہے رکھے اور اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچے، اسی طرح دوسرے ہاتھ کا خلال کرے، بعض نے اس کو اولی کہا ہے تاکہ لہو ولعب سے مشابہت نہ ہو (۹) اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا کے ذریعہ پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے خلال شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے (۱۰) یہ جو کہا گیا ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے اوپر کو خلال کرے اس میں دو احتمال میں ایک یہ کہ پاؤں کی پیٹھ کی جانب سے چھنگلیا کو انگلیوں کے درمیان میں داخل کرے اور نیچے سے اوپر کھینچے یہ زیادہ اقرب ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ چھنگلیا کو پاؤں کے نیچے کی جانب سے انگلیوں کے درمیان میں داخل کر کے اوپر کھینچے سراج الوہاج میں اس پر اعتماد کیا ہے (۱۱) اور عالمگیری میں مضمرات سے لکھا ہے کہ انگلی نیچے کی طرف سے ڈالے ہاتھ یا پاؤں کو پانی میں داخل کر دینا خلال کے لئے کافی ہے خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو۔ (۱۲)

۹۔ اعضائے وضو کو تین تین بار دھونا، (۱۳) پس وضو میں جن اعضا کو دھونا فرض ہے جیسے دونوں ہاتھ اور منہ اور دونوں پاؤں ان کو تین تین بار دھونا سنت ہے (۱۴) یعنی اکابر پوری طرح دھونا فرض ہے اس کے بعد دو دفعہ اور دھونا صحیح مذہب کی بنا پر سنت مؤکدہ ہے (۱۵) اگر ایک دفعہ دھونے پر اکتفا کی تو اس بارے میں تین قول ہیں، ایک قول یہ کہ وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے سنت مشہورہ کو ترک کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ اس کو بجالایا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ اس کی

---

(۱)۔م وط ودروش وغیرہا ملتقطاً (۲)۔م وغیرہ عامتہ الکتب (۳)۔درین وع (۴)۔بحر (۵)۔ش ودرالمنتقی وع

(۶)۔ش (۷)۔غایۃ الوطار (۸)۔ع وبحروم وش (۹)۔بحرودروش وعلم الفقہ مترتباً (۱۰)۔ط وع وبحرودروغیرہا

(۱۱)۔بحروش تصرفاً (۱۲)۔ع وبحروم (۱۳)۔بحرودروم وغیرہا (۱۴)۔ع (۱۵)۔ع وط وبحر

عادت بنالے گا تو گنہگار ہوگا ورنہ نہیں اور اس کو خلاصہ میں اختیار کیا ہے (۱) پس اگر اس کی عادت نہیں بنائی بلکہ کبھی کبھی ایسا کیا یا پانی کم میسر ہونے یا سخت سردی یا کسی اور عذر کی وجہ سے صرف ایک ایک بار اعضائے وضو کو دھویا تو مکروہ نہیں ہے اور وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو گنہگار ہوگا (۲) ہر عضو کا دوسری اور تیسری دفعہ دھونا سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دفعہ پوری طرح دھلنا سنت مؤکدہ ہے چلوؤں کا اعتبار نہیں ہے (۳) (یعنی اگر ایک چلو سے پورا عضو نہ دھلے تو جب پورا عضو دھل جائے گا تو وہ ایک دفعہ کا دھونا ہوگا، مؤلف) اس لئے کہ ہر عضو کا دوسری اور تیسری دفعہ اس طرح دھونا سنت ہے کہ ہر دفعہ پوری طرح دھل جائے خواہ کتنے ہی چلوؤں سے دھلے، ہر دفعہ ایک چلو سے دھونا سنت نہیں ہے (۴) پوری طرح دھونے کے معنی یہ ہیں کہ پانی پورے عضو پر پہنچ جائے (کہیں بھی خشک نہ رہے) اور اس پر پانی بہے اور اس سے پانی کے قطرے ٹپکیں پس ہر دفعہ اس طرح دھونا چاہئے کہ اس تمام عضو پر پانی پہنچ جائے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے اور اگر پہلی مرتبہ ایسا دھویا کہ تھوڑا سا عضو خشک رہ گیا پھر دوسری مرتبہ کے دھونے میں خشک ٹکڑے پر پانی پہنچا اور کچھ پھر بھی خشک رہ گیا پھر تیسری مرتبہ میں سارا عضو دھل گیا تو یہ تین بار کا دھونا نہ ہوا، (۵) بلکہ ایک بار کا دھونا ہوا (۶) شک کی حالت میں طمانیت قلب کے لئے تین بار سے زیادہ دھونے یا پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے وضو کی نیت سے اعضائے وضو کو دوبارہ دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۷) کیونکہ وضو پر وضو کرنا نورٌ علی نور ہے (۸) لیکن وضو پر وضو کرنا اس وقت نورٌ علی نور ہے جبکہ پہلے وضو سے کوئی عبادت مقصودہ مثلاً نماز یا سجدہ تلاوت یا قرآن مجید کا چھونا وغیرہ ادا کر لی گئی ہو ورنہ مکروہ ہے کیونکہ یہ محض اسراف (فضول خرچی) ہے (۸) فقہا کا اور ''کوئی مضائقہ نہیں''، کہنا کراہتِ تنزیہی کو شامل ہے پس وضو کے کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا اگر ایک بار ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر اس سے زیادہ یعنی چند بار دھونا ہو تو اسراف کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔ (۹) پس بلا عذر وضو کے عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا تین بار سے کم دھونے کی مانند منع ہے اور اگر تین بار دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے کسی صحیح غرض سے تین دفعہ سے زیادہ یا کم دھوئے تو کوئی کراہت نہیں اور اگر کسی صحیح غرض کے بغیر تین دفعہ سے کم یا زیادہ دھوئے تو خواہ تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد بھی رکھے تب بھی مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ایسا کیا تو مکروہ نہیں۔ ہے جبکہ وہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ کرے اور ایسا کرنے کی عادت بنالے اور بار بار ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد بھی رکھتا ہو لیکن اگر کسی صحیح غرض سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ (۱۱)

۱۰۔ سارے سر کا مسح ایک بار کرنا، (۱۲) یعنی ایک دفعہ کے پانی سے پورے سر کا مسح کرے (۱۳) اگر کوئی شخص پورے سر کا مسح کسی عذر کے بغیر ہمیشہ چھوڑ دیگا تو گنہگار ہوگا (۱۴) ہمارے نزدیک تکرار مسح مسنون نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ مسح تین دفعہ کرے اگر تین دفعہ پانی لے کر تین دفعہ مسح کیا تو احناف میں سے بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور بعض نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ اور فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ نہ مکروہ ہے نہ سنت ہے اور نہ ادب ہے (۱۵) اور اوجہ یہ ہے کہ مکروہ ہے (۱۶) تین دفعہ مسح کرنے کی جو روایت ہے وہ ایک پانی کے ساتھ مسح کرنے پر محمول ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ سے امام حسنؒ کی روایت کی بنا پر مشروع ہے (۱۷) کتاب المجرد میں ہے کہ اگر ایک دفعہ پانی لے کر تین دفعہ مسح کیا تو مسنون ہے (۱۸) اور تین دفعہ پانی لے کر تین

---

(۱)۔م وط ودروش وغیرہا ملتقطاً (۲)۔ش وع (۳)۔درو غیرہ (۴)۔بحروش وط (۵)۔ش وع
(۶)۔حاشیہ ع اردود (۷)۔ش وع وبحروط (۸)۔بحروط (۹)۔ط (۱۰)۔غایۃ الاوطار ملخصاً (۱۱)۔ش وتمامہ فیہ
(۱۲)۔م ومجمع (۱۳)۔ع وش ودر المنتقی (۱۴)۔فتح وع ودروش (۱۵)۔بحروش وط (۱۶)۔منحہ
(۱۷)۔ہدایہ وبحروش وط وبدائع (۱۸)۔فتح وش ومنحہ

دفعہ مسح کرنا اس لئے بھی مکروہ ہے کہ فرض مسح کرنا ہے اور تکرار مسح سے وہ غسل ہو جائے گا اور مسنون نہیں ہوگا (۱) سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرنا سنت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے اگلے حصے سے شروع فرماتے تھے اور اس لئے بھی سنت ہے کہ ہر عضو کو اس کے ابتدائی حصے سے دھونا سنت ہے تو اسی طرح مسح کے اعضا میں ابتدائی حصے سے مسح کرنا سنت ہے (۲) سر کا مسح کرنے کے مختلف طریقے احادیث میں مروی ہیں (۳) ان میں اظہر طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھ کر پچھلے حصے کی طرف اس طرح لے جائے کہ سارے سر پر ہاتھ پھر جائے پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے (جس کا بیان آگے آتا ہے) (۴) اور اقامت سنت کی ضرورت کی وجہ سے اس طرح پانی مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ ایک پانی کے ساتھ پورے سر کا مسح اسی طریقے سے ہوسکتا ہے (۵) اور اس لئے بھی مستعمل نہیں ہوتا کہ جب تک پانی عضو پر ہے یعنی عضو سے جدا نہیں ہوتا، مستعمل نہیں ہوتا اور دونوں کان سر کا حصہ ہیں (۶) اور بعض علما نے پورے سر کا مسح کرنے کا دوسرا طریقہ بیان کیا ہے جیسا کہ نہر الفائق وخلاصہ ومجمع الانہر میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں یعنی چھنگلیا اور اس کے پاس والی اور بیچ کی انگلی کے سرے ملا کر سر کے آگے کے حصہ پر رکھے اور سر کے درمیانی حصے میں آگے کی طرف سے پیچھے یعنی گدی کی طرف کھینچے اس وقت دونوں انگوٹھوں، دونوں انگشت شہادت اور دونوں ہتھیلیوں کو سر سے الگ اٹھا ہوا رکھے یعنی سر سے نہ لگائے صرف وہی چھ انگلیاں لگیں جو بیان ہوئی ہیں اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو گدی کی طرف سے وسط سر کے دونوں جانب رکھے اور گدی سے آگے کی طرف کو کھینچے تاکہ پورے سر کا مسح ہو جائے پھر دونوں انگشت شہادت کے اندرونی حصے سے کانوں کے اندر کا اور دونوں انگوٹھوں کے اندرونی حصے سے دونوں کانوں کے باہر کا مسح کرے اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے تاکہ کانوں اور گردن کا مسح غیر مستعمل تری سے ہو جائے اس لئے کہ تری جب تک عضو پر ہے مستعمل نہیں ہوتی اور جب عضو سے جدا ہو جاتی ہے تو بلا خلاف مستعمل ہو جاتی ہے (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کا طریقہ اسی طرح روایت کیا ہے (۸) محیط میں اسی طریقہ کو ذکر کیا ہے تاکہ تری کے مستعمل ہونے سے بچ جائے (۹) علامہ طحطاویؒ نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اس میں تکلف ومشقت ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ سنت۔ (۱۰) میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے (۱۱) بحر الرائق میں اس دوسرے طریقے کو ضعیف کہا ہے (۱۲) اور مجمع الانہر میں پہلے طریقے کو ضعیف کہا ہے (۱۳) (غرض کہ دونوں طریقے درست ہیں خواہ جس پر عمل کرے، مؤلف)

۱۱۔ **دونوں کانوں کا ایک ساتھ مسح کرنا**، پس اس میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا نہیں ہے (۱۴) دونوں کانوں کا مسح آگے اور پیچھے سے اسی تری سے کرنا سنت ہے جس سے سر کا مسح کیا ہے۔ اگر کانوں کے اگلی طرف کا مسح منہ دھونے کے ساتھ کرے اور کانوں کے پچھلی طرف کا مسح سر کے مسح کے ساتھ کرے تو بھی جائز ہوگا مگر افضل وہی صورت ہے جو پہلے بیان ہوئی (۱۵) کانوں کے اندر کا مسح دونوں انگشت شہادت کے اندر کی طرف سے کرے اور کانوں کے باہر کا مسح دونوں انگوٹھوں کے اندر کی طرف سے کرے (۱۶) اور دونوں ہاتھوں کی چھنگلیا دونوں کانوں کے سوراخ میں داخل کرے اور ان کو حرکت دے (۱۷) امام شافعیؒ کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا سنت ہے (۱۸) فقہائے احناف کے نزدیک سر کے مسح کی تری سے کانوں کا مسح کرے (۱۹) کیونکہ رسول اللہ صلی

(۱)۔ ہدایہ ومثلہ فی البدائع　(۲)۔ بدائع　(۳)۔ ط　(۴)۔ بحر وش وع وط وکبیری　(۵)۔ بحر وکبیری وط ملتقطاً　(۶)۔ فتح وش وط
(۷)۔ منحہ ومجمع وط ملتقطا　(۸)۔ منحہ　(۹)۔ کبیری　(۱۰)۔ حدیث　(۱۱)۔ فتح وش وط　(۱۲)۔ غایۃ الاوطار
(۱۳)۔ مجمع　(۱۴)۔ در وش　(۱۵)۔ ع　(۱۶)۔ ع وش　(۱۷)۔ فتح وبحر وط　(۱۸)۔ بدائع　(۱۹)۔ مجمع وغیرہ

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دونوں کان سر کا حصہ ہیں یعنی ان دونوں کے مسح کے لئے علیحدہ پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے (۱) خلاصہ میں ہے کہ اگر پہلی تری باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لیا تو اچھا ہے (۲) اس کا مقتضی یہ ہے کہ اختلاف فقہا سے بچنے کے لئے نیا پانی لینا اولیٰ ہے تا کہ بالا تفاق سنت ادا ہوجائے لیکن نیا پانی لینے کی روایت مشہور روایت کے خلاف ہے اور مشہور روایت یہ ہے کہ سر کے مسح کی تری سے ہی کانوں کا مسح کرے، تمام اصحاب متون وشروح نے اسی کو اختیار کیا ہے پس صحیح یہ ہے کہ نیا پانی لینا خلاف سنت ہے اور صاحب خلاصہ کا اس کو اچھا کہنا صحیح نہیں ہے، خلاف سنت فعل کس طرح اچھا ہوسکتا ہے واللہ علم (۳) لیکن اگر پہلی تری باقی نہ رہی ہو اور استعمال میں آ چکی ہو مثلاً اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے عمامہ (صافہ) اٹھایا ہو تو جب تک نیا پانی لے کر کانوں کا مسح نہ کرے سنت ادا نہیں ہوگی (۴) پس اگر عمامہ کو انگلیوں سے مس کیا تو کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے (۵) اس سے یہ استفادہ ہوا کہ احناف وشوافع کا اختلاف اس بارے میں ہے کہ اگر نیا پانی نہ لیا اور سر کے مسح کی باقی تری سے کانوں کا مسح کیا تو کیا اس سے سنت ادا ہوجائے گی؟ احناف کے نزدیک جواب یہ ہے کہ ہاں ادا ہوجائے گی اور شوافع کے نزدیک ادا نہیں ہوگی لیکن اگر سابقہ تری باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لیا تو بالاتفاق سنت ادا ہوجائے گی (۶) یعنی ہمارے نزدیک خلاصہ کی روایت کی بنا پر یہ سنت کے قائم مقام ہوگی نہ کہ مشہور روایت کی بنا پر جس کو کہ اصحاب متون وشروح نے اختیار کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا لیکن دونوں ہاتھوں سے عمامہ وغیرہ اٹھانے کی وجہ سے تری باقی نہ رہنے کے بعد سنت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ نیا پانی لے کر دونوں کانوں کا مسح کرے (مؤلف)

۱۲۔ **ترتیب**، یہ ہمارے نزدیک صحیح قول کی بنا پر سنت مؤکدہ ہے اس کے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا (۷) اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک فرض ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک مستحب ہے (۸) اور ترتیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس کا ذکر پہلے کیا ہے اس کو پہلے ادا کرے (۹) یعنی آیت وضو میں جس ترتیب سے مذکور ہے اس ترتیب سے وضو کرے (۱۰) (پس پہلے منہ دھوئے پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے، مؤلف)

فائدہ: قدوری نے نیت اور ترتیب اور پورے سر کے مسح کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور صاحب ہدایہ ومحیط وتحفہ وایضاح اور روانی نے ان کو سنتوں میں شمار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۱۱)

۱۳۔ **اعضائے وضو کو پے در پے دھونا**، یہ ہمارے نزدیک سنت ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک فرض ہے اور کہا گیا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول یہی ہے کہ یہ فرض ہے (۱۲) پے در پے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے والا وضو کے افعال کے درمیان کسی ایسے فعل میں مشغول نہ ہو جو وضو سے متعلق نہ ہو (۱۳) یعنی ایک عضو کو دھونے کے بعد متصل ہی دوسرا عضو بھی دھولے (۱۴) اور اس کی معتبر حد یہ ہے کہ معتدل موسم میں پہلے دھوئے ہوئے عضو کی تری خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونا شروع کردے (۱۵) گرمی، ہوا اور سردی کی شدت کا اعتبار نہیں اور اعضا کے خشک ہونے میں وضو کرنے والے کی حالت یکساں رہنے کا بھی اعتبار کیا جائے گا (۱۶) وضو میں تفریق کرنا یعنی بعض اعضا کو دھو کر کچھ توقف کے بعد باقی اعضا کو دھونا اگر عذر کے بغیر ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر عذر سے ہو مثلاً پانی ختم ہوجائے یا پانی کا برتن الٹ جائے اس لئے اور پانی لینے کے لئے جائے یا اسی طرح کی کوئی اور وجہ ہو تو صحیح قول کی بنا پر

(۱)۔ فتح (۲)۔ بحروع وش وم (۳)۔ ش ملخصاً (۴)۔ ط (۵)۔ در المنتقی (۶)۔ بحروش
(۷)۔ بحروم وغیرہما (۸)۔ در المنتقی و بحرو بدائع وغیرہا (۹)۔ ع (۱۰)۔ در المنتقی وش وغیرہما
(۱۱)۔ ع ودر المنتقی ومجمع (۱۲)۔ بدائع بزیادۃ (۱۳)۔ بدائع ومجمع (۱۴)۔ ع (۱۵)۔ ع وش (۱۶)۔ ع

مضائقہ نہیں ہے (یعنی مکروہ نہیں ہے) غسل اور تیمم کے افعال کے درمیان تفریق کرنے کا بھی یہی حکم ہے (۱) یعنی اگر غسل یا تیمم کے افعال میں عذر کی وجہ سے تفریق کی تو مضائقہ نہیں ہے یعنی اس صورت میں ان دونوں میں بھی پے درپے کی سنت کا ادا ہونا معتبر ہوگا (۲) معراج میں ہے کہ دونوں پاؤں کو دھونے سے ہے اعضائے وضو کو رومال کے ساتھ نہ پونچھے کیونکہ اس سے پے درپے ہونا ترک ہو جائے گا اور وضو پورا ہونے کے بعد رومال سے پونچھنے میں مضائقہ نہیں ہے (۳) جیسا کہ مستحبات وضو میں آتا ہے، مؤلف)

وضو کے مستحبات و آداب

متون میں وضو کے مستحبات صرف دو بیان کئے گئے ہیں:

اول اعضائے وضو میں جو دو ہرے یعنی دو دو ہیں ان میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا مثلاً دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پہلے دھونا اور دائیں پیر کو بائیں پیر سے پہلے دھونا وغیرہ مگر کانوں کا حکم یہ ہے کہ دونوں کانوں کا مسح ایک ساتھ کرے۔ (۴) لیکن اگر کسی کے ایک ہی ہاتھ ہو یا اس کے دوسرے ہاتھ میں کوئی بیماری ہو اس لئے وہ دونوں کانوں کا مسح ایک ساتھ نہ کر سکے تو وہ ایک ہی ہاتھ سے پہلے دائیں کان کا مسح کرے پھر بائیں کا کرے (۵)

۲۔ دوم گردن کا مسح کرنا (۶) اور یہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے کرے کیونکہ ان کی تری مستعمل نہیں ہوئی ہے گردن کا مسح کرنے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ بدعت ہے اور بعض نے کہا کہ سنت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ ادب ہے اور یہ مستحب کے معنی میں ہے اور حلقوم (گلے) کا مسح نہ کرے کیونکہ بدعت ہے فقہائے نے وضو کے اور بھی بہت سے سنن و آداب بیان فرمائے ہیں فتح القدیر میں بیس سے اوپر مذکور ہیں، خزائن الاسرار میں وضو کی سنتوں کو تیس سے کچھ اوپر اور وضو کے آداب کو ستر سے کچھ اوپر بیان کیا ہے۔

اور وہ آداب بلاتحدید مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پانی کے استعمال میں نہ اسراف (زیادتی) کرے اور نہ کمی کرے ضرورت شرعیہ یعنی تین دفعہ سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے اور مکروہ ہے اگرچہ نہر وغیرہ کے کنارے پر ہو، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پانی آب مباح یعنی نہر وغیرہ کا ہو یا اپنی ملک ہو اور اگر وہ پانی طہارت اور وضو کرنے والوں کے لئے وقف ہو تو بلا خلاف اسرف اور زیادتی حرام (وگناہ) ہے لیکن اگر اطمینان قلب یا دوسرے وضو کی نیت سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے تو مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ وضو کی سنتوں میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے (۷) اور پانی کے استعمال میں کمی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسنون حد (تین مرتبہ) سے کم استعمال کرے۔

۲۔ وضو خود کرنا اور بلا عذر کسی دوسرے کی مدد نہ لینا تا کہ عبادت کو کسی کی مدد کے بغیر بذات خود قائم کرے، اگر معذور ہو (مثلاً برتن بھاری ہو یا بیماری ہو یا کبرسنی ہو) تو مدد لینا جائز ہے اگر خادم پانی ڈالتا جائے (اور خود دھوتا جائے) تو مضائقہ نہیں ہے (۸) پس اگر وضو کرنے میں صرف پانی ڈالنے یا پانی کنوئیں سے نکالنے پانی لا کر دینے میں کسی دوسرے سے مدد لے تو اس میں مطلقاً کراہت نہیں ہے اور جائز ہے خواہ یہ مدد اس نے طلب کی ہو، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اعضا کے دھونے میں کسی دوسرے کی مدد نہ لے بلکہ خود ہی دھوئے اور اگر اعضا کے دھونے اور مسح کرنے میں بلا عذر کسی دوسرے کی مدد لے تو مکروہ ہے۔ (۹)

---

(۱)۔ بحرو ع ملتقطاً　(۲)۔ ش　(۳)۔ بحرو ش　(۴)۔ ع وغیرہ　(۵)۔ ع و ش　(۶)۔ عامۃ الکتب

(۷)۔ ط و فتح و بحرو درو ع و کبیری　(۸)۔ فتح و بحرو مجمع　(۹)۔ ش تصرفاً

۳۔ کنوئیں وغیرہ سے پانی خود نکالنا۔(۱)

۴۔ اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔(۲)

۵۔ پاک جگہ میں وضو کرنا کیونکہ وضو کے پانی کی بھی تعظیم ہے۔(۳)

۶۔ وضو کے مستعمل پانی کے قطرے ٹپکنے سے کپڑوں کو بچا کر رکھنا۔(۴)

۷۔ استنجا سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرنے کے لئے قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھنا۔(۵)

۸۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا۔(۶)

۹۔ وضو کے برتن کو جہاں سے پکڑتے ہیں اس حصے (دستہ) کو تین بار دھونا۔(۷)

۱۰۔ لوٹا وغیرہ چھوٹا برتن ہو تو اپنے بائیں جانب رکھنا۔(۸)، تا کہ اس سے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔(۹) اور اگر برتن بڑا یعنی طشت وغیرہ ہو جس میں ہاتھ ڈال کر چلو سے پانی لیا جائے تو اس کو اپنے دائیں جانب رکھنا۔(۱۰)

۱۱۔ لوٹے سے پانی لیتے وقت اپنا ہاتھ لوٹے کے دستے پر رکھنا اس کے سر پر نہ رکھنا (کبیری و فتح و بحر وش وم) تا کہ مستعمل پانی کے قطرے لوٹے میں نہ ٹپکیں۔(۱۱)

۱۲۔ نیت میں دل اور زبان دونوں کو شریک کرے تا کہ عزیمت حاصل ہو جائے۔(۱۲)

۱۳۔ وضو کے آخر تک تمام افعال میں یعنی ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے وقت نیت کو مستحضر رکھنا۔(۱۳)

۱۴۔ ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے وقت بسم اللہ الخ پڑھنا۔(۱۴)

۱۵۔ ہر عضو کے دھونے (یا مسح کرنے) کے وقت بسم اللہ الخ کے بعد ماثورہ یعنی سلف صالحین سے منقول دعائیں پڑھنا (۱۵) (وضو کی دعائیں الگ بیان میں آگے درج ہیں، مولف)

۱۶۔ ہر عضو کے دھوتے وقت کلمہ شہادت یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھنا۔(۱۶)

۱۷۔ ہر عضو کے دھونے کے بعد درود شریف پڑھے (۱۷) پس ہر عضو کو دھوتے وقت چار چیزیں یعنی بسم اللہ الخ کلمۂ شہادت، دعا اور درود شریف پڑھی جائیں گی۔ ہدایہ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا پڑھ لینا بھی کافی ہے۔(۱۸)

۱۸۔ وضو کے دوران بلا ضرورت ایسی باتیں نہ کرے جو لوگوں سے کیا کرتے ہیں یعنی دنیاوی باتیں نہ کرے تا کہ وضو کا عمل دنیا کی آمیزش سے پاک رہے (۱۹) اگر کسی بات کے کہنے کی ضرورت ہو اور یہ خوف ہو کہ اس وقت بات نہ کہنے میں وہ ضرورت فوت ہو جائے گی تو ایسی حالت میں بات کرنا ترک ادب نہیں ہے۔(۲۰)

۱۹۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے دائیں ہاتھ میں پانی لینا اور ناک کو بائیں ہاتھ سے صاف کرنا (سنکنا)۔(۲۱)

---

(۱)۔ فتح وش (۲)۔ بحر وع وم (۳)۔ بحر وش وع (۴)۔ و فتح و بحر و در وع و کبیری (۵)۔ ع وم و بحر و در

(۶)۔ فتح و بحر وش وم و کبیری (۷)۔ ایضاً (۸)۔ ایضاً (۹)۔ ط (۱۰)۔ فتح و بحر وش و کبیری (۱۱)۔ ط

(۱۲)۔ م و در وع و مجمع (۱۳)۔ فتح و بحر وش وم ملتقطاً (۱۴)۔ م و در وع (۱۵)۔ م و ط و در تصرفا (۱۶)۔ بحر وع فتح وش وع و کبیری

(۱۷)۔ ع (۱۸)۔ ع (۱۹)۔ م و مجمع و در وع و بحر و کبیری ملتقطاً (۲۰)۔ بحر وع و کبیری ملتقطا (۲۱)۔ م وش و بحر فتح وع

۲۰۔کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں ترتیب کا لحاظ کرنا (یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا (۱) اور یہ ہمارے نزدیک سنت ہے (۲) یعنی کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنت ہے جیسا کہ وضو کی سنتوں میں بیان ہو چکا ہے مؤلف)

۲۱۔ڈھیلی انگوٹھی کو حرکت دینا تاکہ اس کے نیچے کی کھال پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے، اسی طرح اگر انگوٹھی تنگ ہو لیکن اس کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچ جانے کا علم ہو تب بھی انگوٹھی کو حرکت دینا مستحب ہے ورنہ فرض ہے (۳) پس اگر انگوٹھی ایسی تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی بلا تکلف داخل نہ ہوتا ہو تو ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک ظاہر الروایت میں اس کو حرکت دینا یا نکال دینا فرض ہے تاکہ پانی پوری طرح پہنچ جائے اور دونوں ہاتھوں کے ہر جز و تک پانی کا پہنچنا یقین کے ساتھ ہو جائے۔(۴)

۲۲۔دائیں ہاتھ سے اعضائے وضو پر پانی ڈالنا۔(۵)

۲۳۔اعضا کو دھونے سے پہلے، ان پر گیلا ہاتھ پھیرنا (۶) لیکن اس میں سردیوں کی قید ہونی چاہئے (۷) خلف ابن ایوب نے کہا کہ وضو کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ سردیوں کے موسم میں دھونے سے پہلے اپنے اعضا کو پانی سے اس طرح ترک کرلے جیسے تیل ملتے ہیں پھر ان پر پانی بہائے اس لئے کہ سردیوں میں پانی اعضا کے اندر اچھی طرح اثر نہیں کرتا۔(۸)

۲۴۔اعضائے وضو کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا۔(۹)

۲۵۔منہ پر پانی ڈالتے وقت طمانچے کی طرح نہ مارے (۱۰) یعنی پیشانی کے اوپر کے حصہ کی طرف سے نرمی کے ساتھ منہ پر پانی ڈالے طمانچہ سا نہ مارے پھر ہاتھ کے ساتھ منہ کو ملے۔(۱۱)

۲۶۔منہ دھوتے ہوئے پانی میں پھونک نہ مارنا (۱۲) (بعض لوگ منہ پر پانی ڈالتے وقت منہ سے پھنکارا مارتے ہیں یہ مکروہ ہے اور اس سے قریب بیٹھے ہوئے پر چھینٹیں پڑتی ہیں، مؤلف)

۲۷۔منہ دھوتے وقت اوپر کی طرف سے نیچے کو پانی ڈالنا اور سر کا مسح کرتے وقت سر کے اگلے حصے کی طرف سے اور ہاتھ پیروں کو دھوتے وقت انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا (۱۳) لیکن آخری دونوں امور سنت ہیں جیسا کہ سنتوں میں بیان ہو چکا ہے۔(۱۴)

تنبیہ: بہت سے لوگ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چلو سے پانی ڈال کر سارے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھے ہیں کہ منہ دھل گیا حالانکہ یہ تو منہ پر پانی کا چپڑنا ہوا اس طرح منہ دھونے کا فرض ادا نہیں ہوتا اس لئے وضو نہیں ہوتا، اسی طرح بعض لوگ بانہوں کو (ہاتھوں کو کہنیوں تک) دھوتے وقت کرتے ہیں کہ پہلے گیلا ہاتھ بانہوں تک مل لیتے ہیں پھر دونوں پر پانی اس طرح بہاتے ہیں کہ مشکل سے کلائیوں تک جا کر نیچے گر جاتا ہے کہنیوں تک نہیں پہنچتا، یہ سخت غلطی ہے اس سے وضو نہیں ہوتا پانی ہاتھ کے ذریعے پورے عضو تک پہنچانا چاہئے، مؤلف)

۲۸۔کانوں کے مسح کے وقت مبالغہ کے لئے کانوں کے سوراخ میں گیلی چھنگلیا ڈالنا۔(۱۵)

۲۹۔اپنی دونوں آنکھوں کے کویوں اور ڈونوں ٹخنوں اور دونوں ایڑیوں اور دونوں تلووں کے اندر اور انگوٹھی کے نیچے کی جگہ کی حفاظت کرنا (۱۶) یعنی وضو کے اندر ان مقامات میں پانی پہنچانا اور ان سے غافل نہ رہنا مستحب ہے اس لئے کہ ان مقامات کے اونچا نیچا ہونے کے باعث ان میں کبھی تھوڑی خشکی باقی رہ جاتی ہے۔(۱۷)

---

(۱)۔فتح وع (۲)۔ع (۳)۔در و م ط ملتقطاً (۴)۔کبیری (۵)۔ش (۶)۔ش و بحر و فتح
(۷)۔منحہ (۸)۔بحر و ش و بدائع وع (۹)۔بدائع وع و بحر و ش وغیرہا (۱۰)۔فتح و بحر و ش (۱۱)۔م و ط وع (۱۲)۔ش
(۱۳)۔بحر و ش و فتح وع (۱۴)۔ش (۱۵)۔در و م و ط و بحر وع ملتقطاً (۱۶)۔در و فتح و بحر ملتقطاً (۱۷)۔غایۃ الاوطار

۳۰۔ منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے دھونے کی جو حدود مقرر ہیں (یعنی جس قدر دھونا فرض یا واجب ہے) ان سے کچھ اور زیادہ کر کے دھونا تاکہ ان مقررہ حدود تک دھل جانے کا یقین ہو جائے۔ (۱)

۳۱۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو حدود معینہ سے زیادہ دھونا تاکہ قیامت کے روز وضو کے آثار سے ان اعضا کی روشنی اس جگہ تک بڑھے (۲) جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کا نصف بازو تک اور دونوں پاؤں کا نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔ (۳)

۳۲۔ دونوں بھوؤں اور مونچھوں کے نیچے پانی پہنچانا۔ (۴)

۳۳۔ اپنے دونوں پاؤں کو اپنے بائیں ہاتھ سے دھونا (۵) یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے دونوں پاؤں پر پانی ڈالنا اور ان دونوں کو بائیں ہاتھ سے دھونا (۶) اور پاؤں دھونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پاؤں دھوتے وقت برتن کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور دائیں پاؤں پر اوپر کی طرف سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اس کو ملے اسی طرح تین بار اس کو دھوئے پھر بائیں پاؤں پر اوپر کی طرف سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ملے اور اس کو بھی اسی طرح تین بار دھوئے۔ (۷)

۳۴۔ وضو میں جلدی نہ کرے اور دھونے اور خلال کرنے اور ملنے کو پورا پورا ادا کرے۔ (۸)

۳۵۔ وضو کے بعد میانی (شلوار وغیرہ کی رومالی) پر پانی چھڑک لینا۔ (۹)

۳۶۔ وضو کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت پڑھنا (۱۰) اور اس وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرنا۔ (۱۱)

۳۷۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو کا بچا ہوا سارا یا کچھ پانی آب زمزم کی طرح کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا (۱۲) پس ان دونوں پانیوں کے علاوہ اور پانی (بلا عذر) کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے (۱۳) فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں ہے کہ جو پانی سے وضو بچے اس میں سے ایک قطرہ (تھوڑا سا پانی) قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر پی لے۔ (۱۴) اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اشْفِنِیْ بِشِفَآئِکَ وَدَاوِنِیْ بِدَوَآئِکَ وَاعْصِمْنِیْ مِنَ الْوَھْلِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ O (۱۵) حلیہ میں ہے کہ اس دعا کا ماثورہ ہونا معلوم نہیں ہو سکا اور یہ حسن ہے اھ (۱۶) ظاہر یہ ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی پینا اس وقت مستحب ہے جبکہ لوٹا وغیرہ چھوٹے برتن سے وضو کرے اور اگر حوض وغیرہ سے وضو کرے تو یہ غور طلب ہے کہ اس میں سے بھی پینا چاہئے یا نہیں اور ذخیرہ میں فتاویٰ ابو اللیث سے منقول ہے کہ جو پانی پینے کے لئے رکھا گیا ہو تو جب تک وہ بہت زیادہ نہ ہو اس کے وضو نہ کرے اور جو پانی وضو کے لئے رکھا گیا ہے اس میں سے پی لینا جائز ہے پھر اس میں ابو الفضل سے نقل کیا ہے کہ وہ اس کے برعکس کہتے تھے پس اس بنا پر کیا اس کو وضو کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے کیونکہ یہ وضو کے توابع میں سے ہے یا جائز نہیں ہے اور ظاہر پہلا (جواز کا) قول ہے، سوچ لیجئے۔ (۱۷)

۳۸۔ وضو کے بعد یا اس کے درمیان میں یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۸) یا وضو کے بعد یہ دعا پڑھے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ

---

(۱)۔ فتح و بحر و ع و کبیری (۲)۔ در و ش و فتح و بحر (۳)۔ غایۃ الاوطار (۴)۔ بحر و ش (۵)۔ در (۶)۔ ش
(۷)۔ ع (۸)۔ ع و غایۃ الاوطار (۹)۔ ش (۱۰)۔ م (۱۱)۔ ط (۱۲)۔ م و بدائع و در و ش ملتقطاً (۱۳)۔ در
(۱۴)۔ ع و ط (۱۵)۔ ش و ط و کبیری (۱۶)۔ ش (۱۷)۔ ش (۱۸)۔ در و ش و کبیری

وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (۱)

(دعاؤں کا بیان الگ درج ہے)

۳۹۔ اعضائے وضو کو رومال (اور تولئے وغیرہ) سے پونچھنا (۲) اس کے متعلق فقہا میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ رسول ﷺ سے ایسا کرنا مروی ہے لیکن اس میں مبالغہ نہ کرے بلکہ اپنے اعضا وضو پر اس کا اثر یعنی قدرے تری باقی رہنے دے (۳) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اعضائے وضو کو خشک کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر اس کی ضرورت ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے بلا کراہت جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا بلکہ اس کے مستحب یا حسب ضرورت واجب ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور یہ حکم زندہ شخص کے بارے میں ہے لیکن میت کے بارے میں ہمارے مشائخ کے کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے تا کہ اس کے کفن کے کپڑے تر ہو کر متغیر نہ ہو جائیں۔ (۴)

۴۰۔ جس کپڑے سے مقام استنجا کو پونچھا ہو اس کپڑے سے اعضائے وضو کو نہ پونچھے (۵) کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ مکروہات میں مذکور ہے۔ (مولف)

۴۱۔ اپنے ہاتھوں کو نہ جھٹکنا۔ (۶)

۴۲۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد سورۃ القدر کو ایک یا دو یا تین بار پڑھنا۔ (۷)

۴۳۔ اگر نماز کے لئے مکروہ وقت نہ ہو تو وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھنا۔ (۸)

۴۴۔ وضو کے لئے ایک مُدّ یعنی تقریباً ایک سیر پانی سے کم نہ ہو۔ (۹)

۴۵۔ جو پانی دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اس سے وضو نہ کرنا (۱۰) کیونکہ اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا۔ (۱۱)

۴۶۔ مسجد میں اپنی وضو کے لئے کسی برتن کو مخصوص نہ کر لینا۔ (۱۲)

۴۷۔ وضو کرنے کے عام برتن یا عام جگہ سے وضو کرنا۔ (۱۳)

۴۸۔ (اپنے گھر پر) وضو سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کے وضو کے لئے اپنے برتن میں پانی بھر کر رکھنا۔ (۱۴)

۴۹۔ نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا۔ (۱۵)

۵۰۔ وضو میں جو فعل مکروہ ہے اس کو ترک کرنا اس لئے کہ مستحب کا ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (۱۶)

مکروہاتِ وضو

مکروہ یعنی (ناپسندیدہ) محبوب (یعنی پسندیدہ) کی ضد ہے فقہا کے نزدیک مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک مکروہ تحریمی ہے اور جب مطلق مکروہ لکھتے ہیں تو اس سے ان کی مراد اکثر مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور یہ واجب اور سنت مؤکدہ کے بالمقابل ہوتا ہے یعنی واجب اور سنت

---

(۱)۔ع (۲)۔در (۳)۔ش وط ملخصاً (۴)۔ط (۵)۔فتح و بحر وش وع (۶)۔درو ع
(۷)۔کبیری ودر وم (۸)۔بحر و درو فتح وع (۹)۔ع وش (۱۰)۔ش وم (۱۱)۔م وط (۱۲)۔ش وم وط
(۱۳)۔ش وط (۱۴)۔ع و فتح و بحر وش وط (۱۵)۔م و درو بحر و فتح وع (۱۶)۔ش تصرفاً

مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور دوسری مکروہ تنزیہی ہے اور سنت غیر مؤکدہ یعنی مستحب کے بالمقابل ہوتا ہے پس مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تنزیہی کو خلاف اولیٰ بھی کہتے ہیں بلکہ خلاف اولیٰ زیادہ عام ہے پس ہر مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس ہر خلاف اولیٰ کا مکروہ تنزیہی ہونا ضروری نہیں اس لئے ترک مستحب میں جب تک کراہت کی خاص دلیل نہ ہو تو مکروہ تنزیہی نہیں ہوتا، وضو کے مکروہات بکثرت ہیں۔(۱) ان میں سے مشہور مکروہات مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ پانی اس قدر کم خرچ کرے کہ مستحب ادا نہ ہو یا اسراف یعنی بے جا زیادہ خرچ کرنا مکروہ ہے اگرچہ نہر کے کنارے پر وضو کرے، (۲) اگر اعضائے وضو کو تین بار سے کم دھونے کی عادت ہے تو مکروہ ہے اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر اس کی عادت نہ ہو بلکہ کبھی کبھار ایسا کرے یا کسی عذر کی وجہ سے کرے تو مکروہ نہیں ہے اور گنہگار بھی نہیں ہوگا، (۳) حاجت شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال کرنا اسراف ہے، (۴) اور وہ عدد مسنون یعنی تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اور مقدار مسنون یعنی ایک مُد سے زیادہ پانی استعمال کرنا، (۵) اگر سنت ہونے کے اعتقاد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھویا تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر تین مرتبہ سے زیادہ دھونا سنت ہونے کے اعتقاد سے نہ ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے شک کے وقت طمانیت کے لئے یا پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو پر وضو کرنے کے ارادہ سے تین دفعہ سے زیادہ دھویا تو کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ سنن وضو میں بیان ہو چکا ہے، نہر یا حوض کے کنارے پر وضو کرتے ہوئے پانی کا اسراف مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ فعل عبث ہے۔(۶) ۲۔ وضو کرنے میں بلا عذر کسی دوسرے شخص سے مدد لینا۔(۷) (تفصیل مستحبات میں گزر چکی ہے، مولف) ۳۔ بلا عذر کلی کے لئے بائیں ہاتھ سے پانی لینا۔(۸) ۴۔ (بلا عذر) بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا۔(۹) ۴۔ (بلا عذر) بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا۔(۱۰) ۵۔ بلا عذر دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔(۱۱) ۶۔ جس پانی سے وضو کر رہا ہو اسی میں تھوکنا یا ناک کی رینٹھ ڈالنا (۱۲) خواہ وہ پانی جاری ہو، یہ کراہت تنزیہی ہے اس لئے کہ ان امور کے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا گیا ہے (۱۳) ۷۔ چہرہ یا دوسرے اعضائے وضو پر پانی کو طمانچے کی طرح زور سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے (۱۴) ۸۔ آنکھوں اور منہ (ہونٹوں) کو زور سے بند کرنا (۱۵) ۹۔ نیا پانی لے کر تین دفعہ مسح کرنا (۱۶) ۱۰۔ حلقوم (گلے) کا مسح کرنا کیونکہ یہ بدعت ہے اس لئے کہ احادیث سے ثابت نہیں ہے (۱۷) ۱۱۔ بلا ضرورت لوگوں کی کلام کی مانند یعنی دنیاوی باتیں کرنا کیونکہ اس سے وہ دعاؤں واذکار میں مشغول ہونے سے محروم رہے گا اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ وضو کو دنیا کی آمیزش سے پاک ہونا چاہئے کیونکہ یہ بدعت کی تمہید ہے (۱۸) ۱۲۔ جو پانی دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اس سے وضو کرنا (۱۹) ۱۳۔ ناپاک جگہ میں وضو کرنا (یا وضو کا پانی ناپاک جگہ پر ڈالنا وضو کے پانی کے لئے بھی تعظیم ہے (۲۰) اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی وجہ ہے کہ ناپاک جگہ میں وضو کرنے سے نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے (۲۱) ۱۴۔ مسجد کے اندر وضو کرنا لیکن مسجد میں برتن کے اندر وضو کرنا (جبکہ مسجد مستعمل پانی سے آلودہ نہ ہو، مولف) یا مسجد کے اندر اس جگہ وضو کرنا جو وضو کے لئے بنائی گئی ہے بلا کراہت جائز ہے (۲۲) جیسا کہ عام طور پر مساجد میں فرش سے متصل وضو کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے (۲۳) ۱۵۔ عورت کے وضو یا غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۲۴) یہ اس لئے ہے کہ شاید اس سے مرد کو تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتیں نجاست سے احتیاط بہت کم

(۱)۔ مستفاد عن م وش وط وبحر ملخصاً (۲)۔ درروم وط وغیرہا ملتقطاً (۳)۔ بحر وط وش وع (۴)۔ ش وط (۵)۔ ط
(۶)۔ ش ملخصاً (۷)۔ م (۸)۔ ع (۹)۔ ع (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ ع (۱۲)۔ درو بحر
(۱۳)۔ غایۃ الاوطار (۱۴)۔ درو ش وبحر وم وط (۱۵)۔ مستفاد وہ عن ط وغیرہ (۱۶)۔ درو ع وم (۱۷)۔ درو ش وفتح وبحر وم وغیرہا
(۱۸)۔ م وط (۱۹)۔ بحر (۲۰)۔ در (۲۱)۔ غایۃ الاوطار (۲۲)۔ در (۲۳)۔ غایۃ الاوطار (۲۴)۔ درو ش

کرتی ہیں اور یہ توجیہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتی ہے کذافی الطحطاوی (۱) ۱۶۔ مسجد میں کسی برتن کو اپنے وضو کے لئے خاص کر لینا کہ اس برتن سے اس کے سوا اور کوئی وضو نہ کرے، جیسا کہ مساجد میں اپنی نماز کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا مکروہ ہے (۲) ۱۷۔ وضو کے بعد ہاتھوں کو جھٹکنا (۳) ۱۸۔ وضو کے اعضا کے علاوہ کسی اور عضو کو بلاضرورت دھونا (۴) ۱۹۔ لوٹے وغیرہ میں یا کپڑوں پر اعضائے وضو سے پانی ٹپکانا (۵) ۲۰۔ بلاعذر ایک ہاتھ سے منہ دھونا کہ یہ رافضیوں اور ہندوؤں کا شعار ہے (۶) ۲۱۔ استنجے کا پانی خشک کرنے کے کپڑے سے وضو کے اعضا کو پونچھا (۷) کیونکہ اس کا ترک کرنا مندوبات میں سے ہے کما ہو مستفاد عن ش و فتح وغیرہما (مولف) ۲۲۔ مجلس میں اس طرح مسواک کرنا کہ رال ٹپکتی جائے مکروہ ہے خصوصاً علماء اور بزرگوں کی مجلس میں زیادہ مکروہ ہے (۸) ۲۳۔ سنت طریقے کے خلاف وضو کرنا وغیرہ بہت سے مکروہات ہیں۔

وضو کی ماثورہ دعائیں

جب وضو کرے تو دونوں ہاتھ دھوتے وقت کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ O یا یوں کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ الْمَآءَ طَهُوْرًا O کلی کرتے وقت یہ کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ، ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِىْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِىْ رَائِحَةَ النَّارِ، منہ دھوتے وقت کہے بسم اللہ الخ اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِىْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ دایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِىْ كِتَابِىْ بِيَمِيْنِىْ وَحَاسِبْنِىْ حِسَابًا يَّسِيْرًا جب بایاں ہاتھ دھوئے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِىْ كِتَابِىْ بِشِمَالِىْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِىْ وَلَا تُحَاسِبْنِىْ حِسَابًا عَسِيْرًا سر کا مسح کرتے وقت کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِىْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ، کانوں کا مسح کرتے وقت کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ، گردن کا مسح کرتے وقت کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِىْ مِنَ النَّارِ، جب دایاں پاؤں دھوئے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ الخ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَىَّ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْاَقْدَامُ، اور جب بایاں پاؤں دھوئے تو کہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِىْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْيِىْ مَشْكُوْرًا وَّعَمَلِىْ مَقْبُوْلًا مَبْرُوْرًا وَّتِجَارَتِىْ لَنْ تَبُوْرَ (۹) بِفَضْلِكَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفُوْرُ (۱۰) وضو کے درمیان میں پڑھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ وَوَسِّعْ لِىْ فِىْ دَارِىْ وَبَارِكْ لِىْ فِىْ رِزْقِىْ، ہر عضو کے دھوتے وقت اور سر کا مسح کرتے وقت کلمہ شہادت بھی پڑھے یعنی یوں کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وضو سے فارغ ہونے کے بعد آسمان کی طرف نظر کرے اور تین بار یہ پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (۱۱) پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (۱۲) وَاجْعَلْنِىْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۳)۔ پھر یہ پڑھے وَاجْعَلْنِىْ شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِىْ اَنْ اَذْكُرَكَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّاُسَبِّحَكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پھر یہ پڑھے، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ (۱۴) وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ (۱۵) (یا ان دعاؤں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرے

---

(۱)۔ غایۃ الاوطار (۲)۔ ع (۳)۔ مستفاد عن درو ع (۴)۔ علم الفقہ (۵)۔ علم الفقہ (۶)۔ علم الفقہ (۷)۔ علم الفقہ
(۸)۔ مظاہر حق (۹)۔ م و ط و ش و منحہ و ع و مجمع و کبیری (۱۰)۔ مجمع (۱۱)۔ حصن حصین و ع وغیرہما (۱۲)۔ ع و حصن حصین و درر و م وغیرہما
(۱۳)۔ ش و کبیری (۱۴)۔ حصن حصین و ش و کبیری (۱۵)۔ ش و کبیری

(مؤلف) وضو کی ابتدا میں یا درمیان میں یہ دعا پڑھنا بھی مروی ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عضو وضو کے دھوتے وقت بسم اللہ الخ اور دعائے ماثورہ، کلمہ شہادت اور درود شریف پڑھے یا ان میں سے جس قدر ہو سکے پڑھ لے(۱) اور وضو سے فارغ ہو کر سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کا پڑھنا مستحب ہے، یہ فقیہ ابواللیثؒ نے کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا کہ اس کا صحیح حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

وضو کا مسنون و مستحب طریقہ: وضو کے لئے کسی مٹی کے برتن میں (تانبے پیتل وغیرہ کا ہو تب بھی مضائقہ نہیں مگر قلعی دار ہو) پانی لے کر پاک اور اونچی جگہ بیٹھے اور دل میں یہ نیت کرے کہ میں یہ وضو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ثواب و عبادت کے لئے کرتا ہوں، بدن کا صاف کرنا اور منہ کا دھونا مقصود نہیں اور نیت زبان سے بھی کہہ لے اور یہی ارادہ و نیت ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت رہے اور وضو شرع کرتے وقت بسم اللہ الخ کہے، دائیں چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو کلائی تک مل مل کر دھوئے اسی طرح تین بار کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر مسواک کرے پھر دو کلیاں اور کرے تاکہ تین پوری ہو جائیں (زیادہ نہ کرے) اگر روزہ دار نہ ہو تو اسی پانی سے غرغرہ بھی کرے یعنی کلی میں مبالغہ کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو اس میں مبالغہ کرے یعنی نتھنوں کی جڑوں تک پہنچائے، اگر روزہ دار ہو تو نرم گوشت سے اوپر نہ چڑھائے، بائیں ہاتھ کی چھنگلیا نتھنوں میں پھیرے اور بائیں ہاتھ سے ہی ناک سنکے، تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ہر بار نیا پانی لے، پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر (یا ایک چلو میں لے پھر دوسرے کا سہارا لگا لے) دونوں ہاتھوں سے ماتھے کے اوپر سے نیچے کو پانی ڈال کر تمام منہ کو مل کر دھوئے، سر کے بالوں کی ابتدا سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سب جگہ پانی پہنچ جائے دونوں ابروؤں اور مونچھوں کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے کوئی جگہ بال برابر بھی سوکھی نہ رہے اگر احرام باندھے ہوئے نہ ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرے پھر دو دفعہ اور پانی لے کر منہ کو اسی طرح دھوئے اور ڈاڑھی کا خلال کرے تاکہ تین دفعہ پورا ہو جائے (زیادہ نہ ہو) پھر گیلے ہاتھ سے دونوں بانہوں کو کہنیوں تک ملے خصوصاً سردیوں میں، اور پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر تین تین دفعہ ہر ایک ہاتھ پر بہائے اور مل کر دھوئے کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے، اور انگوٹھی چھلا، آرسی، کنگن، چوڑی، وغیرہ کو حرکت دے اگرچہ ڈھیلی ہوں، منہ دھوتے وقت عورت اپنی نتھ کو بھی حرکت دے انگلیوں کا خلال کرے اس طرح کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے اور پانی ٹپکتا ہوا ہو پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو تر کر کے ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے پھر کانوں کا مسح کرے، کلمہ کی انگلی سے کان کے اندر کی طرف اور انگوٹھے سے باہر کی طرف مسح کرے اور چھنگلیا دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرے لیکن گلے کا مسح نہ کرے، پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے، پہلے دایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے بایاں پاؤں تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کو بھی اسی طرح سے خلال کرے، مگر انگوٹھے سے شروع کرے تاکہ چھنگلیا پر ختم ہو، ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ الخ اور کلمہ شہادت اور مسنونہ دعائیں جو مذکور ہوئیں پڑھے، اگر وضو سے کچھ پانی بچ جائے تو اس میں سے کچھ پانی کھڑے ہو کر پی لے اور بسم اللہ الخ اور کلمۂ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھے اللھم اجعلنی من التوابین الخ اور سورۃ انا انزلنا ہ فی الیلۃ القدر پڑھے اور درود شریف دس مرتبہ پڑھے اس کے بعد اگر نماز کا مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھے۔

---

(۱)۔ش وغیرہ

مسواک کا بیان

مسواک کا حکم: وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے یہ سنت مؤکدہ ہے (درو غیرہ عامہ کتب) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسواک وضو کی سنتوں میں سے ہے یا نماز کی یا دین کی سنتوں میں سے ہے، یہ تیسرا قول اقوی ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے، جیسا کہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس کو ذکر کیا ہے اور الہدایۃ الغزنویہ مدا الفتاح وغیرہ ہما میں جو مذکور ہے اس سے بھی اس کی موافقت ہوتی ہے، جیسا کہ ان میں ہے کہ مسواک وضو کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ متعدد مواقع میں مستحب ہے (۱) (ان مواقع کا بیان آگے آتا ہے، مولف) پس وضو اور نماز کے وقت بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضو کرتے وقت مسواک کرنا مستحب موکدہ یعنی سنت موکدہ ہے، پس احناف کے نزدیک مسواک کرنا وضو کی سنت ہے نماز کی سنت نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے وضو کے وقت مسواک نہ کی تو اب نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت مسواک کرلے، لیکن اس طرح نرمی سے کرے کہ خون نہ نکلنے پائے ورنہ وضو ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ (۲)

مسواک کی فضیلت: مسواک کرنے کی تاکید اور اس کے فضائل واحادیث میں بکثرت وارد ہیں: قال قال رسول اللہ ﷺ **لو لا ان اشق علی امتی لا مرتھم بالسواك مع کل صلوۃ رواہ البخاری واللفظ له ومسلم الا انه قال عند کل صلوۃ وفی مؤطا امام مالك مع کل وضوء وفی روایة سنن النسائی عند کل وضوء ورواہ احمد فی مسندہ وابن خزیمة فی صحیحه وصححا الحاکم وذکر ھا البخاری تعلیقا فی کتاب الصوم** (۳) "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی اُمت پر مشقت ودشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں اُن کو ہر نماز کے وقت مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا" اس کو امام بخاریؒ ومسلمؒ نے روایت کیا ہے اور امام مالکؒ نے موطا میں نسائی نے اپنی سنن میں، امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور ابن خزمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں ہر نماز کی بجائے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام بخاری نے اس کو کتاب الصوم میں تعلیقاً روایت کیا ہے" یہ احناف کے لئے دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسواک کرنا وضو کی سنت ہے نہ کہ نماز کی، اور بخاری ومسلم کی روایت شافعی مذہب کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسواک کرنا نماز کی سنت ہے (۴) ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **السواك مطھرۃ للفم ومرضاۃ للرب** "مسواک منہ کی پاکیزگی اور پروردگار عالم کی خوشنودی کا سبب ہے" اس کو امام شافعیؒ وامام احمدؒ وداری اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اسناد کے بغیر روایت کیا ہے (۵) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز کے لئے مسواک کی گئی ہو اس کی فضیلت اس نماز سے ستر درجے زیادہ ہے جس کے لئے مسواک نہ کی گئی ہو، اس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں

(۱)۔ فتح وبحر وش وم　(۲)۔ مستفادہ عن ش وغیرہ　(۳)۔ فتح وط وغیر ہما ملتقطا　(۴)۔ ط وبحر وش وغیر ہا تصرفا
(۵)۔ مشکوٰۃ جلد اول باب السواک

روایت کیا ہے (۱) اور یہ فضیلت ہر اُس شخص کو حاصل ہو جائے گی جس نے ایسی وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہو جس میں اس نے مسواک کی ہو اگرچہ اس نے نماز کھڑی ہونے کے وقت نماز کے لئے مسواک نہ کی ہو کیونکہ اصح قول کی بنا پر مسواک سنن دین میں سے ہے سنن نماز میں سے نہیں ہے (۲) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ وہ مسواک کو قلم کی طرح اپنے کان پر رکھتے تھے۔ ترمذی میں حضرت زید بن خالد سے روایت ہے کہ اصحاب کرام تمام نمازوں کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور ان کی مسواک کاتب کے قلم کی طرح ان کے کان پر رکھی رہتی تھی۔ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک کر لیتے اور پھر مسواک اس کی جگہ پر (یعنی اپنے کان پر) واپس رکھ لیتے تھے (۳) اور بعض اپنی مسواک کو اپنے عمامے کے بیچ میں رکھ لیتے تھے۔ (۴)

مسواک کے فوائد: مسواک کرنے کے فوائد بہ کثرت ہیں، علمائے کرام نے مسواک کے اہتمام میں ستر بلکہ اس سے بھی زیادہ فائدے لکھے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں: ۱۔ اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے، ۲۔ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے، ۳۔ نزع (جان کنی) میں آسانی ہوتی ہے، ۴۔ روح کے نکلنے کو آسان کرتی ہے، ۵۔ پل صراط پر کوندنے والی بجلی کی مانند تیزی سے گزر جاتا ہے، ۶۔ اس کی برکت سے نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے، ۷۔ بڑھاپا دیر میں آتا ہے، ۸۔ نگاہ کو تیز کرتی اور جلا دیتی ہے، ۹۔ دانتوں کی جڑوں کی خرابی اور مسوڑھوں کے پھولنے کو دور کرتی ہے، ۱۰۔ دانتوں کو سفید کرتی ہے، ۱۱۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، ۱۲۔ کھانا ہضم کرتی ہے، ۱۳۔ بلغم کو کاٹتی ہے، ۱۴۔ نماز کا ثواب کئی گنا بڑھاتی ہے۔ روایات میں ستر گنا، ننانوے گنا اور چار سو گنا تک ثواب بڑھنے کا ذکر ہے، ۱۵۔ نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے، ۱۶۔ فرشتے خوش ہوتے ہیں، ۱۷۔ اس کے چہرے کے نور کی وجہ سے فرشتے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور جب وہ نماز کے لئے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے فرشتے مسواک کرنے والے کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جبکہ وہ مسجد سے نکلتا ہے، ۱۸۔ انبیاء و رسل اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں، ۱۹۔ مسواک شیطان کو ناراض کرتی اور دھتکار دیتی ہے، ۲۰۔ اس پر ہمیشگی کرنے سے فراخی و تونگری پیدا ہوتی ہے اور روزی آسان ہو جاتی ہے، ۲۱۔ صفرہ کو کاٹتی ہے، ۲۲۔ دردِ سر کو دور کرتی ہے اور سر کی رگوں کو تسکین دیتی ہے۔ حتیٰ کہ کوئی ساکن رگ حرکت نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی حرکت کرنے والی رگ ساکن ہوتی ہے، ۲۳۔ دردِ دندان کو دور کرتی ہے، ۲۴۔ دانتوں کو مضبوط کرتی ہے، ۲۵۔ منہ کی بدبو (گندہ دہنی) کو دور کر کے اس کو خوشبودار بناتی ہے۔ (۵) ۲۶۔ معدے کو درست رکھتی ہے، ۲۷۔ بدن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے قوت دیتی ہے، ۲۸۔ انسان کے حافظے اور عقل و فصاحت کو زیادہ کرتی ہے، ۲۹۔ قلب کو پاک کرتی ہے، ۳۰۔ ذہن کو صاف کرتی ہے، ۳۱۔ اولاد (کی پیدائش) کو بڑھاتی ہے، ۳۲۔ جسم سے غیر طبعی حرارت کو دور کرتی ہے، ۳۳۔ درد کو دور کرتی ہے، ۳۴۔ پیٹھ کو مضبوط بناتی ہے، ۳۵۔ حلق کو صاف کرتی ہے، ۳۶۔ زبان کو جلا دیتی ہے، ۳۷۔ سمجھ کر تیز کرتی ہے، ۳۸۔ رطوبت کو قطع کرتی ہے، ۳۹۔ اجر و ثواب کو کئی گنا بڑھاتی ہے، ۴۰۔ مال و اولاد کو بڑھاتی ہے، ۴۱۔ حاجتوں کو پورا ہونے میں مدد دیتی ہے، ۴۲۔ اس کی قبر کو کشادہ کرتی ہے، ۴۳۔ لحد میں اس کی غم خوار ہوتی ہے، ۴۴۔ اس روز مسواک کرنے والوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے، ۴۵۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، ۴۶۔ فرشتے ہر روز اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص انبیاء کی اقتدا کرنے والا ہے اور ان کے آثار پر چلتا ہے اور ان کی سیرت (سنت) کا متلاشی ہے، ۴۷۔ اس کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ۴۸۔ دنیا سے (گناہوں سے) پاک صاف ہو کر جاتا ہے، ۴۹۔ موت کا فرشتہ روح نکالنے کے لئے اس کے پاس اس صورت میں آتا ہے جس میں اولیا

(۱)۔ فتح و م و مشکوٰۃ جلد اول باب السواک و جمع الفوائد (۲)۔ ط (۳)۔ جمع الفوائد و ش (۴)۔ س (۵)۔ در وش و ط و ع و غیرہا ملتقطاً

کے پاس آتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اس صورت میں آتا ہے جس میں انبیاء کے پاس آتا ہے، ۵۰۔ مسواک کرنے والا دنیا سے اس وقت جاتا ہے جب وہ حضور انور ﷺ کے حوض سے پانی پی لیتا ہے اور یہ رحیق مختوم یعنی (جنت کی مہر) لگی ہوئی خالص شراب ہے (۱) اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ مسواک کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے اور اس کا اعلیٰ فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (۲) بعض نے کہا کہ یہ تمام فضائل (وفوائد) مروی ہیں ان میں بعض مرفوع احادیث میں ہیں اور بعض موقوف احادیث میں ہیں، اگرچہ ان کی اسناد میں گفتگو ہے پس ان کے ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ان میں سے بعض مذکورات بعض کی طرف لوٹتی ہیں۔ (۳)

مسواک کرنے کے مستحب اوقات: چونکہ مسواک صحیح واقویٰ قول کے مطابق سنن دین میں سے ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس لئے اس کا استعمال ہر وقت مسنون ہے، علامہ نوویؒ نے بھی تمام اوقات میں مسواک کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے پس جس وقت جی چاہے مسواک کرو، اس کو دیلمیؒ نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں روایت کیا ہے لیکن وضو کرتے وقت اس کی زیادہ تاکید ہے، بعض اور اوقات میں بھی اس کا مستحب ہونا موکد ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: ۱۔ دانتوں کے زرد ہو جانے کے وقت، ۲۔ منہ کی بو بدل جانے کے وقت خواہ منہ کی بو دیر تک وضو نہ کرنے یا دیر تک خاموش رہنے یا زیادہ بولنے یا کسی بودار چیز کھانے کے سبب بدل گئی ہو، ۳۔ سونے سے پہلے، ۴۔) سو کر اٹھنے کے بعد، ۵۔ وضو کے ساتھ مسواک کرنے کے باوجود نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت، ۶۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس وقت مستحب ہے جبکہ دانتوں سے خون نہ نکلے ورنہ مستحب نہیں ہے کیونکہ خون بالاجماع نجس ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا لہٰذا اس وقت مسواک آہستہ آہستہ نرمی سے کی جائے اور صرف دانتوں پر کی جائے تاکہ خون نہ نکلے، ۷۔ گھر میں داخل ہوتے وقت، ۸۔ لوگوں کے مجمع میں جاتے وقت، ۹۔ قرآن مجید وحدیث شریف کی تلاوت کے وقت، ۱۰۔ جماع سے قبل، ۱۱۔ مرنے سے پہلے (پس اگر کسی کو موت کا علم ہو جائے تو اس کو مسواک وموئے زیر ناف اور دیگر امور صفائی اختیار کرنا مستحب ہے (۴)، ۱۲۔ اگر وضو کرتے وقت بھول جائے تو نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے (۵) ۱۳۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا مستحب موکدہ ہے (۶) جس شخص کو مسواک پر ہمیشگی کرنا تکلیف دیتا ہو اس کو اس پر ہمیشگی کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کبھی کر لیا کرے۔ (۷)

وضو میں مسواک کرنے کا وقت: وضو میں مسواک کرنے کے مسنون وقت کے متعلق فقہا میں اختلاف ہے نہایہ اور فتح القدیر میں یہ ہے کہ کلی کے وقت کی جائے اور بدائع اور مجتبیٰ میں ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے کی جائے اور اکثر کا عمل پہلے قول پر ہے کیونکہ یہ صاف کرنے میں زیادہ کامل ہے (۸) دونوں قول راجح ہیں اور دونوں پر عمل کی گنجائش ہے، بہتر یہ ہے کہ جس کے دانتوں سے خون نکلتا ہو وہ وضو شروع کرنے سے پہلے اور جس کے خون نہ نکلتا ہو وہ کلی کے وقت کرے۔ (۹)

مسواک کے آداب وصفات: ۱۔ مسواک تلخ درخت کی شاخ یا جڑ کی ہو (۱۰) کیونکہ ایسی مسواک منہ کی بدبو کو دور کر کے منہ میں خوشبو کرتی، دانتوں کو مضبوط بناتی اور معدے کو قوت دیتی ہے (۱۱) اس سے بلغم اچھی طرح کٹ جاتا ہے، سینہ خوب صاف ہو جاتا اور کھانا خوب ہضم ہوتا ہے، افضل یہ ہے کہ مسواک پیلو کی جڑ کی ہو (آنحضور ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی ہے) پھر زیتون کی شاخ کی افضل ہے (۱۲)

---

(۱)۔ط　(۲)۔ش　(۳)۔ط　(۴)۔فضائل مسواک　(۵)۔فتح و بحر وش وم وغیرہا ملتقطاً　(۶)۔کما ورد فی الحدیث
(۷)۔ط　(۸)۔بحر وش وم وط　(۹)۔از فضائل مسواک　(۱۰)۔فتح و بحر وع ومجمع وعنایۃ　(۱۱)۔ع ومجمع وعنایۃ　(۱۲)۔ط وش

اس کی بھی حدیث میں فضیلت آئی ہے۔ عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کی ہے یہ منہ کو خوشبودار کرتی اور منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے، یہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی مسواک ہے (۱) انار، ریحان، بانس اور ہر ایذا دینے والے درخت یا پھل دار درخت یا خوشبودار درخت کی شاخ سے مسواک کرنا مکروہ ہے اور زہریلے درخت کی مسواک کرنا حرام وممنوع ہے ان کے علاوہ ہر درخت مثلاً نیم، کیکر، اور پھلاہی وغیرہ کی شاخ کی مسواک کرنا درست ہے (۲) ۲۔ مسواک کا سرا نہ زیادہ نرم ہو کہ جس سے دانتوں کی صفائی نہ ہو سکے اور نہ زیادہ سخت ہو کہ جس سے مسوڑھے زخمی ہو جائیں بلکہ متوسط درجے کی ہو اور سیدھی ہو، گرہ دار نہ ہو یا کم گرہ والی ہو (۳) ۳۔ مسواک تر لکڑی کی ہونا مستحب ہے اگر خشک ہو تو اس کو بھگو کر تر کر لینا مستحب ہے اور مسواک کر لینے کے بعد اس کو دھو لینا مستحب ہے (۴) ۴۔ مسواک ہاتھ کی چھنگلی یا کسی اور انگلی کے برابر موٹی ہو اور لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت ہو (۵) رہی یہ بات کہ بالشت سے مراد استعمال کرنے والے کی بالشت ہے یا معمولی (اوسط درجے کا) تو ظاہر یہ ہے کہ دوسرا قول مراد ہے کیونکہ اکثر مطلق کہنے سے یہی مراد لیا جاتا ہے (۶) مسواک انگوٹھے سے زیادہ موٹی نہ ہو (۷) اور بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو کیونکہ اس سے زیادہ لمبی مسواک پر شیطان سوار ہو جاتا ہے (۸) مسواک کا ایک بالشت ہونا اس کا استعمال شروع کرنے کے وقت ہے بعد میں استعمال کرتے کرتے چھوٹی ہو جانے کا مضائقہ نہیں ہے (۹) ابتدا میں اتنی چھوٹی نہیں ہونی چاہیے کہ جس کا استعمال کرنا دشوار ہو اور جب استعمال کرتے کرتے اتنی چھوٹی رہ جائے کہ اس کا استعمال کرنا دشوار ہو تو اسے دفن کر دیا جائے یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کسی ناپاک جگہ نہ ڈالیں کیونکہ یہ ادائے سنت کی چیز ہے اس لئے اس کی تعظیم کرنی چاہئے۔ (۱۰) ۵۔ مسواک کو دائیں ہاتھ میں لے کر کرنا مستحب ہے کیونکہ ایسا کرنا منقول ومتوارث ہے اور اس کے پکڑنے کی مستحب کیفیت آگے مسواک کرنے کے مسنون طریقے میں درج ہے (۱۱) ۶۔ مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پر اوپر نیچے پھرائے دانتوں کی لمبائی کے رخ یعنی اوپر سے نیچے کو نہ پھرائے کیونکہ اس سے مسوڑھے زخمی ہو جاتے اور ان کا گوشت اکھڑ جاتا ہے اور خون نکل آتا ہے۔ غزنوی نے کہا کہ دانوں کی لمبائی اور چوڑائی (دونوں) کے رخ سے کرے اور اکثر فقہا نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے (۱۲) لیکن حلیہ میں ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ دانتوں کی چوڑائی میں اور زبان کی لمبائی میں مسواک کرے تاکہ دونوں طرح کی احادیث پر عمل ہو جائے پس مستحب یہ ہے کہ مسواک کو اوپر نیچے کے دانتوں کے ظاہر و باطن یعنی اندر اور باہر کی طرف اور ان کے ڈاڑھوں کے کناروں پر اور تالو پر ملے (۱۳) پہلے دائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر ملے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر ملے پھر دائیں جانب کے نیچے کے دانتوں پر پھر بائیں جانب کے نیچے کے دانتوں پر ملے یہ ایک بار ہوا اس طرح تین بار کرے اور ہر دفعہ پانی سے تر کرے (۱۴) ۷۔ دانتوں پر مسواک کرنے کی کوئی مقدار مسنون نہیں ہے بلکہ اس قدر کرے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی زردی دور ہو جانے کے متعلق اطمینان قلب ہو جائے پس اگر تین دفعہ سے کم میں اطمینان قلب حاصل ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ تین دفعہ مسواک کرنے کو پورا کیا جائے جیسا کہ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بارے میں حکم ہے، (۱۵) ۸۔ مسواک موجود ہوتے ہوئے انگلی لکڑی کی مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتی لیکن اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے یا کسی کے دانت ہی نہ ہوں یا اس کے منہ میں تکلیف ہو تو مسواک کا ثواب حاصل کرنے کے لئے انگلی یا کھردرا کپڑا اس کے قائم مقام ہو سکتا ہے (۱۶) اور حلیہ میں کہا ہے کہ ایسی صورت میں خواہ کسی انگلی سے دانتوں کو

---

(۱)۔ غایۃ الاوطار　(۲)۔ در وش وط وغیرہا ملتقطاً　(۳)۔ دروش وم وغیرہا　(۴)۔ ط　(۵)۔ دروش وغیرہما　(۶)۔ ش

(۷)۔ علم الفقہ　(۸)۔ در وط (۹)۔ ش　(۱۰)۔ بہار شریعت　(۱۱)۔ بحر و در وش وم ملتقطاً　(۱۲)۔ بحر وش

(۱۳)۔ ش وط ملتقطاً　(۱۴)۔ بحر و در وش وغیرہا　(۱۵)۔ ش　(۱۶)۔ بحر وع در وش وغیرہا

ملے کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت سے ملے یعنی پہلے بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ملے پھر دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ملے بائیں جانب اوپر نیچے ملے اور اگر چاہے تو دائیں انگوٹھے اور دائیں انگشت شہادت سے اس طرح ملے کہ پہلے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں جانب اوپر اور نیچے ملے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے (۱) ۹۔ عورت مسواک پر قادر ہونے کے باجود (مسواک کی بجائے دنداسہ یا درخت صنوبر یا بطم کا گوند (مصطگی) چبا سکتی ہے کیونکہ عورتوں کی ظاہری جلد نرم و نازک ہوتی ہے اور مسواک پر مداومت کرنا ان کے دانتوں کو کمزور دیتا ہے پس اس کے لئے مصطگی کا چبانا مستحب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مصطگی کو چبانا وضو کے شروع میں ہونا ضروری نہیں ہے یعنی جس طرح مرد کلی کرتے وقت مسواک کرتے ہیں عورت کو اس وقت مصطگی چبانے کا امر نہیں کیا جائے گا ثواب میں مسواک کا قائم مقام ہونے کے لئے عورت کو مصطگی مسواک کی نیت سے چبانی چاہیے کیونکہ مستورات کو اس کا ثواب اس وقت ملے گا جبکہ مسواک کی نیت سے چبائیں گی ورنہ ثواب نہیں ملے گا (۲) ۱۰۔ جس شخص کو مسواک کرنے سے قے آنے کا اندیشہ ہو وہ اس کو ترک کر دے۔ (۳)

مسواک کرنے کا مسنون طریقہ: اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مسواک کو پانی میں تر کر کے دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلیا مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے برابر میں اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر کی جانب رہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (۴) مٹھی باندھ کر نہ پکڑے کیونکہ یہ ہیئت مسنونہ کے خلاف ہے اور اس سے مرض بواسیر لاحق ہو جاتا ہے (۵) پھر داہنی طرف کے اوپر کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائیں پھر اسی طرح داہنی طرف کے نیچے کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف لیجائیں یہ ایک بار ہوا، اسی طرح تین بار کرے اور ہر بار مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑے اور نئے سرے سے پانی میں تر کر کے دوبارہ کرے، زبان اور تالوں کو بھی مسواک سے صاف کریں (۶) مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رُخ پھرائیں دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملیں، مسواک کو دھو کر شروع کریں اور استعمال کے بعد دھو کر دیوار وغیرہ کے ساتھ اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ اوپر کی جانب ہو، لٹا کر نہ رکھیں، رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ مسواک کو استعمال کرنے کے بعد کان پر کاتب کے قلم کی طرح رکھ لیتے تھے جیسا کہ حکیم ترمذی نے کہا ہے بعض صحابہ اس کو صافے کے پیچ میں رکھ لیتے تھے (۷) اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے دانتوں کو ملیں یا موٹے کپڑے سے دانت صاف کر لیں تا کہ میل دور ہو جائے۔

مکروہات مسواک: ۱۔ لیٹ کر مسواک کرنا (۸) اس سے تلی بڑھ جاتی ہے، (۹) ۲۔ مٹھی سے پکڑنا اس سے بواسیر ہو جاتی ہے، (۱۰) ۳۔ مسواک کو چوسنا، اس سے بینائی جاتے رہنے کا اندیشہ ہے، ۴۔ مسواک کو زمین پر لٹا کر رکھنا اس سے جنون لاحق ہونے کا اندیشہ ہے (۱۱) جیسا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (۱۲) (اس لئے مسواک کرنے کے بعد کھڑی رکھے اور اس کا ریشہ اوپر کی جانب ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا مولف) ۵۔ استعمال کے بعد نہ دھونا کیونکہ شیطان اس کو استعمال کرتا ہے (۱۳) ان پانچ مسئلوں کو در وغیرہ نے قہستانی سے نقل کیا ہے غایۃ الاوطار اردو شرح درمختار کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان میں سے جن امور کا حال حدیث شریف میں آ گیا ہے البتہ قابل لحاظ ہے کیونکہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام کو اس کی علت معلوم ہے اور ماخذ کے بغیر قہستانی کی باتیں بعید از قیاس اور قیاس اور دور از

(۱)۔ ش و بحر　(۲)۔ بحر و ش و ط و م و ع ملتقطاً　(۳)۔ ع و بحر　(۴)۔ بحر و در و ش و م ملتقطاً
(۵)۔ بحر و ش و م ملتقطاً　(۶)۔ بحر و در و ش ملتقطاً　(۷)۔ ش　(۸)۔ بحر و ع و در و م　(۹)۔ بحر و در و م　(۱۰)۔ بحر و ش و م
(۱۱)۔ در و ش　(۱۲)۔ ش　(۱۳)۔ در تبصرف

عقل دقیقہ شناس معلوم ہوتی ہیں (۱) ۶۔ ایذا دینے والی لکڑی یا میوہ دار یا خوشبودار درخت کی شاخ مثلاً انار ریحان یا چنبیلی یا بانس کی شاخ سے مسواک کرنا (۲) ۷۔ دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو کرنا (۳) ۸۔ ایک بالشت سے زیادہ لمبی مسواک کرنا، کیونکہ اس کے زائد حصے پر شیطان سوار ہوتا ہے (۴) ۹۔ بیت الخلا میں مسواک کرنا ۱۰۔ مسواک کو دونوں سروں کی طرف سے استعمال کرنا، ۱۱۔ مسجد میں مسواک کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس کے ذریعے گندگی دور کی جاتی ہے اور گندگی کے ازالے کی جگہ مسجد نہیں ہے، ۱۲۔ اگر مسواک میں میل کچیل ہو تو اس کو وضو کے پانی میں داخل کرنا۔ (۵)

مسواک کرتے وقت کی دعا: نہایہ میں درایہ سے منقول ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ فَمِیْ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَطَھِّرْ بَدَنِیْ وَحَرِّمْ جَسَدِیْ عَلَی النَّارِ ''بارالہا! میرے منہ کو پاک فرما اور میرے قلب کو منور فرما اور میرے بدن کو پاک فرما اور میرے جسم پر آگ کو حرام فرما''۔ دعائے دیگر اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ اَسْنَانِیْ وَشَدِّبِہٖ لِثَاتِیْ وَثَبِّتْ بِہٖ لُھَاتِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْہِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اس کو علامہ نوویؒ نے شرح مہذب میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دعا اگرچہ بے اصل ہے لیکن اچھی دعا ہے (۶) ترجمہ اے اللہ میرے دانتوں کو جلا بخش اور اس مسواک کے ذریعے مسوڑھوں کو مضبوط بنا اور اس کے ذریعے میرے (حلق کے) کوے کو مستحکم بنا اور اس میں میرے لئے برکت عطا فرما۔

متفرقات مسواک: ۱۔ آج کل برش کرنے کا رواج بہت ہوگیا ہے اس لئے جاننا چاہئے کہ اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ برش خنزیر کے بالوں کا ہے تو اس کا استعمال کرنا بالکل ناجائز ہے اور اگر برش میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو تو تب بھی اس کو استعمال نہیں کرنا چاہئے اگر برش بلاشبہ مصنوعی ریشوں کا ہو تو اس کا استعمال جائز و درست ہے مگر اس سے مسواک کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی لیکن اگر مسواک نہ ہونے کی صورت میں مسواک کی نیت سے برش استعمال کیا جائے تو مسواک کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ (۷) ۲۔ منجن کا استعمال جائز ہے لیکن محض منجن پر اکتفا کر لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی اس لئے منجن کے ساتھ مسواک کا اہتمام بھی کرنا چاہئے (۸) اصل سنت درخت کی مسواک ہے وہ اگر میسر نہ ہو یا دانت نہ ہوں یا دانت یا مسوڑھوں کی خرابی کے باعث مسواک کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو ضرورۃً ہاتھ کی انگلیوں یا موٹے کھردرے کپڑے سے یا منجن یا ٹوتھ پیسٹ یا برش سے مسواک کا کام لیا جاسکتا ہے یعنی مسواک کی نیت سے ان کا استعمال مسواک کے قائم مقام ہو جائے گا (مولف) مگر مسواک کے ہوتے ہوئے مذکورہ چیزیں مسواک کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی نہیں اور مسواک کی سنت کا پورا اجر حاصل نہ ہوگا (۹) ۳۔ احناف کے نزدیک روزے کی حالت میں زوال سے پہلے اور زوال کے بعد مسواک کا استعمال جائز و درست ہے خواہ مسواک تر ہو یا خشک ہو (۱۰) ۴۔ بلا اجازت کسی کی مسواک استعمال کرنا مکروہ ہے ۵۔ احرام کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے (۱۱) ۶۔ اگر مسواک کرنے سے خون نکلنے لگے یا کوئی اور مرض پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں مسواک کرنا مستحب نہیں ہے، ۷۔ غسل میں بھی مسواک کرنا سنت ہے، (۱۲) ۸۔ نابالغ بچوں کو بھی مسواک استعمال کرانی چاہئے تاکہ ان کو عادت ہو جائے۔ (۱۳)

---

(۱)۔ حاشیہ غایۃ الاوطار ص ۵۳　(۲)۔ درو ش و ط ملتقطاً　(۳)۔ مستفاد عن بحر و ش وغیرہما　(۴)۔ ش و ط　(۵)۔ فضائل مسواک

(۶)۔ فضائل مسواک　(۷)۔ فضائل مسواک و کفایت المفتی و فتاوی رحیمیہ مترتباً　(۸)۔ فضائل مسواک　(۹)۔ فتاوی رحیمیہ

(۱۰)۔ ع وغیرہ من کتاب الصوم　(۱۱)۔ فضائل مسواک عن کتاب الآثار　(۱۲)۔ ش و فضائل مسواک　(۱۳)۔ فضائل مسواک عن نووی

اقسام وضو

فرض: ۱۔ ہر نماز کے لئے وضو فرض ہے جبکہ پہلے سے وضو نہ ہو خواہ وہ نماز فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل ہو(۱) ۲۔ نماز جنازہ کے لئے، ۳۔ سجدہ تلاوت کے لئے کیونکہ اس کے لئے بھی وہ سب چیزیں شرط ہیں جو نماز کے لئے شرط ہیں ۴۔ قرآن مجید کو بلا غلاف (بلا جزدان) چھونے کے لئے، اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور خواہ وہ آیت درہم یا دیوار پر لکھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید کو چھونے کے مسئلے میں آیات لکھی ہوئی جگہ اور خالی جگہ دونوں کو چھونے کا حکم یکساں ہے کہ بے وضو چھونا جائز نہیں ہے، بعض مشائخ نے کہا کہ بے وضو آدمی کے لئے قرآن مجید میں آیات لکھی ہوئی جگہ کا چھونا مکروہ ہے حواشی کا چھونا مکروہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا چھونا بھی آیات لکھی ہوئی جگہ کے چھونے کی مانند بالاتفاق منع و حرام ہے اگرچہ وہ حواشی فارسی (وغیرہ) میں ہوں۔ (۲)

واجب: خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے باوضو ہونا واجب ہے (۳) اگر بے وضو طواف کرے گا تو جائز ہوگا مگر واجب کا تارک ہوگا (۴) پس اگر کسی شخص نے فرض طواف یعنی طواف زیارت بے وضو کیا تو اس پر دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا اور اگر جنابت (غسل فرض ہونے) کی حالت میں طواف کیا تو اس پر بدنہ یعنی ایک سالم اونٹ یا سالم گائے ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اگر واجب طواف مثلاً طواف وداع یا نفلی طواف بے وضو کیا تو اس پر صدقہ (دو سیر گندم) واجب ہوا اور اگر جنابت کی حالت میں کیا تو دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا (۵) اس کی تفصیل کتاب الحج میں ہے۔

سنت: ۱۔ سونے کے لئے (۶) جیسا کہ ملتقی میں ہے کہ لیکن شرنبلالی وغیرہ نے اس کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور وضو کی تین ہی قسمیں قرار دی ہیں پس یاد رکھئے (۷) لیکن یہ بیان تعداد (وضو تین قسم کا ہونا) حصر کے لئے نہیں ہے اور اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وضو کبھی مکروہ بھی ہوتا ہے اور کبھی حرام بھی ہوتا ہے (۸) (جیسا کہ ان دونوں کا بیان آگے آتا ہے (مولف) طحاوی میں ہے کہ سونے کے لئے وضو کرنا سنت موکدہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر سوتے وقت وضو نہ کرے تو تیمم کر کے سو جائے (۹) ۲۔ غسل جنابت وحیض ونفاس کے شروع میں (۱۰) بعض نے اس کو سنت میں شمار کیا ہے لیکن اکثر نے اس کو مستحبات وضو میں شامل کیا ہے اس لئے ہم نے مستحب وضو میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ (مولف)

مستحب: مستحب وضو کے مواقع بہ کثرت ہیں (ع وم) ان میں سے مشہور یہ ہیں: ۱۔ طہارت کی حالت میں سونے کے لئے (۱۱) بعض نے اس کو سنت کہا جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن اکثر کے نزدیک یہ مستحب ہے، (مولف) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مستحب اس وقت ادا ہوگا جبکہ نیند آتے تک وضو قائم رہے پس اگر کوئی شخص وضو کر کے لیٹا پھر نیند آنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ گیا اس کے بعد سویا تو وہ مستحب ادا نہیں ہوگا (۱۲) ۲۔ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا تا کہ فوراً طہارت حاصل ہو جائے۔ (۱۳) ۳۔ وضو کی محافظت کے لئے یعنی ہر وقت باوضو رہنے

---

(۱)۔ دروش وع وم وغیرہا　(۲)۔ م وط　(۳)۔ م وع ودر　(۴)۔ ع　(۵)۔ ط　(۶)۔ در　(۷)۔ ش

(۸)۔ ط ملخصاً　(۹)۔ حاشیہ انواع　(۱۰)۔ علم الفقہ وم وط　(۱۱)۔ م وع　(۱۲)۔ ط　(۱۳)۔ م وط وش

کے لئے نیا وضو کرنا (۱) اس کی تشریح یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹ جائے اسی وقت پھر وضو کرے تا کہ ہر وقت باوضو رہے (۲) ۴۔ وضو کے ہوتے ہوئے اور وضو کرنا (۳) کیونکہ یہ نور علی نور ہے لیکن یہ اس وقت مستحب ہے جبکہ مجلس تبدیل ہو جائے (۴) یا پہلے وضو سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا کی ہو جس کے لئے وضو کرنا شروع ہے (۵) ورنہ یہ اسرف ہے (۶) ۵۔ غیبت کرنے کے بعد (۷) ۶۔ جھوٹ بولنے کے بعد (۸) کیونکہ یہ دونوں (غیبت اور جھوٹ) باطنی نجاست ہیں (۹) (یہ دونوں فعل حرام ہیں لیکن اگر کبھی غلطی سے ایسا ہو جائے تو توبہ کرے اور اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے مولف) ۷۔ چغلی کرنا کے بعد (۱۰) ۸۔ ہر گناہ کے بعد خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ (۱۱) اس میں گناہ پر ترغیب دینا مقصود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (مولف) ۹۔ برا شعر پڑھنے کے بعد (۱۲) برا شعر وہ ہے جو نعمت اور حکمتوں سے خالی ہو (۱۳) ۱۰۔ نماز کے باہر قہقہے کے ساتھ ہنسنے کے بعد (۱۴) نماز کے اندر قہقہے کے ساتھ ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور نماز کے باہر قہقہے سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کو نیا وضو کرنا مستحب ہے (۱۵) ۱۱۔ میت کو غسل دینے کے لئے (۱۶) اور میت کو غسل دینے کے بعد (۱۷) ۱۲۔ جنازہ اٹھانے کے لئے (۱۸) ۱۳۔ وضو ہوتے ہوئے ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا (۱۹) ۱۴۔ غسل جنابت و غسل حیض و نفاس کے شروع میں (۲۰) ۱۵۔ جماع کرنے سے پہلے (۲۱) ۱۶۔ جنبی شخص کو غسل کرنے سے پہلے کھانے پینے، سونے یا دوبارہ جماع کرنے کے لئے وضو کرنا (۲۲) جنبی کے لئے غسل سے پہلے کھانے پینے کے لئے وضو کرنے سے مراد لغوی وضو ہے یعنی اپنے ہاتھ اور منہ کو دھو لینا اور دوبارہ جماع کرنے یا سونے کے لئے وضو کرنے سے مراد شرعی وضو ہے یعنی نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا (۲۳) ۱۷۔ حیض و نفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت وضو کرنا تا کہ عبادت کی عادت قائم رہے (۲۴) ۱۸۔ جب کسی کو غصہ آ جائے اس وقت وضو کرنا (۲۵) کیونکہ اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے (۲۶) ۱۹۔ چھوئے بغیر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لئے (۲۷) ۲۰۔ علم حدیث پڑھنے اور اس کی روایت کرنے کے لئے (۲۸) ۲۱۔ علوم شرعیہ کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے (۲۹) ۲۲۔ اذان کے لئے (۳۰) ۲۳۔ اقامت کے لئے (۳۱) ۲۴۔ خطبہ کے لئے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو (۳۲) (یعنی ہر قسم کے خطبے کے لئے خواہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا ہو یا کوئی اور خطبہ ہو، (مولف) ۲۵۔ رسول کریم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے ۲۶۔ مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے ۲۷۔ وقوف عرفات کے لئے ۲۸۔ سعی صفا و مروہ کے لئے یہ عبادت کی ادائیگی اور ان مقامات کے شرف کی وجہ سے ہے (۳۳) ۲۹۔ اختلاف فقہا سے بچنے کے لئے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد (۳۴) ۳۰۔ اسی طرح اختلاف فقہا سے بچنے کے لئے ہر اس حالت میں وضو کرنا مستحب ہے جس میں ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور دوسرے کسی امام کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی قابل شہوت غیر محرمہ عورت کو چھونے کے بعد (۳۵) محرمہ عورت اور ناقابل شہوت یعنی بہت چھوٹی لڑکی کے چھونے سے بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا (۳۶) ۳۱۔ اسی طرح اپنی شرم گاہ کو ہاتھ سے چھونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے تا کہ اس کی عبادت

---

(۱)۔ م و ش و ع ملتقطا (۲)۔ ع (۳)۔ م و ش و ع (۴)۔ م و ش (۵)۔ ط (۶)۔ م (۷)۔ ع و م و در (۸)۔ م و ش
(۹)۔ م (۱۰)۔ م (۱۱)۔ م و در (۱۲)۔ م و در و ش و ع (۱۳)۔ غایۃ الاوطار تصرفاً (۱۴)۔ م و در و ع
(۱۵)۔ مستفاد عن ش وغیرہ (۱۶)۔ م و ع (۱۷)۔ م (۱۸)۔ م (۱۹)۔ م (۲۰)۔ م و ط (۲۱)۔ بہار شریعت و علم الفقہ
(۲۲)۔ م و ش (۲۳)۔ ط ملخصاً (۲۴)۔ ع و علم الفقہ (۲۵)۔ م و ش (۲۶)۔ ط و تمامہ فیہ (۲۷)۔ م و ش
(۲۸)۔ م و ش (۲۹)۔ م و ش (۳۰)۔ م و ش (۳۱)۔ م و ش (۳۲)۔ م و ش (۳۳)۔ م و ش
(۳۴)۔ م (۳۵)۔ م و در و ش (۳۶)۔ ط

بالاتفاق صحیح ادا ہو(۱) ۳۲۔ کتب شرعیہ یعنی فقہ و حدیث اور عقائد کی تعظیم کے لئے ان کو چھوتے وقت وضو کرنا(۲) کتب تفاسیر میں جس جگہ قرآن مجید لکھا ہوا ہے اس کو بے وضو چھونا منع و حرام ہے یعنی اس کے لئے وضو فرض ہے اور جس جگہ قرآن مجید لکھا ہوا نہیں بلکہ تفسیر ہے اس کو چھونے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے(۳) ۳۳۔ عورت کے محاسن پر نظر پڑنے کے بعد(۴) ۳۴۔ مطلق طور پر اللہ تعالی کا ذکر کرتے وقت۔(۵)

مکروہ: وضو کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا جبکہ پہلے وضو کے بعد مجلس تبدیل نہ ہوئی ہو یا اس سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا نہ کی ہو جس کے لئے وضو کرنا مشروع ہے۔

حرام: وقف اور مدارس کے پانی سے وضو کرنا۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

وضو کو توڑنے والی چیز حدث ہے اور حدث کی دو قسمیں ہیں یعنی حدث حقیقی اور حدث حکمی۔ حدث حقیقی وہ نجاست ہے جو زندہ انسان کے جسم سے نکلے خواہ سبیلین یعنی مرد و عورت کے پیشاب و پاخانے کے مقام سے نکلے یا ان دونوں مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً زخم یا پھنسی یا ناک وغیرہ سے خون یا پیپ یا نکسیر یا قے وغیرہ نکلے اور سبیلین سے نکلنے والی چیز خواہ عادت کے مطابق ہو جیسے پیشاب یا خانہ، منی، مذی، ودی اور حیض و نفاس کا خون، یا عادت کےخلاف مثلاً استحاضہ کا خون، کیڑا، کنکری وغیرہ پس حدث حقیقی کی دو قسمیں ہوئیں اور حدث حکمی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ کوئی ایسا امر پایا جائے جو غالب طور پر نجاست حقیقی کے نکلنے کا سبب ہوتا ہے اس لئے احتیاطاً سبب کو مسبب کے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے مثلاً مباشرت فاحشہ، جنون، نشہ جس سے عقل جاتی رہے اور لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونا، اور دوسری قسم یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر کوئی نجاست جسم پر معلوم نہ ہو لیکن شرع نے اس کو حدث یعنی نجاست قرار دیا ہو مثلاً نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسنا(۶) پس وضو کو توڑنے والی چیزیں بارہ ہیں (نور) اور وہ یہ ہیں، ۱۔ جو چیز سبیلین سے عادت کے طور پر نکلے، ۲۔ جو چیز سبیلین سے عادت کے خلاف نکلے، ۳۔ سبیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا، ۴۔ پیپ یا کچلو ہو کا نکلنا، ۵۔ زخم یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی کا نکلنا، ۶۔ قے، ۷۔ نیند، ۸۔ بے ہوشی وغشی، ۹۔ جنون، ۱۰۔ نشہ، ۱۱۔ قہقہہ، ۱۲۔ مباشرت فاحشہ۔ ان سب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مولف)

جو چیز سبیلین سے عادت کے طور پر نکلے

۱۔ جو چیز سبیلین یعنی مرد و عورت کے پاخانہ کے مقام سے اور مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے وہ مطلق طور پر وضو کو توڑنے والی ہے۔(۷) خواہ وہ عادت کے طور پر نکلنے والی ہو۔ (مثلاً پیشاب پاخانہ) یا عادت کے طور پر نکلنے والی نہ ہو (مثلاً خون اور پیپ وغیرہ)۔(۸)

۲۔ سبیلین سے عادت کے طور پر نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں یہ ہیں: پاخانہ، پیشاب، پاخانے کے مقام سے نکلنے والی ریح (باد) منی، ودی، مذی، حیض و نفاس کا خون۔(۹)

---

(۱)۔ ش وم وط مترتباً (۲)۔ ش وم وط مترتباً (۳)۔ ط و ش (۴)۔ ش وغایۃ الاوطار (۵)۔ ش وغایۃ الاوطار
(۶)۔ بدائع ملخصاً (۷)۔ بحر وغیرہ (۸)۔ در وغیرہ (۹)۔ بدائع بزیادۃ عن ع

۳۔ پاخانہ خواہ تھوڑا نکلے یا بہت اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے یہی حکم پیشاب کا ہے اور پاخانے کے مقام سے نکلی ہوئی چیز کا بھی یہی حکم ہے۔(۱)

۴۔ جو ریح (ہوا) مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے صحیح مذہب کے موافق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (۲) اس لئے کہ یہ حقیقت میں ریح نہیں ہے بلکہ اس عضو کا اختلاج (پھڑکنا) ہے اور اگر اس کو ریح تسلیم کرلیا جائے تب بھی اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں گذرتی اور ریح بذات خود نجس اور وضو کو توڑنے والی نہیں ہے بلکہ نجس مقام سے گذرنے کی وجہ سے وضو کو توڑتی ہے۔(۳)

۵۔ جو عورت مفضاۃ ہو یعنی عورت کا پیشاب و پاخانے کے مقام کا درمیانی پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک ہوگئے ہوں اس کی فرج سے ریح نکلنے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک احتیاطاً اس پر وضو کرنا واجب ہے، امام ابوحفصؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے کیونکہ غالب طور پر ریح پاخانے کے مقام ہی نکلتی ہے (۵) اور بعض نے کہا کہ اگر اس میں بدبو ہے تو وضو واجب ہوگا ورنہ نہیں (۶) اس لئے کہ بدبو کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پاخانے کے مقام سے نکلی ہے، شیخ اسماعیل کی عبارت اس طرح ہے اور "بعض نے کہا کہ اگر اس کی آواز سنی جائے یا بدبو ظاہر ہو تو وہ حدث ہے ورنہ نہیں"۔(۷)

۶۔ اور جس عورت کا پیشاب اور وطی کا مقام آپس میں مل کر ایک ہوگیا ہو تو صحیح قول کی بنا پر اس کے آگے کے مقام سے ریح خارج ہونے پر اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔(۸)

۷۔ سبیلین سے نجاست نکلنے سے مراد محض اس کا ظاہر ہوجانا ہے (۹) یعنی سبیلین سے نجاست کا نکلنا اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ اس کی تری کا ظہور مخرج کے سرے پر ہوجائے اگرچہ قلفہ اس کھال میں اتر آئے جس کی ختنہ کرتے ہیں یہی صحیح (۱۰) پس اگر کسی مرد کا پیشاب عضو تناسل کی ڈنڈی میں اتر آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر قلفہ یعنی اس کھال میں آجائے جس کی ختنہ کی جاتی ہے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱۱) اور غسل کے بارے میں صحیح و معتمد قول یہ ہے کہ قلفے کے اندر کا دھونا واجب نہیں اور یہ حکم دفع حرج کے لئے ہے اس لئے نہیں کہ یہ باطن کے حکم میں ہے (۱۲)

۸۔ اگر عورت کی فرج داخل سے پیشاب نکلا اور فرج خارج سے نہیں نکلا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔(۱۳)

۹۔ جس مرد کا عضو تناسل کٹ گیا ہو اگر اس کے پیشاب کے مقام سے کوئی ایسی چیز نکلے جو پیشاب کے مشابہ ہو اگر وہ اس کے روکنے پر اس طرح قادر ہو کہ وہ چاہے تو روک لے اور چاہے تو خارج کردے تب تو وہ پیشاب ہے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ اس طرح پر قادر نہیں ہے تو جب تک وہ نہ بہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(۱۴)

۱۰۔ خنثیٰ کے متعلق جب یہ ظاہر ہوجائے کہ وہ مردوں میں شامل ہے تو اس کی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے اس میں سے جو کچھ نکلے گا وہ جب تک نہ بہے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، سراج الوہاج و فتاوی قاضی خاں ذخیرہ و محیط سرخسی اور اکثر معتبرات میں اسی

(۱)۔ع (۲)۔ع و بحر وغیرہما (۳)۔بحر و در وش وغیرہا (۴)۔ع بزیادۃ عن ط وش (۵)۔ش وغیرہ
(۶)۔در (۷)۔ش (۸)۔ط وش (۹)۔در (۱۰)۔م و بحر
(۱۱)۔بحر و ع وش (۱۲)۔ش و فتح و بحر (۱۳)۔ع (۱۴)۔بحر و ع و فتح

طرح ہے (۱) فتح القدیر میں ہے کہ خنثیٰ کے متعلق جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ عورت ہے تو اس کا ذکر زخم کی مانند ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مرد ہے تو اس کی فرج زخم کی مانند ہے (یعنی اس میں سے نکلنے والی رطوبت کے بہنے سے وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں) اور دوسرے عضو سے (جو کہ بمنزلہ اصلی عضو کے ہے) اور رطوبت محض ظاہر ہونے سے ہی وضو ٹوٹ جائے گا (۲) لیکن تبیین میں ہے کہ اکثر فقہا کا مذہب یہ ہے کہ (دونوں صورتوں) میں) اس پر وضو واجب ہو جاتا ہے (۳) پس خلاصہ یہ ہے کہ خنثیٰ کے دونوں سوراخوں میں سے کسی ایک سے پیشاب نکلنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ بہے یا نہ بہے اور خواہ اس کا حال یعنی مرد یا عورت ہونا ظاہر ہو یا نہ ہو، تو اور شیخ میں ہے کہ خنثیٰ مشکل کے بارے میں احوط کو اختیار کیا جائے گا اور وہ وضو کا ٹوٹ جانا ہے (۴) نہر الفائق میں کہ کہ پہلے قول پر ہی اعتماد کرنا چاہئے۔ (۵)

۱۱۔ اگر کسی مرد کے عضو تناسل میں زخم ہو اور اس میں دو سوراخ ہوں، ان میں سے ایک سوراخ ایسا ہو کہ جس سے وہی چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستے سے بہتی ہے اور دوسرا سوراخ ایسا ہو کہ اس سے وہ چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستہ سے نہ بہتی ہو تو پہلا سوراخ بمنزلہ ذکر کے سوراخ کے ہے جب پیشاب اس کے سرے پر ظاہر ہو گا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ بہے یا نہ بہے اور دوسرے سوراخ سے اگر کچھ رطوبت ظاہر ہو تو جب تک وہ نہ بہے وضو نہیں ٹوٹے گا اگر وہ رطوبت بہے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۶)

۱۲۔ اگر کسی شخص کو پیشاب نکلنے کا خوف ہو اس لئے وہ پیشاب کے مقام میں روئی رکھ لے اور حال یہ ہے کہ اگر وہ روئی نہ رکھے تو پیشاب نکل آئے تو روئی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہی ہے یعنی کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ شیطانی وسوسے سے بچنے کے لئے ایسا کرنا مستحب ہے، اور جب تک پیشاب روئی میں ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۷)

۱۳۔ اگر کسی عورت نے اپنی فرج میں روئی رکھی اگر وہ روئی فرجِ خارج میں رکھی ہے اور اس روئی کا اندرونی حصہ یعنی فرج داخل کی جانب کا حصہ تر ہو گیا تو اس عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ وہ تری روئی کے بیرونی حصے تک پہنچے یا نہ پہنچے (۸) کیونکہ اس صورت میں فرج داخل سے تری کا نکلنا متیقّن ہے اور یہ وضو کے توڑنے میں معتبر ہے کیونکہ فرجِ خارج قلفے کی مانند ہے جس طرح میں قطرہ آ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس طرح فرج خارج میں قطرہ آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (۹) اور اگر عورت نے فرج داخل میں روئی رکھی اور روئی کا داخلی حصہ تر ہو گیا لیکن اس تری نے اس کے باہر والی جانب تک سرایت نہ کیا تو یہ حدث نہیں ہو گا پس عدم خروج کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱۰) اور اگر کسی عورت نے اپنی فرجِ داخل میں روئی رکھی اور تری اس کی دوسری جانب سرایت کر گئی تو اگر وہ روئی فرج کے کنارے سے اوپر کی جانب یا فرج کے کنارے کے برابر ہو تو تری کا خروج پایا جانے کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر روئی فرج کے کنارے سے نیچے (اندر) کی جانب ہو تو تری کے عدم خراج کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱۱) یہ سب احکام اس وقت ہیں جبکہ روئی باہر نہ نکل گئی ہو اور اگر روئی باہر نکل گئی تو وہ حدث ہے (یعنی ہر حال میں اس کا وضو ٹوٹ جائے گا) اگر کسی عورت نے حیض آنے سے پہلے اپنی فرجِ داخل میں روئی رکھ لی تو خواہ روئی کی صرف اندرونی جانب تر ہو یا تری باہر کی جانب تک سرایت کر جائے دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ وہ عورت حائضہ ہو جائے گی، کیونکہ دونوں صورتوں میں خون کا نکلنا پایا گیا۔ (۱۲)

۱۴۔ اگر کسی شخص کی کانچ (پاخانہ کی جگہ کا اندرونی حصہ) باہر نکل آئے اور اس کو ہاتھ یا کپڑے کے ذریعے اندر داخل کر دے تو

---

(۱)۔ ع (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ بحر و ع (۴)۔ بحر (۵)۔ ع و منحہ (۶)۔ ع و فتح و بحر

(۷)۔ ع و کبیری ملتقطاً (۸)۔ بدائع و کبیری و بحر (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ بدائع و کبیری و بحر مترتباً (۱۱)۔ بدائع و بحر (۱۲)۔ بدائع

وضوٹوٹ جائے گا کیونکہ اس طرح کچھ نجاست اس کے ہاتھ کو لگ جائے گی (اور اس طرح نجاست کا خروج پایا جائے گا مولف) اور وہ بخود اندر چلی جائے مثلاً چھینک آئی اور اس کی وجہ سے کانچ خود بخود داخل ہوگئی تو وضونہیں ٹوٹے گا (کیونکہ اس صورت میں نجاست کا خروج نہیں پایا گیا) اور شمس الائمہ امام شیخ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر کانچ کے نکلنے کا یقین ہوجائے تو اس کے نکلنے ہی سے نجاست کے باطن سے ظاہر کی طرف نکلنے کے باعث وضوٹوٹ جائے گا اور امداد میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔(۱) (احتیاطاً اسی پر فتویٰ ہونا چاہئے مولف)

۱۵۔ مذی اور ودی کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور جو منی شہوت کے بغیر نکلے اس سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا وہ کسی بلند جگہ سے گرا اور منی نکل آئی تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا (۲) یعنی اس صورت میں اس پر غسل فرض نہیں ہوگا صرف وضو فرض ہوگا۔ منی و مذی اور ودی کی تشریح غسل کے بیان میں درج ہے، مولف)

سبیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے

۱۔ سبیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے وہ بھی وضوکوتوڑنے والی ہے جیسا کہ بیان ہوچکا ہے اور خلاف عادت نکلنے والی چیزیں یہ ہیں: استحاضہ کا خون، کیڑا، کنکری، زخم کا گوشت اور حقنہ کی نلی جو مقعد کے اندر غائب ہوگئی ہو یہ چیزیں اگر چہ فی نفسہا پاک ہیں لیکن ان کے نکلنے کے ساتھ کچھ نجاست بھی ضرور نکلتی ہے اگر چہ وہ تھوڑی ہو، اور پہلے بیان ہوچکا ہے کہ سبیلین سے تھوڑی سی نجاست کے نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے ان میں سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔(۳)

۲۔ کیڑا یا پتھری اگر پاخانے کے مقام سے نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور اگر عورت یا مرد کے پیشاب کے مقام سے نکلے تب بھی یہی حکم ہے (۴) پس اس پر بالا جماع وضو فرض ہے کیونکہ اس کے ساتھ کچھ رطوبت ضرور نکلے گی اور جس کا سبیلین سے نکلنا حدث ہے اگر چہ وہ قلیل ہو۔(۵)

۳۔ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل ٹپکائے اور پھر وہ تیل باہر نکل آئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے وضونہیں ٹوٹتا، جیسا کہ اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل ٹپکانے سے روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔(۶) کیونکہ (حائل کی وجہ سے) اس کے ساتھ کوئی نجاست نہیں ملتی۔ امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے اور امام محمدؒ کا اس مسئلہ میں اضطراب ہے اور اگر عورت نے اپنی فرجِ داخل میں تیل ٹپکایا تو بالا تفاق اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس تیل کے باہر نکل آنے سے اس کا وضو بھی بالاتفاق ٹوٹ جائے گا۔(۷)

۴۔ اگر تیل سے حقنہ کیا پھر وہ اس کی مقعد سے بہہ کر باہر نکل آیا تو وضوٹوٹ جائے گا (۸) مرد کے ذکر (پیشاب کے مقام) میں تیل وغیرہ ٹپکانے اور تیل سے حقنہ کرنے میں فرق یہ ہے کہ حقنہ کی صورت میں تیل نجاست کے ساتھ مل جاتا ہے بخلاف عضو تناسل کے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حائل کی وجہ سے تیل نجاست سے نہیں ملتا۔(۹)

۵۔ جو چیز نیچے کی طرف سے اندر تک پہنچے پھر باہر نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اندر سے کچھ نہ کچھ رطوبت اس کے ساتھ ضرور لگ جاتی ہے اگر چہ اس چیز کا دخول پورا نہ ہو مثلاً اس کا ایک کنارہ ہاتھ میں ہو۔(۱۰)

۶۔ اگر کسی شخص نے انگلی دبر (پاخانے کے مقام) میں داخل کی اور انگلی اندر غائب نہیں ہوئی تو اس مسئلہ میں تری اور بو کا اعتبار

---

(۱)۔ بحروع ودروش ملتقطاً (۲)۔ ع (۳)۔ بدائع تبصرف (۴)۔ ع و بحر و فتح وش (۵)۔ کبیری بزیادۃ عن، بحر وش
(۶)۔ بحر و منیہ وع وغیرہا (۷)۔ کبیری (۸)۔ ع و فتح و بحر (۹)۔ فتح و بحر (۱۰)۔ ع

کیا جائے گا یہی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ ہر لحاظ سے داخل نہیں ہے (۱) اور اگر وہ پوری اندر غائب ہوگئی تو مطلق طور پر وضو ٹوٹ جائے گا (۲ کسی عورت نے انگلی فرج میں داخل کی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ وہ تری سے خالی نہیں ہوگی، اگر کسی نے اپنی دبر میں کوئی لکڑی، حقنہ کا سر وغیرہ داخل کیا اور اس کا ایک سرا باہر رہا تو اس پر تری کے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا (یعنی اگر تری ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ اور اگر وہ لکڑی پوری طرح اندر غائب ہوگئی تو بلا تفصیل مطلقاً وضو ٹوٹ جائے گا (۳) پس کسی شخص نے آلہ حقنہ کا سرا اپنی دبر میں داخل کیا پھ کو نکالا، اگر اس پر تری لگی ہوئی نہیں تھی تو وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وضو کو توڑنے والی چیز اندر سے نجاست کا نکلنا ہے نہ کہ کسی چیز کا داخل اور یہ حکم ہر اس چیز کے لئے ہے جس کو دبر میں داخل کیا ہو اور اس کا ایک سرا باہر ہو لیکن احوط یہ ہے کہ وہ وضو کرلے کیونکہ احتمال ہے کہ خفیف نجاست لگ گئی ہو کیونکہ اس صورت میں نجاست کا لگنا غالب طور پر پایا جاتا ہے اور نہ لگنا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے (۴ اور اسی طرح اگر مکھی اُڑ کر دبر (پاخانہ کے مقام) میں داخل ہوگئی اور تری کے بغیر خارج ہوئی تب بھی اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۵) اس مسئلہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز دبر کے اندر داخل کی اور وہ پوری طرح اندر غائب ہوگئی پھر اس کو نکالا یا وہ خود نکل آئی تو خواہ اس چیز پر تری ہو یا نہ ہو اس شخص پر وضو کا اعادہ اور روزے کی قضا واجب ہے، اس لئے کہ وہ چیز مطلق طور پر اندر داخل ہوگئی ہے اور اندر والی چیز کے ساتھ ملحق ہوگئی ہے پس نجاست کا خروج یعنی اندر سے باہر نکلنا پایا گیا (۶) اور اگر کسی چیز کو اس طرح دبر میں داخل کیا کہ اس کا کچھ حصہ اندر داخل ہوگیا اور اس کا ایک سرا باہر رہا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اس پر اس روزے کی قضا واجب نہیں ہوگی پھر اگر اس کو باہر نکالا اور اس پر رطوبت لگی ہوئی پائی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (۷)

۷۔ اگر بچے کی پیدائش کے وقت کسی عورت کو نفاس کا خون نظر نہ آئے تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور وہ عورت نفاسہ نہیں ہوگی، یہی صحیح ہے کیونکہ نفاس کا تعلق خون کے ساتھ ہے جو کہ پایا نہیں گیا اور رطوبت نکلنے کی وجہ سے اس پر وضو واجب ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر احتیاطاً غسل واجب ہوگا کیونکہ بظاہر یعنی غالب طور پر تھوڑے خون سے خالی نہیں ہوگی فتاوئی میں اس کو صحیح کہا ہے اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (۸)

سبیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا

۱۔ سبیلین (پیشاب و پاخانے کے مقام) کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے خون وغیرہ نجاست کے نکل کر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۹)

۲۔ غیر سبیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصے تک بہہ جائے جس کو پاک کرنے کا حکم ہے (ہدایہ و بحر وغیرہ) یعنی وہ بہہ کر بدن یا کپڑے کے اس حصے تک پہنچ جائے جس کا دھونا یا مسح کرنا واجب یا مستحب ہے۔ (۱۰)

۳۔ بہنے کی تعریف یہ ہے کہ زخم کے سرے سے اوپر کو اٹھ کر نیچے کو اترے، یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور یہی اصح و اولیٰ ہے اور سرخسیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے (۱۱) پس جب تک خون زخم وغیرہ کے سرے پر ہے اور اس سے اوپر کو اٹھ کر نیچے کو نہیں بہا اس وقت تک وہ بہنے کے حکم میں نہیں ہے۔ (۱۲)

(۱)۔ بحر عن خانیہ (۲)۔ بحر (۳)۔ فتح (۴)۔ کبیری و بحر (۵)۔ بحر (۶)۔ بحر و کبیری
(۷)۔ بحر (۸)۔ م و ط (۹)۔ م (۱۰)۔ بحر و ش ملتقطاً (۱۱)۔ فتح و ش و بحر و ع ملتقطاً (۱۲)۔ کبیری

۴۔ اگر کسی کی آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ کے ایک گوشے سے بہہ کر دوسرے گوشے تک چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ آنکھ کے اندر کا دھونا وضو یا غسل میں فرض یا واجب یا مستحب نہیں ہے۔(۱) اسی طرح اگر کسی اور جگہ کے زخم کے اندر خون ایک جانب سے بہہ کر دوسری جانب چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔(۲)

۵۔ اگر خون سر (دماغ) سے اتر کر ناک کی نرم جگہ تک آجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔(۳) کیونکہ غسل جنابت میں اس حصہ کا دھونا فرض ہے (۴) اسی طرح اگر دماغ سے خون جاری ہو کر ناک کی ہڈی تک آجائے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ ناک کی نرم جگہ تک نہ آیا ہو (۵) اس لئے کہ بے روزہ شخص کے لئے وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈال کر اوپر کو کھینچنا کہ اس کے سخت حصہ تک پہنچ جائے سنت ہے۔(۶)

۶۔ اگر کسی کے دماغ سے خون اتر کر کان کے اندر تک آجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ غسل میں اس جگہ کا دھونا فرض نہیں اور اگر کان کے سوراخ تک آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ نجاست کا نکلنا یعنی خون کا باطن سے ظاہر تک منتقل ہونا پایا گیا ہے (۷) اور یہ اس لئے ہے کہ وضو میں کان کے سوراخ کا مسح کرنا مستحب ہے اور غسل میں اس کا دھونا واجب ہے۔(۸)

۷۔ اگر کسی کی ناک میں زخم ہے اور اس زخم کے سرے سے خون بہا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ خون اس کے نتھنے سے باہر نہ نکلے کیونکہ خون کا اپنی جگہ سے نکل کر بہنا پایا گیا۔(۹)

۸۔ اگر بالفعل خون کا بہنا نہ پایا جائے اور بالقوۃ بہنا پایا جائے مثلاً خون نکلتے ہوئے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا اور وہ اتنا تھا کہ اگر وہ نہ پونچھتا تو بہہ جاتا تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۰) پس اگر زخم سے تھوڑا سا خون نکلا اور زخم کے سرے پر ظاہر ہوا اس نے روئی یا کپڑے یا کسی اور چیز سے پونچھ دیا اس پر مٹی یا راکھ ڈال دی یا اس پر روئی وغیرہ رکھ دی اور اس نے اس کو خشک کر دیا پھر خون نکلا اور اس نے پھر ایسا ہی کیا اور چند بار اسی طرح کیا تو اس کو جمع کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ اگر نہ پونچھتا یا مٹی وغیرہ ڈال کر جذب نہ کرتا تو وہ بہہ جاتا یا نہیں پس اگر وہ بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (۱۱) اور یہ بات اجتہاد اور گمان غالب سے معلوم کی جائے گی کہ وہ بہہ جاتا یا نہیں (۱۲) اور یہ جمع کرنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ ایک ہی مجلس میں یکے بعد دیگرے اس کو خشک کیا ہو لیکن اگر مختلف مجالس میں ایسا کیا ہو تو اس کو جمع نہیں کیا جائے گا (بحر وش) (اور بہنے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، مولف) اور اسی طرح اگر زخم سے خون نکل کر اس کے سرے پر ظاہر ہوتا رہا اور کوئی مکھی اس کو چوستی رہی اگر وہ اس قدر تھا کہ اگر مکھی نہ چوستی تو خود بخود بہہ جاتا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔(۱۳)

۹۔ چھوٹی چچڑی، مچھر، پسو اور مکھی وغیرہ کے خون چوس لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان کا پیا ہوا خون اتنا نہیں ہوتا جو کہ خود بہہ سکے اور اگر بڑی چچڑی، یا جونک خون کو چوس کر پر ہو جائے تو وضو فاسد ہو جائے گا کیونکہ وہ خون اس قدر ہوگا کہ خود بہہ سکے، مطلب یہ ہے کہ اگر اتنا خون پی لیا کہ اگر اس کو بدن پر چھوڑا جائے تو وہ بہہ جائے اور جاری کی حد تک پہنچ جائے تب وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔(۱۴)

۱۰۔ وضو کے توڑنے میں زخم کو دبا کر نکالے ہوئے اور خود بخود نکلے ہوئے خون وغیرہ کا حکم مختار قول کی بنا پر یکساں ہے (۱۵) پس اگر زخم، پھوڑا، پھنسی، دنبل اور آبلہ وغیرہ کو دبا کر خون یا پیپ یا پانی نکالا اور وہ بہنے کی حد کو پہنچ گیا تو بعض کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا

---

(۱)۔ فتح و بحر و ع و م (۲)۔ ط (۳)۔ فتح و بحر و ع وغیرہا (۴)۔ فتح (۵)۔ ش (۶)۔ ط

(۷)۔ بدائع و ط و ع و کبیری (۸)۔ ط (۹)۔ بدائع (۱۰)۔ در (۱۱)۔ ع و بحر و بدائع و کبیری و ش وغیرہا ملتقطاً

(۱۲)۔ ش و منحہ (۱۳)۔ بحر (۱۴)۔ ع و بحر و فتح و کبیری ملتقطا (۱۵)۔ در

کیونکہ وہ خود نہیں نکلا بلکہ نکالا گیا ہے اور اس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے لیکن صحیح و مفتی بہ قول یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، فتح القدیر میں اس کو اصح کہا ہے کہ اس لئے اخراج میں خروج بھی پایا جاتا ہے (۱) اور اگر خود بخود نکلے اور بہنے کی حد کو پہنچ جائے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائے گا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (مولف)

۱۱۔ اگر کسی شخص نے ناک سنکی اور اس سے جمے ہوئے خون کا کتلہ نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ منجمد خون ہے حرارت طبیعہ سے جل کر منجمد ہو گیا ہے اور دم نجس کے حکم میں نہیں رہا ہے، دم نجس وہ ہے جو بہہ کر نکلے پس اگر ناک سنکنے سے بہنے والے خون کا قطرہ نکلا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

۱۲۔ اگر منہ یا دانتوں سے تھوک کے ساتھ خون مل کر آئے تو اگر خون غالب ہے یا برابر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا (۳) اور اگر خون مغلوب اور تھوک غالب ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۴) اور خون کے غالب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ گہرا سرخ ہوگا اور برابر ہونے کی علامت یہ ہے کہ کم سرخ یعنی نارنجی رنگ کا ہوگا اور خون کے مغلوب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ پیلا ہوگا (۵) خون کا غالب ہونا اس کے بہنے والا ہونے پر دلالت کرتا ہے اور برابر ہونے کی صورت میں احتیاطاً وضو کرے کیونکہ غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ خود بخود بہنے والا ہے۔ (۶)

۱۳۔ اگر کسی باوضو شخص نے (گاجر، مولی گنڈیری وغیرہ) کوئی چیز چبائی یا کاٹی یا اس نے دانتوں میں خلال کیا یا مسواک کی اور اس چیز پر یا دانتوں پر خون کا اثر پایا تو جب تک وہ نہ بہے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۷) اور اس کے بہنے والا ہونے کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ منہ اور دانتوں میں جس جگہ سے خون نکلا ہو اس جگہ پر انگلی یا کپڑا رکھے اگر دوبارہ اس انگلی یا کپڑے پر خون ظاہر ہو تو گمان غالب یہ ہوگا کہ وہ خون بہنے والا ہے ورنہ نہیں۔

۱۴۔ ناک کی رینٹ (سنک) میں خون ملا ہوا ہونے سے وضو کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا حکم وہی ہے جو تھوک میں ملے ہوئے خون کا اوپر بیان ہوا ہے۔ (۸)

۱۵۔ اگر کسی نے فصد کھلوائی اور اس سے بہت سا خون نکلا اور اس طرح سے بہہ گیا کہ زخم کے سرے پر نہیں لگا یعنی اس کے بدن پر نہیں لگا کہ جس کے پاک کرنے کا حکم ہے تو بھی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۹)

پیپ اور کچ لہو کا نکلنا: غیر سبیلین سے نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان میں سے پیپ اور کچ لہو بھی ہے (مولف) پیپ بھی وضو کو توڑنے میں خون کی مانند ہے (۱۰) پس اگر زخم سے خون یا پیپ یا کچ لہو نکل کر بہہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا (۱۱) (اس کے بعض مسائل کسی بیماری سے پانی نکلنے کے بیان میں مذکور ہیں مولف)

کسی بیماری سے پانی نکلنا

۱۔ غیر سبیلین سے نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان میں سے ایک کسی بیماری سے پانی کا نکلنا ہے (مولف)

۲۔ خون، پیپ، کچ لہو، زخم کا پانی، آبلہ کا پانی، کسی بیماری کے باعث ناف، پستان، آنکھ اور کان سے نکلنے والا پانی، اصح قول کی بنا پر وضو کے توڑنے میں ان سب کا حکم یکساں ہے کہ ان کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۲) اگر کسی باوضو شخص کے کان، آنکھ، پستان اور ناف

---

(۱)۔ بحر و فتح و ش وغیرہا ملخصاً　(۲)۔ کبیری و بحر　(۳)۔ م　(۴)۔ کبیری وغیرہ　(۵)۔ بحر و ش و م　(۶)۔ کبیری

(۷)۔ ع و بدائع و کبیری مترتباً　(۸)۔ در　(۹)۔ بحر بزیادۃ عن منحہ　(۱۰)۔ در　(۱۱)۔ بدائع　(۱۲)۔ ع و بحر و ط و ش تصرفاً

سے پیپ یا کچ لہو یا پانی کسی درد کے بغیر تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ درد کے ساتھ نکلنا زخم کی دلیل ہے (۱) بحرالرائق میں ہے کہ پانی نکلنے کے بارے میں تو یہ تفصیل اچھی ہے لیکن پیپ اور کچ لہو میں ٹھیک نہیں اس لئے یہ دونوں تو زخم کے بغیر نہیں ہوتے، نہرالفائق میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے زخم اچھا ہو کر پیپ نکلی ہو اور یہ درد کا نہ ہونا ہی صحت کی علامت ہے (۲) عالمگیری میں بھی اسی کے موافق ہے اس میں ہے کہ مضمرات میں لکھا ہے اگر کان سے پیپ یا کچ لہو نکلے گا اگر وہ بغیر درد کے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ جب وہ درد کے ساتھ نکلا تو ظاہر ہے کہ وہ کسی زخم سے نکلا ہے، محیط میں شمس الائمہ حلوائی سے اسی طرح فتویٰ منقول ہے اور اسی طرح ذخیرہ وتبیین وسراج الوہاج میں ہے (۳) پس صاحب بحرالرائق کا شبہ التفات کے لائق نہیں رہا (۴) لیکن علامہ شامیؒ کی عبارت سے صاحب بحرالرائق کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں بحرونہر کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خون یا پیپ یا کچ لہو کا نکلنا بیماری کی دلیل ہے اگرچہ بغیر تکلیف کے ہی نکلے اور تکلیف کے ساتھ نکلنا صرف پانی کے نکلنے کے ساتھ شرط ہے اس لئے کہ کان وآنکھ وغیرہ سے نکلنے والے پانی کا متغیر خون ہونا بیماری ہی سے معلوم ہوسکتا ہے اور اس کی دلیل تکلیف کا ہونا ہے بخلاف خون اور پیپ کے، اسی لئے فقہا نے غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز مثلاً خون و پیپ و کچ لہو کو مطلق طور پر وضو توڑنے والا بیان کیا ہے اور سوائے اس کے اور کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ اپنی جگہ سے نکلے اور اس جگہ تک بہہ جائے جس کو پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے لئے تکلیف یا بیماری سے نکلنے کی قید نہ متون میں لگائی گئی ہے نہ شروح میں پس کان سے نکلنے والی پیپ یا کچ لہو کے لئے تکلیف و بیماری سے نکلنے کی قید لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ فقہا کے مطلق طور پر بیان کرنے کے مخالف ہے۔ (۵)

۳۔ اگر کسی کی آنکھ میں سے درد یا ورم یا کسی اور بیماری یا چوندھاپن کی وجہ سے پانی نکلتا ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ پانی ہمیشہ بہا کرتا ہو تو اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کا امر کیا جائے گا اس لئے کہ احتمال ہے کہ وہ پیپ یا کچ لہو ہو (۶) پس وہ شخص معذور کے حکم میں ہے۔ (۷) صاحب بحر نے کہا ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے اور صاحب نہر نے اس کو قرینۂ مرض کے باعث وجوب کا امر کہا ہے فتح القدیر ومجتبیٰ وغیرہ سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے کہ اس پر وضو کرنا واجب ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ جس شخص کی آنکھ دکھتی ہو اور اس سے پانی بہتا ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں (یعنی وہ یہ نہیں جانتے کہ دکھتی ہوئی آنکھ سے پانی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مولف) ردالمختار شامی میں ہے کہ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کی آنکھ دکھتی ہو اور اس سے پانی بہتا ہو اور پھر آنکھ کی تکلیف دور ہونے کے بعد بھی اس کی آنکھ سے کسی درد کے بغیر ہمیشہ پانی بہتا رہے؟ تو میں نے اس کو جواب دیا کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کو آنکھ دکھنے کی وجہ سے آنسوؤں کا جاری رہنا لاحق ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اب بھی پانی کا جاری رہنا بیماری کی وجہ سے ہے اگرچہ اس وقت پانی کا نکلنا آنکھ کے دکھنے اور کسی درد کے بغیر ہے۔ (۸)

فائدہ: کسی زخم وغیرہ سے جو پانی یا پیپ یا کچ لہو نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے اس لئے کہ خون جب پک جاتا ہے تو پیپ بن جاتا ہے پھر اور پک جاتا ہے تو کچ لہو بن جاتا ہے پھر اور پک جاتا ہے تو پانی بن جاتا ہے۔ (۹) آنکھ، کان، ناف اور پستان سے درد کے ساتھ پانی کا نکلنا اس کے نجس ہونے کی پکی نشانی ہے اس لئے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر درد کے ساتھ تو نہ نکلے لیکن کسی حاذق طبیب وڈاکٹر کی تشخیص سے یا علامات وسابقہ تجربہ کی بنا پر خود مریض کے غالب گمان سے اس کا ذخم یا مرض سے نکلنا معلوم ہو تب بھی اس کا وضو ٹوٹ

(۱)۔ در　(۲)۔ ش وغایۃ الاوطار　(۳)۔ ع　(۴)۔ غایۃ الاوطار　(۵)۔ ش　(۶)۔ ع وبحر ودر وط وکبیری ملتقطاً
(۷)۔ کبیری وغیرہ　(۸)۔ ش　(۹)۔ ہدایہ وفتح ملتقطاً

جائے گا کیوں کہ اصل وجہ مرض ہے درد تو علامت کے درجے میں ہے ۔ (۱) (آنکھ وغیرہ سے پانی نکلنے کے بارے میں لوگ بڑی لاپرواہی برتتے ہیں نیا وضو نہیں کرتے اور نماز کے کپڑوں سے اس پانی کو پونچھتے رہتے ہیں، اس کے لئے الگ کپڑا رکھنا چاہئے جسے نماز کے وقت اپنے آپ سے الگ رکھ لے، مولف)

۴۔ اگر کسی کی آنکھ کی رگ میں سے ناسور کی طرح پانی بہا کرتا ہو تو وہ بمنزلہ زخم کے ہے جو کچھ اس کے اندر سے بہے گا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا ۔ (۲) پس جس شخص کی آنکھ سے ناسور یا زخم یا ورم یا کسی اور بیماری کی وجہ سے ہر وقت پانی جاری رہے تو وہ پیپ یا کچ لہو کے احتمال سے احتیاطاً معذور کی طرح ہر وقت کی نماز کے لئے نیا وضو کرے اور تندرست لوگوں کی امامت نہ کرے اور انکار کر دیا کرے ۔ (۳)

۵۔ اگر کسی آبلے (یا پھوڑے) کو چھیل ڈالا (یا وہ خود چھیل گیا) اور اس میں سے پانی یا خون یا کچ لہو یا پیپ نکلی، اگر وہ زخم کے سرے سے بہہ گئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر زخم کے سرے سے نہ بہی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، خواہ اس آبلے کو چھیلنے سے پانی وغیرہ خود بخود نکلا ہو یا دبانے سے نکلا ہو دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے (۴) اور یہی صحیح ہے جیسا کہ اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے ۔ (مولف)

۶۔ اگر کسی چیز کو ناک کے راستے سے اوپر کھینچا اور وہ چیز سر (دماغ) تک پہنچ گئی پھر وہ چیز ناک یا کان کی طرف سے واپس نکلی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ سر نجاستوں کا محل نہیں اور اگر منہ کے راستے سے واپس نکلی تو امام کرخیؒ نے ذکر کیا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اس کا حکم قئے کی مانند ہے اس لئے ان کے نزدیک جو چیز دماغ میں پہنچ گئی وہ منہ کے راستہ سے اس وقت نکلے گی جب پہلے پیٹ میں پہنچ جائے گی ۔ (۵) پس اگر وہ منہ بھر ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا ۔ (۶)

۷۔ اگر نہانے کی حالت میں کچھ پانی کان کے اندر داخل ہو گیا اور وہاں رکا رہا پھر ناک کے راستہ سے نکلا تو اس پر نیا وضو کرنا لازم نہیں آتا اور یہی اصح ہے لیکن اگر وہ پیپ یا کچ لہو بن جائے تو اب اس سے وضو ٹوٹ جائے گا ۔ (۷)

۸۔ اگر کان میں تیل ڈالا اور وہ دماغ میں کچھ ٹھہرا رہا پھر کان یا ناک کے راستے سے بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر منہ کے راستے سے نکلے گا تو اس پر وضو واجب ہوگا اس لئے کہ ان کے نزدیک اگر منہ سے نکلے گا تو معدے میں ہو کر آئے گا اور معدہ محل نجاست ہے پس وہ قے کے حکم میں ہو گیا ۔ (۸) (جیسا کہ اوپر (۶) میں بیان ہوا، مولف)

۹۔ زخم یا کان یا ناک یا منہ سے کیڑا نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اسی طرح جو گوشت زخم میں سے الگ ہو کر گر پڑا اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ وہ کیڑا اور گوشت پاک ہیں اور جو رطوبت ان پر لگی ہوئی ہے وہ بہنے کی مقدار تک نہیں ہے، اور غیر سبیلین سے نکلنے والی رطوبت بہنے کی مقدار تک ہونے سے وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (۹) بخلاف اس کیڑے کے جو دبر سے نکلے کہ اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۰) اس لئے کہ اس کی پیدائش نجاست سے ہے اور زخم سے نکلنے والا کیڑا گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور گوشت پاک ہے اور اس کیڑے پر جو رطوبت لگی ہوئی ہے وہ بہنے کی حد تک نہیں ہے ۔ (۱۱) پس زخم سے کیڑا نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۱۲) اور پیشاب یا پاخانے کے مقام سے کیڑا نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ان دونوں مسئلوں میں فرق کی توجیہ یہ تین طرح پر کی جاتی ہے اول یہ ہے کہ کیڑے پر بہت تھوڑی رطوبت لگی ہوئی ہوتی ہے یعنی وہ بہنے کی مقدار تک نہیں ہوتی اتنی تھوڑی رطوبت اگر سبیلین سے نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور سبیلین کے علاوہ کسی جگہ سے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا ۔ دوم یہ کہ کیڑا ایک جانور ہے جو اصل کے اعتبار سے پاک ہے اور پاک چیز اگر سبیلین سے

---

(۱) ۔ مستفاد عن بحر وش (۲) ۔ ع و کبیری وش وط و فتح (۳) ۔ مستفاد عن ع و در وش وط وغیرہا (۴) ۔ ع و کبیری و فتح ملتقطاً و تصرفاً

(۵) ۔ بدائع و ع (۶) ۔ د (۷) ۔ ع (۸) ۔ ع (۹) ۔ در وش (۱۰) ۔ ہدایہ وغیرہ (۱۱) ۔ بدائع (۱۲) ۔ بحر و ع

نکلے تو وضوٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ ریح کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے بخلاف غیر سبیلین سے نکلنے کے جیسا کے آنسو یا پسینہ کہ ان کے نکلنے سے وضونہیں ٹوٹتا۔ سوم یہ کہ زخم میں پیدا ہونے والا کیڑا گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس وہ ایسا ہوگیا گویا کہ گوشت کا ٹکڑا الگ ہوگیا ہے اس لئے اس کے نکلنے سے وضونہیں ٹوٹتا اور جو کیڑا سبیلین سے نکلتا ہے وہ نجاست سے پیدا ہوتا ہے پس اس کا نکلنا ایسا ہے جیسا کہ سبیلین سے نجاست کا نکلنا اور سبیلین سے نکلنے والی چیز وضو کو توڑتی ہے۔(۱)

۱۰۔ اگر سرزخم زخم ورم کر گیا پھر اس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو جب تک وہ ورم سے تجاوز نہ کرے اس کا وضونہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ ورم کی جگہ کا دھونا واجب نہی ہے پس نجاست کا اس جگہ تک بہنا نہیں پایا گیا جس کو پاک کرنے کا شرع نے حکم دیا ہے (۲) یہ حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ ورم کی جگہ کو دھونا یا مسح کرنا ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہیں کرتا تو چونکہ قدم کی جگہ کا دھونا واجب ہوگا اس لئے زخم سے نکلی ہوئی پیپ وغیرہ کے صرف ورم کی جگہ تک بہنے اور اس سے تجاوز نہ کرنے کی صورت میں بھی اس کا وضوٹوٹ جائے گا کما لایخفی۔(۳)

۱۱۔ اگر زخم پر پٹی باندھی اور تری پٹی کے باہر کی طرف پھوٹ آئی یا پٹی اندر کی طرف سے تر ہوگئی اگر چہ تری باہر نہیں پھوٹی تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا۔(۴) اس لئے کہ اس سے رطوبت کا بہنا ظاہر ہوگیا (۵) فتح القدیر میں ہے کہ اس کا مطلب یوں سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر اس پر پٹی نہ ہوتی تو وہ بہتا اس لئے اگر قمیص زخم پر پھرے پس وہ تر ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتی جب تک زخم ایسا نہ ہو کہ بہتا ہو کیونکہ وہ (جب تک نہ بہے) حدث نہیں ہے (۶) اور اسی طرح اگر پٹی دو پرت کی تھی اور تری ایک پرت تک پھوٹ آئی تب بھی رطوبت بہنے والی ہونے کی وجہ سے اس کا وضوٹوٹ جائے گا۔(۷)

قے

۱۔ اگر باوضو شخص کو منہ بھر کر قے ہو جائے تو اس کا ضوٹوٹ جائے گا۔(۸)

۲۔ قے سے وضوٹوٹنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ وہ قے صفرا یا سودا یا بستہ خون یا کھانا یا پانی کی ہو بلغم کی قے سے وضونہیں ٹوٹتا (۹) اگر کسی کو صفرا یا سودا یا کھانا یا پانی کی قے منہ بھر کر ہو جائے تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا (۱۰) اور اگر منہ بھر سے کم ہوئی تو اس کا وضونہیں ٹوٹے گا۔(۱۱)

۳۔ منہ بھر ہونے کی حد میں اختلاف ہے (۱۲) اور منہ بھر ہونے کی صحیح حد یہ ہے کہ اس کو دقت و مشقت کے بغیر نہ روک سکے (۱۳) یعنی اصح قول کی بنا پر قے آنے پر منہ کو بند نہ رکھ سکے (۱۴) یہی اشبہ ہے۔(۱۵)

۴۔ اگر کسی نے پانی پیا پھر قے میں صاف پانی نکلا تو (منہ بھر ہونے کی صورت میں) اس کا وضوٹوٹ جائے گا (۱۶) پس کھانے اور پانی کی (منہ بھر) قے سے وضوٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ متغیر نہ بھی ہوا ہو (۱۷) یعنی معدہ میں پہنچنے کے بعد وہاں نہ ٹھہرا ہو فوراً ہی نکل گیا ہو تب بھی وضوٹوٹ جائے گا اور پیٹ کی نجاست کیساتھ مل جانے کے باعث نجس مغلظ ہے اگر شیر خوار بچے نے دودھ پیتے ہی فوراً اسی وقت وہ دودھ نکال دیا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ منہ بھر ہونے کی صورت میں نجس مغلظ ہے (۱۸) پس کوئی چیز کھانے یا پینے کے بعد فوراً اسی وقت اس کی قے ہوگئی ہو یا دیر میں ہوئی ہو دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ منہ بھر کر ہونے کی صورت میں نجس مغلظ ہے اور اس سے وضوٹوٹ جائے گا (۱۹) اور

---

(۱)۔ بحر (۲)۔ فتح و بحر و در و ش (۳)۔ ش (۴)۔ در و فتح و بحر و بدائع ملتقطاً (۵)۔ بدائع (۶)۔ فتح و بحر و ش
(۷)۔ بدائع (۸)۔ بحر و فتح و در و غیرہا (۹)۔ کنز و ہدایہ و کبیری وغیرہا (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ بدائع (۱۲)۔ بحر
(۱۳)۔ ع و بحر و در و ش (۱۴)۔ م (۱۵)۔ ش (۱۶)۔ ع (۱۷)۔ م (۱۸)۔ در بتصرف (۱۹)۔ ط

اس کے بالمقابل مجتبیٰ میں اور امام حسنؒ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے کھانا کھایا یا پانی پیا پھر فوراً اسی وقت اس کو قے ہوگئی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وہ پاک ہے کیونکہ وہ متغیر نہیں ہوا پس وہ حدث نہیں ہے اس لئے نجس بھی نہیں ہے اور اسی طرح شیر خوار بچے نے دودھ پیا اور اسی وقت فوراً قے ہوگئی تب بھی یہی حکم ہے کہ وہ نجس نہیں ہے۔ بعض علما نے کہا کہ یہ مختار ہے۔(۱) اور معراج الدرایہ وغیرہ میں اس کو صحیح کہا ہے(۲) پس تصحیح مختلف فیہ ہے(۳) اور ظاہر الروایت میں صحیح یہ ہے کہ پیٹ کی نجاست کے ساتھ مل جانے اور سرایت کر جانے کے باعث وہ کھانا یا پانی یا دودھ بھی نجس ہوگیا بخلاف بلغم کے(۴) اور جب ظاہر الروایۃ وغیر ظاہر الروایۃ دونوں قول کی تصحیح کی گئی ہو تو ظاہر الروایۃ کو اختیار کرنا چاہئے اسی لئے صاحب درمختار وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے(۵) اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ وہ غذا پانی یا دودھ معدے میں پہنچ جائے اور وہاں ٹھہرے بغیر فوراً قے ہو جائے لیکن اگر معدے میں پہنچنے سے پہلے ہی قے ہو جائے اور وہ خوراک کی نالی میں سے ہی نکل جائے تو بالاتفاق اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔(۶)

۵۔ اگر کسی نے بہت سے کیڑوں یا کیچوؤں کی منہ بھر کر قے کی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا(۷) کیونکہ ان میں سے ہر ایک فی ذاتہ پاک ہے(۸) اور ان کے اوپر جس قدر نجاست لگی ہوئی ہے وہ تھوڑی ہے منہ بھر کر نہیں ہے(۹) اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(۱۰)

۶۔ اگر قے میں خون آئے تو وہ خون سے یا سر سے اترا ہوگا یا معدے سے نکلا ہوگا اور وہ بہنے والا ہوگا سر سے اترا ہے اور بہنے والا ہے تو بالاتفاق اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ خون بستہ ہے تو اس سے وضو بالاتفاق نہیں ٹوٹے گا، بہنے والا خون ہونے کی صورت میں وہ نکسیر کی مانند ہے اس لئے وضو کے توڑنے میں اس کا بہنا اور تھوک پر غالب ہونا معتبر ہے اور اگر تھوک اور خون برابر ہوں یعنی تھوک کا رنگ سرخی مائل زرد (نارنجی) ہو تب بھی احتیاطاً وضو ٹوٹ جائے گا اور تھوک غالب اور خون مغلوب ہو یعنی تھوک کا رنگ ہلکا زرد ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور یہی حکم دانتوں سے خون نکلنے کا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) اور بستہ خون کے نکلنے سے اس لئے وضو نہیں ٹوٹتا کہ وہ خون ہونے کی صفت سے نکل چکا ہے اور اگر وہ خون معدے سے نکلا ہے اور بستہ ہے تو منہ بھر نہ ہونے کی صورت میں اس سے بھی بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر منہ بھر کر ہوگا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر معدے سے آنے والا خون بہتا ہوا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب کسی دوسری جگہ سے خون نکلنے کے مانند وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر نہ ہو اس لئے کہ یہ پیٹ کے زخم سے نکلا ہے کیونکہ معدہ خون کا محل نہیں ہے یہی مختار ہے اور اسی کو اکثر مشائخ نے صحیح کہا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک منہ بھر کر نہ ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا وہ معدہ سے نکلنے کے باعث اس پر قے کا حکم لگاتے ہیں۔(۱۱)

۷۔ اگر کسی نے منہ بھر بلغم کی قے کی اگر وہ بلغم سر کی طرف سے اترا ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔(۱۲) بالاتفاق کیونکہ وہ سب کے نزدیک حدث نہیں ہے اور جو معدے سے نکلے اس میں اختلاف ہے(۱۳) پس جو بلغم معدہ سے نکلا ہے اس سے امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا۔(۱۴) پس بلغم کی (منہ بھر) قے سے امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا وہ سر کی طرف سے اترے یا معدے سے چڑھ کر نکلے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر سر کی طرف سے اترے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر معدے کی طرف سے چڑھے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے کیوں کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ معدے کی نجاست سے

---

(۱)۔ فتح و کبیری و بحر و ط و ش (۲)۔ بحر (۳)۔ غایۃ الاوطار (۴)۔ کبیری و ش (۵)۔ ش (۶)۔ بحر و ط و در
(۷)۔ فتح و کبیری و بحر و در (۸)۔ کبیری و در (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ بحر و ش (۱۱)۔ کبیری و مشلہ فی ع و ش و بحر و غیر ہا
(۱۲)۔ ع (۱۳)۔ بدائع ملخصا۔ (۱۴)۔ ع وغیرہ

مل کر نجس ہو جاتا ہے اور طرفین کے نزدیک معدے کی نجاست اس میں لیس دار ہونے کی وجہ سے سرایت نہیں کرتی اور جو اس کے اوپر لگی ہے وہ قلیل ہے جو وضو کو توڑنے والی نہیں ہے۔(۱) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خالص بلغم کی قے ہو یعنی اس میں کھانا وغیرہ کچھ ملا ہوا نہ ہو، پس اگر بلغم کھانا وغیرہ کسی اور چیز سے مخلوط ہوگا تو اگر کھانا وغیرہ کا غلبہ ہوگا اور وہ کھانا وغیرہ حالت انفراد میں بقدر بھر کے ہوگا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر غلبہ بلغم کا ہوگا اور بلغم حالت انفراد میں بقدر منہ بھر کے ہوگا تو مسئلے میں وہی اختلاف جاری ہوگا او جو اوپر بیان ہوا یعنی طرفین کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اما ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا (۲) اور اگر کھانا اور بلغم دونوں برابر ہوں اور دونوں الگ الگ منہ بھر کی مقدار کے ہوں تو کھانے کی وجہ سے بالاتفاق اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر دونوں الگ الگ منہ بھر کی مقدار کے نہ ہوں تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اور دونوں کو جمع کر کے منہ بھر کر ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا۔(۳)

۸۔ اگر قے چند بار ہوئی اور قے کا سبب متحد ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک متفرق قے کو اندازے سے جمع کیا جائے گا اور یہی قول اصح ہے پس اگر جمع کرنے سے منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجلس کے متحد ہونے کا اعتبار ہوگا (۴) (یعنی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مجلس میں جتنی دفعہ قے کرے گا اس کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صوت میں وضو ٹوٹ جائے گا) پس اگر تھوڑی تھوڑی قے اس طرح سے آئے کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو منہ بھر ہو جائے تو امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر ان سب کا سبب ایک ہی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں ٹوٹے گا یہی اصح ہے۔(۵) اس لئے کہ احکام کا ان اسباب کی طرف نسبت کرنا اصل ہے لیکن اگر اسباب کی نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو سبب کی طرف نسبت نہیں کی جائے گی اور قے کا سبب متلی ہے (۶) اور سبب کے متحد ہونے کا بیان یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ متلی ہو کر قے آئی اور وہ متلی دور نہیں ہوئی بلکہ اسی متلی کی حالت میں دوبارہ قے آئی تو دونوں مرتبہ کی قے کا سبب ایک ہی ہے اور اگر پہلی مرتبہ کی قے کی متلی دور ہونے کے بعد دوبارہ قے آئی تو سبب مختلف ہے (۷) اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر ایک ہی مجلس میں چند بار قے آئی تو جمع کیا جائے گا ورنہ نہیں۔(۸) پس اگر ایک مجلس میں متعدد بار کی قے کو جمع کرنے سے اندازاً منہ بھر کے بقدر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ ہر دفعہ نئے سرے سے متلی ہوئی ہو (۹) پس مسئلے کی چار صورتیں ہیں اول سبب و مجلس دونوں کا متحد ہونا، اس صورت میں بالاتفاق جمع کیا جائے گا، اور منہ بھر ہونے پر وضو ٹوٹ جائے گا، دوم سبب بھی مختلف ہو اور مجلس بھی متعدد ہو اس صورت میں بالاتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔ سوم سبب متحد ہو اور مجلس متعدد ہو تو اس صورت میں امام محمدؒ کے نزدک جمع کیا جائے گا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا چہارم سبب مختلف ہو اور مجلس متحد ہو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع کیا جائے گا امام محمد کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔(۱۰)

۹۔ سوتے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلنے والی رال اگر سر کی طرف سے اترے تو بالاتفاق پاک ہے۔(۱۱) اور اگر معدے کی طرف سے چڑھے تب بھی مفتی بہ قول کے مطابق پاک ہے (۱۲) اور ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کو جمع کیا جائے اور وہ منہ بھر ہو جائے تب بھی پاک ہے (۱۳) پس رال مطلق طور پر پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ کی اور بدبودار ہو یا نہ ہو (۱۴) اور اس مفتی بہ قول کے بالمقابل وہ قول ہے جس کو ابونصر نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو رال پیٹ سے چڑھے اور زرد رنگ کی ہو یا بدبودار ہو وہ قے کی مانند ہے اور

---

(۱)۔ کبیری و ش　(۲)۔ فتح و ش و کبیری و ع متر تباً　(۳)۔ ش　(۴)۔ م و در　(۵)۔ ع و کبیری و در و ش متر تباً　(۶)۔ در

(۷)۔ ع و بحر و ش　(۸)۔ بحر　(۹)۔ ش　(۱۰)۔ بحر و ش　(۱۱)۔ م و فتح و بحر و در　(۱۲)۔ م و در

(۱۳)۔ ط　(۱۴)۔ غایۃ الاوطار

جو سرے اترے وہ پاک ہے۔ خلاصے میں اس کی طہارت کو صحیح کہا ہے، اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس ہے، بخلاف امام محمدؒ کے (۱) اور تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہے خواہ کسی طرح کی ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے (۲) بخلاف مردہ کی رال کے کہ وہ بلا شبہ نجس ہے۔ (۳)

۱۰۔ انسان کے بدن سے جو چیز ایسے نکلے کہ جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں ہوتی جیسے تھوڑی سی قے اور وہ خون جو بہے نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (۴)

نیند

۱۔ نواقضِ حقیقیہ کا بیان ختم ہوا اب نواقضِ حکمیہ کا بیان شروع ہوتا ہے، نواقضِ حکمیہ میں سے ایک نیند ہے۔ (۵)

۲۔ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر سوئے یا تکیہ یا کہنی یا کسی اور چیز پر اس طرح سے ٹیک لگا کر سوئے کہ اگر اس چیز کو ہٹا لیا جائے تو سونے والا شخص گر پڑے اور سرین زمین سے جدا ہو جائیں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اور نماز و غیر نماز میں سونے والے کا حکم بلا خلاف یکساں ہے (۶)

۳۔ اگر کسی دیوار یا ستون یا آدمی سے ٹیک لگا کر یا اپنے دونوں ہاتھوں پر تکیہ لگا کر اس طرح سو جائے کہ اگر اس سہارے کو ہٹا لیا جائے تو وہ گر پڑے پس اگر اس کے دونوں سرین زمین سے جدا نہیں ہیں تو امام ابو حنیفہؒ سے ظاہر مذہب کے مطابق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اسی کو ہمارے اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہی اصح ہے (۷) اگرچہ قدوری نے اس کو اختیار کیا ہے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن اگر اس کی مقعد زمین سے جدا ہے تو بالاجماع اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)

۴۔ اگر کھڑا ہوا یا بیٹھا ہوا سو جائے خواہ زمین پر ہو یا عماری میں ہو، رکوع کرتا ہوا سوئے یا سجدہ کرتا ہوا سوئے اور وہ سجدہ کی حالت میں خواہ نماز میں سوئے یا نماز کے باہر سوئے مطلق طور پر کسی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا لیکن سجدے میں سو جانے کے لئے یہ شرط ہے کہ سجدہ ہیت مسنونہ کے مطابق کیا ہوا ہو، اس طرح کہ اس کا پیٹ رانوں سے اور اس کے بازو پسلیوں سے جدا ہوں اگر اس ہیت کے خلاف سجدہ کیا تو سجدے میں سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۹) جاننا چاہئے کہ سجدے کی حالت میں سو جانے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ نماز کے اندر سوئے یا نماز کے باہر سوئے، تحفہ میں اس کو صحیح کہا ہے اور خلاصے میں ذکر کیا ہے کہ یہ ظاہر المذہب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ حدث ہے (یعنی اس سے نماز و غیر نماز دونوں میں وضو ٹوٹ جائے گا) اور خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے لیکن ذخیرے میں ہے کہ پہلا قول ہی مشہور ہے اور بعض نے کہا کہ اگر غیر مسنونہ ہیئت پر سویا تو حدث ہوگا (اور وضو ٹوٹ جائے گا) ورنہ نہیں، بدائع میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہونے کے زیادہ قریب ہے مگر ہم نے اس قیاس کو حالت نماز میں نص کی وجہ سے ترک کر دیا کذاب فی الحلیہ ملخصاً، اور زیلعی نے بھی بدائع کی عبارت کو صحیح کہا ہے اور بحر الرائق میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ حلبی نے بھی شرح منیۃ الکبیر میں اسی طرح کہا ہے لیکن اپنی شرح منیۃ الصغیر میں سجدے کی ہیئت مسنونہ کو نماز اور خارج نماز دونوں کے لئے شرط قرار دیا ہے اور شرح وہبانیہ میں ذکر ہے کہ محیط میں یہی قید ہے اور کہا کہ یہ صحیح ہے اور نور الایضاح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہیئت مسنونہ ہے جو کہ مردوں کے حق میں ہے جو ہیئت مسنونہ عورتوں کے لئے ہے وہ مراد نہیں ہے۔ (۱۰) عورتوں کے لئے سجدہ کرنے

---

(۱)۔ فتح و بحر و غایۃ الاوطار مترجماً　(۲)۔ ایضاً　(۳)۔ در　(۴)۔ ع و بحر و ش وم و غیرہ عامۃ الکتب　(۵)۔ بحر و ش وم و غیرہ عامۃ الکتب
(۶)۔ کبیری و ہدایہ و بدائع و ع ملتقطاً　(۷)۔ بدائع و بحر و ع　(۸)۔ بحر و ع　(۹)۔ بحر و ع تبصرف عن ش　(۱۰)۔ ش ملخصاً

کی مسنونہ ہیئت یہ ہے کہ پیٹ رانوں سے اور بازو پسلیوں سے ملے رہیں اور زمین پر بچھے ہوئے ہوں (مولف) پس اگر سجدے کی اس حالت میں سویا کہ اس کے بازو زمین پر بچھے ہوئے (اور پسلیوں سے ملے ہوئے) ہوں اور اس کا پیٹ اس کی رانوں سے ملا ہوا ہو خواہ مرد ہو یا عورت اس کا وضوٹوٹ جائے گا (۱) اور اس مسئلے میں سجدہ تلاوت کا حکم نماز کے سجدے کی مانند ہے اور سجدۂ شکر کا حکم بھی امام محمدؒ کے نزدیک اسی طرح ہے، امام ابوحنیفہؒ کا اس میں اختلاف ہے اور سجود سہو میں سونے سے وضوٹوٹنے کے بارے میں مشائخ کا اختلاف منقول ہے (۲) اور یہ اختلاف کا منقول ہونا غلط ہونا چاہئے اس لئے کہ سجود سہو نماز میں واقع ہوتے ہیں پس ان میں سو جانے سے وضونہیں ٹوٹتا (۳) پس اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت میں سوگیا تو ہمارے ان تینوں اماموں کے نزدیک حدث نہیں ہے اور وضونہیں ٹوٹے گا جیسا کہ نماز کے سجدہ میں سونے سے وضونہیں ٹوٹتا اور سجدۂ شکر میں بھی امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدث ہوگا اور سجود سہو میں حدث نہیں ہوگا (۴) (لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مفتیٰ بہ اور معتمد قول کی رو سے سجدہ کی مسنونہ ہیئت پر سو جانے سے مطلق طور پر وضونہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں سو جائے یا نماز سے باہر سوئے مولف)

۵۔ اگر کوئی شخص چارزانو (چوکڑی مارکر) بیٹھ کر سوگیا اور اس کا سر اس کی رانوں پر ہے تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا۔ (۵)

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے دونوں سرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنے کی حالت میں سوگیا اور اس کا پیٹ اس کی رانوں سے جالگا اور وہ اوندھا سونے کی مانند ہوگیا تو اس کا وضوٹوٹنے کے بارے میں اختلاف منقول ہے بحرالرائق و کبیری اور شامی میں اس مسئلے پر کافی کلام کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر جو کہ مبسوطین سے کفایہ میں منقول ہے اس کا وضوٹوٹ جائے گا اور یہی اصح ہے۔ (۶)

۷۔ اگر کوئی شخص چارزانوں یا بیٹھنے کی کسی اور ہیئت پر سویا یا اپنے دونو سرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھ کر سویا اور ان سب حالتوں میں اس کا بدن سیدھا رہا تو اس کا وضونہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان صورتوں میں اس کا پیٹ اس کی رونان پر رکھا ہوا نہیں ہے (پس اس کی مقعد دونوں ایڑیوں پر برقرار ہے) اس لئے ان صورتوں میں اس کے وضو کا نہ ٹوٹنا ظاہر ہے۔ (۷)

۸۔ اگر کوئی شخص اس طرح بیٹھ کر سو جائے کہ اس کے دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے ہوں اور دونوں سرین زمین سے لگے ہوئے ہوں تو اس کا وضونہیں ٹوٹتا اور اگر ایک سرین پر بیٹھ کر سوگیا تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا۔ (۸)

۹۔ جن صورتوں میں سونے سے وضونہیں ٹوٹتا ان سب میں ظاہر الروایت کے مطابق نیند کے غلبے سے سو جانے اور عمداً سو جانے میں کچھ فرق نہیں ہے اور خواہ نماز کے اندر سو جائے یا نماز کے باہر سوئے اور خواہ رکوع میں سویا ہو یا سجدے میں سب صورتوں کا حکم یکساں ہے، اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ نماز کے اندر عملاً سو جانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور پہلا قول یعنی ظاہر الرایت صحیح و مختار ہے۔ (۹)

۱۰۔ اگر کوئی اس طرح سے اکڑو بیٹھا ہو کہ دونوں سرین زمین سے لگے ہوئے ہوں اور دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں سے احاطہ کرلے یا کپڑے وغیرہ کسی چیز سے اپنی پیٹھ اور دونوں پنڈلیوں کو احاطہ کرلے اور اسی طرح اگر اسی حالت میں اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھ لے (جیسا کہ اکثر مراقبہ کرنے والے کرتے ہیں) تو اس حالت میں سو جانے سے وضونہیں ٹوٹتا۔ (۱۰)

۱۱۔ اگر کوئی شخص بیٹھا ہوا سوگیا پھر وہ منہ یا پہلو کے بل زمین پر گر پڑا پس اگر وہ گرنے سے پہلے یا گرنے کی حات میں زمین پر اس کا پہلو لگنے سے پہلے بیدار ہوگیا تو بالاجماع اس کا وضونہیں ٹوٹے گا اور اگر گرنے کے بعد زمین پر پہلو لگتے ہی فوراً بیدار ہوگیا تب بھی امام ابو

---

(۱)۔ فتح و کبیری ملتقطاً (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ فتح (۴)۔ کبیری ملخصاً (۵)۔ فتح و بحر و غیرہا (۶)۔ فتح و بحر و کبیری وش و غایۃ الاوطار ملخصاً (۷)۔ کبیری (۸)۔ فتح و بحر و ع (۹)۔ ع و فتح و بحر و در ملتقطاً (۱۰)۔ کبیری و در وش و بحر

حنیفہؒ کے نزدیک اس کا وضونہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضوٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر اس کی مقعد زمین سے اٹھنے سے پہلے ہوشیار ہوگیا تو اس کا وضونہیں ٹوٹے گا اور اگر اس کے ہوشیار ہونے سے پہلے اس کی مقعد زمین سے اٹھ گئی تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا اور فتویٰ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہے اور اگر گر کر زمین پر قرار پانے کے بعد یعنی گرنے کے ذرا دیر بعد ہوشیار ہوا تو (بالا جماع) اس کا وضوٹوٹ جائے گا کیونکہ اب اس کا لیٹ کر سونا پایا گیا۔(١)

١٢۔ اگر بیٹھ کر سویا اور گرا تو نہیں لیکن بار بار آگے جھک جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کی مقعد زمین سے جدا ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ جدا نہیں ہوتی تو ظاہر المذہب میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ حدث نہیں یعنی اس کا وضونہیں ٹوٹتا (٢) اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ رسول ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ نیند کے باعث ان کے سر جھکولے کھاتے رہتے تھے پھر وہ نماز پڑھتے تھے اور نیا وضونہیں کرتے تھے اور اس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (٣) اور اگر بیٹھنے کی حالت میں سونے والے شخص نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور وہ بیدار ہوگیا تو خواہ اس نے ہاتھ کی ہتھیلی زمین پر رکھی ہو یا ہاتھ کی پیٹھ رکھی ہو جب تک وہ جاگنے سے پہلے اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھے گا اور اس کا وضونہیں ٹوٹے گا۔(٤)

١٣۔ مریض اگر کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھتا ہوا سو جائے تو اس کے حکم میں مشائخ کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کا وضوٹوٹ جاتا ہے (٥) اور اسی پر فتویٰ ہے (٦) اور سراج الوہاج میں ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔(٧)

١٤۔ اگر ایسے جانور پر سوار ہے کہ جس کی پیٹھ ننگی ہے یعنی جس کی پیٹھ پر زین یا نمدہ نہیں ہے اور سو گیا اگر وہ جانور کے بلندی کے طرف جانے پر ہموار زمین پر چلنے کی حالت میں سویا تو حدث نہیں ہوگا یعنی اس کا وضونہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس کی مقعد اپنی جگہ پر قائم رہے گی اور اگر اترائی کی طرف جانے کی حالت میں سویا تو یہ حدث ہوگا اور اس کا وضوٹوٹ جائے گا، کیوں کہ اس کی مقصد جانور کی پیٹھ سے جمی نہیں رہے گی (٨) اور اس سے مذکورہ مسئلہ کی بھی تائید ہوتی ہے جس میں ایڑیوں پر سرین اور رانوں پر پیٹ رکھ کر بیٹھے ہوئے سونے کی حالت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے اور فقہا نے اس کو اصح کہا ہے۔(٩)

١٥۔ اور اگر ایسے جانور پر سوار ہوا جس کی پیٹھ پر عماری یا زین یا پالان ہو اور سو گیا تو خواہ وہ بلندی کی طرف یا ہموار زمین پر جا رہا ہو یا اترائی کی طرف جا رہا ہو دونوں حالتوں میں اس کا وضونہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان سب حالتوں میں اس کی مقعد اپنی جگہ پر قائم رہے گی۔(١٠)

١٦۔ اگر کوئی شخص تنور کے سرے پر بیٹھ کر پاؤں تنور میں لٹکائے ہوئے ہو اور سو جائے تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا۔(١١)

١٧۔ اونگھ آ جانے سے وضونہیں ٹوٹتا اگر چہ اس کے سرین زمین پر جمے ہوئے نہ ہوں کیونکہ یہ ہلکی سی نیند ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے قریب ہونے والی اکثر باتوں کو سمجھتا ہو (١٢) پس اگر لیٹے ہوئے آدمی کو اونگھ آ جائے اگر گہری اونگھ ہو تو وضوٹوٹ جائے گا اور اگر ہلکی ہو تو وضونہیں ٹوٹے گا، گہری اور ہلکی اونگھ میں فرق یہ ہے کہ اگر وہ اپنے قریب کی باتیں سنتا ہے تو وہ ہلکی اونگھ ہے اور اگر اس کو قریب کی باتوں کی خبر نہیں تو وہ گہری اونگھ ہے اور شمس الائمہ سے یہی فتویٰ منقول ہے (١٣) علامہ رحمتی رحمہ اللہ نے کہا کہ انسان اپنے آپ پر دھوکا نہ کھائے کیونکہ بسا اوقات اس کو گہری نیند ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ گہری نہیں ہے۔(١٤) (یعنی وہ اس کو ہلکی اونگھ سمجھ لیتا ہے اس لئے احتیاطاً

(١)۔ فتح و بحر و کبیری و ع و ش مترتباً (٢)۔ بحر و فتح و ع و کبیری (٣)۔ فتح (٤)۔ بحر (٥)۔ ع و فتح و بحر

(٦)۔ ع (٧)۔ ش (٨)۔ بحر و ع و کبیری و درو ش مرتباً (٩)۔ کبیری (١٠)۔ کبیری و درو ش و ع (١١)۔ بحر و ع

(١٢)۔ فتح و بحر و کبیری و ش وغیرہ ملخصاً (١٣)۔ ع (١٤)۔ ش

ایسی حالت میں بھی وضو کر لینا چاہئے، مولف)

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سونے والے کی تیرہ حالتیں ہیں ان میں سے تین حالتیں وضو کو توڑنے والی ہیں وہ یہ ہیں: ۱۔ کروٹ پر یا چت یا پٹ سونا، ۲۔ ایک سرین پر سونا، ۳۔ دیوار یا ستون یا آدمی وغیرہ کے سہارے سونا کہ اگر سہارا ہٹا لیا جائے تو سونے والا گر پڑے اور دس سورتوں میں وضو نہیں ٹوٹتا وہ یہ ہیں: ۱۔ دوزانو بیٹھے ہوئے، ۲۔ چارزانو یعنی چوکڑی مار کر بیٹھے ہوئے، ۳۔ دونوں پاؤں ایک طرف کو نکال کر دونوں سرین زمین پر رکھے ہوئے، ۴۔ دونوں گھٹنے کھڑے کئے ہوئے اور دونوں سرین زمین پر رکھے ہوئے، ۵۔ دونوں ایڑیوں پر دونوں سرین رکھے ہوئے، ۶۔ جانور کی پیٹھ پر سوار ہو کر (سوائے ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اترائی کی طرف جانے کے کہ اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا)، ۷۔ پیدل چلتے ہوئے، ۸۔ قیام، ۹۔ رکوع، ۱۰۔ سجدے کی حالت میں۔(۱)

فائدہ: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ لیٹ کر سونے سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا، صحیحین میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سو گئے یہاں تک آپ کے سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی اور آپ نے نیا وضو نہیں کیا (۲) اس لئے کہ ایک اور حدیث میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا (۳) نیند کے علاوہ وضو کو توڑنے والی اور چیزوں سے انبیاء علیہم السلام کا وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ان کی عظمت شان کے باعث ہے نہ کہ نجاست کی وجہ سے، کیونکہ ان کے فضلات شریفہ طیب و طاہر ہیں (۴) اسی طرح بے ہوشی و غشی سے انبیاء علیہم السلام کا وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے بارے میں مبسوط کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کا وضو ٹوٹ جاتا تھا (۵) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح شفا میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وضو توڑنے والی چیزوں کے بارے میں امت کی مانند ہیں سوائے نیند کے کہ اس کا استثنا احادیث سے ثابت ہے۔(۶)

بے ہوشی و غشی: ۱۔ بے ہوشی خواہ تھوڑی ہو یا بہت اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۷) ۲۔ غشی بے ہوشی کے حکم میں ہے (۸) یعنی بے ہوشی ہی کی ایک قسم ہے (۹) اور یہ دونوں وضو کو توڑنے والی ہیں، (۱۰) ۳۔ چونکہ بے ہوشی میں نیند سے زیادہ شدید سلب اختیار پایا جاتا ہے اس لئے بے ہوشی قیام و قعود اور سجود ہر حال میں حدث ہے (۱۱) پس بے ہوشی کسی ہیئت پر بھی لاحق ہو جائے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بخلاف نیند کے۔(۱۲)

جنون: ۱۔ جنون خواہ قلیل ہو یا کثیر بے ہوشی کی طرح اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۳) ۲۔ معتوہ (دماغی خلل والے) کا وضو نہیں ٹوٹتا، (۱۴) ۳۔ مجنون اور معتوہ میں یہ فرق ہے کہ جنون ایک ایسا مرض ہے جس میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور قوت زیادہ ہو جاتی ہے اور عقل زائل ہو جانے کے باعث وہ حدث و غیر حدث میں تمیز نہیں کر سکتا اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۵) اور معتوہ کی عقل و سمجھ میں خلل آ جاتا ہے اور وہ مختلط الکلام اور فاسد التدبیر ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو مارتا نہیں اور نہ گالی دیتا ہے، ۴۔ معتوہ (سبک عقل) کے مکلف شرعی ہونے کے بارے میں فقہا کے تین اقوال ہیں ایک یہ کہ ذی عقل بچے کی مانند ہے کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے، دوسرا یہ کہ اس کا حکم ذی عقل بچے کی مانند ہے سوائے عبادات کے کہ ہر عبادت کے خطاب کے وقت احتیاطاً اس سے وجوب ساقط نہیں ہوتا اور صدر الاسلام

(۱)۔ حاشیہ ع اردو تغیراً (۲)۔ بحروش و فتح (۳)۔ بحروش (۴)۔ بہار شریعت (۵)۔ در (۶)۔ ش
(۷)۔ ع وغیرہ (۸)۔ در (۹)۔ ش و ط (۱۰)۔ ط (۱۱)۔ بحر و عنایہ ملتقطاً (۱۲)۔ ش
(۱۳)۔ بحر و م و ش و ع مترتباً (۱۴)۔ در (۱۵)۔ فتح ملخصاً

ابوالیسر رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اس لئے کہ وہ (عتہ) جنون کی ایک قسم ہے جو وجوب کی مانع ہے کیونکہ وہ نتائج سے واقف نہیں ہوتا، تیسرا یہ کہ معتوہ ذی عقل بچے کی مانند عبادات ادا کرنے کا مکلف نہیں ہوتا مگر یہ کہ جب اس کی کم عقلی دور ہوجائے تو فی الحال عبادات ادا کرنا اور گزشتہ عبادات کا قضا کرنا اس پر واجب ہوگا جبکہ ان کے قضا کرنے میں کوئی حرج نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ عبادات قلیل ہوں اور اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ وہ گزشتہ قلیل عبادات کو قضا کرے کثیر کو قضا نہ کرے اگرچہ وہ گزشتہ عبادات کا مکلف نہیں تھا اس کا حکم سونے والے اور بے ہوشی والے کی مانند ہے نابالغ کی مانند نہیں ہے جبکہ وہ بالغ ہوجائے اور یہ (تیسرا قول) تحقیق کے زیادہ قریب ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ معتوہ کی عبادات کی ادائیگی صحیح ہے جن کے نزدیک وہ مکلف ہے ان کے نزدیک اس کی عبادات کی ادائیگی کا صحیح ہونا ظاہر ہے اور جن کے نزدیک وہ مکلف نہیں ہے ان کے نزدیک اس لئے صحیح ہے کہ انہوں نے اس کو ذی عقل بچے کی مانند قرار دیا ہے اور اس (ذی عقل بچے) کی عبادات کے صحیح ہونے کی تصریح کردی ہے پس اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ دماغ میں خلل آجانے سے معتوہ کا وضو نہیں ٹوٹتا واللہ سبحانہ الموفق (۱) پس دماغی خلل وضو کو نہیں توڑتا کیونکہ اس حالت میں اس کی عبادت صحیح ہوتی ہے اگرچہ وہ مکلف نہیں ہوتا کیونکہ وہ ذی عقل بچے کے حکم میں ہے یہ نہیں کہ اس کی عقل زائل ہوگئی ہے۔(۲)

نشہ: ۱۔نشہ بھی جنون و بے ہوشی کی طرح تھوڑا ہو یا زیادہ وضو کو توڑتا ہے (۳) ۲۔جو نشہ عقل پر غالب آجائے عدم تمیز میں جنون کے معنی میں ہے اور اس کے ساتھ ہی نشے والے کے جوڑوں میں ڈھیلا پن بھی آجاتا ہے اور بے ہوشی و جنون و نشے والے شخص کے حق میں لیٹ کر سونا یا قیام (وغیرہ) کی حالت میں سونا یکساں ہے کہ ہر حال میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(۴) ۳۔نشہ اور مستی اس سرور سے عبارت ہے جو کسی نشہ لانے والی چیز کے استعمال سے عقل پر غالب ہوجائے پس اس کی وجہ سے انسان عقل کے موافق کام نہیں کرسکتا لیکن اس کی عقل زائل نہیں ہوتی اسی لئے وہ خطابِ شرع کے قابل باقی رہتا ہے اور بعض نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کردیتا ہے اور زوالِ عقل کے باوجود اس کا مکلف ہونا زجر و توبیخ کے طور پر ہے پہلا قول تحقیق ہے (۵) ۴۔نشے کی حد جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بعض مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ عورت و مرد میں تمیز نہ کرسکے اسی قول کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے۔اور صحیح وہ ہے جو شمس الآئمہ حلوائی سے منقول ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی چال میں لغزش ہو یعنی وہ لڑکھڑاتا اور ادھر اُدھر جھکتا ہوا چلے، مجتبٰی وغیرہ میں اسی کو صحیح کہا اور فتویٰ کے لئے اختیار کیا ہے (۶) ۵۔بھنگ کے کھانے سے اگر چال میں لغزش آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا (۷) ۶۔مرگی کے دورے کے بعد جب افاقہ ہوجائے تو اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

قہقہہ مارنا

۱۔اگر بالغ شخص بیداری کی حالت میں نماز کے اندر قہقہے کے ساتھ (ٹھٹھا مار کر) ہنسے تو خواہ وہ عمداً ہنسے یا سہواً اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔(۸)

۲۔قہقہہ وہ ہنسی ہے جس کو ہنسنے والا اور اس کے پاس کے لوگ سُن لیں، یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑتا ہے اور ایسی ہنسی جس کو ہنسنے والا خود سُنے اور پاس والے لوگ نہ سنیں اس کو ضحک کہتے ہیں اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن وضو نہیں ٹوٹتا اور ایسی ہنسی جس کو نہ خود سنے اور نہ پاس والے لوگ سنیں بلکہ صرف دانت ظاہر ہوں اس کو تبسم کہتے ہیں اس سے نماز اور وضو دونوں ہی نہیں ٹوٹتے۔(۹)

---

(۱)۔بحر ملخصاً (۲)۔ط (۳)۔کبیری و کنز و ع ملتقطاً (۴)۔بدائع (۵)۔بحر و ط و کبیری
(۶)۔ع و ش و فتح و ط و کبیری و بحر و غیرہا ملخصاً (۷)۔ط و در (۸)۔م وغیرہ (۹)۔بحر و ش و فتح و کبیری و ط و ع وغیرہ عامۃ الکتب

۳۔ اگر نماز کے باہر قہقہے کے ساتھ ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱)

۴۔ بعض فقہا کے نزدیک قہقہے سے وضو اس لئے ٹوٹ جاتا ہے کہ یہ حدث ہے اور بعض فقہا کے نزدیک قہقہہ حدث نہیں ہے بلکہ شریعت نے سزا اور تنبیہ کے طور پر اس سے وضو ٹوٹنے کا حکم دیا ہے اور یہ قیاس کے موافق ہے، کیونکہ ہنسنے والے سے کوئی ظاہری نجاست خارج نہیں ہوتی اسی لئے یہ نماز سے باہر ہو تو وضو نہیں توڑتا، اسی دوسرے قول کو ترجیح ہے احادیث مرویہ سے بھی اسی کی موافقت ہوتی ہے۔ (۲)

۵۔ جو نماز کامل ہو اگرچہ حکماً ہو یعنی وہ نماز رکوع و سجود والی ہو یا رکوع و سجود کے قائم مقام امور والی ہو جیسا کہ معذور کا اشارہ سے نماز پڑھنا یا سواری کے جانور پر نفل یا فرض اشارہ سے پڑھنا، جن صورتوں میں ایسا کرنا جائز ہو ایسی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا احناف کے نزدیک نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے خواہ وہ عمداً یعنی یہ جانتے ہوئے ہنسے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور خواہ اس کو یہ یاد نہ کہ وہ نماز میں ہے اور وہ سہواً ہنسے اور خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ان سب کے لئے نماز اور وضو ٹوٹنے کا حکم یکساں ہے (۳) پس اگر کوئی شخص عذر کے باعث اشاروں سے نماز پڑھ رہا تھا یا سوار تھا اور نفل نماز اشاروں سے پڑھتا تھا یا فرض نماز بھی عذر کی وجہ سے اشاروں سے پڑھتا تھا اور وہ قہقہے سے ہنسا تو اس کا وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے۔ (۴)

۶۔ نماز کامل کی قید سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ یا نماز سے باہر کے سجدہ تلاوت میں قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کی نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت باطل ہو جائے گا۔ (۵)

۷۔ نفل یا فرض نماز سواری پر اشارے کے ساتھ پڑھنا جائز ہونے کی صورت میں سواری پر نماز پڑھتے ہوئے قہقہے کے ساتھ ہنسنے سے وضو ٹوٹنے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں میں سوار ہو کر نفل نماز اشارے سے پڑھتے ہوئے قہقہہ کیساتھ ہنسے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس کو اشارے سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ ان کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے۔ (۶)

۸۔ اگر نماز کے اندر سوتے ہوئے قہقہہ مارا تو اس میں اختلاف ہے (۷) اور صحیح یہ ہے کہ اس سے وضو اور نماز دونوں نہیں ٹوٹیں گے، بعض کے نزدیک اس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے اکثر متاخرین نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے (۸) بعض کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز باطل نہیں ہوگی اور بعض کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور وضو نہیں ٹوٹے گا اور پہلا قول اصح ہے یعنی اس کا وضو اور نماز دونوں نہیں ٹوٹتے (۹) اس لئے کہ وضو کا اعادہ زجر و تنبیہ کے طور پر واجب ہوا ہے اور سونے والا معذور ہے۔ (۱۰)

۹۔ نماز کی حالت میں نابالغ کے قہقہہ مار کر ہنسنے سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (۱۱)

۱۰۔ سہواً اور نماز میں ہونا یاد نہ ہوتے ہوئے نماز کے اندر قہقہہ مارنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور ترجیح اس کو ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ مارنا خواہ قصداً ہو یا بلا قصد اور خواہ نماز میں ہونا یاد ہوتے ہوئے ہو یا نماز میں ہونا یاد نہ ہوتے ہوئے اور بھولے سے ہو، ان سب صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ اس کا وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے، امام زیلعی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ (۱۲)

---

(۱)۔ بدائع و ع (۲)۔ بحر و ش و ہدایہ و کبیری و ط وغیرہ ملخصاً (۳)۔ کبیری و بحر و در و ش ملتقطاً (۴)۔ ع

(۵)۔ ع و بحر و ش و کبیری (۶)۔ بحر و ش (۷)۔ بحر (۸)۔ ع و فتح وغیرہما (۹)۔ فتح (۱۰)۔ بحر (۱۱)۔ بحر و ع

(۱۲)۔ بحر و م و ط و فتح ملخصاً

۱۱۔ اگر نماز کا سلام پھرتے وقت یعنی بقدر تشہد آخری قعدہ کرنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے قہقہہ مارا اگرچہ اس نے نماز سے باہر ہونے کے لئے عمداً ایسا کیا ہو اس کا وضوٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وہ ابھی حرمت نماز میں ہے (اور نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے) اور اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اس لئے کہ قہقہہ نماز کے جز واخیر میں پایا گیا اور اس پر نماز کے فرائض میں سے کچھ باقی نہیں رہا ہے اور سلام کے ساتھ نماز سے باہر ہونا ترک ہو جانے کی وجہ سے اس کی نماز میں کوئی ایسا نقصان نہیں ہے جس سے نماز باطل ہو جائے۔ (۱)

۱۲۔ اگر امام اور مقتدیوں نے قہقہہ مارا پس اگر پہلے امام نے قہقہہ مارا تو امام کا وضوٹوٹ گیا اور مقتدیوں کا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ امام کے قہقہہ کے ساتھ امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہوگئی پس مقتدیوں کا قہقہہ ان کی نماز فاسد ہونے کے بعد یعنی نماز کے باہر واقع ہوا اور نماز سے باہر قہقہہ مارنے سے وضو نہیں ٹوٹا اور اگر پہلے مقتدیوں نے قہقہہ مارا پھر امام نے یا امام اور مقتدیوں کا قہقہہ ایک ساتھ واقع ہوا تو سب کا وضوٹوٹ جائے گا اس لئے کہ سب کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا ہے۔ (۲)

۱۳۔ اگر امام نے بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد نماز سے باہر ہونے کے لئے قہقہہ مارا یا عمداً حدث کیا اس کے بعد مقتدی نے قہقہہ مارا اگرچہ وہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹے گا، بخلاف امام کے عمداً کلام کرنے یا عمداً سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے قہقہہ مارنے کے جس کی تفصیل آگے آتی ہے، مقتدی کا وضو اس لئے نہیں ٹوٹے گا کہ اس کا قہقہہ اس کے امام کے قہقہے کے باعث اس کی نماز ٹوٹ جانے کے بعد واقع ہوگا اور اگر مقتدی نے اپنے امام سے پہلے یا اس کے ساتھ قہقہہ مارا تو مقتدی کا وضوٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا ہے اور اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی (۳) اس لئے کہ مقتدی کا قہقہہ نماز کے آخری جز میں واقع ہوا ہے، مولف)

۱۴۔ اگر امام نے بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد عمداً کلام کیا یا عمداً سلام پھیرا اس کے بعد مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح قول کی بنا پر مقتدی کا وضوٹوٹ جائے گا اس لئے کہ امام کا کلام کرنا یا سلام پھیرنا دونوں فعل نماز کو ختم کرنے والے ہیں نماز کو فاسد کرنے والے نہیں ہیں پس قہقہہ کے وقت مقتدی حرمت نماز میں ہے اس لئے اس کا وضوٹوٹ جائے گا (اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ نماز پوری ہو جائے گی کیونکہ اس کا قہقہہ نماز کے آخری جزو میں واقع ہوا ہے مولف) لیکن اگر امام نے قعدہ اخیرہ کے بعد عمداً حدث کیا یا قہقہہ مارا تو چونکہ یہ دونوں فعل امام کے وضو کے توڑنے والے ہیں اس لئے ان دونوں صورتوں میں مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کا قہقہہ نماز کے باہر واقع ہوگا اس لئے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۴) (جیسا کہ اوپر بیان ہوا مؤلف)

۱۵۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی شخص کا وضوٹوٹ گیا پھر وہ اس قصد سے وضو کرنے گیا کہ وضو کرنے کے بعد اسی نماز پر بنا کر کے نماز کو پورا کرے گا پھر وضو کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے راستہ میں وہ قہقہہ مار کے ہنسا تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق اس کا وضوٹوٹ جائے گا، امام زیلعیؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے (۵) اور اسی کو احوط کہا گیا ہے اور اس کی نماز کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے (۶) اگر پہلی نماز پر بنا کرنے والا شخص موزے یا سر یا ہڈی یا زخم کی پٹی پر مسح کرنا یا بعض اعضائے وضو کا دھونا بھول گیا پھر اس نے نماز شروع کرنے سے پہلے یعنی نماز کے لئے آتے ہوئے راستے میں قہقہہ مارا تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وہ حکماً نماز میں ہے کیونکہ بنا کرنے والے کا آنا جانا نماز میں داخل ہے پس اس کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا اور اگر وہ نماز شروع کرنے کے بعد میں قہقہے کے ساتھ ہنسا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ مسح بھول جانے کی وجہ سے اس کو طہارت حاصل نہیں ہے پس طہارت کے بغیر نماز پڑھنے سے

(۱)۔ در وش وم و کبیری و بحر ومنحہ ملتقطاً (۲)۔ بدائع ملخصاً و بحر (۳)۔ در وش و فتح (۴)۔ ش و بحر
(۵)۔ بحر و فتح و ش (۶)۔ بحر و ش

اس کی نماز باطل ہوگئی اور اس کا قہقہہ نماز کے باہر واقع ہوا اس لئے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱) اور یہ مسئلہ امتحانی مسائل میں سے ہے (۲) یعنی طالب علم کے ذہن کی آزمائش کے لئے ہے کہ اس کو یہ مسئلہ آتا ہے یا نہیں اس سے یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کے باہر واقع ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہوا کرتا ہے۔ (۳)

۱۶۔ وضو کے ساتھ نماز پڑھنے والے اور تیمّم کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو قہقہہ مار کر ہنسنے کا حکم یکساں ہے (بحر) پس جن صورتوں میں نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سب صورتوں میں اس سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴)

۱۷۔ اس بات پر ہمارے فقہا کا اتفاق ہے کہ قہقہہ غسل کی طہارت کو نہیں توڑتا لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ غسل کے ضمن میں جو وضو حاصل ہوتا ہے اس کو توڑتا ہے یا نہیں اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ قہقہہ غسل کے ضمنی کو نہیں توڑتا کیونکہ یہ اس کے ضمن وضو میں ثابت ہے پس جب غسل کو نہیں توڑتا تو اس کے ضمنی وضو کو بھی نہیں توڑے گا لیکن خانیہ و فتح القدیر و نہر الفائق وغیرہ میں متاخرین نے اس کو صحیح کہا ہے کہ غسل کے ضمن میں ہونے والا وضو بھی نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے ٹوٹ جاتا ہے جمہور متاخرین کا یہی مذہب ہے (۵) پس غسل کرنے والے نے جب نماز میں قہقہہ لگایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی اب جب تک وہ تازہ وضو نہ کرلے اس کو نماز پڑھنا جائز نہیں یہی صحیح ہے۔ (۶)

۱۸۔ اگر کسی بے وضو شخص نے وضو کے بعض اعضا کو دھویا پھر پانی ختم ہوگیا، اس نے تیمّم کر کے نماز شروع کی اور اس نے نماز میں قہقہہ لگایا پھر اس کو پانی مل گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ صرف باقی اعضا کو دھولے اور نماز پڑھے، اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وہ وضو کے تمام اعضاء کو دھوئے یعنی پورا وضو کرے اور یہ اس لئے ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جن اعضا کو وہ پہلے دھو چکا ہے ان کا دھونا باطل نہیں ہوا اور طرفین کے نزدیک ان کا دھونا باطل ہوگیا۔ (۷)

۱۹۔ نماز مظنونہ میں قہقہہ مارا تو صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا (۸) نماز مظنونہ وہ نماز ہے جو اس گمان سے شروع کی کہ ابھی نہیں پڑھی پھر نماز کے دوران یقین ہوا کہ وہ پڑھ چکا ہے ایسی نماز شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتی پس اس کو توڑ دینے سے اس کی قضا واجب نہیں ہوتی خواہ وہ نماز فرض و واجب ہو یا سنت ہوں لیکن اگر نماز میں قہقہہ مارا تو اصح قول کی بنا پر اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ نماز میں قہقہے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ (۹)

۲۰۔ اگر کسی ایسے امام کے پیچھے نماز شروع کی جن کی اقتا اس کے لئے صحیح نہیں ہے پھر اس نماز میں میں قہقہہ مارا تو بالاتفاق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اسی طرح اگر کسی نے اپنی نماز باطل ہونے کے بعد قہقہہ مارا یا اپنی نماز سے باہر ہونے کے بعد قہقہہ مارا مثلاً آخری قعدے میں بیٹھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھر دیا پھر قہقہہ مارا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱۰)

مباشرت فاحشہ

۱۔ وضو کے نواقص حکمیہ میں سے مباشرت فاحشہ یعنی مرد و عورت کی شرمگاہوں کا شہوت کے ساتھ ملنا بھی ہے۔ (۱۱) پس مرد اور عورت کی شرم گاہوں کے شہوت کے ساتھ ملنے سے امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ مذی (رطوبت) نہ نکلنے کیونکہ ان کے نزدیک مباشرت فاحشہ حدث ہے اور یہ استحسان ہے اس لئے کہ مباشرت فاحشہ سے مذی کا نکلنا غالب طور پر

(۱)۔ش و بحر (۲)۔ بحر و در (۳)۔ش و غایۃ الاوطار (۴)۔ع (۵)۔بحر و ط و در و ش و فتح و غیرہا ملتقطاً (۶)۔ع
(۷)۔بحر و فتح (۸)۔ع (۹)۔حاشیہ ع تصرف (۱۰)۔خانیہ و بحر (۱۱)۔بحر

پایا جاتا ہے اور غالب وجوب کے حق میں متحقق کی مانند ہوتا ہے، امام محمدؒ کے نزدیک جب تک مذی (رطوبت) نہ نکلے مباشرت فاحشہ حدث نہیں ہے اور اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہ قیاس ہے اس لئے کہ رطوبت کے نہ نکلنے کا یقین حاصل ہے کیونکہ بیداری میں حقیقت حال سے واقف ہونا ممکن ہے اور شیخین کے نزدیک رطوبت کے عدم خروج کا یقین ہونا ناقابل تسلیم ہے کیونکہ یہ لاپرواہی اور بے خیالی کی حالت ہوتی ہے اور بسا اوقات تھوڑی سی رطوبت نکلتی ہے اس لئے وضو کے وجوب کا حکم دینے میں احتیاط ہے (۱) فتاویٰ عالمگیری میں ینابیع کے حوالے سے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ اور نصاب سے اس کی تصحیح نقل کی ہے اور اصحب حقائق وغیرہ نے بھی اسی کو صحیح ومفتی بہ کہا ہے لیکن یہ قول اعتماد کے لائق نہیں بلکہ شیخین کا قول معتمد ہے، حلیہ میں تحفہ سے منقول ہے کہ شیخین کا قول صحیح ہے طحطاوی ومنیہ و درمختار وغیرہ میں اسی کو صحیح ومعتمد ومفتی بہ کہا ہے اور متونِ فقہ میں یہی قول مذکور ہے۔ (۲)

۲۔ مباشرت فاحشہ سے مراد یہ ہے کہ مرد وعورت دونوں ننگے ہو کر شہوت کے ساتھ انتشار کی حالت میں ایک دوسرے سے لپٹیں اور ان کی شرم گاہیں آپس میں مل جائیں (۳) یعنی مرد کا شہوت سے ذکر کی استادگی کے ساتھ عورت کی فرج یا پاخانے کے مقام کو کسی حائل کے بغیر یا ایسے باریک حائل کے ساتھ جو حرارت کا مانع نہ ہو مس کرنا، اس سے مرد وعورت دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴)

۳۔ پس جب مرد اپنی عورت کے ساتھ مباشرت فاحشہ کرے اس طرح پر کہ دونوں ننگے ہوں اور مرد کو شہوت سے استادگی ہو اور دونوں کی شرم گاہیں مل جائیں تو امام ابوحنیفہ وامام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک استحساناً دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک رطوبت نہ نکلے ان کا وضو نہیں ٹوٹے گا یہ قیاس ہے (۵) پس امام محمدؒ کا قول قیاس کے زیادہ نزدیک ہے اور شیخین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ (۶)

۴۔ اگر ننگے مرد وعورت کی شرم گاہیں مل جائیں تو عورت کا وضو ٹوٹنے کے لئے مرد کے ذکر کا انتشار شرط نہیں ہے البتہ مرد کا وضو ٹوٹنے کے لئے انتشار ذکر شرط ہے (۷) پس اگر مرد نے اپنے ذکر سے عورت کی شرم گاہ کو انتشار کے بغیر مس کیا تو عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن مرد کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۸)

۵۔ اگر دو مرد یا دو عورتیں یا مرد اور نابالغ لڑکا مباشرت فاحشہ کے مرتکب ہوں یعنی شہورت کے ساتھ اپنی شرم گاہوں کو ملائیں تب بھی شیخین کے نزدیک ان کا وضو ٹوٹ جائے گا (۹) (اور یہ فعل نہایت برا اور کبیرہ گناہ ہے، مؤلف)

۶۔ مباشرت فاحشہ کے بغیر مرد وعورت کے ایک دوسرے کو چھونے سے یا کسی بے ریش لڑکے کو چھونے سے احناف کے نزدیک مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ شہوت کے ساتھ چھوئے یا شہوت کے بغیر چھوئے لیکن اختلاف فقہا سے بچنے کے لئے اس کو وضو کر لینا خاص طور پر جبکہ وہ امام ہو مستحب ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ اس نے شہوت کے ساتھ مس کیا ہو یا بغیر شہوت کے مس کیا ہو اور امام مالک امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر شہوت کے ساتھ مس کیا تو وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (۱۰) اور اسی طرح اپنے یا کسی دوسرے کے پیشاب یا پاخانے کے مقام کو چھونے سے یا آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے (۱۱) لیکن اس کو ہاتھ دھو لینا مستحب ہے۔ (۱۲)

---

(۱)۔ کبیری و بدائع و فتح وط وغیرہا مترتباً (۲)۔ ش و غایۃ الاوطار وغیرہ ملتقطاً (۳)۔ فتح و ش مترتباً (۴)۔ م و ط (۵)۔ ع بزیادہ
(۶)۔ مجمع وط (۷)۔ ش و ع (۸)۔ بہار شریعت (۹)۔ ع و کبیری و بحر و ش (۱۰)۔ بحر و در و کبیری وغیرہا ملتقطاً
(۱۱)۔ کبیری و در و بحر وغیرہا (۱۲)۔ در

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا: جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ دس ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ اس قدر خون کا نکلنا اور ظاہر ہونا جو اپنے نکلنے کی جگہ سے بہنے کی حد تک کا نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، ۲۔ زخم وغیرہ سے خون کے بہے بغیر گوشت کا گرنا کیونکہ وہ فی نفسہ پاک ہے، ۳۔ زخم یا کان یا ناک سے کیڑے کا نکلنا کیونکہ وہ فی نفسہ نجاست نہیں ہے اور اس پر جو رطوبت لگی ہوتی وہ ہے اتنی قلیل ہوتی ہے کہ بہنے کی حد تک نہیں ہوتی بخلاف اس کیڑے کے جو پاخانہ کے مقام سے نکلتا ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ نجاست سے پیدا ہوتا ہے اس لئے فی نفسہ نجاست ہے، لیکن زخم اور کان اور ناک سے نکلا ہوا کیڑا اگر پانی وغیرہ کسی مائع میں گر جائے تو اس کو ناپاک کر دیتا ہے، ۴۔ مرد و عورت کے پیشاب یا پاخانے کے مقام کو چھونے سے مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ باطن کف (ہتھیلی) سے چھوئے یا اس کے بغیر اور خواہ شہوت سے چھوئے یا اس کے بغیر چھوئے، ۵۔ عورت کو چھونا، پہلے اقسام وضو و نواقض وضو میں بیان ہو چکا ہے کہ اختلاف علما سے نکلنے کے لئے پیشاب و پاخانہ کے مقام کو چھونے اور عورت کو مس کرنے صورت میں نیا وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ عبادت کا متفق علیہ ہونا مختلف فیہ ہونے سے بہتر ہے، ۶۔ منہ سے کم مقدار میں قے کرنا، ۷۔ صرف بلغم کی قے کرنا اگرچہ بہت زیادہ (یعنی منہ بھر کر) ہو، کیونکہ خالص بلغم کی قے امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پاک ہے اس لئے کہ اس میں نجاست سرایت نہیں کرتی بخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ۸۔ بیٹھ کر سونے والے کا اس قدر جھک جانا کہ اس کی مقعد کا اپنی جگہ سے اٹھ جانے کا احتمال ہو، ۹۔ دونوں سرین زمین یا پاؤں وغیرہ پر جمائے ہوئے ہونا، ۱۰۔ نماز کی حالت میں سونا، اگرچہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں ہو جبکہ سجدہ مردوں کے مسنون طریقے پر کر رہا ہو اور اگر مردوں کے مسنون طریقے کے خلاف سجدہ کر رہا ہو اور اس میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱) (ان سب کی تفصیل نواقض وضو میں بیان ہو چکی ہے، مولف)

وضو میں شک ہو جانے کے مسائل

۱۔ اگر وضو کے درمیان میں کسی عضو کو دھونے یا مسح کرنے میں شک ہوا کہ ایسا کیا ہے یا نہیں اور یہ شک اس کو پہلی دفعہ ہوا تو اس عضو کو دھو لے یا مسح کر لے یعنی غسل والے عضو کو دھو لے اور مسح والے عضو کا مسح کر لے، اور اگر اس کو اکثر شک ہوتا ہے اور اس کو شک کی عادت ہے تو شک کی طرف التفات نہ کرے اور شک والے عضو کے دھونے یا مسح کرنے کا اعادہ نہ کرے۔ (۲)

۲۔ اگر وضو سے فارغ ہونے بعد شک ہوا تو اس کی طرف التفات نہ کرے خواہ پہلی دفعہ شک ہوا ہو یا اس کو شک کی عادت ہو اور جب تک اس کو اس عضو کے نہ دھونے کا یقین نہ ہو جائے وہ شخص باوضو ہے اس کو اس عضو کا دوبارہ دھونا فرض نہیں ہے (۳) اور اگر یقین کے ساتھ یاد آئے تو دھونا فرض ہے (خلاصہ یہ ہے کہ وضو کے دوران کسی عضو کے دھونے یا مسح کرنے میں پہلی دفع شک ہونے کی صورت میں اس عضو کو دوبارہ دھونا یا مسح کرنا فرض ہے اور کسی صورت میں نہیں، مولف)

۳۔ اگر کسی کو یقین ہے کہ اس نے وضو کیا تھا اور اس کے بعد وضو ٹوٹنے میں شک ہوا تو اس کا وضو باقی ہے (لیکن اگر کبھی کبھی ایسا شک ہوتا ہو تو اس کو دوبارہ وضو کر لینا مستحب ہے (۴) اور اس کے برعکس اگر کسی شخص کو وضو ٹوٹ جانے کا یقین ہے اور اس کے بعد وضو کرنے میں شک ہوا تو وہ بے وضو ہے پس اس پر وضو کرنا فرض ہے کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا (کبیری و ع و بدائع و در و ش و فتح وغیرہا) اور اس (شک کے) مسئلے میں تحری (اٹکل کے ذریعے گمان غالب ہونا) پر عمل نہ کرے۔ (۵)

---

(۱)۔ م و ط (۲)۔ بدائع و ع و ش و کبیری وغیرہا (۳)۔ ع و کبیری و ش (۴)۔ انواع و بہار شریعت (۵)۔ ع

۴۔ اگر وضو اور حدث دونوں کا یقین ہے اور اس میں شک ہے کہ پہلے وضو تھا یا حدث، تو وہ شخص شرعاً باوضو ہے اس لئے کہ غالب طور پر وضو حدث کے بعد ہوتا ہے اور تیمم کرنے والا بھی شک کے مسئلہ میں وضو کرنے والے کے حکم میں ہے (۱) یعنی اگر یتیم کا یقین ہے اور بے وضو ہونے میں شک ہے یا حدث کا یقین ہے اور یتیم میں شک ہے تو یقین پر عمل کرے اور شک کی طرف التفات نہ کرے اور اگر تیمّم اور حدث دونوں کا یقین ہے اور تقدم وتاخر میں شک ہے تو اس شخص کا تیمّم قائم ہے۔ (۲)

۵۔ اگر کسی کو یقین ہے کہ اس نے اعضائے وضو میں سے کسی عضو کو نہیں دھویا اور بھول گیا کہ وہ کونسا عضو ہے اور اس کو متعین کرنے میں شک ہوا تو وہ بائیں پاؤں کو دھولے اس لئے کہ یہ وضو کا آخری عمل ہے (۳) پس نسیان کی طرف یہی اقرب ہے، رہی یہ بات کہ اگر صورت مذکورہ میں بائیں پاؤں کے دھونے کا یقین ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس سے پہلے عضو کا اعتبار ہوگا (۴) مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جبکہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ شک ہوا ہو۔ پس اگر وضو کے درمیان میں یہ شک ہوا ہو تو جتنا وضو کر چکا ہے اس کے آخری عضو کو دھوئے مثلاً اس کو معلوم ہے کہ ابھی پاوں نہیں دھوئے اور اس کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ اس نے دونوں پاؤں سے پہلے کوئی فرض ترک کر دیا ہے اور اس میں شک ہے کہ وہ کونسا فرض ہے تو وہ اپنے سر کا مسح کرے۔ (۵)

۶۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی باوضو شخص کو یہ یاد ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں داخل ہوا اور اس بارے میں شک ہے کہ قضائے حاجت سے پہلے باہر نکل آیا ہے یا قضائے حاجت کے بعد نکلا تو اس پر نیا وضو کرنا واجب ہے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ قضائے حاجت کے بعد باہر نکلا ہے اور اسی طرح کسی بے وضو شخص کو یہ معلوم ہے کہ وہ وضو کے لئے پانی کا برتن لے کر بیٹھا ہے اور اس کو شک ہے کہ اس نے وضو کیا ہے یا وضو کرنے سے پہلے کھڑا ہو گیا ہے تو اس پر نیا وضو کرنا واجب نہیں ہے، اس لئے کہ بظاہر وہ وضو کئے بغیر کھڑا نہیں ہوگا۔ (۶)

۷۔ اگر کسی شخص کو شک ہوا کہ اس کی پیشاب گاہ سے بہنے والی چیز پانی ہے یا پیشاب ہے تو اگر اس نے قریب کے زمانے میں پانی سے استنجا وغیرہ کیا ہو یا اس کو بار ہا شک ہوتا ہو تو اس کا وضو قائم ہے ورنہ وضو کا اعادہ کرے بخلاف اس صورت کے کہ اس کو دونوں میں سے ایک کا گمان غالب ہو (۷) پس جس شخص نے وضو کرنے کے بعد تری دیکھی اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ پانی ہے یا پیشاب ہے اگر اس کو پہلی دفعہ یہ واقعہ پیش آیا ہو تو وہ وضو کا اعادہ کرے (۸) اور اگر شیطان اس کو اکثر یہ وسوسہ ڈالتا ہو تو اپنی نماز پڑھتا رہے اور اس کی طرف التفات نہ کرے اس لئے کہ اس کو باطہارت ہونے کا یقین ہے اور حدث ہونے میں شک ہے کیونکہ یہ وسوسہ کی بات ہے اس لئے اس کو ختم کرنا واجب ہے اور اس کو وضو کرتے وقت اپنی فرج یا تہبند یا پاجامہ کی میانی پر پانی چھڑک لینا چاہئے تاکہ اس کا وسوسہ جاتا رہے حتیٰ کہ جب اس کو یہ وسوسہ محسوس ہو تو خیال کو اس طرف پلٹ دے کہ یہ وہی پانی ہے جو میں نے ابھی چھڑکا تھا (۹) خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ حیلہ اس وقت کارآمد ہوتا ہے جبکہ اس نے قریب کے زمانے میں وضو کیا ہو لیکن اگر عضو خشک ہونے کے بعد یہ شک ہوا تو یہ حیلہ بے کار ہے اور پیشاب گاہ کے سوراخ میں روئی داخل کر لینا ہر حال میں کارآمد ہے واللہ علم۔ (۱۰)

۸۔ حدث میں شک ہونا حقیقی حکمی دونوں قسم کے حدث کو شامل ہے پس اگر یہ شک ہوا کہ سویا ہے یا نہیں، یا یہ شک ہوا کہ دونوں سرین جما کر سویا ہے یا سرین اٹھے ہوئے سویا ہے، یا یہ کہ سوتے وقت اس کی ایک سرین اٹھ گئی ہے یا نہیں، یا یہ کہ یہ شک ہوا کہ ایسا جاگنے کی حالت میں ہوا یہ سونے کی حالت میں، تو ان سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو حدث میں شک ہونے کے متعلق بیان ہوا۔ (۱۱)

---

(۱)۔ درو ش (۲)۔ غایۃ الاوطار　(۳)۔ کبیری و در　(۴)۔ غایۃ الاوطار　(۵)۔ فتح و ش　(۶)۔ بدائع و فتح و ش و کبیری
(۷)۔ فتح و ش　(۸)۔ کبیری　(۹)۔ کبیری و بدائع　(۱۰)۔ کبیری　(۱۱)۔ ش

۹۔ اگر پانی یا کپڑے کے نجس ہونے میں شک ہوا، یا بیوی کو طلاق دینے میں شک ہوا کہ دی ہے یا نہیں دی، یا لونڈی اور غلام کے آزاد کرنے میں شک ہوا تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں، اس کپڑے کو پاک جانے اور بیوی کو حسب سابق بیوی اور لونڈی اور غلام کو مملوک سمجھے، مسائل شک کا پورا بیان کتاب الاشباہ والنظائر میں الیقین لایزول بالشک کے قاعدے میں ہے (۱) تتارخانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے برتن یا کپڑے یا بدن میں شک ہوا کہ نجاست لگی ہے یا نہیں تو جب تک نجاست لگنے کا یقین نہ ہو جائے وہ پاک ہے اور اسی طرح کنوئیں اور حوض اور راستوں پر رکھے ہوئے مٹکے جن میں سے بچے اور بڑے مسلمان اور کافر سب ہی پانی پیتے ہیں اور اسی طرح اہل شرک اور مسلمان جاہل لوگ گھی، روٹی اور کھانے کی دوسری چیزیں اور کپڑے تیار کرتے ہیں جب تک ان میں نجاست کا ہونا یقین طور پر معلوم نہ وہ پاک ہیں، محض شک کی وجہ سے ان کو ناپاک نہیں کہا جائے گا۔ (۲)

(۱)۔ درو غایۃ الاوطار ملتقطاً (۲)۔ ش ملخصاً

غسل کا بیان

تفسیر غسل: غسل لغت کے اعتبار سے غین کی ضمے کے ساتھ اغتسال کا اسم ہے اور وہ تمام جسم کا دھونا ہے اور یہ لفظ لغت میں اس پانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس سے غسل کیا جائے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ غسل لغت میں غین کی فتح اور ضمے دونوں کے ساتھ صحیح ہے اور غین کی فتح (زبر) کے ساتھ زیادہ صحیح و مشہور ہے، اور ضمے کے ساتھ فقہا یا ان کی اکثریت میں مستعمل ہے اور اصطلاح میں پہلے لغوی معنی یعنی تمام بدن کا دھونا مراد ہے۔(۱)

حکم غسل: غسل کا حکم یہ ہے جو چیز عمل ادا نہ کرنے کی حالت میں جائز و درست نہیں وہ غسل کرنے کے بعد جائز و درست ہو جاتی ہے (۲) یہ تو اس دنیوی حکم یہ کہ تقرب و عبادت کی نیت سے غسل کرنے پر اس کو ثواب حاصل ہوگا۔(۳)

شرائط غسل: غسل کے وجوب و صحت کی شرائط وہی میں وضو کی شرائط ہیں اور وضو کے بیان میں مذکور ہیں۔(۴)

رکن غسل جسم کے ہر حصے پر ایک مرتبہ پانی پہنچانا غسل کا رکن ہے جس پر مشقت کے بغیر پانی پہنچانا ناممکن ہو، حتی کہ اگر جسم کے ذرا سے حصے پر بھی پانی نہ پہنچا تو غسل جائز و صحیح نہیں ہوگا۔(۵)

فرائض غسل

۱۔غسل میں تین فرض ہیں اور وہ یہ ہیں: ۱۔کلی کرنا، ۲۔ناک میں پانی ڈالنا، ۳۔سارے بدن کو ایک بار دھونا (۶) یعنی کلی و ناک میں پانی ڈالنے کے علاوہ باقی تمام بدن کو ایک بار دھونا (۷) اور غسل سے مراد غسل فرض یعنی جنابت و حیض و نفاس کا غسل ہے، جیسا کہ سراج الوہاج میں مذکور ہے اور سراج الوہاج کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل مسنون میں شرط یعنی فرض نہیں ہے کیونکہ غسل مسنون ان دونوں کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے (۸) اور ان دونوں کے غسل مسنون میں فرض نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے ترک کرنے سے وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ غسل مسنون کا صحیح ادا ہونا ان دونوں پر موقوف نہیں ہے۔(۹)

۲۔کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد وضو کے باب میں بیان ہو چکی ہے۔(۱۰)

۳۔جنبی نے اگر پانی پیا اور منہ سے باہر نہیں لا تو وہ کلی کی بجائے کافی ہے جبکہ وہ سارے منہ میں پہنچ جائے (۱۱) یعنی فرض کے ادا ہونے میں منہ بھر کو پانی پینا کافی ہے اس لئے کہ اصح قول کے مطابق کلی کی فرضیت ادا ہونے کے لئے کلی کے پانی کا باہر پھینکنا شرط نہیں ہے (۱۲) پس اگر منہ بھر کے پانی پیا کہ جس سے سارا منہ اندر سے دھل گیا تو کلی کا فرض ادا ہو گیا اور اگر چوس کر پانی پیا تو فرض ادا نہیں ہوگا (اس لئے کہ چوسنے سے سارے منہ کے اندر پانی نہیں پہنچتا (۱۳) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب تک کلی کا پانی منہ سے باہر نہ ڈالے کلی کا فرض

---

(۱)۔بحروش وم (۲)۔بحروم (۳)۔م وط (۴)۔بحروم (۵)۔بدائع و بحروش (۶)۔منیہ وع وقدوری وغیرہا

(۷)۔کبیری (۸)۔بحرومنحہ و در تصرفاً (۹)۔ش (۱۰)۔ع (۱۱)۔ع (۱۲)۔در (۱۳)۔غایۃ الاوطار

ادا نہیں ہوگا (۱) پس پانی اس وقت کلی کرنے کے قائم مقام ہوتا ہے جبکہ مسنون طریقے کے مطابق نہ ہو اور پانی سارے منہ میں پہنچ جائے ورنہ کلی کے قائم مقام نہیں ہوگا اور واقعات ناطفی میں ہے کہ پانی پینے کی صورت میں غسل جنابت ادا نہیں ہوگا جب تک کہ پانی کو منہ سے باہر نہ ڈالے خواہ مسنون طریقے پر پانی پیے یا غیر مسنون طریقے پر پیے۔ اور خلاصے میں ہے کہ یہ (پانی کا منہ سے باہر ڈالنا) احوط ہے (۲) اس لئے کہ وہ فرضیت کی ادائیگی سے بالاتفاق عہدہ برآ ہو جائے گا، جنبی کا کلی کے پانی کو نگل لینا مکروہ ہے اور خلاصے میں جو غیر مسنون طریقہ پر پانی پینے سے غسل جنابت ادا ہونا اور مسنون طریقہ پر پانی پینے سے غسل جنابت ادا نہ ہونا مذکور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ اگر منہ بھر کر پانی پیا تو غسل جنابت ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ اگر وہ شخص جاہل ہے تو پانی پینے سے کلی کا فرض ادا ہو جائے گا اور اگر عالم ہے تو یہ فرض ادا نہیں ہوگا، اس سے بھی یہی مراد ہے کیونکہ جاہل منہ بھر کر پانی پیتا ہے اور عالم سنت طریقے پر چوس کر پانی پیتا ہے۔ (۳)

۴۔ اگر اس کے کسی دانت میں کچھ خلا ہے یا اس کے دانتوں کے بیچ میں کھانا وغیرہ کچھ باقی رہ گیا ہے یا اس کی ناک میں کچھ تر رینٹ ہے تو اصح قول کی بنا پر اس کا غسل پورا ہو گیا اس لئے کہ پانی لطیف شے ہے وہ غالب طور پر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ دانتوں کے خلا سے کھانا (وغیرہ) نکال کر اس جگہ پانی بہا لے اور اگر خشک رینٹ ناک میں ہے تو وہ چبائی ہوئی روٹی اور گندھے ہوئے آٹے کی مانند ہے کہ اس صورت میں ان کا غسل پورا نہ ہوگا (۴) پس اس خشک رینٹ کو نکال کر اس کی جگہ پانی پہنچائے۔ (مولف)

۵۔ اگر گندھا ہوا آٹا ناخنوں میں لگا ہو ہے تو غسل پورا نہ ہوگا (۵) اور اگر کسی کے بدن پر مچھلی کا پوست یا چبائی ہوئی روٹی لگی ہو اور وہ خشک ہو گئی ہو اور نہانے یا وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو غسل درست نہیں ہوگا (۶) اور اسی طرح اگر ناک میں خشک میل کچیل ہو تو وہ غسل کے پورا ہونے کی مانع ہے (۷) اس لئے کہ تمام جسم کا دھونا فرض ہے اور یہ چیزیں اپنی سختی کے باعث اپنے نیچے پانی پہنچنے کی مانع ہیں (۸) اور میل کچیل اور خشک اور تر مٹی بدن تک پانی پہنچنے کی مانع نہیں ہے اگر چہ ناخنوں کے اندر ہو اس لئے کہ پانی اس میں سرایت کر جاتا ہے اصح قول میں یہ حکم دیہاتی و شہری سب کے لئے مطلق ہے (۹) اور چرم ساز اور رنگریز کے ناخنوں میں جو چیزیں بھر جاتی ہیں وہ غسل پورا ہونے کی مانع ہے اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ حرج اور ضرورت کے باعث یہ مانع غسل نہیں ہے اس لئے کہ ضرورت کے مقامات قواعد شرع سے مستثنیٰ ہوتے ہیں (۱۰) اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں دیہاتی اور شہری میں کوئی فرق نہیں ہے (۱۱) (یعنی دونوں کے لئے یکساں حکم ہے (۱۲) اگر مکھی اور مچھر کی بیٹ (پاخانے) کے نیچے پانی نہ پہنچے تو یہ طہارت یعنی وضو اور غسل کے پورا ہونے کی مانع نہیں ہے یعنی اس کا غسل پورا ہو جائے گا (۱۳) کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے (۱۴) اور مہندی طہارت (وضو و غسل) کی مانع نہیں ہے اگر چہ مہندی کا جَرم (لُبدی) لگا ہوا ہو اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے (۱۵) لیکن مہندی کا جرم لگا ہونے کی صورت میں اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری ہے اگر اس کے نیچے پانی نہیں پہنچے گا تو طہارت حاصل نہ ہوگی (۱۶) اور ذخیرے میں مہندی کے مسئلے میں کہا ہے کہ اگر اس کا جرم بدن پر باقی رہ گیا اور (اسی طرح) اگر گیلی مٹی یا میل بدن پر باقی رہ گیا تو اس کا وضو ضرورت کے باعث جائز ہے اور اس لئے بھی جائز ہے کہ پانی اس کے مساموں میں سرایت کر جائے گا اور اس میں چپکاہٹ اور سختی بھی نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ ان سب سورتوں میں پانی کا سرایت کر جانا اور بدن تک پہنچنا معتبر ہے۔ (۱۷)

---

(۱)۔ بحر و فتح بزیادۃ عن غایۃ الاوطار (۲)۔ کبیری و بحر و ش (۳)۔ ش (۴)۔ ع و فتح و بحر و در وم ملتقطاً (۵)۔ ع وغیرہ
(۶)۔ کبیری و ع (۷)۔ بحر و فتح و ع و کبیری ملتقطاً (۸)۔ کبیری (۹)۔ در و بحر و ع وغیرہا ملتقطاً (۱۰)۔ ع و بحر
(۱۱)۔ بحر (۱۲)۔ ع (۱۳)۔ در و ع و بحر وم و ط (۱۴)۔ ش (۱۵)۔ در (۱۶)۔ غایۃ الاوطار (۱۷)۔ کبیری و ش

۶۔ اگر کسی شخص کا زخم ٹھیک ہو گیا اور زخم کے اوپر کا چھلکا اٹھ گیا ہو اور اس کے کنارے جلد کے ساتھ لگے ہوئے ہوں سوائے اس کنارے کے جس سے پیپ نکلتی تھی اور وہ اٹھا ہوا ہو یا کسی کے چیچک نکلی ہوئی ہو اور اس کے چھلکے اٹھ گئے ہوں، مگر کنارے ملے ہوئے ہوں اور چھلکوں کے نیچے پانی نہ پہنچے تو مضائقہ نہیں اور اس کا وضو اور غسل پورا ہے (۱) پھر اگر چھلکے اتر جائیں تو ان کے نیچے کی جگہ کو دوبارہ نہ دھوئے۔(۲)

۷۔ آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا فرض نہیں ہے (۳) کیونکہ آنکھوں کو اندر سے دھونے میں حرج ہے جو کہ پوشیدہ نہیں ہے پس بلا شبہ آنکھ چربی ہے پانی کو قبول نہیں کرتی اسی لئے اگر کسی نے آنکھ کے اندر ناپاک سرمہ لگایا ہو تو اس آنکھ کو اندر سے دھونا فرض نہیں ہے (۴) اور اسی طرح نابینا شخص کے لئے بھی آنکھ کو اندر سے دھونا فرض نہیں ہے۔(۵)

۸۔ بالوں کی جڑوں کے نیچے پانی پہنچانا بالاجماع فرض ہے اگرچہ وہ بال گنجان ہوں اور اسی طرح ڈاڑھی اور سر باقی بدن کے بالوں کے درمیان میں بھی پانی پہنچانا فرض ہے، حتیٰ کہ اگر بالوں پر لُبدی لگی ہوئی ہو اور ان کے درمیان میں پانی نہ پہنچے تو غسل جائز نہ ہوگا (۶) پس مرد کو اپنی ڈاڑھی کے بالوں کے بیچ میں پانی پہنچانا فرض ہے جس طرح کہ اس کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اس کو اپنے (سر کے) بالوں کے بیچ میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوں اور غسل کرتے وقت ان بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے اپنی چوٹی کو کھولنا فرض نہیں ہے اور اس عورت کے لئے اپنی چوٹی کے بالوں کو بھگونا یعنی بالوں کے اندر پانی پہنچانا بھی فرض نہیں ہے یہی صحیح ہے اور اگر عورت کے سر کے بال کھلے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان میں پانی پہنچانا (بالاتفاق) فرض ہے (۷) اس لئے کہ عورت غسل کرنے میں مرد کی مانند ہے کہ کھلے ہوئے تمام بالوں کے درمیان اور ان کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا بالعموم ان سب پر واجب ہے لیکن اگر عورت کے بال گندھے ہوئے ہوں اور سر کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ گیا ہو تو اس کے لئے چوٹی کو کھولنا اور لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا حرج و مشقت کی وجہ سے ساقط ہے بخلاف مرد کے۔ پس اگر سر کے بال کھلے ہوئے ہوں یعنی گندھے ہوئے نہ ہوں اور چوٹی بنی ہوئی نہ ہو تو غسل فرض میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے کہ تمام بالوں کو تر کرنا یعنی بالوں کے درمیان میں اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر سر کے بال گندھے ہوئے ہوں یعنی چوٹی بنی ہوئی ہو تو عورتوں کا حکم مردوں سے مختلف ہے یعنی عورت کے لئے گندھی ہوئی چوٹی کو کھولنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی جڑوں میں پانی پہنچانا کافی اور تکلیف و مشقت کے باعث عورت کو شرع شریف نے اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے جس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے لیکن اگر عورت کے سر کے بال اس قدر سختی کے ساتھ گندھے ہوئے ہوں کہ اس کی چوٹی کی جڑوں میں پانی نہ پہنچے تو عورت کے لئے بھی چوٹی کا کھولنا مطلقاً واجب ہے خواہ اس میں تکلیف ہو یا نہ ہو یہی قول صحیح ہے، اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ عورت کے لئے بالوں کو دھونے کے بعد بالوں کا نچوڑنا ضروری ہے خواہ بال گندھے ہوئے ہوں یا کھلے ہوئے ہوں، اور مردوں کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں تو مردوں کو چوٹی کی جڑوں میں پانی پہنچانا کفایت نہیں کرتا بلکہ ان کے لئے گندھے ہوئے بالوں کو کھولنا اور تمام بالوں کے درمیان اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگرچہ وہ مرد علوی یا ترکی ہوں اس لئے کہ مرد کو سر کا منڈوانا کسی قباحت و بدنمائی کے بغیر ممکن ہے برخلاف عورت کے یہی صحیح ہے۔ اور اس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے ہوتی ہے جو کہ سنن میں مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال بھی دھونے سے ترک کیا تو اس کے ساتھ دوزخ کی آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے اس وقت سے یہ عادت بنالی

(۱)۔ بحر و ع ملتقطاً (۲)۔ ع (۳)۔ ع (۴)۔ بحر و در (۵)۔ ش (۶)۔ کبیری (۷)۔ ع

کہ میں اپنے سر پر بال نہیں رہنے دیتا ہوں بلکہ سر کے بال منڈوا ڈالتا ہوں ایسا نہ ہو کہ غسل جنابت میں کسی بال تک پانی نہ پہنچے (۱) علویوں یعنی سادات مرتضوی جو غیر فاطمی ہیں اور ترکوں کی عادت بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی ہے اس لئے فقہا نے ان کو بالخصوص ذکر کا ہے ورنہ سب مردوں کے لئے یہی حکم ہے۔ (۲)

۹۔ اگر کسی مرد یا عورت کے سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اس گرہ کو کھولنا فرض نہیں کیوں کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے کوئی بال اکھاڑ دیا جس کو غسل میں دھویا نہیں گیا تھا تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی جگہ کو دھونا فرض ہے کیونکہ اب دھونے کا حکم اس کی جگہ کی طرف منتقل ہو گیا غور کر لیجئے۔ (۳)

۱۰۔ اگر بیماری وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے عورت کو سر کا دھونا مضر ہو تو اس کے لئے سر کا دھونا معاف ہے اور باقی جسم کا دھونا فرض ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ سر کا مسح کرے اور باقی جسم کو دھوئے پس اس عذر کی وجہ سے سر کا دھونا اس کو ضرر کرتا ہے اور وہ اپنے خاوند کو جماع سے منع نہ کرے اس لئے کہ یہ خاوند کا حق ہے اس کے ضرر کا علاج یہ ہے کہ وہ سر کا دھونا ترک کرے اور باقی جسم کو دھولے اور بعض کے قول کے مطابق باقی جسم کو دھولے اور سر کا مسح کرے۔ (۴)

۱۱۔ اگر عورت اپنے سر پر گاڑھی خوشبو اس طرح لگائے کہ پانی بالوں کی جڑوں میں نہ پہنچ سکے تو اس خوشبو کے جرم کا دُور کرنا اس پر فرض ہے تا کہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔ (۵)

۱۲۔ ناف کے سوراخ (توندی) میں پانی پہنچانا فرض ہے کیونکہ یہ بھی جسم کا ظاہری حصہ ہے اور اس میں پانی پہنچانا بلاحرج ممکن ہے اور مبالغہ یعنی خوب اچھی طرح پہنچانے کے لئے ناف میں انگلی ڈالنا اولیٰ ہے پس اگر پانی جسم پر بہتا ہو ناف کے سوراخ (توندی) میں داخل ہو جائے تو اس کے لئے کافی ہے وراس کو انگلی داخل کرنا ضروری نہیں البتہ اولیٰ ہے، پس اگر اس طرح سوراخ میں پانی نہ گیا تو قصداً داخل کرے اگر چہ اپنی انگلی کے ذریعے سے ہو۔ (۶)

۱۳۔ اگر کان کی بالی اور انگوٹھی (اور کنگن، آرسی، چوڑی، نتھ، بلاق، چھلے وغیرہ) تنگ ہوں تو ان کو حرکت دینا (یا نکال دینا فرض ہے، اگر کان میں بالی (اور ناک میں نتھ وغیرہ) نہ ہو اور جب پانی کان (وغیرہ) کے اوپر سے گزرے بالی (وغیرہ) کے سوراخ کے اندر بھی داخل ہو جائے تو کافی ہے اور اگر اس طرح سوراخ کے اندر ہونہ جاتا تو خیال کر کے اس میں پانی داخل کرے لیکن پانی پہنچانے کے علاوہ تنکا وغیرہ ڈالنے کا تکلف نہ کرے (۷) اور کان وناف وغیرہ کے سواخ میں پانی داخل ہونے کے بارے میں ظن غالب کا اعتبار ہے اگر اس کا ظن غالب یہ ہے کہ پانی سوراخ میں تکلف کے بغیر داخل نہیں ہوگا تو تکلف سے پانی اس کے اندر پہنچائے اور اگر بلا تکلف پانی پہنچے کا گمان غالب ہو تو تکلف نہ کرے خواہ کان کے سوراخ میں بالی (اور ناک میں نتھ وغیرہ) ہو یا ہو نہ (۸) اور اگر بالی (وغیرہ) نکال دینے کے بعد وہ سوراخ مل گیا تو اس میں پانی پہنچانا حرج کی وجہ سے واجب نہیں ہے (۹) اور اگر کان کی بالی نکالنے کے بعد سوراخ بند ہو گیا اور ایسا ہو گیا کہ اگر اس کے اوپر سے پانی بہایا جائے تو پانی اس میں داخل ہو جائے گا اور غفلت تو داخل نہیں ہوگا تو ضروری ہے کہ اس کے اوپر سے پانی بہائے اور پانی بہانے کے سوا تنکا وغیرہ نہ ڈالے یا اور کوئی تکلف نہ کرے کیونکہ شریعت میں حرج دور کر دیا گیا ہے (۱۰) یہ مسئلہ عورتوں کے لئے غالب اعتبار کی بنا پر وضع کیا گیا ہے ورنہ اس بارے میں مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۱۱)

---

(۱)۔ کبیری وم وط ودر وش وبدائع وغیرہا ملخصاً ومرتباً (۲)۔ غایۃ الاوطار (۳)۔ ش (۴)۔ در وش وط (۵)۔ ع

(۶)۔ بدائع وع وکبیری وم وفتح و بحر وغیرہا ملتقطاً (۷)۔ بحر وفتح وع (۸)۔ کبیری (۹)۔ در (۱۰)۔ کبیری وش (۱۱)۔ کبیری

۱۴۔ عورت کو غسل فرض یعنی غسل جنابت وحیض ونفاس میں باہر کی فرج کا دھونا واجب ہے کیونکہ وہ منہ کی مانند ہے اور اس کا دھونا بلاحرج ممکن ہے (۱) اور وضو میں یہ سنت ہے (۲) اور پاخانہ کے مخرج کا بھی یہی حکم ہے (۳) اور غسل میں فرج داخل کا دھونا فرض نہیں ہے اس لئے کہ وہ حلق کی مانند ہے یعنی یہ باطن ہے (۴) اور عورت غسل کرتے وقت اپنی انگلی فرج کے اندر داخل نہ کرے یہی مختار ہے (۵) یعنی عورت کو اپنی پیشاب گاہ میں انگلی داخل کرنا واجب نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (۶)

۱۵۔ جس شخص کی ختنہ نہیں ہوئی اگر اس نے غسل جنابت کیا اور اس کے حشفہ کے اوپر والی کھال (قلفہ) کے اندر پانی داخل نہیں ہوا تو بعض فقہا نے کہا کہ اس کا غسل جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ اس کھال کا اندرونی حصہ ظاہری جسم کے حکم میں ہے حتیٰ کہ اگر پیشاب اس کھال میں اتر آئے تو بالا جماع وضو ٹوٹ جاتا ہے اور منی اس کھال تک نکل آئے تو بالا جماع غسل واجب ہو جاتا ہے۔ زیلعی نے شرح کنز میں اس کو صحیح کہا ہے اور نوازل میں کہا ہے کہ قلفے (ختنہ والی کھال) میں پانی داخل کرنے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اور شیخ کمال الدین ابن ہمام نے کہا کہ پہلا قول صحیح ہے اور اس کا غسل جائز ہونے کی وجہ حرج ہے نہ کہ اس کھال کا پیدائشی ہونا اور انھوں نے کہا ہے قلفے کے اندر پانی پہنچانا مستحب ہے اور اس کی تائید فتاویٰ ہندیہ سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ جس شخص کی ختنہ نہ ہوئی ہو اگر اس نے جنابت کا غسل کیا اور ختنہ والی کھال کے اندر پانی داخل نہ ہوا تو اس کا غسل جائز ہے اور یہی قول مختار ہے، مستحب یہ ہے کہ اس کھال کے اندر پانی داخل کرے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی کو لیا ہے اور اس کے جواز کی تعلیل میں کہا ہے کیونکہ یہ کھال پیدائشی ہے اور کبیری شرح منیہ میں ہے کہ حرج غیر مسلم ہے اور اس کے پیدائشی ہونے کو اس کے اندر پانی نہ پہنچانے میں کوئی دخل نہیں ہے پس دوسرا قول اصح ہے کیونکہ تطہیر کا حکم عام ہے (۷) بدائع میں بھی دوسرے قول کو صحیح کہا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ بے ختنہ شخص کے لئے قلفے کے اندر پانی پہنچانا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب نہیں ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں پانی داخل کرنا بلاحرج ممکن ہے (۸) ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ دونوں طرف تصحیح ہے اور دونوں اقوال مفتیٰ بہ ہیں (مولف) اور ان دونوں اقوال میں اسی طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ اگر قلفے (ختنے والی) کھال کو کسی مشقت کے بغیر الٹ کر حشفہ (سرذکر) کو کھولنا اور اس پر پانی پہنچانا ممکن ہے تو اس طرح سے پانی پہنچانا واجب ہے اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو یعنی اس کھال کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ صرف پیشاب نکلنے کا سوراخ ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں البتہ ایسی صورت میں اس حرج کا ازالہ ختنہ کے ذریعے ممکن ہے لیکن اگر کوئی شخص ختنہ کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی شخص ایسی عمر میں مسلمان ہوا کہ کہ بوڑھا ضعیف ہو تو اس کے حق میں یہ حرج ہے اور معاف ہے (۹) پس صحیح قول کی بنا پر اگر قلفے کو الٹ کر پانی پہنچانے میں مشقت نہ ہو تو قلفے کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر مشقت ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں جیسا کہ کان کی بالی وغیرہ کا سوراخ اگر بند ہو جائے تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے۔ (۱۰)

۱۶۔ غسل کے وقت پانی سے استنجا کرنا فرض ہے کہ یہ جگہ بھی بدن کا ایک حصہ ہے اگرچہ اس جگہ پر کوئی نجاست حقیقی لگی ہوئی نہ ہو اس لئے کہ اس میں نجاست حکمیہ یعنی جنابت کا اثر ہے۔ (۱۱)

۱۷۔ اگر کسی کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں اس طرح سے ملی ہوئی ہوں کہ خلال کئے بغیر ان کے درمیان میں پانی نہیں پہنچتا یعنی انگلیاں ایسی کھلی ہوئی نہیں ہیں کہ تکلف کے بغیر ان میں پانی داخل ہو سکے تو اس کے لئے غسل و وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا فرض ہے اور اگر

(۱)۔ع وفتح و بحر و بدائع عم وغیرہا ملتقطاً (۲)۔ع (۳)۔م (۴)۔در وش وم ملتقطاً (۵)۔ع وغیرہ (۶)۔فتح و در وش و بحر وغیرہا
(۷)۔کبیری ملخصاً وزیادۃ (۸)۔بدائع (۹)۔ش ملخصاً (۱۰)۔م (۱۱)۔کبیری

انگلیاں اس طرح کھلی ہوں کہ ان میں پانی بے تکلف داخل ہو سکے تو غسل و وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔ (۱)

۱۸۔ جسم کی ظاہری جلد (کھال) پر پانی بہا کر اس کو دھونا اور بالوں کو تر کرنا بھی فرض ہے اگر اس کے بدن سے کچھ حصہ باقی رہ گیا جس کو پانی نہ پہنچا ہو تو وہ شخص جنابت سے پاک نہیں ہوگا اگرچہ وہ خشک حصہ تھوڑا سا ہو، یعنی اگرچہ سوئی کی نوک جتنا ہو اس لئے کہ پورے جسم کو دھونا فرض ہے (۲) پس جسم کے جس حصے کو بلا حرج دھونا ممکن ہو مثلاً کان ناف، مونچھ، ابرو، جلد بال وغیرہ سب کا دھونا فرض ہے اور جس کے دھونے میں حرج ہے اس کا دھونا فرض نہیں ہے۔ (۳) جیسا کہ ان سب کی تفصیل بیان ہو چکی ہے، مولف) اور بدن کو ملنا یعنی اس پر ہاتھ پھیرنا فرض نہیں ہے بلکہ مستحب ہے (۴) پس اگر غسل کرنے کے لئے جسم پر پانی بہایا اور ہاتھ پھیرے بغیر سارے بدن پر پہنچ گیا تو فرض غسل ادا ہو گیا اسی طرح اگر اعضائے وضو پر پانی بہایا اور ہاتھ پھیرے بغیر اعضائے وضو پر پانی پہنچ گیا تو وضو کا فرض ادا ہو گیا (۵) لیکن اگر جسم پر کوئی ایسی نجاست حقیقیہ لگی ہوئی ہو جو بغیر ملے دور نہ ہو سکے تو ملنا فرض ہے۔ (۶)

۱۹۔ زیتون یا تل وغیرہ کا تیل بدن پر لگا ہونا طہارت کا مانع نہیں بخلاف چربی و منجمد گھی (و مرہم) وغیرہ کے (جس کا بیان آ گے آتا ہے) (۷) پس اگر کسی نے بدن پر تیل اور اس کے اوپر سے پانی بہایا اور چکنائی کے باعث بدن نے پانی کو قبول نہ کیا تو اس کا غسل جائز ہے۔ (۸)

۲۰۔ اگر کسی کے پاؤں پر پھٹن (بوائی) ہو اور اس نے اس میں چربی یا مرہم (یا موم وغیرہ) رکھ لیا اگر اس جگہ پر پانی کا پہنچنا نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا غسل و وضو جائز نہیں ہے (پس اس چربی و مرہم وغیرہ کو نکال کر اس جگہ پانی پہنچانا فرض ہے مؤلف) اور اگر اس جگہ پر پانی لگنا نقصان کرتا ہو تو اس کا غسل و وضو جائز ہے جبکہ اس کے ظاہری حصہ پر پانی بہا لیا ہو (۹) اگر کسی نے فرض غسل کیا اور اس میں کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا بدن کا کچھ حصہ دھونا بھول گیا پھر اس نے نماز پڑھی اس کے بعد اس کو یاد آیا تو وہ کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا بدن کے اس بغیر دھلے حصے کو دھو لے اور اگر اس نے اس غسل سے فرض نماز ادا کی تھی تو اس کو لوٹا لے کیونکہ (غسل پورا نہ ہونے کی وجہ سے) اس کی وہ نماز صحیح نہیں ہوئی تھی (اور فرض کی ادائگی لازمی ہے) اور اگر اس نے نفل نماز ادا کی تھی تو اس کو نہ لوٹائے کیونکہ (عدم طہارت کی وجہ سے اس کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ٹھہرا (۱۰) کیونکہ وہ نماز اس پر لازم ہی نہیں ہوئی اس لئے اس کا اعادہ بھی لازم نہیں ہوگا۔ (۱۱)

سنن غسل

غسل فرض ہو یا غیر فرض اس کے لئے بارہ چیزیں سنت ہیں (۱۲) اور وہ یہ ہیں:

۱۔ ابتدا میں دل سے غسل کی نیت کرنا سنت ہے اور زبان سے بھی کہہ لینا بہتر ہے جیسا کہ وضو کے بیان میں گزر چکا ہے (۱۳) زبان سے یوں کہے نَوَیْتُ الغُسْلَ لِرَفْعِ الجَنابَةِ یا نَوَیْتُ الغُسْلَ لِلْجَنَابَةِ (۱۴) یا اردو میں یوں کہے ''میں یہ غسل جنابت دور ہونے کے لئے کرتا ہوں'' یا ''جنابت کے لئے کرتا ہوں'' یا ''اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں نہ کہ بدن صاف کرنے کے لئے وغیرہ۔ (۱۵)

---

(۱)۔ کبیری (۲)۔ کبیری (۳)۔ در و ش (۴)۔ در و فتح و بحر (۵)۔ بحر و غایۃ الاوطار (۶)۔ علم الفقہ تصرفاً
(۷)۔ در و ش (۸)۔ ع و ش (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ کبیری و در و ش (۱۱)۔ غایۃ الاوطار (۱۲)۔ م و غیرہ
(۱۳)۔ م و ط و ع و غیرہا (۱۴)۔ ع (۱۵)۔ علم الفقہ

۲۔ ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا (۱) اور اس کے لئے وہی الفاظ کہے جو وضو کی سنتوں میں بیان ہو چکے ہیں۔ (۲)

۳۔ دونوں ہاتھوں کو کلائیوں (پہنچوں) تک تین بار دھونا (۳) فقہا کے اس کلام کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں ہاتھوں کا کلائیوں تک دھونا ان کے وضو میں دھونے کے علاوہ ہے جو برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے قبل ہے (۴) ان مذکورہ تین چیزوں کا ابتدا غسل میں ہونا اس لئے ممکن ہے کہ نیت دل کا فعل ہے اور تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) زبان کا اور دونوں ہاتھوں کو دھونا جوارح یعنی اعضا کا عمل ہے اس لئے تینوں چیزیں غسل کی ابتدا میں ایک ساتھ ادا ہو جائیں گی۔ (۵)

۴۔ استنجا کرنا یعنی اپنے پیشاب و پاخانے کے مقام کو پہلے دھونا سنت ہے خواہ اس پر نجاست لگی ہو یا نہ ہو جس طرح باقی بدن کے دھونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے خواہ وضو یا ہو یا نہ ہو (۶) بعض کے نزدیک جنبی کے لئے استنجا کرنا فرض ہے۔ (۷)

۵۔ اگر جسم پر کسی جگہ منی وغیرہ نجاست حقیقیہ لگی ہو تو اس کو دھونا (۸) اور غسل میں نجاست حقیقیہ کو وضو و غسل سے پہلے زائل کرنا سنت ہے تاکہ پانی لگنے سے وہ اور زیادہ نہ پھیل جائے۔ (۹)

۶۔ نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا مگر دونوں پاؤں نہ دھوئے (۱۰) پس وضو کے تمام مستحبات و سنن و فرائض ادا کرے (۱۱) حتیٰ کہ سر کا مسح بھی کرے یہی صحیح اور ظاہر الراوایت ہے اور امام حسنؒ کی روایت کے مطابق سر کا مسح نہ کرے (۱۲) اور اس وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اگر وہ غسل کا پانی جمع ہونے کی جگہ پڑھ کھڑا ہو کسی تختہ وغیرہ پاک اور اونچی جگہ پر نہ ہو تو اس وقت پاؤں نہ دھوئے بلکہ آخر میں دھوئے اور اگر تختہ یا پتھر وغیرہ پاک اونچی جگہ پر کھڑا ہو تو اس وضو میں پاؤں بھی دھو لے اور آخر میں نہ دھوئے۔ مبسوط و ہدایہ و کافی میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور مجتبیٰ میں اس کو صحیح کہا ہے ہمارے بعض مشائخ نے کہا مطلق طور پر اس وضو میں پاؤں دھولے موخر کرے اگر چہ وہ پانی جمع ہونے کی جگہ پر ہی کھڑا ہو، مذہب شافعی جس یہی اصح ہے اور ہمارے اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ پاؤں کا دھونا مطلق طور پر موخر کرے اس وضو میں نہ دھوئے اور یہ اختلاف اولیٰ و افضل ہونے میں ہے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۱۳)

۷۔ سر اور تمام بدن پر تین بار پانی ڈالنا، صحیح یہ ہے کہ پہلی مرتبہ پانی ڈالنا فرض ہے اور باقی دو مرتبہ پانی ڈالنا سنت ہے (۱۴) وضو کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل کے لئے کافی ہے۔ اور یہ سنت فرض کے قائم مقام ہو جائے گی (۱۵) سر اور بدن پر پانی ڈالنے کے طریقے میں بھی فقہا کا اختلاف ہے شمس الائمہ حلوئی نے کہا ہے کہ پہلے تین بار دائیں کندھے پر پانی ڈالے پھر تین بار بائیں کندھے پر ڈالے پھر تین بار سر اور تمام بدن پر ڈالے اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے دائیں کندھے پر تین بار ڈالے پھر سر پر تین بار ڈالے پھر بائیں کندھے تین بار ڈالے اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے سر پر ڈالے پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر ڈالے اور یہی اصح اور ظاہر الروایت ہے، نہر الفائق میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے اور بحر و کبیری وغیرہ ہما میں اس کو ظاہر المتن و ظاہر الہدایہ وغیرہا اور ظاہر الحدیث سے تعبیر کیا ہے پس اسی پر اعتماد کرنا چاہئے اور مجتبیٰ میں اسی کو صحیح کہا ہے اور متعدد احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جن کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے پس صاحب الدر و الغرر نے جو سر مؤخر کرنے کو صحیح کہا ہے وہ ضعیف قول ہے (۱۶) اگر کوئی شخص جاری پانی میں بقدر وضو و غسل

---

(۱)۔ م و ع (۲)۔ ط (۳)۔ ع و م و در و غیرہا (۴)۔ ش (۵)۔ م و ط تصرفاً (۶)۔ ع و بحر و غیرہا (۷)۔ انواع

(۸)۔ کبیری و ع و م (۹)۔ ط (۱۰)۔ ع و کبیری و در و م و غیرہا (۱۱)۔ ط و ش (۱۲)۔ ش و ع و کبیری و بدائع و بحر و غیرہا

(۱۳)۔ بحر و ش ملتقطاً و ملخصاً (۱۴)۔ ع و در و ش و غیرہا (۱۵)۔ ش (۱۶)۔ فتح و بحر و ع و در و ش و کبیری و غیرہا ملتقطاً

ٹھہرا رہا تو اس کا غسل مسنون طریقے پر ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں، اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ ٹھہرے ہوئے کثیر پانی یعنی حوض کبیر (دہ دردہ یا اس سے بڑا حوض) یا بارش میں اس قدر ٹھہرا رہا ہو، لیکن ٹھہرے ہوئے پانی میں اپنے بدن کو حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے تین دفعہ بدن پر پانی بہانے سے ترتیب اور وضو کی سنت ادا ہو گی ورنہ سنت ادا نہیں ہو گی اگر چہ حدث سے پاک ہو جائے گا اور جاری پانی میں صرف داخل ہو جانے سے ہی بدن پر تین دفعہ پانی بہانے سے ترتیب اور وضو کی سنت مکمل ہو جائے گی اس کے لئے بدن کو حرکت دینا یا جگہ بدلنا ضروری نہیں ہے (۱) پھر اپنے نہانے کی جگہ سے ہٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دھولے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایسی جگہ کھڑا ہو کر نہایا ہو جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے لیکن اگر تختہ یا پتھر وغیرہ پاک اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر نہایا ہو تو پاؤں وضو کرتے وقت دھونا سنت ہے اب اس کو خیر میں دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)

۸۔ ترتیب یعنی جس ترتیب سے یہ سنتیں بیان ہوئی ہیں اسی ترتیب سے ادا کرنا۔ (۳)

۹۔ جسم کے تمام اعضا کو پہلی مرتبہ ملنا یعنی ان پر ہاتھ پھرنا، یہ پاکی حاصل کرنے میں مبالغہ کے لئے ہے تاکہ باقی دو دفعہ میں تمام جسم پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے پس غسل میں بدن کو ملنا سنت ہے واجب نہیں ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں واجب ہے (۴) (جیسا کہ فرائض غسل میں بیان ہو چکا ہے)۔

۱۰۔ سنت یہ ہے کہ پانی کے استعمال میں نہ اسراف (بیجا زیادہ خرچ کرنا) کرے نہ کمی کرے۔ (۵)

۱۱۔ غسل کرتے وقت قبلے کی طرف منہ نہ کرنا (۶) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ ننگا ہو کر نہائے اگر چہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھتا ہو لیکن اگر تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (۷)

۱۲۔ ایسی جگہ پر نہائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے (۸) اس لئے کہ نہاتے وقت یا لباس پہنتے وقت ستر عورت کے ظاہر ہونے کا احتمال ہے اور حدیث یعلی بن امیہ میں جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اس کی ممانعت آئی ہے (۹) ایسی جگہ جہاں کوئی نہ دیکھے ننگے ہو کر نہانا مرد و عورت دونوں کے لئے درست و جائز ہے خواہ کھڑا ہو کر نہائے یا بیٹھ کر خواہ غسلخانہ کی چھت ہو یا نہ ہو لیکن ننگا نہانے والے کو اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اگر ایسی جگہ نہ ملے تو تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے (۱۰) اگر کوئی مرد کپڑا پہن کر نہائے تو اس کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے چاہے کھڑا ہو کر نہائے۔ (۱۱)

مستحبات و آداب غسل

۱۔ مستحب یہ ہے کہ غسل کرتے وقت کسی سے کوئی بات نہ کرے (۱۲) یعنی نہ عام لوگوں کی طرح کلام کرے اور نہ دعا و ذکر کرے۔ (۱۳)

۲۔ تواتر یعنی تمام اعضائے بدن کو اس طرح دھوئے کہ جسم اور ہوا کہ معتدل ہونے کے زمانے میں ایک حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھل جائے۔ (۱۴) (جیسا کہ وضو میں مذکور ہے، مؤلف)

۳۔ مستحب ہے کہ غسل کے بعد تولیہ وغیرہ موٹے کپڑے سے اپنے بدن کو پونچھ ڈالے (۱۵) معراج الدرایہ وغیرہ میں منقول ہے

---

(۱)۔ ش ملخصاً　(۲)۔ کبیری و ع وغیرہما　(۳)۔ علم الفقہ وغیرہ　(۴)۔ م و کبیری و ع وغیرہا مرتباً　(۵)۔ کبیری و ع وغیرہا

(۶)۔ ع و کبیری وغیرہما　(۷)۔ کبیر و ط ملتقطا　(۸)۔ کبیری و ع　(۹)۔ کبیری و م و تمامہ فیہما　(۱۰)۔ علم الفقہ و بہار شریعت

(۱۱)۔ علم الفقہ　(۱۲)۔ ع و منیہ وغیرہما　(۱۳)۔ کبیری و م و ط　(۱۴)۔ علم الفقہ　(۱۵)۔ منیہ و ع

کہ تولیہ اور رومال وغیرہ سے اعضائے وضو وغسل کو پونچھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس میں مبالغہ نہ کرے تاکہ اس کے اعضا پر وضو (وغسل) کا اثر باقی رہے۔(۱)

۴۔نہانے کے بعد ستر ڈھانپنے میں جلدی کرنے کے لئے کپڑے پہن لے حتی کہ اگر غسل کرنے میں وضو کے ساتھ پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھانپ لے پھر دونوں پر دھوئے۔(۲)

۵۔وضو کی طرح غسل سے فارغ ہوکر کپڑے پہننے کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کرے بلکہ یہ وضو سے اولی ہے کیونکہ غسل میں وضو بھی شامل ہے اور مزید سارے بدن کو دھونا بھی پایا جاتا ہے۔(۳)

۶۔جو چیزیں وضو میں مسنون ومستحب ہیں وہ غسل اور اس کے وضو میں بھی مسنون ومستحب ہیں اور غسل کے اداب بھی وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں سوائے ننگا نہانے کی صورت میں قبلہ رو ہونے اور اذکار ودعائیں پڑھنے اور غسل کا بچا ہوا پانی کھڑا ہوکر پینے کے کہ یہ امور مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں۔(جیسا کہ یہ مکروہات میں مذکور ہیں، مؤلف)(۴)

مکروہاتِ غسل: ۱۔پانی کے استعمال میں بے جا کمی یا زیادتی کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر کا پانی ہو، اس کی تفصیل مکروہات وضو میں بیان ہوچکی ہے، ۲۔ننگا نہانے والے کو قبلہ رو ہونا اگرچہ وہ ایسی جگہ (غسل خانہ وغیرہ میں) نہائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے اور اگر تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے تو قبلہ رو ہونے میں مضائقہ نہیں ہے، ۳۔بلا عذر ایسی جگہ نہانا جہاں اس کو کوئی دیکھتا ہو، ۴۔ستر کھلے ہوئے بلا ضرورت بات کرنا، ۵۔اذکار اور دعاؤں کا پڑھنا، ۶۔مسنون طریقے کے خلاف غسل کرنا، ۷۔جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔(۵)

غسل واجب ہونے کے اسباب: جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے تین ہیں (۱) جنابت (۲) حیض (۳) نفاس۔ جنابت ثابت ہونے کے دو سبب ہیں ایک دخول کے بغیر منی کا شہوت کے ساتھ کود کر نکلنا ہے اور دوسرا سبب عورت کے پیشاب کے مقام میں یا مرد یا عورت کے پاخانے کے مقام میں دخول ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو،(۶) جنابت کے ان دونوں اسباب کی تفصیل الگ الگ عنوان سے مندرجہ ذیل ہے۔(مؤلف)

۱۔جنابت

جنابت کا ایک سبب:

۱۔جنابت کا ایک سبب دخول کے بغیر منی کا شہوت سے کود کر نکلنا ہے خواہ یہ کسی بھی ذریعے سے حاصل ہو یعنی خواہ چھونے سے یاد یکھنے سے یا کسی خیال وتصور سے یا احتلام سے یا جلق سے (ہاتھ سے حرکت دے کر) یا مرد وعورت کے پیشاب وپاخانے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ جماع کرنے سے نکلے اور خواہ سونے میں نکلے یا جاگتے میں، ہوش میں ہو یا بیہوشی میں مرد سے نکلے یا عورت سے ان سب صورتوں میں غسل فرض ہوجائے گا۔(۷)

۲۔شہوت کا اعتبار امام ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اپنے مکان سے جدا ہونے کے وقت کیا جاتا ہے سر ذکر سے نکلنے کے

(۱)۔بحر　(۲)۔کبیری (۳)۔م وط وکبیری　(۴)۔بحر ودر وکبیری وغیرہا　(۵)۔ماخوذۃ من سنن ومستحبات الغسل وعلم الفقہ وغیرہ
(۶)۔ع وفتح وغیرہما تصرفاً　(۷)۔ع وہدایہ وبدائع وغیرہا ملتقطاً

وقت شہوت کا ہونا ضروری نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سرِ ذکر سے خروج کے وقت بھی شہوت کا ہونا ضروری ہے پس اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی اور سرِ ذکر سے شہوت کے بغیر نکلی تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں اس پر غسل واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۱) اور اس اصول کا فائدہ دو موقعوں میں ظاہر ہوگا ان میں سے ایک یہ کہ جب کسی شخص کو احتلام ہوا پھر وہ بیدار ہو گیا یا کسی عورت کی طرف شہوت سے دیکھا یا منی نکالنے کے لئے اپنے ہاتھ سے جلق کیا یا عورت سے غیر سبیلین میں جماع کیا پس جب منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی اس وقت اس نے اپنے ذکر کو دبا کر پکڑ لیا اور منی کو باہر نہ نکلنے دیا پھر جب عضو ڈھیلا ہو گیا اور شہوت ساکن ہو گئی اس وقت آلے کو چھوڑ دیا اس کے بعد منی شہوت و دفق کے بغیر نکلی تو امام ابو حنیفہ و امام رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر غسل فرض ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر غسل فرض نہیں ہوگا۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی نے جماع کرنے کے بعد غسل کیا پھر اور منی نکلی پس اگر اس نے جماع کے بعد سونے یا پیشاب کرنے یا کافی چلنے پھرنے کے بغیر غسل کیا اور نماز پڑھی اور اس کے بعد باقی منی نکلی ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک غسل کا اعادہ واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اعادہ واجب نہیں اور اس غسل کے بعد باقی منی نکلنے سے پہلے جو نماز پڑھی ہے بالاتفاق اس کو نہ لوٹائے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہے لیکن اگر اس نے جماع کر کے سونے یا پیشاب کرنے یا کافی چلنے پھرنے کے بعد غسل کیا ہو تو اس پر دوبارہ غسل کرنا بالاتفاق واجب نہیں ہے (۲) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ غسل کے بعد کی منی شہوت کے ساتھ نہ نکلے لیکن اگر شہوت کے ساتھ نکلے تو دوبارہ غسل کرنا بالاتفاق فرض ہے (۳) علامہ مقدسی وغیرہ نے یا کافی چلنے پھرنے کا تعین چالیس قدم سے کیا ہے یعنی اس نے کم از کم چالیس قدم چلنے پھرنے کے بعد غسل کیا ہو تو طرفین کے نزدیک اعادہ واجب نہیں ہے (۴) اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کا قول قیاس ہے اور طرفین کا قول استحسان ہے اور یہی احوط ہے پس صرف مواقع ضرورت میں خاص کر سردی اور سفر میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دینا چاہئے اور عام طور پر طرفین کے قول پر فتویٰ ہے (۵) پس سردی کی شدت یا سفر یا شرمندگی یا تہمت کی جگہ میں اور مہمان کے حق میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور ان مواقع ضرورت کے علاوہ طرفین پر فتویٰ ہے (۶) (تنبیہ) اگر ہاتھ سے ذکر کو دبا کر منی کو نکلنے سے نہ روک سکا اور منی شہوت کے ساتھ نکل گئی تو وہ بالاتفاق جنبی ہو جائے گا پس وہ شرمندگی و تہمت کے مواقع میں صورتاً نمازیوں کی طرح عمل کرے یعنی نیت و تحریمہ و قرآت کے بغیر نماز پڑھے پس نماز کی طرح تحریمہ کے لئے نیت کے بغیر ہاتھ اٹھائے اور رکوع اور سجدے کرے۔ (۷)

۳۔ اس مسئلے میں عورت بھی مرد کی مانند ہے (۸) پس اگر کسی عورت سے اس کے خاوند نے مجامعت کی پھر وہ عورت نہائی اس کے بعد اس کے بدن سے اس کے خاوند کی منی نکلی تو اس پر صرف وضو واجب ہوگا دوبارہ غسل فرض نہیں ہوگا (۹) اور اگر اس عورت کی اپنی منی نکلی تو طرفین کے نزدیک اس پر غسل کا اعادہ واجب ہے (۱۰) پس اگر عورت نے جنابت کا غسل کیا پھر اس سے شہوت کے بغیر منی نکلی اگر وہ منی زرد رنگ کی ہے تو غسل کا اعادہ کرے ورنہ نہیں (۱۱) لہٰذا علامت سے اچھی طرح معلوم کرلے کہ یہ منی مرد کی ہے (یعنی سفید اور گاڑھی ہے) یا عورت کی اپنی منی ہے (یعنی زرد اور رقیق ہے) اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو غسل کا اعادہ کرلے یونہی ترک نہ کرے عورت کے اس مسئلے میں بھی وہی شرط ہے کہ سوئے یا پیشاب کئے یا چالیس قدم چلے بغیر اس نے غسل کرلیا ہو۔

۴۔ اس بارے میں سب اصحاب مذہب کا اتفاق ہے کہ منی شہوت کے ساتھ اپنے مکان سے جدا ہونے کے بعد جب تک سرِ ذکر

---

(۱)۔ ع و بدائع ملتقطاً (۲)۔ فتح و بحر و ع و بدائع و ش و کبیری و م ملتقطاً (۳)۔ عن بعض الکتب (۴)۔ ش تبصرف (۵)۔ ش و م و ط
(۶)۔ بحر و غیرہ ملخصاً (۷)۔ ش و م و ط (۸)۔ بحر (۹)۔ ع و فتح و بحر و منحہ کبیری (۱۰)۔ مستفاد عن بحر و غیرہ (۱۱)۔ ط

سے باہر نہ نکلے غسل فرض نہیں ہوتا، امام ابو یوسفؒ اور طرفین کا اختلاف غسل کے فرض ہونے یا نہ ہونے کے متعلق سر ذکر سے بھی شہوت کے ساتھ نکلنے یا بغیر شہوت نکلنے میں ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے (۱) پس اگر کسی شخص کو احتلام ہوا اور منی اپنی جگہ سے جدا ہوئی لیکن سر ذکر پر ظاہر نہ ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۲) اور اسی طرح کسی شخص کو احتلام ہوا اس سے کوئی چیز نہیں نکلی یعنی اس کو احتلام یاد ہے لیکن تری ظاہر نہیں ہوئی تو بالاجماع اس پر غسل واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر عورت کو احتلام ہوا اور اس نے انزال کی لذت محسوس کی لیکن اس سے کوئی چیز نہیں نکلی تو اس پر غسل فرض نہیں ہے پس جب تک منی عورت کی فرج داخل سے فرج خارج تک نہ نکلے تمام حالات میں اس وقت تک عورت پر غسل فرض نہیں ہوتا کیونکہ احتلام کے متعلق عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہے۔ شمس الائمہ حلوائیؒ نے کہا ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں (۳) اگر کسی شخص کی ختنہ نہ ہوئی تو جس طرح قلفہ (ختنہ کی کھال) تک پیشاب آ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح قلفہ تک منی کے اتر آنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۴)

۵۔ اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے پیشاب کے بعد منی نکلی اگر اس کے ذکر میں ایستادگی تھی تو اس پر غسل واجب ہوگا اس لئے کہ یہ (ایستادگی) اس کے شہوت کے ساتھ نکلنے پر دلالت کرتی ہے (۵) بحرالرائق میں کہا ہے کہ یہ حکم اس سورت میں ہے کہ جب کہ ایستادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جائے (۶) (یعنی منی شہوت کے ساتھ کود کر نکلی ہو تب غسل واجب ہوگا) اور اگر اس کے ذکر میں ایستادگی نہیں تھی تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ (۷)

۶۔ جاننا چاہئے کہ مرد و عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلنے والی رطوبت پیشاب کے علاوہ منی یا مذی یا ودی ہوتی ہے ان تینوں میں یہ فرق ہے کہ مرد کی منی غلیظ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے یہ بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور لمبائی میں پھیلتی ہے اس کی بو خرما کے شگوفے جیسے ہوتی اور اس میں چپکاہٹ ہوتی ہے اور خشک ہونے پر انڈے کی بو کی مانند ہوتی ہے اس کے نکلنے کے بعد عضو (ذکر) سست ہو جاتا ہے یعنی شہوت و جوش جاتا رہتا ہے، عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوتی ہے، مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے جو شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے بغیر کود کر نکلنے کے اور بغیر لذت و شہوت کے نکلتی ہے اور اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا، اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی ہے اور جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے، یہ عورتوں میں مردوں سے زیادہ پائی جاتی ہے (۸) بعض کے نزدیک مذی کو جو عورتوں سے شہوت کے وقت نکلتی ہے قذی کہتے ہیں (۹) ودی منی کی مانند گاڑھی رطوبت ہوتی ہے لیکن اس میں منی کی طرح بو نہیں ہوتی یہ پیشاب کے بعد شہوت کے بغیر نکلتی ہے یا کسی وزنی چیز کے اٹھاتے وقت یا غسل جماع کے بعد شہوت کے بغیر قطرہ دو قطرے یا اس کی مانند نکلتی ہے (۱۰) اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو واجب ہوتا ہے (۱۱) اور منی کے نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے اور منی کا نکلنا شہوت کے ساتھ کود کر نکلنے سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، (۱۲) ۷۔ اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اٹھے اور اپنی ران یا کپڑے یا بچھونے پر تری دیکھے تو اس مسئلے کی چودہ سورتیں ہیں: ۱۔ منی کا یقین ہونا، ۲۔ مذی کا یقین ہونا، ۳۔ ودی کا یقین ہونا، ۴۔ منی اور مذی میں شک ہونا، ۵۔ منی و ودی میں شک ہونا، ۶۔ مذی اور ودی میں شک ہونا، ۷۔ ان تینوں میں شک ہونا، یہ سات سورتیں احتلام یاد ہونے کی صورت میں ہیں اور یہی سات صورتیں احتلام یاد نہ ہونے کی صورت میں ہیں اس طرح کل چودہ صورتیں ہوئیں ان میں سے سات صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: ۱۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے منی کا یقین

---

(۱)۔ بحر (۲)۔ ع (۳)۔ کبیری ملخصاً و زیادۃ عن الفتح والبحر (۴)۔ بحر (۵)۔ ع و دروش و بحر ملتقطاً (۶)۔ بحر و دروش

(۷)۔ ع و بحر (۸)۔ بدائع و بحر وش ملتقطاً (۹)۔ بحر وش (۱۰)۔ بحر وش وغیرہما (۱۱)۔ بحر (۱۲)۔ م و بحر وغیرہما

ہونا، ۲۔ احتلام یاد نہ ہوتے ہوئے منی کا یقین ہونا، ۳۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے مذی کا یقین ہونا، ۴۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے منی اور مذی میں شک ہونا، ۵۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے منی اور ودی میں شک ہونا، ۶۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے مذی ودی میں شک ہونا، ۷۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے ان تینوں میں شک ہونا، اور ان چار صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب نہ ہوگا: ۱۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے ودی کا یقین ہونا، ۲۔ احتلام یاد نہ ہوتے ہوئے ودی کا یقین ہونا، ۳۔ احتلام یاد نہ ہوتے ہوئے مذی کا یقین ہونا، ۴۔ احتلام یاد نہ ہوتے ہوئے مذی اور ودی میں شک ہونا اور تین صورتیں اختلافی ہیں: احتلام یاد نہ ہوتے ہوئے ۱۔ منی اور مذی میں شک ہو، ۲۔ یا منی اور ودی میں شک ہو، ۳۔ یا ان تینوں میں شک ہو، ان تینوں صورتوں میں اگر نیند سے پہلے ذکر ایستادہ نہ ہو تو امام ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب ہوگا کیونکہ موجب غسل میں شک ہے اور اگر نیند سے پہلے ذکر ایستادہ ہو تو بالاتفاق اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (جیسا کہ آگے آتا ہے، مؤلف) جاننا چاہئے کہ بحرالرائق میں اس مسئلے کی بارہ صورتیں لکھی ہیں اور ردالمحتار شامی ومنحۃ الخالق میں دو صورتوں یعنی احتلام یاد ہوتے ہوئے یا یاد نہ ہوتے ہوئے ان تینوں میں شک ہونے کا اضافہ کیا ہے (۱) پہلی صورت میں بالاتفاق غسل واجب ہوگا اور دوسری صورت میں اگر نیند سے پہلے عضو مخصوص ایستادہ نہ ہو تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہوا اور احتیاطاً اسی پر فتویٰ ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوگا، ان چودہ صورتوں کے یہ احکام بحرالرائق وطحطاوی وردالمختار کے مطابق ہیں لیکن کبیری شرح منیۃ المصلی میں اختلافی صورت کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے یہ چودہ صورتیں مع حکم مندرجہ ذیل نقشے میں درج ہیں۔ (مؤلف)

بیادِ احتلام				بلا یادِ احتلام			
یقین	حکم غسل	شک	حکم غسل	یقین	حکم غسل	شک	حکم غسل
منی	واجب	منی ومذی	واجب	منی	واجب	منی ومذی	شامی وغیرہ اختلافی فتویٰ واجب
مذی	واجب	منی وودی	واجب	مذی	نہیں	منی وودی	کبیری۔ واجب بلا جماع
ودی	نہیں	مذی وودی	واجب	ودی	نہیں	مذی ودی	اختلافی۔ فتویٰ۔ واجب
-	-	منی، مذی اور ودی	واجب	-	-	منی، مذی اور ودی	نہیں اختلافی فتویٰ واجب

اس مسئلے کے یہ سب احکام سونے والے کے متعلق ہیں جبکہ اس نے سو کر اٹھنے کے بعد جسم یا کپڑے پر تری پائی ہو لیکن اگر کسی شخص پر غشی (بے ہوشی) طاری ہوئی ہو یا نشہ سے مست و مدہوش ہوگیا ہو پھر جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے اپنے جسم یا کپڑے پر مذی پائی تو بالاتفاق اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ (۲) ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ نیند راحت حاصل ہونے کے باعث احتلام کے گمان کا محل ہے اس لئے احتیاطاً مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی ہو اور نشے اور غشی والے شخص کا حکم ایسا نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ سبب متحقق نہیں یعنی مدہوشی اور غشی راحت کا سبب نہیں ہے (۳) اس مسئلے میں مذی کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر مست اور بے ہوش افاقہ کے بعد منی دیکھیں گے تو بالاتفاق ان پر غسل واجب ہوگا۔ (۴) ۸۔ اگر کوئی شخص سو کر اٹھا اور اس نے اپنے سر ذکر میں

---

(۱)۔ درش وبحرو منحہ ملتقطاً　　(۲)۔ بحر وغیرہ　　(۳)۔ بحر وش　　(۴)۔ غایۃ الاوطار

تری پائی اور وہ نہیں جانتا کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور اس کو احتلام ہونا یاد نہیں ہے اگر سونے سے پہلے اس کا ذکر ایستادہ تھا تو اس پر غسل واجب نہیں ہے اس لئے کہ ذکر ایستادہ ہونا مذی کے نکلنے کا سبب ہے اس لئے اسی پر محمول ہوگا لیکن اگر یہ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے تو غسل واجب ہوگا اور اگر سونے سے پہلے اس کا ذکر سست تھا تو طرفین کے نزدیک احتیاطاً اس پر غسل واجب ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ یہ رطوبت شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی ہو پھر وہ شخص بھول گیا ہو اور وہ منی ہوا سے پتلی ہوگئی ہو امام ابو یوسف کا اس میں خلاف ہے (یعنی ان کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۱) اس مسئلے میں بھی لیٹ کر سونے یا کسی اور ہیئت پر سونے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ دوسری صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے (۲) پس اگر کوئی شخص بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا یا چلتا ہوا سوئے پھر جاگے اور تری پائے تو اس کا اور لیٹ کر سونے والے کا حکم یکساں ہے۔ (۳) لیکن کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ ذکر (عضو) کے ایستادہ ہونے کی صورت میں غسل واجب نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ وہ کھڑا یا بیٹھا ہوا سو جائے کیونکہ اس حالت میں عادۃً نیند زیادہ گہری نہیں ہوتی اس لئے یہ نیند احتلام کا سبب نہیں ہوتی لیکن اگر اس کو یقین ہو کہ یہ تیری منی کی ہے تو اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر وہ لیٹ کر سویا ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا کیونکہ لیٹنے سے اعضائے بدن ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور نیند گہری آتی ہے جو کہ احتلام کا سبب ہوتی ہے۔ (۴) کبیری میں ہے کہ یہ تفصیل محیط اور ذخیرے میں مذکور ہے۔ شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ صورت اکثر واقع ہوا کرتی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں پس اس کو یاد کر لینا واجب ہے (۵) اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ اس مسئلے میں غسل واجب نہ ہونا تین باتوں کے ساتھ مشروط ہے یعنی ۱۔ کھڑے یا بیٹھے ہوئے سونا ۲۔ یہ یقین ہونا کہ یہ تری منی کی نہیں ہے، ۳۔ احتلام کا یاد نہ ہونا پس اگر ان تینوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی یعنی یہ کہ وہ لیٹ کر سویا ہو یا اس کو یقین ہو کہ یہ تری منی کی ہے یا اس کو احتلام یاد ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ لیکن حلیہ میں مذکور ہے کہ صاحب حلیہ نے ذخیرہ اور محیط برہانی کی طرف رجوع کیا تو ان میں غسل واجب نہ ہونے کے لئے کھڑا اور بیٹھا ہوا سونے کی قید نہیں پائی پھر اس نے اس مسئلہ میں بحث کی اور کہا ہے کہ کھڑا اور بیٹھا ہوا سونے اور کروٹ پر سونے میں فرق غیر ظاہر ہے (۶) لیکن ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ اگر منی شہوت سے نکلی خواہ سوتے میں نکلی ہو یا جاگتے میں تو اس کا کود کر (دفق کے ساتھ) نکلنا اور سر ذکر سے تجاوز کرنا بھی ضروری ہے پس تری کا صرف سر ذکر میں ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ لازمی طور پر منی نہیں ہے اور ہضم غذا اور ریح (گیس) کے چڑھنے کے باعث نیند ایستادگی ذکر کا محل و موقع ہے پس صورت مذکورہ میں (اس تری کے مذی ہونے کے احتمال سے) غسل کا واجب کرنا مشکل ہے بخلاف تری کے ران وغیرہ پر پائے جانے کے کہ اس صورت میں غالب یہ ہے کہ وہ منی ہے جو کود کر شہوت سے نکلی ہے اگرچہ ہوا سے پتلی پڑ جانے کے باعث پہچانی نہیں جاتی اور وہ احتلام کو بھول گیا ہے۔ (۷)

۹۔ اگر بچھونے پر منی پائی جائے اور رات کو خاوند بیوی دونوں اس بچھونے پر سوئے تھے اور دونوں میں سے کسی کو احتلام یاد نہیں اور دونوں اپنی منی ہونے سے انکار کریں یعنی مرد کہے کہ یہ عورت کی منی ہے اور عورت کہے کہ یہ مرد کی منی ہے اور مرد یا عورت کی منی کی تمیز کی علامات یعنی مرد کی منی کا گاڑھا اور سفید اور طول میں واقع ہونا اور عورت کی منی کا پتلا اور زرد اور گولائی میں واقع ہونا بھی نہیں پایا جاتا اور ان دونوں سے پہلے اس بستر پر کوئی دوسرا شخص بھی نہیں سویا تھا تو احتیاطاً دونوں پر غسل واجب ہوگا۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو احتلام یاد ہے یا کسی ایک کی منی کی علامات پائی جاتی ہیں تو جس کو احتلام یاد ہے یا مرد و عورت میں سے جس کی منی کی علامات پائی جائیں صرف اس پر غسل واجب ہوگا دوسرے پر نہیں اور اگر منی خشک ہو اور اس بستر پر ان دونوں سے پہلے کوئی دوسرا شخص سویا ہو اور ان دونوں میں سے کسی کو احتلام یاد نہیں تو

---

(۱)۔ کبیری و ع و بحر وغیرہا ملتقطاً (۲)۔ ط (۳)۔ ع (۴)۔ کبیری و ش (۵)۔ ع و کبیری و ش وغیرہا

(۶)۔ ش ملخصاً و تمامہ فیہ (۷)۔ کبیری

زوجین میں سے کسی پر غسل واجب نہیں ہوگا(۱) تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ علامات سے منی ممتاز ہونے کے باوجود مرد وعورت دونوں پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ بعض وقت طبیعتوں اور غذاؤں کے اختلاف کے باعث علامات میں بھی تضاد ہوجاتا ہے اس لئے ان کا اعتبار نہیں ہوگا (۲) اسی لئے مرد یا عورت کی منی کی علامات پائی جائیں یا نہ پائی جائیں دونوں صورتوں میں عالمگیری وغیرہ میں مرد وعورت دونوں پر احتیاطاً غسل واجب ہونے کو اصح کہا ہے (مؤلف) اس میں زوجین کی قید اتفاقی ہے ورنہ خواہ اجنبی مرد وعورت سوئے ہوں یا دو مرد یا دو عورتیں سوئی ہوں ان سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو زوجین کے متعلق مذکور ہوا ہے۔(۳) ۱۰۔ کوئی شخص نیند سے بیدار ہوا اور اس کو احتلام یاد ہے لیکن اس نے کوئی تری نہیں دیکھی پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد مذی نکلی تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر منی نکلی تو غسل واجب ہوگا۔(۴) ۱۱۔ کسی شخص کو رات میں احتلام ہوا پھر وہ جاگا اور اس نے تری نہیں دیکھی پھر وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھی پھر منی نکلی تو اس پر غسل واجب ہوگا اور وہ اس نماز کو نہ لوٹائے اور اسی طرح اگر نماز میں احتلام ہوا اور انزال نہ ہوا یہاں تک کہ نماز پوری کر لی پھر انزال ہوا تو وہ نماز کا اعادہ نہ کرے اور غسل کرے۔(۵) ۱۲۔ جاننا چاہئے کہ منی کے نکلنے سے غسل دو شرطوں کے ساتھ واجب ہوتا ہے ایک یہ کہ منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی ہو پس اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے بغیر ہوئی اور شہوت کے بغیر ہی باہر نکلی مثلاً کسی نے اس کی پیٹھ پر قوی ضرب لگائی یا اس نے کوئی بھاری بوجھ اٹھایا یا وہ بلندی سے گرا (اور منی نکلی) تو احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں غسل واجب ہوگا،(۶) اور دوسری شرط یہ ہے کہ منی عضو مخصوص سے باہر یا جو اس کے حکم میں ہے وہاں تک نکل جائے، یعنی عورت کی فرج خارج میں آجائے اور بے ختنہ مرد کے قلفے (ختنے والی کھال) میں آجائے، پس جب تک منی عضو مخصوص کی ڈنڈی یا فرج داخل کے اندر ہے احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا بخلاف امام مالکؒ کے (کہ ان کے نزدیک اس صورت میں بھی اس پر غسل واجب ہوگا) منی کے ذکر سے باہر نکلتے وقت بھی شہوت کا پایا جانا شرط ہونے میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منی عضو مخصوص سے باہر نکلتے وقت بھی شہوت کا پایا جانا شرط ہے اور طرفین کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے،(۷) اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے، مؤلف) پس اگر منی عضو مخصوص سے باہر نہیں نکلی یعنی ذکر کی ڈنڈی یا فرج داخل میں ہی رہ گئی تو اس پر بالاتفاق غسل فرض نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ باطن کے حکم میں ہے لیکن اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونے کے بعد اس زخم سے باہر نکلی جو خصیہ میں ہے تو ظاہر یہ ہے کہ (طرفین کے نزدیک) اس پر غسل فرض ہوگا۔(۸)

جنابت کا دوسرا سبب، دخول

۱۔ جنابت کا دوسرا سبب دخول (ایلاج) ہے پس زندہ مرد وعورت کے دونوں راستوں یعنی قُبل و دبُر (پیشاب و پاخانے کا مقام) میں سے کسی ایک راستے میں دخول سے جبکہ حشفہ (سرذکر) اندر چھپ جائے خواہ انزال ہو یا نہ ہو فاعل اور مفعول بہ دونوں پر جبکہ دونوں مکلف یعنی عاقل و بالغ ہوں یا ان میں سے جو مکلف ہے اس پر غسل واجب ہوجائے گا، ہمارے علماء کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے(۹) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دونوں زندہ ہوں اور مفعول بہ عورت ہو یا مرد ہو یا خنثیٰ مشکل ہو اور فاعل مرد ہو(۱۰) حشفہ ختنے میں کٹنے والی کھال کی جگہ سے اوپر تک ہے کھال کٹنے کی جگہ میں اس داخل نہیں ہے(۱۱) حشفہ کے پوری طرح اندر داخل ہونے کی قید سے معلوم ہوا کہ ذکر کے فرج یا دبر کے

(۱)۔ کبیری وع و دروش و بحر وط ملتقطاً (۲)۔ کبیری (۳)۔ ش (۴)۔ کبیری وع ملتقطاً (۵)۔ فتح وع (۶)۔ بدائع و کبیری ملتقطاً
(۷)۔ کبیری (۸)۔ ش (۹)۔ ع و بحر کبیری و دروش ملتقطاً (۱۰)۔ مستفاد عن کتب الفقہ (۱۱)۔ ش

ساتھ صرف مل جانے سے جب تک انزال نہ ہو دونوں میں سے کسی پر غسل فرض نہیں ہوتا لیکن اس سے وضو کے ٹوٹ جانے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ مذی نکلے یا نہ نکلے، اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک مذی نہ نکلے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (تفصیل نواقض وضو کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف) (۱)

۲۔ اگر کسی کا حشفہ (سرِ ذکر کٹا ہوا ہو تو ذکر مقطوع الحشفہ (بقیہ آلت) بقدر حشفہ اندر داخل کرنے سے غسل واجب ہو جائے گا۔ (۲)

۳۔ اگر چوپایہ یا مُردہ یا ناقابل جماع چھوٹی لڑکی سے جماع کیا تو انزال کے بغیر غسل واجب نہ ہوگا (۳) اگرچہ حشفہ غائب ہو جائے (۴) اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کے محل جماع (فرج) میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ قُبل و دُبر کے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک نہ ہو جائیں وہ مجامعت کے لائق ہے اور دخول سے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۵)

۴۔ اگر کسی عورت کی فرج سے باہر جماع کیا جائے اور مرد کی منی اس کے رحم میں پہنچ جائے تو اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا خواہ وہ عورت باکرہ (کنواری) ہو یا غیر باکرہ ہو کیونکہ سبب یعنی عورت کو انزال ہونا یا حشفہ کا پوری طرح اندر داخل ہو جانا نہیں پایا گیا، اسی طرح اگر کنواری عورت سے جماع کیا اور مرد کو انزال بھی ہو گیا مگر عورت کی بکارت زائل نہ ہوئی تو عورت پر غسل واجب نہ ہوگا لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر عورت کو حمل رہ جائے تو اب مجامعت کے وقت سے غسل واجب ہونے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اس عورت کو انزال ہونا حمل سے ثابت ہو گیا پس اگر اس نے غسل نہیں کیا تھا تو حمل متحقق ہونے کے بعد وہ غسل کرے اور مجامعت کے وقت سے غسل کے وقت تک کی ساری نمازیں لوٹائے کیوں کہ ثابت ہو گیا کہ اس نے وہ نمازیں طہارت کے بغیر پڑھی ہیں (۶) لیکن کبیری شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے کہ یہ حکم اصح قول کے خلاف ہے۔ جو کہ ظاہر الروایت ہے تارخانیہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایت میں عورت پر غسل فرض ہونے کے لئے عورت کی منی کا فرض داخل سے فرج خارج تک نکلنا شرط ہے حتیٰ کہ اگر عورت کی منی اپنی جگہ سے جدا ہو کر فرج داخل سے فرج خارج تک نہیں نکلی تو اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا اور نصاب میں ہے کہ یہی اصح ہے انتہی (۷) اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حمل کا قرار پانا عورت کی منی کے اپنی جگہ سے جدا ہونے پر موقوف ہے اس کے فرج خارج تک نکلنے پر موقوف نہیں ہے پس ظاہر یہ ہے کہ حمل قرار پانے کی صورت میں غسل کا واجب ہونا امام محمدؒ کی روایت پر مبنی ہے (۸) جیسا کہ بحرالرائق میں کہا ہے کہ اگر عورت کو احتلام ہو جائے اور اس کی منی فرج خارج تک نہ نکلے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس عورت پر غسل واجب ہوگا اور ظاہر الروایت میں اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ عورت پر غسل واجب ہونے کے لئے عورت کی منی کا اس کی فرج خارج تک نکلنا شرط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے۔ (۹)

۵۔ اگر کسی مرد نے اپنے عضو مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر دخول کیا اور اس کو انزال نہ ہوا تو بعض فقہا نے کہا کہ اس پر غسل فرض ہوگا کیونکہ وہ دخول کرنے والا کہلائے گا اور بعض نے کہا اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں قول مطلق ہیں (یعنی خواہ کپڑا موٹا ہو پتلا دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے) اور بعض کا قول یہ ہے اور اصح بھی یہی ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت و لذت محسوس ہو تو (خواہ انزال نہ ہو) اس پر غسل واجب ہوگا ورنہ جب تک انزال نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔ (۱۰)

---

(۱)۔ بحر (۲)۔ ع و بحر وش وغیرہا (۳)۔ ع و بحر وغیرہما (۴)۔ در (۵)۔ بحر وع وغیرہما (۶)۔ بحر وع و در وش ملتقطاً

(۷)۔ کبیری و در وش و منحہ (۸)۔ منحہ (۹)۔ بحر (۱۰)۔ بحر وع و در وش ملتقطاً

۶۔ انگلی یا اس کی مانند کوئی چیز مثلاً آدمی کے سوا کسی اور کا ذکر جیسا کہ جن یا بندر و گدھا وغیرہ کسی جانور کا ذکر یا خنثیٰ مشکل یا میت (مردہ) یا اس نابالغ لڑکے کا ذکر جس کو شہوت نہیں ہوتی یا جو چیز لکڑی وغیرہ سے ذکر (آلت) کی مانند بنائی جاتی ہے جسے بدکار عورتیں شہوت رانی کے لئے استعمال کرتی ہیں) ان چیزوں میں سے کسی کی قبل یا دبر میں داخل کرنے سے مختار قول کی بنا پر (جب تک انزال نہ ہو) غسل واجب نہیں ہوتا (۱) فتح القدیر میں کہا ہے کہ دبر میں انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہونے میں اختلاف ہے (۲) اور علامہ حلبیؒ نے اپنی شرح کبیری میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ قبل یا دبر میں انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہونے میں اختلاف ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ قبل میں انگلی داخل کرنے سے انزال کے بغیر اس وقت غسل واجب ہوتا ہے جب کہ اس عورت نے شہوت رانی کے قصد سے ایسا کیا ہو اس کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے پس سبب یعنی شہوت مسبب یعنی انزال کے قائم مقام ہو جائے گا، دبر میں انگلی داخل کرنے کا حکم یہ نہیں ہے کیونکہ دبر میں انگلی داخل کرنے سے شہوت نہیں ہوتی اور آدمی کے علاوہ کسی اور جاندار کے ذکر اور میت کے ذکر اور لکڑی وغیرہ سے ذکر کی مانند بنائی ہوئی چیز کے داخل کرنے کا بھی یہی حکم ہے (۳) پس دبر میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کے داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہونے کی ترجیح متفق علیہ ہے اور قبل میں داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہونے کی ترجیح مختلف فیہ ہے۔ (اور مختار قول اوپر بیان ہو چکا ہے مؤلف) (۴)

۷۔ اگر خنثیٰ مشکل اپنے ذکر کسی عورت کی فرج یا دبر میں داخل کرے تو دونوں پر غسل واجب نہ ہوگا (اس لئے کہ خنثیٰ مشکل کا حشفہ اور فرج مشکوک الوجود ہیں اور غسل کا فرض ہونا حشفہ اور فرج کے متحقق الوجود ہونے کی صورت میں ہے (۵) پس اس کے فاعل ہونے میں غسل کس لئے واجب نہیں کہ شاید وہ عورت ہو اور اس کا ذکر زائد عضو ہو تو اس کا داخل کرنا انگلی داخل کرنے کی مانند ہو یا وہ مرد ہو اور اس کی فرج زخم کی مانند ہو، اور اسی طرح اگر خنثیٰ مشکل نے اپنا ذکر اپنے مثل کسی دوسرے خنثیٰ ذکر کسی مرد کی دبر میں داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر کسی خنثیٰ کی فرج میں داخل کیا تب بھی دونوں پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ ممکن ہے دونوں خنثیٰ مشکل مرد ہوں اور ان دونوں کی فرج زائد ہو اور گر کسی مرد نے خنثیٰ مشکل کی فرج میں دخول کیا تو اس مرد پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ ممکن ہے وہ خنثیٰ آدمی ہو اور اس کی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور ان سب صورتوں میں غسل واجب نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ انزال نہ ہو لیکن اگر انزال ہو جائے تو انزال کی وجہ سے غسل واجب ہوگا (۶) یہ احکام خنثیٰ مشکل کی فرج میں دخول کے متعلق ہیں لیکن اگر کسی مرد نے خنثیٰ مشکل کی دبر میں دخول کیا تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا کیونکہ اس کی دبر میں کوئی اشکال نہیں ہے اور وہ ثابت الوجود ہے (۷) اسی طرح اگر خنثیٰ مشکل نے جماع کیا اور اس سے بھی جماع کیا گیا تو اس پر غسل واجب ہوگا اس لئے کہ دونوں فعلوں میں سے ایک کی وجہ سے اس کی جنابت متحقق ہو جائے گی۔ (۸)

۸۔ اگر دس برس کا لڑکا کسی عورت سے مجامعت کرے تو عورت پر غسل واجب ہوگا اور لڑکے پر غسل واجب نہیں ہوگا لیکن اس لڑکے کو بھی غسل کا حکم دیا جائے گا تا کہ اس کو عادت پڑے، جیسا کہ اس کو وضو اور نماز کا حکم عادت ڈالنے کے لئے کیا جاتا ہے اور اگر مرد بالغ ہو اور لڑکی نابالغ ہو مگر مجامعت کے قابل ہو تو مرد پر غسل واجب ہوگا اور اس لڑکی پر غسل واجب نہ ہوگا (لیکن اسے بھی عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم کیا جائے گا) اور اگر کوئی خصی (جس کے خصیے کٹ گئے ہوں نامرد) مجامعت کرے تو فاعل و مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا) یا ان میں سے جو بالغ ہو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (۹)

(۱)۔ در وش (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ کبیری وش (۴)۔ غایۃ الاوطار (۵)۔ غایۃ الاوطار (۶)۔ بحر وع وش ملتقطاً
(۷)۔ غایۃ الاوطار (۸)۔ ش (۹)۔ ع و کبیری

۹۔ اگر کوئی عورت کہے کہ نیند میں میرے پاس جن آیا کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ وہی کیفیت پاتی ہوں جو میں اپنے خاوند کے مجامعت کرتے وقت پاتی ہوں تو انزال کے بغیر اس پر غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ سبب یعنی (دخول یا انزال نہیں پایا گیا اور اگر انزال ہوا تو اس عورت پر غسل واجب ہوگا گویا کہ وہ احتلام ہے (۱) لیکن اگر ایسا فعل جاگتے ہوئے واقع ہوا اور جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا تو فقط اس کے ذکر کے بقدر حشفہ داخل ہونے سے ہی اس عورت پر غسل واجب ہوجائے گا (کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہے) اسی طرح اگر کسی آدمی نے نیند میں مونث جن (پری) سے جماع کیا اور انزال نہیں ہوا تو اس مرد پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر انزال ہوا تو اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر بیداری میں کسی آدمی نے مونث جن سے جماع کیا اور وہ اس وقت انسانی عورت کی شکل میں تھی تو صرف دخول حشفہ سے ہی غسل واجب ہوجائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو، لیکن بعض علما نے یہ تعلیل کی ہے کہ چونکہ انسان اور جن کے درمیان مناکحت حرام ہے اس لئے اس صورت میں بھی انزال کے بغیر آدمی پر غسل واجب نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ چوپایا یا مردہ کے ساتھ وطی کرنے کا حکم ہے لیکن اگر عورت کے پاس کوئی جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس سے وطی کی اور اس عورت کو اس کا علم نہیں ہوا کہ وہ جن ہے تو اس عورت پر غسل واجب ہوگا یا آدمی کے پاس مونث جن ظاہر ہوئی اور اس آدمی نے اس مؤنث جن سے وطی کی اور وطی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جن ہے تو اس مرد پر غسل واجب ہوگا۔ (۲)

تنبیہ: مجامعت کے یہ احکام غسل کے لئے بیان ہوئے ہیں اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ناجائز مجامعت کا مرتکب عذاب وسزا کا مستحق نہیں رہا بلکہ یہ سخت گناہ کبیرہ اور حرام ہے اور اس کا مرتکب عذاب وسزا کا مستحق ہے۔

۲۔ حیض ۳۔ نفاس

۱۔ غسل فرض کرنے والی چیزوں میں سے حیض ونفاس ہے پس جب حیض ونفاس کا خون نکل کر عورت کی فرج خارجی تک پہنچ جائے تو غسل فرض ہوگا اور اگر صرف فرج داخل تک آیا اور فرج خارج تک نہیں پہنچا تو وہ حیض ونفاس نہیں ہوگا اس لئے اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا۔ (۳)

۲۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو اصح یہ ہے کہ اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۴) (حیض ونفاس کے مسائل آگے الگ بیان میں ہیں۔ (مولف)

اقسام غسل

غسل ۱۔ کبھی فرض، ۲۔ کبھی واجب، ۳۔ کبھی سنت، ۴۔ اور کبھی مستحب ہوتا ہے (۵) پس غسل کی ان چار قسموں میں سے پہلی قسم غسل فرض تین طرح کا ہے ۱۔ غسل جنابت، ۲۔ غسل حیض، ۳۔ غسل نفاس۔ (۶)

دوسری قسم غسل واجب چار طرح کا ہے:

۱۔ مردہ (میت) کا غسل (۷) پس مسلمان میت کو غسل دینا زندہ مسلمانوں پر بالاجماع واجب علی الکفایہ ہے اگر بعض مسلمانوں نے اس کو ادا کر دیا تو باقی لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا ورنہ سب گنہگار رہوں گے جبکہ ان کو اس میت کا علم ہو، خنثیٰ مشکل کو غسل دینے

(۱)۔ فتح وبحر وع وش ملتقطاً (۲)۔ منحہ وش (۳)۔ ع ودر وغیرہما (۴)۔ ع وغیرہ (۵)۔ بدائع
(۶)۔ ع وکبیری وبدائع وغیرہ (۷)۔ ع وغیرہ

میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کو تیمم کرایا جائے اور بعض نے کہا کہ اس کے کپڑوں میں غسل دیا جائے، پہلا قول اولیٰ ہے لیکن کافر مردہ کا اگر کوئی مسلمان ولی نہ ملے تو نجس کپڑے کی طرح اس کے اوپر سے پانی بہا دیا جائے اس کو مسنون طریقے سے غسل نہ دیا جائے۔ (۱)
(غسل میت کی تفصیل کتاب الجنائز میں ہے، مؤلف)

۲۔ کافر جنبی (خواہ مرد ہو یا عورت جبکہ وہ نہایا نہ ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو) جب اسلام لائے تو اس پر غسل واجب ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب ہے، یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی آصح ہے۔ (۲)

۳۔ کافرہ عورت اگر حیض یا نفاس کا خون منقطع ہونے کے بعد مسلمان ہوئی تو بعض کے نزدیک اس پر غسل فرض نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن اصح قول کی بنا پر اس پر غسل واجب ہے اور یہی احوط ہے اور اگر اس نے حیض یا نفاس کی حالت میں اسلام قبول کیا ہو اس کے بعد پاک ہوئی تو اس پر غسل واجب ہے۔ (۳)

۴۔ نابالغہ لڑکی جب حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو حیض سے پاک ہونے کے بعد اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر نابالغ لڑکا احتلام کے ساتھ بالغ ہوا (نہ کہ عمر کے لحاظ سے یعنی پندرہ سال سے پہلے اسے پہلا احتلام ہوا) تو بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اصح یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہے اور یہی احوط ہے (۴) اور پندرہ سال سے پہلے احتلام کے ساتھ بالغ ہونے والے نابالغ کو پہلے احتلام کے بعد جب احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد جب پہلا احتلام ہو اور اس کے بعد جب بھی احتلام ہو اس پر غسل فرض ہے (۵) قاضی خان نے کہا ہے کہ مذکورہ چاروں صورتوں میں احتیاطاً غسل واجب ہے۔ (۶)

فائدہ: غسل واجب سے مراد یہاں اصطلاحی واجب نہیں ہے کہ فرض عملی ہے جو کہ فرض اعتقادی سے درجہ میں کم ہے کیونکہ یہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے اور متفق علیہ بھی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مشائخ نے غسل کی تین ہی قسمیں یعنی فرض و سنت و مستحب بیان کی ہیں اور بعض نے فرض عملی کو فرض اعتقادی سے کم درجہ ہونے کی تمیز کے لئے واجب سے تعبیر کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے مشائخ نے غسل کی چار قسمیں یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب بیان کی ہیں لیکن یہ بات غسل میت کے علاوہ باقی میں ظاہر ہے (۷) اس لئے کہ باب الجنائز میں منقول ہے کہ غسل میت فرض ہے اس لئے اس پر واجب کا اطلاق نہ کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس سے ہماری مشہور اصطلاح کی بنا پر بسا اوقات یہ متوہم ہوتا ہے کہ یہ فرض نہیں ہے۔ (۸)

تیسری قسم غسل سنت

۱۔ یہ بھی چار طرح کا ہے اور یہ جمعہ و عیدین و عرفہ کے دن اور احرام باندھنے کے وقت کا ہے (۹) بعض مشائخ کے نزدیک یہ چاروں غسل مستحب ہیں شرح منیۃ المصلی میں اس کو اصح کہا ہے اور فتح القدیر میں اس کی تائید کی ہے لیکن صاحب فتح القدیر کے شاگرد ابن امیر حاجؒ نے حلیہ میں جمعہ کے غسل کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ اس پر ہمیشگی منقول ہے۔ (۱۰)

۲۔ جمعہ کے دن کا غسل امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے ہے، یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور کبیری میں ہے کہ یہی اصح ہے اور امام حسن بن زیاد کے نزدیک یہ غسل جمعہ کے دن کے لئے ہے (۱۱) اور اس اختلاف کا نتیجہ ان صورتوں میں ظاہر ہوتا

(۱)۔ش (۲)۔فتح و بحر و ع و کبیری و م و ط ملتقطاً (۳)۔فتح و بحر و ع ملتقطاً (۴)۔ایضاً (۵)۔ط وغیرہ (۶)۔فتح و بحر و ع
(۷)۔ش ملخصاً (۸)۔بحر (۹)۔ع و بدائع و ہدایہ وغیرہا (۱۰)۔ش (۱۱)۔ہدایہ و ع و کبیری و ش ملتقطاً

ہے اول جس شخص پر جمعہ فرض نہیں ہے اس کے حق میں یہ غسل سنت ہے یا نہیں ہے(۱) پس امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے حق میں یہ غسل سنت نہیں ہے اور امام حسنؒ کے نزدیک سنت ہے اور احادیث سے امام ابو یوسفؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے (مؤلف) صحیحین میں روایت ہے کہ تم میں سے جو شخص جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرلے اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ جو مرد و عورت جمعہ کی نماز میں آئیں ان کو غسل کر لینا چاہئے اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز میں نہ آئے تو اس پر غسل نہیں ہے (۲) دوم جس شخص نے غسل کیا پھر اس کو حدث ہوا اور اس نے وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھی تو اس نے امام حسنؒ کے نزدیک غسل سنت کی فضیلت حاصل کر لی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاصل نہیں کی سوم اگر کسی شخص نے طلوع فجر سے پہلے غسل کیا اور اسی غسل کے وضو سے جمعہ کی نماز پڑھی تو اس نے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل سنت کی فضیلت حاصل کر لی اور امام حسنؒ کے نزدیک حاصل نہیں کی۔ چہارم اگر کسی شخص نے نماز جمعہ کے بعد مغرب سے پہلے غسل کیا تو بعض فقہا نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی اور امام حسنؒ کے نزدیک حاصل ہو جائے گی، شارحی نے اسی طرح ذکر کیا ہے (۳) اور خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے جمعہ کی نماز کے بعد غسل کیا تو وہ بالا جماع معتبر نہیں ہے (۴) اور بحر الرائق میں اسی کی تائید کی گئی ہے (۵) جیسا کہ اس میں ہے کہ میرے نزدیک یہی اولیٰ ہے اور آگے اس کی تعلیل بیان کی ہے (۶) عالمگیری میں کہا ہے یہ غسل جمعہ کی نماز کے لئے ہے اور یہی صحیح ہے اور شامی میں شرح ہدایہ ابن الحماداز علامہ سید عبدالغنی النابلسیؒ کے منقول ہے کہ یہ چاروں غسل نظافت کے لئے مسنون ہیں طہارت کے لئے نہیں پس اگر غسل کے بعد حدث ہو جائے اور وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو دوبارہ وضو سے نظافت میں اضافہ ہوگا اگر چہ وہ وضو طہارت کے لئے ہوگا پس میرے نزدیک ادائے سنت کے لئے وہ غسل کافی ہے اگر چہ اس غسل اور نماز کے درمیان حدث واقع ہو گیا ہو کیونکہ اس بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا مقتضیٰ صرف نظافت حاصل کرنا ہے اور شامی نے کہا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جو صبح سویرے سے جانا سنت ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس سنت کے حصول کے لئے اتنے سویرے سے غسل کر کے جانا اور وضو اس وقت تک باقی رکھنا پھر اسی وضو سے نماز پڑھنا دشوار ہے خاص طور پر طویل دنوں میں اور دوبارہ غسل کرنا بھی دشوار ہے اور معراج الدرایہ کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے جمعرات کے دن یا جمعہ کی رات کو غسل کیا تو اس نے غسل جمعہ کی سنت کو ادا کر لیا کیونکہ اس سے مقصود یعنی بدن ولباس کی بدبو کو دور کرنا حاصل ہو گیا۔ (۷) (پس امام حسن کے قول میں وسعت ہے اور فتویٰ کے لئے یہی علماء کے نزدیک مختار ہے، مؤلف)

۳۔ عید کا دن بھی بمنزلہ جمعہ کے ہے کیونکہ اس میں بھی بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے اس لئے بدبو کی ایذا کو دور کرنے کے لئے اس روز بھی نماز فجر کے بعد غسل کرنا ان لوگوں کے لئے سنت ہے جن پر عید کی نماز واجب ہے (۸) اور اس غسل کے بارے میں بھی امام ابو یوسف و امام حسنؒ کا وہی اختلاف جاری ہوگا جو کہ جمعہ کے غسل کے بارے میں بیان ہو چکا ہے (۹) اور حج یا عمر یا قران کا احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے اس کو صرف اس دن کے لئے سنت کہا ہو اور عرفہ کے روز عرفات میں زوال کے بعد وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا سنت ہے یہ عرفات میں داخل ہونے کے لئے یا یوم عرفہ کے لئے نہیں ہے یہ جو بدائع میں ہے کہ اس میں بھی جمعہ کی طرح یہ اختلاف ہے کہ یہ وقوف کے لئے یا یوم عرفہ کے لئے ہے حلیہ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ (۱۰)

۴۔ اگر جمعہ اور عید یا جمعہ اور عرفہ ایک دن جمع ہو گئے اور کسی شخص نے جماع بھی کیا پھر غسل کیا تو تینوں کے لئے ایک ہی غسل کافی

---

(۱)۔فتح (۲)۔ط (۳)۔فتح وش و بحر ملتقطاً (۴)۔بحر و در (۵)۔ش (۶)۔بحر و تا مہ فیہ

(۷)۔ش (۸)۔ہدایہ وغیرہ تصرفاً (۹)۔ش و منحہ (۱۰)۔بحر وش و مخ

ہو جائے گا (۱) اور سی طرح جمعہ، عید، کسوف اوز استسقاء ایک دن میں جمع ہو جائیں تو ان سب کا ثواب حاصل کرنے کے لئے بھی ایک ہی غسل کافی ہو جائے گا جبکہ اس میں ان سب کی نیت کر لی گئی ہو۔ (۲)

چوتھی قسم غسل مستحب (۳) یہ بہت سے ہیں اور ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مولف) ۱۔ کافر غیر جنبی جس وقت اسلام لائے (۴) پس جب کوئی کافر مرد و عورت جنابت وحیض ونفاس سے پاک ہو اور اس نے غسل کر لیا اور نابالغ بچہ اسلام لائے تو اس کو آثار کفر سے نظافت حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۵) اور جو جنبی مرد و عورت یا حیض ونفاس والی عورت اسلام لائے اس پر معتمد قول کی بنا پر غسل کرنا فرض ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۶) ۲۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی جب عمر کے لحاظ سے بالغ ہو (۷) یعنی وہ پورے پندرہ برس کا ہو جائے اور اس وقت تک بلوغت کی کوئی علامت اس میں نہ پائی جائے تو مفتیٰ بہ قول کی بنا پر اس کو غسل کرنا مستحب ہے (۸) لیکن جو نابالغ لڑکا احتلام یا انزال یا احبال (حاملہ کر دینے) کے ساتھ بالغ ہوا یا لڑکی احتلام یا حیض یا حمل ہو جانے کے ساتھ بالغ ہوئی تو ان صورتوں میں اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۹) (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) ۳۔ مجنون و بے ہوش اور نشے والے کو جب افاقہ ہو جائے تو غسل کرنا مستحب ہے (۱۰) شاید یہ افاقے کی نعمت کے شکرانہ کے لئے ہے (۱۱) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے جسم وغیرہ پر منی نہ دیکھے لیکن اگر وہ منی دیکھے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (۱۲) ۴۔ پچھنے لگوانے کے بعد (م و در وش و بحر) تا کہ جو فقہا پچھنے لگوانے سے غسل واجب ہونے کے قائل ہیں ان کی مخالفت سے بچ جائے (۱۳) اور اس لئے بھی مستحب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوانے کے بعد غسل فرمایا ہے۔ رواہ ابوداؤد (۱۴) ۵۔ میت کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لئے، یہ بھی وجوب کے قائلین کی مخالفت سے بچنے کے لئے ہے۔ (۱۵) ۶۔ شب برأت یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں، (۱۶) ۷۔ شب قدر میں جبکہ یقین کے ساتھ اس کو دیکھ لے یا علامات ماثورہ (اور کشف والہام) سے معلوم ہو جائے۔ (۱۷) ۸۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے لئے۔ (۱۸) ۹۔ عرفہ کی رات میں ظاہر یہ ہے کہ یہ حاجی اور غیر حاجی سب کے لئے ہے۔ (۱۹) ۱۰۔ مزدلفہ میں وقوف کے لئے دسویں ذی الحجہ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد۔ (۲۰) ۱۱۔ دسویں ذی الحجہ کو رمی یعنی کنکریاں پھینکنے کے لئے منیٰ میں داخل ہوتے وقت اور اسی طرح باقی دو دن (۱۱،۱۲ ذی الحجہ کو) جمروں پر کنکریاں پھینکنے کے لئے (۲۱) بعض کے نزدیک اگر ۱۰ ذی الحجہ کو رمی کرے تو غسل کرنا مستحب ہے ورنہ نہیں اور بعض کے نزدیک خواہ دس ذی الحجہ کو رمی کرے یا نہ کرے غسل کرنا مستحب ہے کیونکہ ان کے نزدیک منیٰ میں دخول کے لئے غسل کرنا الگ مستحب ہے اور رمی کے لئے غسل کرنا الگ مستحب ہے۔ (۲۲) ۱۲۔ طواف زیارت کے لئے تا کہ طواف اکمل طہارت کے ساتھ ادا ہو اور بیت اللہ شریف کی تعظیم بھی ادا ہو جائے۔ (۲۳)

تنبیہ

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کو پانچ غسل میں یعنی ۱۔ وقوف مزدلفہ، ۲۔ دخول منیٰ، ۳۔ رمی جمرہ، ۴۔ دخول مکہ، ۵۔ طواف کے لئے اور ان سب کی نیت سے ایک غسل کر لینا کافی ہے جیسا کہ جمعہ اور عید اگر ایک دن جمع ہوں تو دونوں کی نیت سے ایک غسل

---

(۱)۔ بحر وع ودر (۲)۔ ش (۳)۔ ع وغیرہ (۴)۔ بحر و بدائع (۵)۔ م وش ملتقطا (۶)۔ ط
(۷)۔ بحر وع و در وم (۸)۔ م وش (۹)۔ ط (۱۰)۔ در وع وم وفتح (۱۱)۔ ط (۱۲)۔ ش تصرفا
(۱۳)۔ م وط (۱۴)۔ ط (۱۵)۔ فتح و بحر وش وم وط (۱۶)۔ م وط وش (۱۷)۔ ایضاً
(۱۸)۔ م ودر وفتح و بحر وع وغیرہا (۱۹)۔ در وش (۲۰)۔ در وم (۲۱)۔ ایضاً (۲۲)۔ ش ملخصاً (۲۳)۔ م

کر لینا ہی کافی ہے۔(۱) ۱۳۔مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے (۲) یہ مدینہ منورہ کی تعظیم وحرمت اور رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے ہے۔(۳) ۱۴۔نماز کسوف (سورج گرہن) کے لئے۔(۴) ۱۵۔نماز خسوف (چاند گرہن) کے لئے۔(۵) ۱۶۔نماز استقا (طلب بارش) کے لئے تا کہ یہ تینوں مسنون نمازیں کامل طہارت کے ساتھ ادا ہوں۔(۶) ۱۷۔رفع خوف ودفع مصیبت کی نماز کے لئے۔(۷) ۱۸۔دن میں تاریکی چھا جانے کے وقت کی نماز کے لئے۔(۸) ۱۹۔دن یا رات میں شدید آندھی کے وقت کی نماز کے لئے۔ (۹) ۲۰۔کسی گناہ سے توبہ کرنے والے کے لئے۔(۱۰) ۲۱۔سفر سے واپس پہنچنے والے کے لئے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔ ۲۲۔استحاضہ والی عورت کے لئے جبکہ اس کے استحاضہ کا خون بند ہو جائے یعنی استحاضہ دور ہو جائے (ایضاً) کیونکہ اس اثنا میں حیض کے داخل ہو جانے کا احتمال ہے۔(۱۱) ۲۳۔اس شخص کے لئے جس کے قتل کا قصد کیا جائے (۱۲) (خواہ اس کو جبراً قتل کیا جائے یا قصاص میں یا ظلم سے ہو) اس کے لئے غسل اس لئے مستحب ہے تا کہ اس کی موت اکمل طہارت پر واقع ہو۔(۱۳) ۲۴۔آدمیوں کے مجمع میں جانے کے لئے۔(۱۴) ۲۵۔نیا کپڑا پہننے والے کے لئے۔(۱۵) ۲۶۔مجالس خیر کی حاضری کے لئے (۱۶) وغیرہ ان سب حالتوں میں غسل کرنا مستحب ومندوب ہے، (بعض نمبروں میں بعض ایک سے زیادہ مستحب بیان ہو گئے ہیں اس طرح ان کی کل تعداد (تیس سے کچھ اوپر ہو جاتی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے بھی یہی لکھا ہے، مؤلف)

غسل کے متفرق مسائل

۱۔جنبی شخص اگر نماز کے وقت تک غسل میں تاخیر کرے تو وہ گنہگار نہیں ہوتا (۱۷) کیونکہ اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ بے وضو شخص پر وضو کرنا اور جنبی شخص اور حیض ونفاس والی عورت پر غسل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس پر نماز واجب ہو، یا وہ کسی ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو وضو یا غسل کے بغیر جائز نہ ہو اور اس سے پہلے واجب نہیں ہوگا (۱۸) مثلاً جب وہ نماز سجدۂ تلاوت اور قرآن مجید کا چھونا یا اسی کے مانند کسی اور کام کا ارادہ کرے تب واجب ہوتا ہے (۱۹) لیکن جنبی کو چاہئے کہ تاخیر نہ کرے کہ خلاف اولیٰ ہے۔(۲۰)

۲۔اگر کسی آدمی پر غسل فرض ہے اور اس جگہ آدمی موجود ہیں تو غسل کرنا ترک نہ کرے اگرچہ لوگ اس کو دیکھیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں پردہ نہ ہو سکتا ہو اور اس کے پاس کپڑا وغیرہ بھی نہ ہو اور نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو، ایسی صورت میں جو شخص عمداً اس کو دیکھے گا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے اسی طرح اگر کوئی جنبی عورت ہے اور وہاں صرف عورتیں ہیں تو اس کا حکم وہی ہے جو جنبی آدمی کا آدمیوں کے درمیان نہانے کا بیان ہوا یعنی وہ غسل نہ چھوڑے اور ان عورتوں کے سامنے ہی نہا لے کیونکہ ہم جنس سے پردہ نہ کرنا غیر جنس سے پردہ نہ کرنے سے خفیف تر ہے اور ضرورتاً مباح ہے اور بلاضرورت مباح نہیں ہے (۲۱) (کیونکہ عورت کو بلاضرورت) ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دوسری کے سامنے کھولنا بھی گناہ ہے، اکثر عورتیں دوسری عورتوں کے سامنے (بلاضرورت) ننگی ہو کر نہاتی ہیں یہ بہت بری اور بے غیرتی کی بات ہے (۲۲) اگر جنبی عورت مردوں یا مردوں اور عورتوں درمیان میں ہو تو غسل کرنے میں تاخیر

---

(۱)۔ش وط (۲)۔م وفتح وبحر وع ودر وغیرہا (۳)۔ط (۴)۔م ودر (۵)۔ایضاً (۶)۔م وط ملتقطاً
(۷)۔م ودر (۸)۔م ودر وش (۹)۔ایضاً (۱۰)۔م ودر (۱۱)۔ط (۱۲)۔م ودر
(۱۳)۔ط (۱۴)۔در (۱۵)۔در (۱۶)۔بہار شریعت (۱۷)۔ع وکبیری (۱۸)۔ع وبحر
(۱۹)۔ع (۲۰)۔بہار شریعت (۲۱)۔ش وم وط وکبیری ملتقطاً (۲۲)۔بہشتی زیور حصہ اول

کے اور اس عورت کو چاہئے کہ (اگر نماز کا وقت فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اس لئے کہ وہ عورت مردوں میں پانی کے استعمال سے شرعاً عاجز ہے (۱) اور جنبی مرد اگر عورتوں اور مردوں یا صرف عورتوں کے درمیان میں ہو تو قیاس یہ ہے کہ وہ غسل کو مؤخر کرے (۲) اور اگر نماز کا وقت فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے (۳) اور ظاہر یہ ہے کہ اس نماز کو غسل کرنے کے بعد لوٹانا واجب ہے کیونکہ اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ اگر تیمم کے لئے عذر بندوں کی طرف سے لاحق ہوا ہے تو اس سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے اگرچہ تیمم کرنا اس کے لئے مباح ہے (۴) یہ حکم غسل فرض کے بارے میں ہے لیکن اگر کسی شخص نے ڈھیلے سے استنجا کیا ہو اور پانی سے استنجا کرنے کے لئے تنہائی کی جگہ نہ ملے تو ان سب حالتوں میں پانی سے استنجا کرنا مرد و عورت کو مطلقاً چھوڑ دینا چاہئے (۵) خواہ وہ مرد یا عورت، مردوں یا عورتوں یا دونوں میں ہو (۶) اور نجاست خواہ درہم سے زیادہ لگی ہو یا کم ہو (۷) اور خنثیٰ مشکل کو استنجا اور غسل کے لئے کسی کے سامنے اپنا ستر ہرگز نہیں کھولنا چاہئے اس لئے کہ اگر وہ کسی مذکر (آدمی) کے سامنے ستر کھولے گا تو یہ احتمال ہے کہ وہ مونث ہو اور اگر کسی مونث (عورت) کے سامنے ستر کھولے گا تو یہ احتمال ہے کہ وہ مذکر (آدمی) ہو پس اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ ارادہ کرنے والا شخص ۱۔ یا مرد ہے، ۲۔ یا عورت ۳۔ یا خنثیٰ مشکل ہے اور وہ یا مردوں یا عورتوں یا خناثی کے درمیان ہے یا مردوں اور عورتوں یا مردوں اور خناثی یا عورتوں اور خناثی یا مردوں اور عورتوں اور خناثی کے درمیان ہے پس یہ اکیس (۳×۷=۲۱) صورتیں ہوئیں ان میں سے صرف دو صورتوں میں یعنی جبکہ آدمی آدمیوں کے درمیان ہو یا عورت عورتوں کے درمیان ہو اسی وقت غسل کر لے اور باقی انیس صورتوں میں غسل کو موخر کرے (۸) اور اگر نماز فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ (اور پھر جب پردہ کی جگہ میسر آ جائے تو غسل کر کے اس نماز کا اعدہ کرنا واجب ہے مؤلف)

۳۔ اگر مرد اور عورت ایک برتن سے غسل کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ (۹)

۴۔ جنبی کو وضو کرنے یا ہاتھ منہ دھونے یعنی کلی کرنے کے بعد کھانا پینا مکروہ نہیں ہے اور ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے (لیکن یہ گناہ نہیں ہے) کیونکہ یہ شخص مستعمل پانی کو پینے والا ہوگا اور یہ مکروہ تنزیہی ہے اور قاضی خان نے کہا ہے کہ جنبی کو کھانے پینے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مستحب ہے اور اس کو ترک کیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن پہلا قول اولیٰ ہے (۱۰) اور حیض والی عورت کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ جنبی کی مانند ہے بعض نے کہا کہ اس کو کھانے پینے کے لئے ہاتھ منہ دھونا مستحب نہیں ہے کیونکہ اس طرح منہ اور ہاتھ سے حیض کی نجاست دور نہیں ہوتی اور حائضہ عورت کا جھوٹا پانی اس وقت تک مستعمل نہیں ہوتا جب تک اس پر غسل کرنا فرض نہ ہو جائے (۱۱) اگر جنبی شخص غسل یا وضو کئے بغیر سوئے یا اپنی بیوی سے دوبارہ وطی کرے تو جائز ہے اور کوئی مضائقہ نہیں ہے (۱۲) لیکن اس کو وضو کر لینا مستحب و بہتر ہے (۱۳) احتلام والے شخص کو وطی کرنے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے اور اس کو غسل سے پہلے وطی کرنا جائز مگر مکروہ ہے (۱۴) بلکہ احتلام والے کا حکم بھی جنبی کی مانند ہے کیونکہ جنابت خواہ جماع سے ہو یا احتلام سے دونوں کا حکم یکساں ہے اور بستان میں ہے کہ ابن مقنع نے کہا ہے کہ اگر احتلام والا شخص غسل سے پہلے جماع کرے گا اس سے پیدا ہونیوالا بچہ مجنون یا بخیل ہوگا۔ (۱۵)

۵۔ کوئی عورت جنبی ہوئی پھر اس کو حیض آ گیا تو اس کو اختیار ہے کہ جنابت کا غسل ابھی کر لے یا اس کو حیض سے پاک ہونے تک موخر کر دے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ حیض والی عورت کو احتلام ہو جائے یا اس سے جماع کیا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ جنابت کا غسل

---

(۱)۔ م و ط و در (۲)۔ ش (۳)۔ ط (۴)۔ ط و ش ملتقطاً (۵)۔ در۔ (۶)۔ ش

(۷)۔ حاشیہ انواع (۸)۔ ش (۹)۔ ع و کبیری (۱۰)۔ در و ش و کبیری و ع ملتقطاً (۱۱)۔ کبیری (۱۲)۔ کبیری و ع

(۱۳)۔ کبیری (۱۴)۔ ش و حاوشیہ انواع (۱۵)۔ ش و تمامہ فیہ

ابھی کر لے یا حیض سے پاک ہونے تک موخر کرے ۔(۱)

۶۔ ظاہر الروایت کے مطابق غسل کے لئے کم سے کم ایک صاع (تقریباً چار سیر) پانی اور وضو کے لئے ایک مُدّ (تقریباً ایک سیر) پانی کافی ہوتا ہے ۔ بعض مشائخ کا قول یہ ہے کہ غسل کے لئے ایک صاع پانی اس وقت کافی ہوتا ہے جب غسل میں وضو کو ترک کر دے اور اگر غسل کے ساتھ وضو بھی کرے تو ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے غسل کرے اور اکثر مشائخ کا مذہب ہے کہ ایک صاع پانی غسل اور وضو دونوں کے لئے کافی ہے اور یہی اصح ہے ۔ بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ یہ پانی کے کافی ہونے کی کم سے کم مقدار بیان کی گئی ہے اور یہ مقدار لازمی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کو اس سے بھی کم کافی ہو جائے تو کم کر لے اور اگر کافی نہ ہو تو اس پر اور زیادہ کر لے کیوں کہ لوگوں کی طبیعتیں اور حالات مختلف ہوتے ہیں لیکن اسراف نہ ہو اور حد سے کمی بھی نہ ہو، پس اگر مُد سے کم پانی میں اچھی طرح وضو کر لے تو جائز ہے اور وضو کے لئے ایک مد کی مقدار اس وقت ہے جبکہ استنجا نہ کرنا ہو اور اگر استنجا بھی کرنا ہو تو ایک رطل (تقریباً نصف سیر) پانی سے استنجا کرے اور ایک مد سے وضو کرے اور گر موزے (خفین) پہنے ہوئے ہو اور استنجا بھی نہیں کرنا ہو تو وضو کے لئے ایک رطل پانی کافی ہے اگر موزے پہنے ہوئے ہو اور استنجا کرنا ہو تو ایک رطل پانی سے استنجا کرے اور ایک رطل پانی سے پاؤں دھونے کے علاوہ وضو کرے اور یہ سب مقداریں لازمی نہیں ہیں اس لئے کہ انسانوں کے اجسام و طبائع مختلف ہوتے ہیں (۲) شرعی صاع آٹھ رطل بغدادی کا ہوتا ہے اور یہ عراقی صاع ہے جو کہ چار مد کا ہوتا ہے اور ایک مد دو رطل ہوتا ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔ (۳) رطل بیس مثقال یعنی ۱۳۰ درہم کا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ کا اور ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے اور مد کی مقدار ۲۶۰ درہم یعنی ۶۸ تولہ ۳ ماشہ ہے من کا بھی یہی وزن ہے (۴) عام فہم حساب سے غسل کے لئے تقریباً چار سیر اور وضو کے لئے تقریبا ایک سیر پانی کافی ہو جاتا ہے ۔ (۵)

غسل کا مسنون و مستحب طریقہ: جو شخص غسل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کپڑا تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر ننگا ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کوئی نہ دیکھے، اگر ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بسم اللہ پڑھ کر نہائے، عورت کو اور ہر ننگا نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا افضل ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اور ننگا نہانے والا قبلے کی طرف منہ کر کے نہ نہائے ۔ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ کلائیوں (پہنچوں) تک دھوئے پھر استنجا کرے اور خواہ استنجا کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو اور بدن پر جہاں کہیں نجاست حقیقی ہو اس کو بھی دھو ڈالے، پھر پورا وضو کرے یعنی پہلے دونو کلائیوں تک تین بار دھوئے پھر تین بار کلی (غرارہ) کرے اور تین بار ناک میں پانی ڈالے اگر روزہ دار نہ ہو تو غرارہ کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے اور سر کا مسح بھی کرے اگر چوکی یا پتھر وغیرہ پر غسل کرتا ہو تو وضو کرتے وقت پاؤں بھی دھو لے پھر بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی جگہ کھڑا ہو کر نہاتا ہو جہاں نہانے کا پانی جمع رہتا ہو تو وضو کرنے میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر پاؤں دھوئے، وضو کرنے کے بعد تمام بدن پر تھوڑا پانی ڈال کر ہاتھ سے ملے پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے کہیں سوکھا نہ رہے اور پہلی دفعہ پانی ڈال کر بدن کو ملے یعنی سارے بدن پر ہاتھ پھیرے، بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے اپنے سر پر پھر داہنے کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالے اور اسی طرح تین مرتبہ کرے اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں کا خلال کرے ۔ اگر غسل فرض ہو تو بسم اللہ کے علاوہ کوئی دعا نہ پڑھے اور بسم اللہ بھی کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھ لے، غسل کے بعد اگر چاہے تو اپنے جسم کو تولیہ وغیرہ موٹے کپڑے سے پونچھ ڈالے اور اپنے پاؤں دھونے سے پہلے کپڑے پہن لے اور غسل سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل پڑھے جیسا کہ وضو کے بعد پڑھنا مستحب ہے نہاتے وقت شدید

(۱)۔ کبیری (۲)۔ ع و بدائع و بحر و ش (۳)۔ ش (۴)۔ جواہر الفقہ /ص ۴۲۸ عن شامی وغیرہ (۵)۔ مظاہر حق وغیرہ

ضرورت کے بغیر کسی سے کوئی بات نہ کرے اور بسم اللہ کے علاوہ کوئی دعا و ذکر بھی نہ پڑھے ننگا نہانے کی صورت میں قبلے کی طرف منہ کر کے نہ نہائے اگر تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے تو قبلے کی طرف منہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور وضو و غسل کے تمام سنن و مستحبات و آداب کی رعایت ملحوظ رکھے اور مکروہات سے بچے۔(۱)

پانی کا بیان

پانی کی تعریف اور اقسام: ۱۔ پانی ایک لطیف اور بہنے والا جسم ہے جس سے ہر بڑھنے والی چیز یعنی حیوانات و نباتات کی زندگی ہے۔(۲) ۲۔ پانی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ مطلق، ۲۔ مقید۔ مطلق پانی وہ ہے کہ جس کو عرف عام (محاورے) میں اردو میں پانی فارسی میں آب اور عربی میں مآءٗ کہتے ہیں اور جب پانی کا لفظ اضافت کے بغیر مطلق طور پر بولا جائے تو وہ جلدی ذہن میں آ جائے اور کسی خصوصیت کے بغیر عام لوگ بھی سمجھ جائیں جیسے بارش، چشموں، دریاؤں، کنوؤں وغیرہ کا پانی (۳) ان میں بھی اگرچہ اضافت ہے لیکن یہ اضافت تعریفی (معرفہ کرنے کے لئے) ہے قید لازم کے طور پر نہیں ہے (۴) مقید پانی ہے وہ جس کو عرف عام (محاورے) میں پانی نہ کہتے ہوں جیسے گلاب، کیوڑہ، رس، سرکہ وغیرہ یا اس میں قید لازم کے ساتھ اضافت پائی جائے اور قید یعنی کسی خصوصیت کے بغیر نہ بولا جائے مثلاً ناریل کا پانی، تربوز کا پانی وغیرہ (۵) مطلق پانی کے علاوہ جتنی مائعات یعنی سیال چیزیں ہیں اصلاً وہ مقید پانی کہلاتی ہیں ورنہ دراصل وہ پانی نہیں بلکہ مائعات ہیں۔(مؤلف) ۳۔ مطلق پانی سے نجاستِ حکمی و حقیقی دونوں کو دور کرنا یعنی وضو و غسل کرنا اور بدن اور کپڑے کو حقیقی نجاست سے پاک کرنا درست ہے اور مقید پانی سے نجاست حکمی (حدثیں) کو دور کرنا یعنی وضو اور غسل کرنا درست نہیں ہے البتہ اس کے ساتھ بدن اور کپڑے کو نجاست حقیقی سے پاک کرنا درست ہے (۶) ۴۔ مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں: اول طاہر مطہر غیر مکروہ یعنی وہ مطلق پانی جو خود پاک ہو اور بلا کراہت پاک کرنے والا ہو اس سے وضو و غسل وغیرہ کراہت کے بغیر درست ہے (۷) اور وہ یہ ہے:۔ بارش، دریا، ندی، نالہ، نہر، سمندر، تالاب، چشمہ، کنوئیں وغیرہ کا پانی، شبنم، پگھلی ہوئی برف یا اولوں کا پانی، یہ سب پانی پاک ہیں خواہ ان کا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو اور ان سب سے وضو اور غسل کرنا اور نجاست حقیقی دور کرنا درست ہے (۸) دوم طاہر مطہر مکروہ، یعنی مطلق پانی جو خود پاک ہے مگر طاہر مطہر غیر مکروہ پانی موجود ہوتے ہوئے اس سے وضو و غسل وغیرہ صحیح قول کی بنا پر مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر غیر مکروہ پانی موجد نہ ہو تو مکروہ نہیں (۹) اور یہ وہ پانی ہے جو دھوپ سے گرم ہو گیا ہو یا وہ قلیل پانی ہے جس میں آدمی کا تھوک یا ناک کی رینٹ مل گئی ہو (۱۰) (مزید تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ مولف) سوم طاہر غیر مطہر یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں اور یہ مستعمل پانی ہے (۱۱) چہارم مشکوک یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس کا مطہر یا غیر مطہر ہونا یقینی نہیں یعنی اگر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو اس وضو یا غسل کو نہ جائز کہہ سکتے ہیں نہ ناجائز (۱۲) اور یہ گدھے اور خچر کا جھوٹا پانی ہے۔(۱۳) (تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ مولف)

---

(۱)۔ مرتبا عن کتب الفقہ (۲)۔ در و بحر و م (۳)۔ بحر و در و کبیری وغیر ہا تصرفاً (۴)۔ بحر و ش و غایۃ الاوطار تصرفاً

(۵)۔ بحر و ش و کبیری وغیر ہا (۶)۔ کبیری وغیرہ (۷)۔ م متصرفاً (۸)۔ در و ش و بدائع و کبیری مطلقاً (۹)۔ م و ط تصرفا

(۱۰)۔ علم الفقہ وغیرہ (۱۱)۔ و (۱۲)۔ م (۱۳)۔ عامہ کتب

فائدہ

مطلق پانی کی یہ چاروں قسمیں ناپاک کو پاک کر دیتی ہیں مذکورہ بالا فرق صرف وضو اور غسل کے احکام میں ہے (۱) پنجم نجس، وہ یہ مطلق پانی ہے جو ناپاک ہے اس سے وضو و غسل جائز نہیں ہے اور ناپاک چیزیں اس سے پاک نہیں ہوتیں بلکہ وہ پاک چیزوں کو ناپاک کر دیتا ہے (۲) اور وہ یہ ٹھہرا ہو قلیل پانی ہے جس میں نجاست گر جائے اگر چہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ بھی ہو تب بھی وہ ناپاک ہو جاتا ہے (۳) مطلق پانی کی قسم اول طاہر مطہر غیر مکروہ یعنی جس سے وضو اور غسل بلا کراہت جائز و درست ہے تین قسم کا ہوتا ہے: ۱۔ جاری پانی، ۲۔ راکد یعنی ٹھہرا ہو پانی، ۳۔ کنوئیں کا پانی۔ اور ٹھہرا ہوا پانی بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ۱۔ ٹھہرا ہو، ۲۔ کثیر پانی ٹھہرا ہو قلیل پانی (۴) اب پانی کی ان سب اقسام کے مفصل مسائل و احکام عنوان وار درج کئے جاتے ہیں مولف

مطلق پانی، قسم اول طاہر و مطہر غیر مکروہ ۱۔ جاری پانی، ۲۔ راکد (ٹھہرا ہوا) پانی، ۳۔ کنوئیں کا پانی

۱۔ جاری پانی: جاری پانی وہ ہے جو تنکے کو بہا لے جائے یہ ایسی حد ہے جس سے جاری پانی کے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جاری پانی وہ ہے جس کو لوگ جاری سمجھتے ہوں اور عام طور پر مح اور ہ میں جاری پانی کہتے ہوں اور یہی اصح ہے (۵) پہلا قول مشہور تر ہے کیونکہ یہ اکثر کتب میں حتیٰ کہ متون میں مذکور ہے اور دوسرا قول ظاہر تر ہے۔ (۶)

۲۔ نہر کاریز نالی وغیرہ کے جاری پانی کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست واقع ہو جائے تو جب تک اس نجاست کا اثر اس پانی میں ظاہر نہ ہو یعنی اس کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے اس وقت تک وہ پانی نجس نہیں ہوتا اسی پر فتویٰ ہے پس اگر جاری پانی میں کوئی نجس چیز مثلاً مردار یا شراب ڈالدیں تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہیں بدلے گا اس وقت تک وہ پانی نجس نہیں ہوگا (۷) اور اگر ان میں سے ایک صفت بھی بدل گئی تو پانی نجس ہوگیا۔ (۸)

۳۔ اگر مردار کتا کسی چھوٹی نہر کی چوڑائی کو روک دے اور اس کے اوپر سے پانی گذرتا ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے اس مردار کے مقام سے نیچے کی طرف وضو کرنا جائز ہے یہ حکم امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے (۹) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے مردار اور ہر نجس کے لئے یکساں ہے خواہ وہ نجس چیز نظر آنے والی ہو یا نظر نہ آنے والی ہو، محقق کمال اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور نہر الفائق میں اسی کو قوی کہا ہے صاحب درمختار نے اپنی شرح منح الغفار میں اسی کو ثابت رکھا ہے (۱۰) اور قہستانی میں مضمرات سے اور اس میں نصاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے (۱۱) لیکن فتاویٰ قاضی خان و تجنیس دوالوالجی و خلاصہ و بدائع وغیرہ بہت سی کتب فقہ میں مذکورہ ہے کہ یہ حکم مردار (نظر آنے والی نجاست کے علاوہ ہے یعنی نظر نہ آنے والی نجاست کے لئے ہے لیکن مردار (نظر آنے والی نجاست) میں دیکھا جائے گا کہ اگر کل یا نصف سے زیادہ پانی اس نجاست کے اوپر سے گزرتا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نصف سے کم پانی اس کے جسم سے لگتا ہو تو وضو جائز ہے اور اگر نصف پانی نجاست سے لگتا ہو تو قیاس یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے اور استحسان یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہی احوط ہے (۱۲) یعنی اگر وہ پانی جو مردار (نجاست) سے لگ کر بہتا ہو اس سے کم ہے جو اس مردار سے نہیں لگتا تو اس نجاست کے مقام کے نیچے کی طرف سے وضو کرنا جائز ہوگا ورنہ جائز نہیں ہوا اور اس کو فقیہ ابو جعفر ہندوانیؒ نے اختیار کیا ہے (۱۳) اور کہا ہے کہ

---

(۱)۔ علم الفقہ　(۲)۔ م و علم الفقہ　(۳)۔ م　(۴)۔ ع وغیرہ　(۵)۔ ع و درو بحر و بدائع وغیرہا
(۶)۔ درو ش و کبیری تصرفاً (۷)۔ ع و کبیری ملتقطاً　(۸)۔ علم الفقہ و انواع وغیرہما　(۹)۔ بحر و فتح و ع و کبیری　(۱۰)۔ درو ش
(۱۱)۔ درو منحہ و ع　(۱۲)۔ بحر　(۱۳)۔ کبیری و ع

میں نے اپنے مشائخ کو اسی قول پر پایا ہے اور تجنیس میں اس کو صحیح کہا ہے (۱) اور یہ امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے، حاصل یہ ہے کہ ان دونوں اقوال کی تصحیح کی گئی ہے اور یہ دوسرا قول احوط ہے (۲) اور عنایہ میں محیط سے منقول ہے کہ اگر جاری پانی میں نجاست گر جائے اور وہ نجاست نظر نہ آنے والی ہو مثلاً پیشاب ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے وہ پانی نجس نہیں ہوتا اور اگر وہ نجاست نظر آنے والی ہو مثلاً مردار یا پاخانہ اور گوبر وغیرہ ہو، اگر وہ نہر بڑی ہو تو جس طرف وہ مردار وغیرہ نجاست پڑی ہو اس سے نیچے کی طرف وضو نہ کرے اور اس نجاست والی جانب کے علاوہ کسی دوسری جانب سے وضو کرے اور اگر وہ نہر چھوٹی ہو اور اس کا اکثر پانی اس نجاست سے لگ کر بہتا ہو تو وہ پانی نجس ہے اور اگر اقل یعنی نصف سے کم پانی نجاست لگ کر بہتا ہے تو پانی پاک ہے اور اگر نصف پانی نجاست سے لگ کر بہتا ہے تو اس سے وضو جائز ہے لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے وضو نہ کیا جائے (۳) اور اگر پانی کے صاف ہونے کی وجہ سے بلکہ پانی کے کم ہونے کی وجہ سے وہ مردار پانی کے نیچے سے نظر آتا ہو اور اس مردار نے چھوٹی نہر کا عرض روک لیا ہو تو اس نہر کا اکثر پانی اس لگ کر جاتا ہے (اور اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے، مولف) اور اگر اتنا پانی ہے کہ وہ مردار پانی میں نظر نہیں آتا یا اس نہر کے نصف سے کم عرض میں ہے تو اس نہر کا اکثر پانی مردار سے لگ کر نہیں جاتا (۴) (اور اس سے وضو جائز ہے مؤلف) اس مسئلے سے ظاہر کیا گیا ہے (کہ نجاست سے) اکثر پانی کا ملنا یا نہ ملنا کیونکر ہوتا ہے۔ (۵)

۴۔ چھت پر نجاست ہونے کا حکم پانی میں مردار ہونے کی مانند ہے (۶) پس اگر چھت پر پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست پڑی ہو اور اس پر بارش ہو جائے اور وہ پانی پرنالے سے بہے اور بارش کا اکثر پانی اس نجاست کے اوپر سے نہ گزرے اور نجاست پرنالے کے پاس نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے جبکہ اس پانی میں نجاست کا اثر (رنگ یا بو یا مزہ) ظاہر نہ ہوا ہو کیونکہ جو پانی نجاست سے لگ کر نہیں گذرا اور وہ زیادہ ہے اور اعتبار غلبہ کا ہے لیکن اگر بارش کا کل یا اکثر یا نصف پانی اس نجاست سے لگ کر آتا ہے یا نجاست پرنالے کے پاس ہے وہ اس پرنالے سے گزرنے والا پانی نجس ہے اگرچہ اس کی کوئی صفت (رنگ یا بو یا مزہ) متغیر نہ ہوا ہو (۷) اور اگر نجاست چھت پر متفرق طور پر پڑی ہے اور پرنالے کے سرے پر نہیں ہے اور اکثر پانی اس نجاست سے مل کر نہیں گزرتا بلکہ پاک جگہ سے گزرتا ہے تو اس پرنالے کا پانی پاک ہے (۸) یعنی وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور جاری پانی کے حکم میں ہے (۹) اور نیز اگر بارش کا پانی نجاستوں کے اوپر سے گزرے اور کسی جگہ پر جمع ہو جائے تب بھی جواب اسی طرح ہے (۱۰) اور حلیہ میں ہے کہ محقق کمال رحمہ اللہ کی ترجیح کے مطابق چاہئے کہ چھت پر نجاست کے مسئلے میں بھی صرف کسی صفت یعنی رنگ یا بو یا مزہ کے متغیر ہونے کا اعتبار کیا جائے کسی اور بات یعنی کم یا اکثر پانی کے نجاست کے ساتھ لگنے کا اعتبار نہ کیا جائے۔ (۱۱)

۵۔ بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ کا یہ قول ہے کہ جب تک بارش برستی رہے اس وقت تک اس کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر وہ چھت پر پڑی ہوئی نجاستوں سے لگے پھر وہ کپڑے کو لگ جائے تو جب تک اس پانی میں تغیر نہ ہو جائے کپڑا نجس نہیں ہوگا (۱۲) پس اگر چھت پر بارش برسی اور چھت پر نجاست پڑی تھی پھر چھت ٹپکی اور اس کا پانی کپڑے پر پڑا تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی تک بند نہیں ہوئی تھی تو چھت کے سوراخ میں سے جو پانی گرا ہے وہ پاک ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ پانی نجاست سے متغیر نہ ہوا ہو اور خواہ نجاست چھت کے اکثر حصے پر ہو یا اکثر حصے پر نہ ہو ہر صورت میں یہی حکم ہے لیکن اگر بارش بند ہو جانے کے بعد چھت کے سوراخ سے پانی ٹپکا اگر تمام چھت پر یا اس کے اکثر حصہ پر نجاست ہوگی تو اس سوراخ سے ٹپکنے والا پانی نجس ہوگا اور ہمارے متاخرین مشائخ نے کہا

(۱)۔ ع (۲)۔ ش (۳)۔ عنایہ (۴)۔ ع (۵)۔ حاشیہ ع اردو (۶)۔ فتح

(۷)۔ کبیری و بحر و فتح و ش و ع ملتقطاً (۸)۔ فتح و ع ملتقطاً (۹)۔ ع (۱۰)۔ بحر و فتح (۱۱)۔ ش (۱۲)۔ ع

ہے کہ یہی مختار ہے (۱) غرضیکہ اگر نجاست غالب ہے تو نجس ہونے کا حکم ہے اور نجس ہونے کے بارے میں احتیاطاً نصف نجاست اکثر کے حکم میں ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۲)

۶۔ جاری پانی کے لئے یہ شرط نہیں ہے اس کو اوپر سے مدد ملتی رہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ اوپر سے پانی آتے رہنے کا سلسلہ جاری ہے یہی صحیح ہے (۳) پس اگر نہر وغیرہ کو اوپر سے بند کر دیا جائے اور اس کا پانی اوپر سے آنا بند ہو جائے اور پانی کا بہنا باقی رہے تو اس کے جاری ہونے کا حکم نہیں بدلتا اور جب تک وہ پانی اوپر کے پانی کی امداد کے بغیر نہر میں بہہ رہا ہے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۴)

۷۔ اگر مسافر کے ساتھ ایک بڑا پرنالہ اور پانی کا برتن ہو اور اس کو پانی کی ضرورت بھی ہو اور پانی ملنے کی امید بھی ہو مگر یقین نہ تو اس کو چاہئے کہ اپنے کسی ساتھی کو کہے کہ وہ پرنالے کی ایک طرف میں پانی ڈالے اور خود اس پرنالے میں سے وضو کرلے اور پرنالے کی دوسری طرف ایک پاک برتن رکھ دے تاکہ وہ پانی اس میں جمع ہو جائے تو جو پانی اس برتن میں جمع ہوا ہے وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور یہی صحیح کیونکہ پانی کا یہ استعمال جاری ہونے کی حالت میں ہوا ہے اور جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا (۵) اور اس پانی سے دوسرے آدمی کا وضو کرنا جائز ہے اور دوسری دفعہ بھی اسی طرح پرنالے کے ذریعہ جاری کر کے وضو کرنے اور پھر پاک برتن میں اس کو جمع کر لینے سے تیسری دفعہ اور اسی طرح چوتھی اور پانچویں دفعہ اور جتنی دفعہ چاہیں وضو کرنا جائز ہے۔ (۶)

۸۔ کسی شخص نے ایک چھوٹے حوض (یا چھوٹی نہر یا چھوٹے تالاب) میں سے نہر کھود کر اس میں اس حوض سے پانی جاری کیا اور اس نہر میں بہتے ہوئے پانی سے اس شخص نے یا کسی اور نے وضو کیا پھر وہ پانی کسی جگہ میں جمع ہو گیا پھر وہاں سے ایک اور شخص نے نہر کھود کر پانی جاری کیا اور اس جاری پانی سے وضو کیا اور وہ پانی دوسری جگہ جمع ہو گیا اور تیسرے آدمی نے اس میں سے ایک اور نہر کھود کر اس میں پانی جاری کیا اور اس جاری پانی سے وضو کیا تو ان سب کا وضو جائز و درست ہے جبکہ دونوں جگہوں میں کچھ فاصلہ ہو اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو اس لئے کہ ہر ایک نے جاری پانی ہونے کی حالت میں وضو کیا ہے اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی کوئی صفت یعنی رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے (۷) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اعضائے وضو سے مستعمل پانی صرف جاری پانی میں ہی گرے کیونکہ اس صورت میں وہ جاری پانی کے تابع ہوگا اور مستعمل کے حکم میں نہیں ہوگا۔ (۸)

۹۔ اگر دو گڑھوں (چھوٹے حوضوں) میں سے ایک گڑھے سے پانی نکل کر دوسرے گڑھے میں جاتا ہو اور ان دونوں گڑھوں کے بیچ کی نالی میں بیٹھ کر کوئی شخص وضو کرے تو جائز ہے (جبکہ دونوں گڑھوں میں کچھ فاصلہ ہو) اس لئے کہ وہ پانی جاری ہے۔ (۹)

۱۰۔ اگر حوض چھوٹا ہو اس میں ایک طرف سے پانی آتا ہو اور دوسری طرف نکلتا ہو خواہ خود نکلتا ہو یا کسی دوسرے ذریعہ سے نکلتا ہو مثلاً کوئی شخص اس میں غسل کرتا ہو اور اس کے غسل کرنے کی وجہ سے دوسری جانب لگاتار پانی نکلتا ہو تو پانی جاری ہے اس لئے اس حوض کا پانی نجس نہیں ہوگا اور اس میں ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے خواہ وہ حوض چار در چار ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو اور اسی پر فتویٰ ہے (۱۰) اگرچہ بعض کے نزدیک چار در چار یا اس سے کم ہونے کی صورت میں ہر طرف سے وضو جائز ہے اور اسے بڑا ہونے کی صورت میں اس سے صرف پانی داخل ہونے یا پانی نکلنے کی جگہ سے وضو کرنا جائز ہے ہر طرف سے جائز نہیں۔ فقہا کے اس کلام سے یہ بات ظاہر ہے کہ جس چھوٹے حوض میں ایک طرف سے پانی آتا ہو اور دوسری طرف سے اوپر کی سطح سے پانی باہر نکلتا ہو تب وہ جاری پانی کے حکم میں ہے لیکن اگر حوض کے نیچے

---

(۱)۔ کبیری و ع (۲)۔ کبیری (۳)۔ بحر و حاشیہ ش (۴)۔ فتح و ع و در و بحر و کبیری ملتقطا (۵)۔ فتح و بحر و ع و در (۶)۔ در و ش

(۷)۔ بحر و ع و ش و کبیری ملتقطاً (۸)۔ کبیری و ش (۹)۔ فتح و بحر و ش و ع (۱۰)۔ کبیری و ش و ع

کے سوراخ سے پانی نکلتا ہو تو وہ جاری پانی کے حکم نہیں ہوگا کیونکہ حوض کے پانی کے قلیل و کثیر ہونے کا اعتبار صرف اس کی اوپر کی سطح کے طول عرض میں ہے اس کی گہرائی میں نہیں ہے (۱) اور یہی حکم اس چشمے کا بھی ہے جس سے پانی شدت کے ساتھ نکلتا ہو کہ اس سے پانی نکلنے کی جگہ سے وضو کرنا تو ہر صورت میں جائز ہے اور اس کی باقی اطراف سے وضو کرنا بالاتفاق اس وقت جائز ہے جبکہ وہ چار در چار یا اس سے کم ہو اور اگر وہ چشمہ اس سے زیادہ مثلاً پانچ در پانچ ہو اور پانی شدت کے ساتھ نکلتا ہو تو اس میں اختلاف ہے اور مختار قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے (۲) لیکن اگر چشمہ کا پانی شدت کے ساتھ نہ نکلتا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۳) پس فتویٰ کی رو سے حوض کی لمبائی چوڑائی کم یا زیادہ ہونے کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اگر مستعمل پانی اپنی شدت و کثرت کے باعث حوض یا چشمہ سے اسی وقت نکل جاتا ہے تو اس حوض یا چشمہ سے وضو جائز ہے اور نہ جائز نہیں ہے (۴) اور اسی پر فتویٰ ہے (۵) اور یہ حکم اور اس قسم کے دوسرے احکام اس پر مبنی ہیں کہ مستعمل پانی نجس ہوتا ہے (۶) لیکن اصح اور مختار قول یہ ہے کہ مستعمل پانی نجس نہیں ہے اس بنا پر جب تک اس کے گمان غالب میں مستعمل پانی مطلق طاہر و مطہر پانی پر غالب نہ ہو اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے لیکن اگر نجاست حقیقیہ اس میں واقع ہو جائے تو حکم مذکور اپنی جگہ پر قائم ہے۔ (۷)

۱۱۔ حمام کے حوض کو بھی فقہا نے چھوٹے حوض کی مانند جو کہ دہ در دہ سے کم ہو جاری پانی کے حکم میں رکھا ہے کہ جب تک نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو یا مزہ ظاہر نہ حمام کے حوض کا پانی پاک ہے بشرطیکہ اس حوض میں اوپر سے پانی آتا ہو اس حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو، یعنی دوبارہ پانی لینے میں اتنا وقفہ نہ ہو کہ پانی کی سطح ساکن ہو جائے پس اگر کوئی شخص حمام کے حوض میں برتن یا ہاتھ ڈالے اور اس برتن یا ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہو اس حوض کا پانی ٹھہرا ہوا ہو، نہ اس میں نل کے ذریعہ اوپر سے پانی داخل ہوتا ہو اور نہ کوئی اس میں سے برتن وغیرہ کے ذریعہ لگاتار پانی نکلتا ہو تو وہ حوض نجس ہو جائے گا اور اگر اس میں سے برتن وغیرہ کے ذریعے لگاتار پانی نکالا جاتا ہو اور نل کے ذریعے اس حوض میں پانی نہ آتا ہو یا اس کے برعکس ہو یعنی نل کے ذریعے اوپر سے پانی داخل تو ہوتا لیکن برتن وغیرہ کے ذریعے لگاتار پانی نہ نکلا جاتا ہو تو اکثر فقہا کا قول یہ ہے کہ وہ حوض ناپاک ہو جائے گا اور اگر لوگ اس سے برتن وغیرہ کے ذریعے لگاتار پانی نکالتے ہوں اور اس حوض میں اوپر سے نل کے ذریعے پانی آتا بھی ہو تو اکثر فقہا کے نزدیک اس حوض کا پانی پاک ہے جب تک اس کی کوئی صفت نہ بدل جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۸)

۱۲۔ اگر بہت سے لوگ نہر کے کنارے پر صف باندھ کر بیٹھیں اور وضو کریں تو ان کا وضو جائز ہے اور یہی صحیح ہے (۹) اور یہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (مولف)

۱۳۔ اگر پانی بہت آہستہ آہستہ بہتا ہو تو وضو کرنے والے کو چاہئے کہ جلدی جلدی وضو نہ کرے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے وضو کرے یہاں تک کہ مستعمل پانی استعمال کی جگہ سے گزر جایا کرے اور وہی مستعمل پانی ہاتھ میں نہ آیا کرے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ جس طرف سے پانی آرہا ہو وضو کرنے والا اپنی دائیں جانب کو اس طرف کر کے یعنی اس طرف منہ کر کے بیٹھے تاکہ اس کا پانی لینا مستعمل پانی گرنے کی جگہ سے اوپر واقع ہو۔ (۱۰)

۱۴۔ جب کسی جاری پانی میں نجاست پڑنے سے اس کا کوئی وصف (رنگ یا بو یا مزہ) بدل جائے اور اس کی نجاست کا حکم کیا جائے تو اب تغیر کی موجودگی تک اس کی طہارت کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس میں اور پاک پانی مل کر اس کے وصف کے اس تغیر کو دور نہ

---

(۱)۔ ش (۲)۔ کبیری و فتح و بحر و در وغیرہا (۳)۔ کبیری (۴)۔ کبیر و ش (۵)۔ ش و فتح (۶)۔ ش و فتح و بحر
(۷)۔ ش (۸)۔ کبیری و ع و بحر و فتح و ش ملخصا (۹)۔ منیہ و ع (۱۰)۔ کبیری

کردے (۱) وصف کے تغیر دور ہو جانے پر سب پانی پاک ہو جائے گا۔

۱۵۔ امام محمدؒ نے کتاب الاشربہ میں کہا ہے کہ اگر شراب کا مٹکا (نہر) فرات میں انڈیل دیا جائے اور کوئی شخص اس سے نیچے کی جانب وضو کرے تو جب تک وہ اس پانی میں شراب کا مزہ یا بو یا رنگ نہ پائے اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۲)

۱۶۔ اگر کسی نہر میں ٹھہرا ہوا (بند) پانی تھا اور وہ نجس ہو گیا اور اس کے اوپر کی جانب سے پاک پانی اس نہر میں آیا اور اس نے اس بند کو جاری کر دیا اور بہا دیا تو وہ بند پانی پاک ہو جائے گا اب اس پانی سے جو شخص وضو کرے گا اس کا وضو جائز ہو گا جبکہ اس نجاست کے تینوں اوصاف (رنگ و بو و مزہ) میں سے کوئی وصف اس پانی میں نہ پایا جائے اس لئے کہ جاری پانی کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۳)

ٹھہرا ہوا بند پانی

۱۔ ٹھہرا ہوا (بند) پانی یا قلیل ہوتا ہے یا کثیر ہوتا ہے۔ (مولف)

۲۔ ہمارے فقہا احناف) کے نزدیک اصل یہ ہے کہ قلیل (تھوڑے) پانی میں نجاست واقع ہونے سے وہ پانی نجس ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں نجاست کا اثر یعنی رنگ وغیرہ ظاہر ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ قلتین ہو یا اس سے زیادہ (۴) اور بند پانی جب کثیر ہو تو جاری پانی کے حکم میں ہے اس کے ایک طرف نجاست پڑنے سے وہ پانی سب کا سب ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر نجاست سے اس کا رنگ یا مزہ یا بو بدل جائے تو وہ سب پانی نجس ہو جائے گا اسی پر سب علماء کا اتفاق ہے اور اسی کو تمام مشائخ نے لیا ہے۔ (۵)

۳۔ قلیل و کثیر پانی میں امتیاز یہ ہے کہ اگر استعمال کے وقت ایک طرف کا پانی ہل کر دوسری طرف تک چلا جائے تو وہ پانی قلیل ہے اور اگر دوسری طرف تک نہ جائے تو کثیر ہے اور تحقیق یہ ہے اس کے لئے کوئی لمبائی چوڑائی متعین نہیں ہے بلکہ مبتلی بہ کی رائے پر موقوف ہے پس اگر اس کے گمان غالب میں وہ پانی استعمال کے وقت ہلنے سے دوسری طرف تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو اس پانی سے وضو کرنا ناجائز ہے اور اگر دوسری طرف تک نہیں پہنچتا تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ سے ظاہر المذہب اور ظاہر الروایت ہے اور امام محمدؒ نے پہلے کثیر پانی کے لئے دہ در دہ کا اندازہ مقرر کیا تھا پھر اس قول سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا جیسا کہ ثقہ ائمہ سے منقول ہے اور یہی اصح ہے (۶) اور علامہ ابوسلیمان جوزجانی نے کہا ہے کہ اگر پانی دہ در دہ (۱۰×۱۰ شرعی گز) ہو تو ہلنے سے دوسری طرف تک نہیں پہنچتا اور عام طور پر مشائخ رحمہم اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے (۷) عام متاخرین فقہا نے لوگوں پر آسانی کے لئے ابوسلیمان جوزجانی کے اس قول کو اختیار کیا ہے اگر حوض دہ در دہ (۱۰×۱۰ شرعی گز) ہو تو اس کا پانی کثیر ہے یعنی اس کا طول دس ذرائع اور عرض ذراع (شرعی گز) ہو پس اس کا رقبہ سو مربع ذراع (شرعی گز) اور اس کے چاروں ضلعوں کا مجموعہ چالیس ذرائع ہو گا جبکہ وہ حوض مربع شکل کا ہو اور اگر وہ جگہ گول ہو تو اس کا محیط (گھیرا) اکثر فقہا کے نزدیک اڑتالیس ذراع کا ہونا چاہئے اور محیط سرخسی میں ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور ابن الہمامؒ نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے چھیالیس ذراع کا ہو اور ظہیریہ و ملتقط میں ہے کہ چھتیس ذراع ہونا چاہئے بعض نے اس کو اصح کہا ہے، ظہیریہ میں اسی کو ترجیح دی اور صحیح کہا ہے اور حساب کی رو سے یہی واضح ہے کیونکہ اس حساب سے اس کا رقبہ تقریباً سو مربع گز ہو جاتا ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ چھیالیس ذراع والے قول پر فتویٰ دیا جائے (۸) اور اگر وہ جگہ مثلث (سہ گوشہ) ہو تو اس کا ہر ضلع تقریباً ۱۵$\frac{1}{5}$ ذراع ہونا معتبر ہے اگر

(۱)۔ع (۲)۔بحر و فتح و کبیری (۳)۔و (۴)۔کبیری (۵)۔ع (۶)۔کبیری و درروش و بحر و ع ملتقطاً

(۷)۔ع (۸)۔کبیری و فتح و بحر و درروش ملتقطاً

وہ جگہ مربع نہ ہو بلکہ مستطیل ہو لیکن وہ دہ در دہ ذراع (شرعی گز) یعنی سو مربع گز کو پہنچ جائے مثلاً ۲۰ ذراع × ۵ ذراع یا ۲۵ ذراع × ۴ ذراع × یا ۵۰ ذراع × ۲ ذراع یا ۱۰۰ ذراع × ۱ ذراع ہو تو وہ کثیر ہے (۱) اور گہرائی کے متعلق معتبر ہے کہ کم سے کم اتنی ہو کہ چلو سے پانی لینے میں اس کے نیچے کی زمین نہ کھلے یہی صحیح ہے (۲) یہاں تک کہ اگر چلو سے پانی لیتے وقت اس کے نیچے کی زمین کھل گئی اور اس کے بعد وہ پانی آپس میں مل گیا تو اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (۳) ذراع (شرعی گز) کے بارے میں مشائخ فقہا میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک کپڑا ناپنے کا شرعی گز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور وہ صرف سات مٹھی کی برابر ہوتا اور اس کے ساتھ انگلی کھڑی نہیں ہوتی اس کو امام اسحاق بن ابو بکر ولوالجی نے اپنے فتاوی میں اختیار کیا ہے اور درو ظہیریہ و خلاصہ و خزانہ وغیرہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ زمین کی پیمائش کا ہاتھ (گز) مراد ہے اور وہ سات مٹھی کا ہوتا ہے اور ہر مٹھی کے ساتھ ایک انگلی کھڑی ہوتی ہے یعنی مٹھی کے ساتھ انگوٹھے کی لمبائی بھی شامل ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ سات مٹھی میں سے صرف ایک مٹھی کے ساتھ انگوٹھے کی لمبائی ہوتی ہے۔ (۴) اور ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف چھ مٹھی کا گز ہے یعنی ہر مٹھی کے ساتھ انگلی کھڑی نہ ہو اور وہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے حروف کی شمار کے مطابق چوبیس انگل کا ہوتا ہے اور ہر انگل چھ جو کا ہوتا ہے) اکابر متاخرین مثل صاحب ہدایہ و قاضی خان وغیرہ اہل ترجیح فقہا نے دہ در دہ کو کثیر پانی ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس تعیین کو اختیار کیا ہے اور وہ مذہب حنفیہ کو ہم لوگوں سے بہت زیادہ جاننے والے تھے اس لئے ہم پر ان کا اتباع لازم ہے۔ (۵)

خلاصہ: جاننا چاہئے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب نجاست سے پانی کا کوئی وصف (یعنی رنگ یا بو یا مزہ) بدل جائے تو اس پانی سے وضو غسل کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو اور خواہ جاری ہو یا جاری نہ ہو اور نجاست سے پانی کا کوئی وصف متغیر نہیں ہوا تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نجاست سے اس صورت میں قلیل پانی نجس ہو جاتا ہے اور کثیر پانی نجس نہیں ہوتا لیکن قلیل و کثیر کی حد فاصل میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالکؒ کے نزدیک اگر نجاست سے پانی کے وصف (رنگ یا بو یا مزہ) میں تغیر آ جائے تو وہ پانی قلیل ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر تغیر نہ آئے تو وہ کثیر ہے اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ جب پانی قلتین کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ کثیر ہے اور اس سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر اس سے کم ہو تو قلیل ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے ظاہر الروایت میں کہا ہے اس بارے میں مبتلیٰ بہ کی غالب رائے کا اعتبار کیا جائے اگر اس کے گمان غالب میں وہ پانی اتنا ہے کہ پانی کے ہلنے سے نجاست ایک جانب سے دوسری جانب پہنچ سکتی ہے تو وہ قلیل ہے اور اسے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نہیں پہنچ سکتی تو وہ کثیر ہے اور اس سے وضو جائز ہے اور یہ ظاہر المذہب ہے اور یہی اصح ہے اور کثیر کی حد مقرر کرنے کے بارے میں فقائے احناف کی روایت میں اختلاف ہے اور اکثر مشائخ متاخرین بلکہ عام مشائخ متاخرین نے دہ در دہ کا اعتبار کیا ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں منقول ہے اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو مبتلیٰ بہ کے گمان غالب پر چھوڑ دیا جائے لیکن چونکہ لوگوں کی رائیں مختلف ہوتی ہیں اور بہت سے لوگوں کی کوئی رائے نہیں ہوتی یعنی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے اس لئے متاخرین مشائخ نے لوگوں پر توسع اور آسانی کی غرض سے کثیر پانی کے دہ در دہ ہونے کا اعتبار کیا ہے۔ (۶)

۴۔ اگر بڑے حوض (دہ در دہ یا اس سے زیادہ) میں نجاست واقع ہو جائے تو اگر وہ نجاست نظر آنے والی ہے جیسے مردار جانور وغیرہ تو ظاہر الروایت کے مطابق جس طرف نجاست واقع ہوئی ہے اس جانب سے وضو نہ کرے اس کے علاوہ کسی اور جانب سے وضو

---

(۱)۔ درو ش تصرفاً　　(۲)۔ کبیری و ع و ش و بدائع و بحر وغیرہ　　(۳)۔ بحر و بدائع

(۴)۔ کبیری و بحر و در و ش وغیرہا ملتقطاً　　(۵)۔ ش　　(۶)۔ بحر ملخصاً

کرلے اس کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے حوض کی مقدار یعنی نجاست کے ہر طرف سے چار چار گز شرعی (نوگرہ) تک جگہ چھوڑ کر وضو کر لے، اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جب تک پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ جاری پانی کے حکم میں ہے اگر نجاست حوض کے درمیان میں واقع ہو تو ظاہر الروایت پر قیاس کرتے ہوئے دہ در دہ جگہ چھوڑ کر اس میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں اور نجاست نظر نہ آنے والی ہو مثلاً پیشاب یا شراب وغیرہ ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، مشائخ عراق کے نزدیک اس کا حکم نظر آنے والی نجاست کی مانند ہے پس نجاست واقع ہونے کی جگہ سے چھوٹے حوض یعنی چار در چار کی مقدار جگہ چھوڑ کر وضو کرنا جائز ہے اور مشائخ ماوراء النہر یعنی مشائخ بلخ و بخارا نے دونوں قسم کی نجاستوں میں فرق کیا ہے اور عموم بلویٰ کے باعث اس میں توسع کیا ہے کہ نظر نہ آنے والی نجاست کے بڑے حوض میں واقع ہونے کی صورت میں اس کی ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے (یعنی نجاست گرنے کے مقام سے بھی وضو کرنا جائز ہے جب تک اس کے کسی وصف میں تغیر نہ ہو جائے) جیسا کہ جاری پانی کے لئے حکم ہے اور یہی اصح ہے (۱) پس خلاصہ یہ ہے کہ نظر آنے والی نجاست کے حوض کبیر میں واقع ہونے کی صورت میں نجاست کے چاروں طرف چار چار گز جگہ چھوڑ کر وضو کرنا چاہئے اور نظر نہ آنے والی نجاست کی صورت میں دو قول نقل کئے ہیں ایک قول کے مطابق یہی حکم ہے جو نظر آنے والی نجاست کا مذکور ہوا ہے بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس حوض سے ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے حتیٰ کہ موضع نجاست پر بھی وضو کرنا جائز ہے اور بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور خزائن میں ہے کہ اگر کسی حوض کے وصف میں تغیر نہ آئے تو عموم بلویٰ کی وجہ سے مطلق طور پر پانی نجس نہ ہونے پر فتویٰ ہے خواہ وہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نظر نہ آنے والی ہو اور فتح القدیر میں ہے کہ یہی قول صحیح قرار دیا جانا چاہئے اور نظر آنے یا نظر نہ آنے والی نجاست کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے بلکہ میں اسی کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (۲) لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔ (۳)

۵۔ اگر لوگ صفیں بنا کر بڑے حوض سے وضو کریں تو مشائخ بخارا کے قول کے مطابق جائز ہے اور اسی پر عمل ہے اور احساس الناطفی میں کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے بڑے حوض میں غسل کیا تو دوسرے شخص کو اسی جگہ سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ بڑا حوض مستعمل پانی کو نیست و نابود کرنے میں جاری پانی کے حکم میں ہے۔ (۴)

۶۔ اگر بانس کے درختوں کے گنجان جھنڈ میں یا ایسے کھیت میں جس کی زراعت یا گھاس گنجان اور آپس میں ملی ہوئی ہو یا پانی جمع ہو اور وہ دہ در دہ گز ہے اگر اس کے درخت اور گھاس وغیرہ اس قدر گنجان ہوں کہ اس کا پانی ہلانے سے حرکت نہ کرتا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ مستعمل پانی پھر استعمال میں آتا رہے گا اور اگر اس کا پانی ہلانے سے حرکت کرتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مستعمل پانی کثیر پاک پانی میں مل کر نیست و نابود ہو جائے گا اور بانسوں ا(اور گھاس اور فصل وغیرہ) کا باہم ملا ہوا ہونا پانی کے باہم ملا ہوا ہونے کا مانع نہیں ہے اور اس سے اس تالاب کے بڑا ہونے میں کوئی نقص نہیں آتا۔ (۵)

۷۔ اگر ایسے حوض میں وضو کیا جس میں پانی کی تمام سطح پر کائی جمی ہوئی ہے اگر وہ کائی ہلانے سے مل جائے (یعنی پانی نظر آجائے) تو اس میں وضو جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (۶)

۸۔ اگر ایسے حوض میں وضو کیا جس کے پانی کے اوپر کا حصہ جم کر برف ہو گیا ہے اگر وہ برف ایسی پتلی ہے کہ پانی کے حرکت کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے تو اس میں وضو کرنا جائز ہے اور اگر حوض کے پانی پر برف جدا جدا ٹکڑے ٹکڑے ہو اور اتنی زیادہ ہو کہ پانی ہلانے سے نہ ہلے

---

(۱)۔ بدائع و کبیری و بحر ملتقطا (۲)۔ ش و فتح و بحر ملتقطا (۳)۔ ع (۴)۔ کبیری

(۵)۔ کبیری و ع و فتح ملتقطاً (۶)۔ کبیری و ع

تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر برف تھوڑی ہو اور پانی کے ملنے سے مل جائے تو اس میں وضو جائز ہے۔(۱)

۹۔اگر کسی بڑے حوض کی سطح پر پانی جم گیا اور کسی نے اس میں سوراخ کرلیا اگر اس سوراخ کے اندر کی طرف بھی برف پانی سے ملی ہوئی ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے(۲) اور اگر پانی اس سوراخ میں سے نکل کر اس برف کے اوپر اس قدر پھیل گیا کہ اگر اس میں چلو کے ذریعہ پانی لیا جائے تو اس کے نیچے کی برف کھل نہیں جاتی اور وہ پانی دہ دردہ ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر چلو بھرنے سے اس کے نیچے کی برف کھل جاتی ہے یا وہ پھیلا ہوا پانی دہ دردہ سے کم ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر وہ پانی (اوپر تو نہیں آیا بلکہ) اس سوراخ میں اس طرح ہے جیسے طشت میں پانی ہوتا ہے تب بھی اس میں وضو جائز نہیں لیکن اگر وہ سوراخ دہ دردہ ہوگا تو اس میں وضو جائز ہوگا۔(۳)

۱۰۔اگر حوض کا پانی جم گیا ہو اور اس میں کسی جگہ سوراخ کرلیا گیا ہو اور پانی برف کے نیچے اس کے ساتھ ملا ہوا ہو اور وہ سوراخ اس گڑھے کی مانند ہو جس کے نیچے پانی ہو اور اس سوراخ میں نجاست واقع ہو جائے یا اس میں کوئی کتا پانی پیئے یا اس پانی میں جو سوراخ کی تہ میں ہے کوئی شخص وضو کرے تو نصیر بن یحییٰؒ اور ابوبکر اسکاف نے کہا کہ وہ پانی نجس ہو جائے گا کیونکہ وہ پانی برف سے متصل ہونے کے باعث آپس میں متحرک نہیں ہوتا پس نجاست یا مستعمل پانی کا ہونا قلیل پانی میں ہوگا اور وہ اس کو فاسد کردے گا اور عبداللہ بن مبارکؒ و ابوحفص کبیر بخاری نے کہا کہ اگر برف کے نیچے کا پانی دہ دردہ ہو تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اور فتویٰ نصیر و ابوبکر رضی اللہ عنہم کے قول پر ہے اور برف کے نیچے کا پانی برف کے ساتھ ملا ہوا نہ بلکہ اس سے الگ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور پانی فاسد نہیں ہوگا اور نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی نجاست کے حکم میں جو اختلاف اوپر بیان ہوا ہے اس کی وہی تفصیل یہاں بھی جاری ہوگی اور یہی تفصیل اس وقت بھی جاری ہوگی جبکہ حوض چھتا ہوا ہو اور اس چھت میں سوراخ ہو پس اگر پانی اس چھت کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور وہ سوراخ دہ دردہ سے کم ہوگا تو اس سوراخ کا پانی نجاست کے واقع ہونے سے نجس ہو جائے گا اور اگر چھت سے جدا ہوگا تو نجس نہیں ہوگا اور اسی لئے منجمد حوض بھی مسقف حوض کی مانند ہے اگر منجمد حوض کی برف میں سوراخ کیا گیا ہو جو دہ دردہ سے کم ہو اور پانی اس سوراخ کے اوپر آکر برف کی سطح پر پھیل گیا ہو یا پانی اس سوراخ میں پیالے کے پانی کی مانند ہو پس اس میں کسی کتے نے پانی پیا یا اس میں کوئی نجاست واقع ہوئی تو وہ پانی جمہور علماء کے نزدیک نجس ہو جائے گا اور برف کے نیچے کے پانی کا اعتبار نہیں ہوگا اور جب وہ سب پانی نجس ہوگیا تو جب تک وہ تمام پانی نہیں نکلے گا جو نجاست گرنے کے وقت تھا اس وقت تک وہ پانی پاک نہیں ہوگا اور اگر کسی نے حوض کی سطح پر جمی ہوئی برف میں سوراخ کیا اور کسی شخص نے اس سوراخ میں اس طرح وضو کیا کہ مستعمل پانی (دھوون) اس سوراخ کے پانی میں نہیں گرنے دیا تو اس کا وضو ہر حال میں جائز ہے خواہ وہ سوراخ بڑا یعنی دہ دردہ ہو یا اس سے چھوٹا ہو اور اگر مستعمل پانی اس سوراخ میں داخل ہوگیا اور وہ سورخ دہ دردہ سے چھوٹا ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس سوراخ میں کوئی بکری وغیرہ گر کر مری گئی تو اگر برف کے نیچے کا پانی دہ دردہ ہے تو وہ کثیر ہونے کی وجہ سے نجس نہیں ہوگا (جب تک کہ اس کا کوئی وصف نہ بدل جائے) اور سوراخ کے اندر جو پانی تھا اور اب نیچے اتر گیا ہے وہ بھی نجس نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی موت غالب طور پر اس پانی کے نیچے اتر جانے کے بعد واقع ہوگی لیکن اگر اس کی موت اس پانی کے نیچے اترنے سے پہلے واقع ہوئی ہو یا وہ حیوان جو اس میں گرا ناپاک ہو تو اس سوراخ کے اندر کا پانی نجس ہو جائے اور اسی طرح اگر برف کے نیچے کا پانی دہ دردہ کم ہوگا تو وہ تمام پانی نجس ہو جائے گا۔(۴)

۱۱۔چھت والے حوض کی چھت میں پانی لینے کے طاق کا حکم حوض کی مانند ہے جبکہ اس طاق (سوراخ) کا پانی جم جائے اگر پانی گھاٹ کے تختوں سے جدا ہے اگرچہ کم ہو تو اس میں وضو کرنا جائز ہے اور اگر پانی طاق کے تختوں سے ملا ہوا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے یہی

(۱)۔ع و کبیری (۲)۔فتح و ع (۳)۔ع و کبیری ملتقطاً (۴)۔کبیری

مختار ہے(۱) اگر بڑے حوض یعنی دہ دردہ حوض میں پانی لینے کے طاق (سوراخ) بنے ہوئے ہوں اور کسی شخص نے کسی طاق سے وضو یا غسل کیا اور پانی گھاٹ کے تختوں سے ملا ہوا ہے اور ہلانے سے ہلتا نہیں تو اس جگہ سے دوسرے شخص کو وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پانی تختوں سے نیچے ہے تو اس جگہ سے وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں وہ جگہ چھوٹے حوض کی مانند ہے کہ اس کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے لیکن اس کے مستعمل پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور دوسری صورت میں چھت والے بڑے حوض کی مانند ہے۔(۲)

۱۲۔ اگر چھوٹا حوض یعنی جو دہ دردہ سے کم ہو لیکن گہرا ہو نجاست پڑ جانے سے ناپاک ہو جائے اس کے بعد اس حوض کا پانی پھیل کر دہ وہ دہ ہو جائے تو اور حوض اب بھی ناپاک ہے کیونکہ پھیلنے والا وہی نجس پانی ہے اور اس طرح اگر اس میں تھوڑا تھوڑا ناپاک پانی داخل ہوتا رہے یہاں تک کہ وہ حوض دہ دردہ ہو جائے تب بھی وہ پانی وہ ناپاک ہے(۳) اس لئے کہ پانی کا استعمال سطح سے ہوتا ہے نہ کہ گہرائی سے اور ہمارے فقہا نے لمبائی چوڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں۔(۴)

۱۳۔ اگر حوض میں نجاست واقع ہو جائے اور اس وقت وہ حوض دہ دردہ پھر اس کا پانی کم ہو جائے اور وہ حوض دہ دردہ سے کم ہو جائے تو اس حوض کا پانی پاک ہے۔(۵)

۱۴۔ اگر حوض اوپر سے دہ دردہ ۱۰×۱۰ ہو اور نیچے سے دہ دردہ سے کم ہو اور وہ پانی سے بھرا ہوا ہو اور اس میں اوپر سے نجاست گر جائے تو اس میں وضو اور غسل کرنا جائز ہے پھر اگر اس کا پانی کم ہو جائے اور نیچے اتر جائے یہاں تک کہ وہ دردہ سے کم رہ جائے تو وہ پانی اب بھی پاک ہے اور اس سے وضو غسل کرنا جائز ہے اور نجاست کے واقع ہونے کے وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور دہ دردہ سے کم رہ جانے کے بعد اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اس میں وضو کرنا جائز نہیں ہوگا اس کے بعد اگر اس قلیل پانی میں اور اپنی آ کر مل جائے یہاں تک کہ وہ حوض پر ہو جائے (یعنی پانی دہ دردہ ہو جائے) اور پر ہونے کے بعد اس میں سے کچھ پانی نہ نکلے تو وہ حوض اب بھی ناپاک ہے جیسا کہ قلیل ہونے کی صورت میں ناپاک تھا کیونکہ جس وقت اس میں نیا پانی داخل ہو وہ نیا پانی بھی اس سے مل کر نجس ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس صورت میں وہ پانی نجس نہیں ہوگا لیکن پہلا قول اصح ہے دوسرے قول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے اور مستعمل پانی کی نجاست کے قول کے مطابق اگر اس قلیل پانی میں مستعمل پانی شامل ہوگا تب بھی یہی حکم ہے، اسی بنا پر بحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر حوض کا پانی دہ دردہ سے کم رہ جائے تو اس پانی میں وضو نہ کرے بلکہ اس میں سے چلو کے ذریعہ پانی لے کر حوض سے باہر وضو کرے۔

۱۵۔ اور اگر مذکورہ بالا صورت کے برعکس حوض اوپر سے دہ دردہ سے کم ہو اور نیچے سے دہ دردہ یا اس سے زیادہ ہو اور اس میں اوپر سے نجاست واقع ہو جائے تو وہ نجس ہو جائے گا اور اس سے وضو جائز نہیں ہوگا یہاں تک وہ دردہ کی حد تک پہنچ جائے۔ پس اگر اس کا پانی اوپر سے کم ہوتے ہوتے وہاں تک پہنچ گیا جہاں سے حوض دہ دردہ ہو جاتا ہے تو اصح یہ ہے کہ اب اس میں وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔(۶)

۱۶۔ اگر بڑا حوض خشک ہو گیا اور اس میں نجاستیں پڑی ہوئی ہیں اس کے بعد وہ حوض پانی سے بھر گیا تو بعض نے کہا کہ وہ پانی نجس ہے کیونکہ اس میں تھوڑا تھوڑا پانی آتا رہا ہے اور نجاست سے مل کر نجس ہوتا رہا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ نجس نہیں ہے کیونکہ وہ پانی سے بھرا ہوا حوض بڑا یعنی دہ دردہ یا اس سے زیادہ) ہے پس یہ ایسا ہو گیا گویا کہ حوض بھرا ہوا ہونے کے بعد اس میں نجاست واقع ہوئی ہے اس کے نجس نہ ہونے کو مشائخ بخارا نے اختیار کیا ہے اور خلاصہ اور قاضی خان کے نزدیک مختار یہ ہے کہ جب پانی نجس جگہ میں تھوڑا تھوڑا داخل ہو کر نجاست

(۱)۔ع (۲)۔فتح و بحر و منحہ ملتقطاً (۳)۔بدائع و فتح و ع ملتقطاً (۴)۔بدائع (۵)۔ع و بدائع ملتقطاً

(۶)۔بحر و در و ش و ع و کبیری و فتح ملتقطاً

سے ملتا رہا تو وہ سب پانی ناپاک ہے (اگرچہ جمع ہو کر دہ دردہ ہو جائے) اور اگر پاک جگہ میں پانی داخل ہوا اور نجاست سے ملنے سے پہلے اس پاک جگہ میں جمع ہوا یہاں تک کہ وہ دہ دردہ ہو گیا اس کے بعد وہ پانی نجاست سے ملا تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا (۱) پس اگر ایک بڑا تالاب ہے، گرمیوں میں اس میں پانی نہیں ہوتا اور جانور اور آدمی اس میں گوبر و پاخانہ کرتے ہیں پھر سردی کے موسم میں اس میں پانی بھر جاتا ہے اور اس پر برف بھی جمتی ہے تو جو پانی اس تالاب میں داخل ہوتا ہے اگر وہ نجس جگہ داخل ہو کر جمع ہوتا ہے تو وہ پانی اور جو برف اس پر جم جاتی ہے دونوں نجس ہیں اگرچہ وہ پانی جمع ہو کر کثیر (دہ دردہ) ہو جائے اور اگر پانی پہلے پاک جگہ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں ٹھہر کر اور جمع ہو کر دہ دردہ ہو جاتا ہے پھر وہاں سے نجاست والی جگہ میں پہنچتا ہے تو پانی اور برف دونوں پاک ہیں۔ (۲) ان مسائل مذکور کا حاصل یہ ہے کہ جب پانی دہ دردہ سے کم ہونے کی صورت میں نجس ہو جائے تو وہ دہ دردہ ہو جانے کی صورت میں بھی پاک نہیں ہوتا (جب تک وہ جاری نہ ہو جائے) او راگر پاک پانی دہ دردہ ہو پھر اس میں نجاست گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا اگرچہ نجاست گرنے کے بعد وہ دہ دردہ سے کم ہو جائے۔ پس پانی کی قلت و کثرت کا اعتبار نجاست کے ملنے کے وقت ہے خواہ نجاست پانی پر وارد ہوئی ہو یا پانی نجاست پر وارد ہوا ہو یہی مختار ہے۔ (۳)

۱۷۔ اگر کسی حوض کا پانی ناپاک ہو گیا پھر اس کا ناپاک پانی جذب ہو گیا اور وہ اندر سے خشک ہو گیا تو اس حوض کے پاک ہونے کا حکم کیا جائے گا اب اگر اس میں دوبارہ پانی داخل ہو جائے تو اس کی نجاست کے دوبارہ لوٹ آنے میں امام ابوحنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں اور اظہر یہ ہے کہ وہ نجاست دوبارہ عود نہیں کرے گی۔ (۴)

۱۸۔ اگر چھوٹا (دہ دردہ سے کم) حوض ناپاک ہو جائے پھر اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو جائے اور اس پانی کے داخل ہوتے وقت دوسری طرف سے پانی باہر نکلے تو حوض پاک ہو جاتا ہے لیکن اس بارے میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے کہ کس قدر پانی نکلنے سے حوض پاک ہو جاتا ہے بعض نے کہا کہ جس قدر پانی نجاست واقع ہونے کے وقت اس میں تھا جب تک اس قدر پانی باہر نہ نکلے وہ حوض پاک نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ جب تک نجاست کے وقت موجود پانی کی مقدار کا تین گنا پانی نہ نکلے اس وقت تک وہ حوض پاک نہیں ہوگا۔ اور ابوجعفر ہندوانیؒ نے کہا کہ ایک جانب سے داخل ہونے اور دوسری جانب سے پانی نکلنا شروع ہوتے ہی وہ حوض پاک ہو جائے گا اگرچہ بہت تھوڑا سا پانی نکلا ہو یعنی نجاست کے وقت کی مقدار نہ نکلا ہو، صدر الشہید حسام الدینؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے محیط میں اسی کو صحیح کہا ہے اور نوازل میں ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی حکم کنوئیں اور حمام کے حوض کا ہے کہ یہ بھی پانی جاری ہوتے ہی پاک ہو جاتے ہیں (کنوئیں کے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنواں لبالب ہو کر جاری ہو گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ کنوئیں کے چشمے (سوت) نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا (۵) چلوؤں کے ذریعے حوض سے لگاتار پانی لینے سے جاری پانی کے حکم میں ہو کر وہ ناپاک چھوٹا حوض پاک ہو جاتا ہے جس کے ایک طرف سے پانی داخل ہو رہا ہو (۶) جیسا کہ حوض حمام کے بیان میں مذکور ہے (مؤلف) اور یہ ضروری نہیں ہے کہ نجس پانی کا چھوٹا حوض ایک طرف سے پانی داخل ہونے سے پہلے سے بھرا ہوا ہو بلکہ اگر وہ نجس حوض منہ تک بھرا ہوا نہیں تھا پھر اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوا اور پورا بھر جانے کے بعد دوسری طرف سے پانی باہر نکلنے لگا تو شروع سے بھرے ہوئے حوض کی مانند ہو گیا اس صورت میں بھی اصح قول کی بنا پر پانی کے باہر نکلتے ہی وہ حوض پاک ہو جائے گا اور اس کا جو پانی اس وقت پہلے باہر نکلے گا وہ بھی پاک ہو گا حتیٰ کہ اگر کسی نے اس پانی کو لے کر وضو کیا تو اس کا وضو جائز ہے۔ (۷)

۱۹۔ اگر بڑے حوض کا پانی بہت عرصہ تک ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بدبودار ہو جائے یا اس کا رنگ و مزہ بدل جائے اگر اس میں نجاست

---

(۱)۔ کبیری (۲)۔ بحر و ع و فتح (۳)۔ کبیری و ش (۴)۔ ع و بدائع ملتقطاً (۵)۔ غایۃ الاوطار (۶)۔ ع (۷)۔ ش ملخصاً

کا واقع ہونا معلوم نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے (۱) لیکن اگر اس میں نجاست کا واقع ہونا اور اس کی وجہ سے اس کا متغیر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نجاست واقع ہونے میں شک ہو اور اس کو اس کا یقین نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اس کے بارے میں اس کو کسی سے پوچھنا واجب نہیں ہے۔ (۲)

۲۰۔ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس تینوں اوصاف میں سے یعنی مزہ، رنگ اور بو میں سے کوئی وصف بدل جائے اور وہ ملی ہوئی چیز مغلوب اور پانی غالب ہو تو ہمارے فقہا کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مغلوب پاک چیز کے ملنے سے پانی مطلق ہونے کے حکم میں ہی رہتا ہے۔ (۳) (اس مسئلے کی تفصیل مقید پانی کے بیان میں درج ہے مؤلف)

۲۱۔ قلت و کثرت کے بارے میں تمام مائعات کا حکم پانی کی مانند ہے یعنی پانی کی جو مقدار نجاست ملنے سے نجس ہو جاتی ہے ہر مائع چیز کی اتنی مقدار نجاست ملنے سے نجس ہو جاتی ہے۔ (۴)

۲۲۔ حوض سے وضو کرنا برخلاف معتزلہ نہر سے وضو کرنے سے افضل ہے کیونکہ معتزلہ حوض سے وضو کرنے کو جائز نہیں کہتے (کیونکہ ان کے نزدیک حوض کبیر نجاست واقع ہونے سے نجس ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو (۵) ان کی یہ مخالفت اس وقت ہے جبکہ معتزلہ موجود ہوں اور جہاں وہ لوگ نہیں ہیں وہاں حوض کی بہ نسبت نہر سے وضو کرنا افضل ہے۔ (۶)

کنوئیں کا پانی: کنوئیں سے مراد یہاں وہ کنواں ہے جو دہ دردہ (۱۰×۱۰) سے کم ہو اور جو کنواں دہ دردہ ہو نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پانی کی کوئی صفت یعنی رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے۔ چھوٹا دہ دردہ سے کم کنواں ہمارے ائمہ کے نزدیک چھوٹے حوض کے حکم میں ہے پس جن چیزوں کے گرنے سے چھوٹے حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انہی چیزوں کے کنوئیں میں گر جانے سے کنوئیں کا پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ (۷) دہ دردہ یا اس سے بڑا کنواں یعنی جس کا محیط اڑتالیس گز شرعی ہو بڑے حوض کے حکم میں ہے مگر ایسے کنوئیں شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں عام کنوئیں چھوٹے حوض کے حکم والے ہی ہیں لیکن ان کنوؤں کے حکم میں چھوٹے حوض کے برخلاف یہ خصوصیت ہے کہ ان چھوٹے کنوؤں کا ناپاک پانی بھی شرعی مقدار کے مطابق نکال دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے بخلاف دوسرے قلیل پانی کے کہ وہ جب تک جاری نہ ہو جائے پاک نہیں ہوتا۔ جاننا چاہئے کہ کنوؤں کے مسائل قیاس پر مبنی نہیں ہیں بلکہ آثار صحابہؓ پر مبنی ہیں قیاس کا مقتضی تو یہ ہے کہ یا تو کنوئیں کا پاک ہونا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو کیونکہ اس کی کیچڑ اور دیواروں سے بھی نجاست لگی ہوئی ہوتی ہے اس میں تھوڑا تھوڑا پانی آتا ہی رہتا ہے اور یا کنواں کبھی ناپاک ہی نہ ہو کیونکہ اس میں پانی نیچے سے سوت (چشمہ) کے ذریعہ آتا ہی رہتا ہے اور اوپر سے نکالا جاتا ہے اس لئے وہ حمام کے حوض کی مانند جاری پانی کی مانند ہو گیا (۸) اور ہمارے فقہا کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ کنوؤں کہ مسائل میں رائے کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ کنوئیں کا پانی نکالنے سے کنوئیں کا پاک ہونا اصول ضرورت کے تحت قیاس خفی یعنی استحسان سے ثابت ہے اور آثار صحابہؓ سے ماخوذ ہے (۹) جن چیزوں کے گرنے سے کنوئیں کا پانی نکالا جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔ اول وہ کہ جس کے گرنے سے پانی نکالنا واجب ہوتا ہے دوسری وہ جس کے گرنے سے پانی نکالنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے (۱۰) اور وہ ناپاک چیز جس کے گرنے سے کنوئیں کا پانی نکالنا واجب ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ چیزیں ہیں جن کے واقع ہونے سے بیس ڈول نکالنا واجب ہیں، دوسری وہ ہیں جن کے واقع ہونے سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہیں، تیسری وہ ہیں جن کے واقع ہونے سے تمام پانی نکالنا واجب

---

(۱)۔ ع و بحر و فتح و در (۲)۔ بحر و در و فتح (۳)۔ بحر و ش (۴)۔ بحر (۵)۔ غایۃ الاوطار (۶)۔ فتح و در و ش

(۷)۔ بحر (۸)۔ بحر و فتح و عنایۃ و بدائع و ش ملخصاً و ملتقطاً (۹)۔ بحر ملخصاً و تمامہ فیہ (۱۰)۔ ع

ہوتا ہے(۱) ان سب قسم کے احکام کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

جن صورتوں میں تمام پانی نکالنا واجب ہے: ۱۔اگر کنوئیں میں نجاست گر جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور باجماع سلف اس پانی کا نکالنا اس کنوئیں کی طہارت ہے۔(۲) پانی کو ناپاک کر دینے میں نجاست خفیفہ وغلیظہ دونوں کا حکم یکساں ہے۔(۳)

۲۔جاندار کے علاوہ کوئی اور نجاست کنوئیں میں گرنے سے اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر کوئی جاندر یعنی جس جانور میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے اور وہ خشکی کا رہنے والا (غیر دریائی) ہو کنوئیں میں گر کر مر جائے یا مر کر کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا پانی نکالنے کے حکم کے تین درجے ہیں (اول) اگر وہ جانور چوہا یا اس کی مثل ہے تو بیس ڈول نکالنا (دوم) اگر وہ مرغی یا اس کی مثل ہے تو چالیس ڈول نکالنا (سوم) اگر وہ بکری یا اس کی مثل (یا اس سے بڑا) ہے تو کل پانی نکالنا واجب ہے (۴) ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے۔مؤلف) ۳۔اگر کنوئیں میں مینگنی اور گوبر وغیرہ کے علاوہ تھوڑی اسی نجاست بھی گر جائے مثلاً ایک قطرہ پیشاب گر جائے اگرچہ وہ حلال جانور کا پیشاب ہو لیکن جن جانوروں کے پیشاب سے بچنا ممکن نہیں ہے ان کا پیشاب معاف ہے جیسا کہ آگے آتا ہے، یا شراب یا خون کا ایک قطرہ گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہوتا ہے کیونکہ کنواں تھوڑے پانی اور چھوٹے حوض کے حکم میں ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور قلیل پانی میں نجاست گرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے خواہ اس سے اس کی کوئی بھی صفت متغیر نہ ہوئی ہو۔(۵) ۴۔نجاست خواہ بلا واسطہ یعنی براہ راست گرے یا بالواسطہ مثلاً جوتی یا لکڑی یا کپڑے پر نجاست لگی ہو اور وہ کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا، ۵۔اگر اونٹ یا بکری کی مینگنیاں کنوئیں میں گریں تو جب تک وہ کثیر یعنی بہت زیادہ مقدار میں نہ ہوں اس وقت تک کنواں نجس نہیں ہوتا۔کثیر کی حد میں فقہا کا اختلاف ہے اور اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جن میں سے دو اقوال کی تصحیح کی گئی ہے ان دو اقوال میں بھی راجح قول یہ ہے کہ کثیر وہ ہیں جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہیں جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے، یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کی عادت ہے کہ ایسی چیزوں میں جن کی کوئی تعداد یا مقدار معین کرنے کی ضرورت ہو اور اس میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو تو اس میں اپنی رائے سے کچھ مقرر نہیں فرماتے تھے بلکہ مبتلیٰ بہ کی رائے پر چھوڑ دیتے تھے۔بدائع وکافی اور بہت سی کتابوں میں اس کو صحیح کہا ہے اور معراج الدرایہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے، ہدایہ میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے، فیض میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول مینگنی سے خالی نہ آتا ہو تو کثیر ہیں ورنہ قلیل ہیں اور یہی صحیح ہے، نہایہ میں اسی کو صحیح کہا ہے اور اس کو مبسوط کی طرف منسوب کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ سالم اور ٹوٹی ہوئی اور تر اور خشک میں کچھ فرق نہیں ہے اور حکم لید، گوبر اور مینگنی سب کے لئے یکساں ہے اور اس بارے میں جنگل اور شہر کے کنوؤں میں یعنی چار دیواری اور بغیر چار دیواری والے کنوئیں میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ شہر میں بھی اس کی ضرورت واقع ہوتی ہے جیسا کہ حماموں اور مسافر خانوں میں ضرورت پڑتی ہے۔(۶) ۶۔اگر کنوئیں میں جثہ میں بکری کے برابر کوئی جانور مر جائے مثلاً بکری یا کتا یا آدمی مر جائے تو اس کا تمام پانی نکالا جائے گا خواہ گرتے وقت اس کا جسم پاک ہو یا ناپاک ہو اور خواہ وہ جانور پھولا یا پھٹا نہ ہو اور خواہ باہر سے مر کر گرے تب بھی یہی حکم ہے۔(۷) ۷۔دو یا زیادہ بلیاں یا ایک بلی اور تین چوہے یا چھ یا زیادہ صرف چوہے کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مر کر گر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ ان میں سے کوئی پھولا یا پھٹا نہ ہو۔(۸) (اس کی تفصیل آگے تھوڑا پانی نکالنے کی صورتوں کے بیان میں

(۱)۔بحر (۲)۔ہدایہ وعنایہ ومنیہ (۳)۔بدائع وط (۴)۔بحر بزیادۃ عن در (۵)۔در وش وکبیری وط ملتقطاً

(۶)۔ہدایہ وع وبحر ودر وش وغیرہ ملتقطاً (۷)۔بحر وہدایہ وع ملتقطا وتصرفاً (۸)۔ماخوذ عن بحر وفتح ودر وش وغیرہ

مذکور ہے مؤلف) ۸۔ اگر کوئی جاندار کنوئیں میں گر کر مرنے کے بعد پھول یا پھٹ جائے یا باہر سے پھول یا پھٹ کر کنوئیں میں گرے تو اس کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے اس لئے تمام پانی نکالنا واجب ہوتا ہے خواہ وہ جانور چھوٹا یعنی چوہا وغیرہ ہو یا بڑا یعنی آدمی یا ہاتھی وغیرہ ہو کیونکہ اس جانور کی نجس رطوبت پانی میں مل جائے گی۔ اسی طرح اگر اس کے بال یا پاؤں یا دم یا جسم کا کوئی حصہ جدا ہو کر کنوئیں میں گر پڑے یا جانور کے کنوئیں میں گرتے وقت کٹ جائے تو اس کے گرتے ہی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۱) پھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم متورم ہو جائے اور اصلی حجم سے بڑھ جائے اور پھٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم پھٹ گیا اور پارہ پارہ ہو گیا ہو یا اس کے اعضا الگ الگ ہو گئے ہوں۔ (۲) ۹۔ خنزیر (سور) کے کنوئیں میں گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مرا ہوا نکلے یا زندہ نکل آئے اور اگرچہ اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہوا ہو اس لئے کہ خنزیر نجس العین ہے (۳) یعنی اس کا تمام بدن اور بدن کا ہر ایک جزو پیشاب پاخانے کی طرح ناپاک ہے۔ (۴) ۱۰۔ اگر کتا کنوئیں میں گر کر مر جائے (یا باہر سے مر کر گر جائے) تو اس کا تمام پانی نکالا جائے گا اور اگر مرا نہیں بلکہ کنوئیں سے زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی میں داخل نہیں ہوا (اور اس کے جسم پر کوئی نجاست بھی معلوم نہیں ہے) تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ صحیح قول کی بنا پر کتا نجس العین نہیں ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک کتا نجس العین ہے جیسا کہ خنزیر نجس العین ہے فتویٰ اور امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہے (۵) اور اگر اس کا منہ پانی میں داخل ہو گیا (یا اس کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہے) تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۶) اور یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے وحشی درندے اور پرندے کہ اگر وہ زندہ نکل آئیں اور ان کا منہ پانی میں داخل نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ پانی نجس نہیں ہوتا (۷) (جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ کر دینے کا یقین نہ ہو جائے لیکن اس کا امکان قوی ہونے کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی نکالنا ہی مناسب ہے، مؤلف) اور حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کنوئیں سے زندہ نکلنے والا جانور نجس العین ہے یا اس کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۸) اور خنزیر کے علا جو جاندار کنوئیں میں گرنے کے بعد زندہ نکال دیا جائے اگر اس کے جسم پر نجاست معلوم نہیں تھی اور نہ ہی اس کا منہ پانی میں داخل ہوا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر اس کے جسم پر نجاست تو معلوم نہیں تھی لیکن اس کا منہ پانی میں داخل ہو گیا ہو تو اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو وہ پانی بھی پاک ہے لیکن اس پانی سے احتیاطاً وضو نہ کیا جائے گا کیونکہ اس جانور پر نجاست ہونے کا احتمال ہے یا یہ احتمال ہے کہ کنوئیں میں گرتے وقت اس کو حدث ہوا ہو اس کے باوجود اگر اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اور اگر اس جانور کا جھوٹا نجس ہے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور تمام پانی نکالا جائے گا، اگر اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر اس جانور کا جھوٹا مکروہ ہے تو وہ پانی مکروہ ہے اور اس میں سے دس ڈول نکالنا مستحب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ احتیاطاً بیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو وہ پانی مشکوک ہے اور وہ تمام پانی نکالا جائے گا جیسا کہ جھوٹا نجس پانی تمام نکالا جاتا ہے کیونکہ مشکوک پانی اور نجس دونوں عدم طہوریت میں مشترک ہیں۔ (۹) ۱۱۔ مردہ کافر غسل سے پہلے بھی اور غسل دینے کے بعد بھی نجس ہے (۱۰) پس کافر کی میت کے کنوئیں میں گرنے سے کنوئیں کا تمام پانی مطلق طور پر ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ غسل دینے سے پہلے گرے یا غسل دینے کے بعد گرے کیونکہ مردہ کافر غسل دینے سے پاک نہیں ہوتا (۱۱) اور مسلمان کی میت اگر غسل دینے سے قبل کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر غسل دینے کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا یہی مختار ہے (۱۲) یعنی مسلمان کی میت غسل دینے سے پہلے اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک کر دیتی ہے

---

(۱)۔ بحر و ش و ع و ہدایہ و ط ملتقطاً (۲)۔ ش و بحر (۳)۔ کبیری و ط و ع وغیرہا (۴)۔ علم الفقہ تصرفاً (۵)۔ ط

(۶)۔ کبیری (۷)۔ ع (۸)۔ فتح (۹)۔ کبیری و در و ش و ع (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ در و ش (۱۲)۔ ع وغیرہ

اور اس میت کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نجاست حقیقی ہے حکمی نہیں ہے اس لئے میت کے غسل کا مستعمل پانی نجس ہے یہی صحیح ہے۔(۱) ۱۲۔ ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بطخ کنوئیں میں گر کر مر جائے (یا مر کر گرے) تو تمام پانی نکالا جائے گا (۲) بچہ اگر پیدا ہوتے ہی رویا (جس سے اس کے زندہ پیدا ہونے کا ثبوت ملتا ہے) اور پھر مر گیا تو اس کا حکم مسلمان بڑے آدمی کی میت کا ہے (خواہ وہ کافر ہی کا بچہ ہو) اگر وہ غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرے گا تو اس کا پانی ناپاک نہیں ہوگا (اور اگر غسل دینے سے قبل گرے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۳) اور اگر پیدا ہوتے ہی نہ روئے (یعنی مردہ پیدا ہو) تو اگرچہ کئی بار غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرے تب بھی اس کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۴) اگر مرغی کے پیٹ سے تازہ نکلا ہوا انڈا یا بکری کا بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے اگرچہ اس پر رطوبت لگی ہوئی ہو وہ پانی نجس نہیں ہوتا (۵) جب تک ان دونوں پر نجاست کا لگا ہونا معلوم نہ ہو اس لئے کہ مخرج کی رطوبت نجس نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ رطوبت نجس مخرج سے نکلتی ہے اس لئے وہ پانی کو نجس کر دے گی، پہلا قول امام صاحب کے قول کا قیاس ہے اور دوسرا قول صاحبین کے قول کا قیاس ہے اور پہلے قول کو قاضی نے اختیار کیا ہے اور دوسرے قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے۔(۶) ۱۳۔ اگر شہید تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا لیکن اگر اس سے خون بہے گا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔(۷) (اس کی تفصیل کنواں بالکل ناپاک نہ ہونے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) ۱۴۔ اگر چوہے کی دم کاٹ کر کنوئیں ڈال دی جائے یا کٹ کر خود گر جائے اور کٹی ہوئی جگہ پر موم وغیرہ نہ لگایا گیا ہو جس کی وجہ سے اس دم سے رطوبت کا نکلنا بند ہو جاتا تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۸) اسی طرح بڑی چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اس کی دم گرنے سے بھی سب پانی نکالا جائے گا (۹) اور اگر کٹاؤ کی جگہ موم وغیرہ لگا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے رطوبت نہ نکلے تو اسی قدر پانی نکالنا واجب ہوگا جس قدر چوہے کے مرنے سے نکالنا واجب ہوتا ہے (۱۰) یعنی اگر چوہا پھولا یا پھٹا نہ ہو تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے (۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بہتے والے خون والا جانور یعنی خشکی کا جانور زخمی ہو کر یا اس کا کوئی عضو کٹ کر کنوئیں میں گر جائے تو اس کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اسی لئے خانیہ میں کہا ہے کہ مردہ جانور کے گوشت کا ٹکڑا کنوئیں میں گرنے سے اس کو ناپاک کر دے گا (۱۲) اگر بلی نے چوہے کو پکڑا اور وہ اس کے دانت لگنے سے زخمی ہو گیا پھر اس سے چھوٹ کر اسی طرح خون میں بھرا ہو کنوئیں میں گر پڑا تو اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا (۱۳) اسی طرح چوہا نابدان (گندی موری یا نالی) سے نکل کر بھاگا اور اس کا جسم نجاست سے ملوث ہو گیا پھر وہ کنوئیں میں گر گیا تو سارا پانی نکل جائے گا خواہ چوہا زندہ نکلا آئے یا مر جائے دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔(۱۴) ۱۵۔ اگر چوہا مٹکے میں پھول یا پھٹ جائے پھر اس مٹکے کے پانی میں سے ایک قطرہ کنوئیں میں ڈال دیا جائے تو اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔(۱۵) ۱۶۔ کتا، بلی، گائے بکری پیشاب کر دے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے گا چوہے اور بلی کے پیشاب کر دینے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک معاف ہے اور اس سے کنواں نجس نہیں ہوگا یہی قول صحیح ہے اور سی پر فتویٰ ہے، اور بعض کے نزدیک اس سے کنواں نجس ہو جائے گا اسی قول کی بنا پر جوہرہ سے منقول ہے کہ اگر چوہا بلی سے بھاگ کر یا بلی کتے سے بھاگ کر یا بکری درندے سے بھاگ کر (یا کوئی اور جانور دوسرے جانور سے بھاگ کر) کنوئیں میں گرا تو مطلق طور پر اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا خواہ اس کا منہ پانی میں داخل ہوا ہو یا داخل نہ ہوا ہو کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کا پیشاب نکل جانے کا ظن غالب ہے،

---

(۱)۔ش　(۲)۔در　(۳)۔انواع　(۴)۔ع و ش　(۵)۔ش وم (۶)۔م
(۷)۔ع و ش عن خانیہ　(۸)۔بحر و ع و در و ش ملتقطاً در و ش　(۹)۔منیہ و بہشتی زیور　(۱۰)۔بحر و ع و در　(۱۱)۔ش　(۱۲)۔ش
(۱۳)۔بہشتی زیور و علم الفقہ　(۱۴)۔بہشتی زیور　(۱۵)۔ع

لیکن نہر الفائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ فتویٰ اس کے برخلاف ہے یعنی اس کا پانی نکالنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ ان کے پیشاب کر دینے میں شک ہے اور شک سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اور یہ جواب اس قول کی بنا پر ہے کہ بلی اور چوہے کا پیشاب گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور اس میں کلام ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے۔(۱) ۱۷۔ اگر مرے ہوئے جانور کی ہڈی کنوئیں میں گر جائے اگر وہ ہڈی خنزیر (سور) کی ہو تو ہر حال میں اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کی ہو اور اس پر گوشت یا چربی (چکنائی) لگی ہو تو اس کی وجہ سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس پر کچھ لگا ہوا نہیں تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی ہڈی فی نفسہ پاک ہے۔(۲) ۱۸۔ اگر کنوئیں میں ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑے کا ٹکڑا گر گیا اور اس کا نکالنا ممکن نہ ہو یا وہ غائب ہو جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکال دینے سے کنوئیں کے پاک ہونے کے ساتھ وہ لکڑی یا کپڑے کا ٹکڑا بھی پاک ہو جائے گا۔(۳)

جن صورتوں میں تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے کنوئیں کا سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا: جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اس کا کچھ حصہ ناپاک ہوتا اور نکالا جاتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں اول وہ صورتیں جن میں بیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ دوم وہ صورتیں جن میں چالیس ڈول نکالنا واجب ہے، ان دونوں قسموں کے مسائل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مؤلف)

۱۔ اگر چوہا یا اس کی مثل کوئی جانور چڑیا وغیرہ کنوئیں میں گر کر مر جائے اور پھولنے یا پھٹنے سے پہلے اس کو کنوئیں سے باہر نکال دیا جائے تو بیس سے تیس تک ڈول نکالے جائیں اور پانی نکالنے کا یہ حکم اس مردہ چوہے یا چڑیا وغیرہ کو کنوئیں سے باہر نکالنے کے بعد ہے کنوئیں میں گرے ہوئے اس مردہ جانور کو نکالنے سے پہلے جس قدر پانی نکالا جائے گا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا (۴) اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ چوہا کنوئیں کے اندر مرے یا کنوئیں کے باہر مرے پھر اس میں ڈال دیا جائے اور تمام حیوانات کا یہی حکم ہے (۵) سوائے اس میت کے جس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ کسی مسلمان کی غسل دی ہوئی میت یا شہید (۶) اور بیس سے تیس تک ڈول نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ بیس ڈول نکالنا واجب ہے اس سے زائد تیس ڈول تک نکالنا مستحب ہے (۷) بعض نے کہا کہ یہ حکم جانور کے چھوٹا بڑا ہونے کے لحاظ سے پس چھوٹے جانور میں کم مقدار اور بڑے جانور میں زیادہ مقدار ڈول نکالنے جائیں۔(۸)

۲۔ جو جانور جسم کے اعتبار سے چوہے کے برابر ہے وہ چوہے کے حکم میں ہے (۹) پس اگر کنوئیں میں بڑی چھپکلی (جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے) گر کر مر جائے تو ظاہر الروایت میں بیس ڈول نکالے جائیں گے اور مولہ چوہے کے حکم میں ہے (۱۰) اگر کنوئیں میں بڑی چچڑی گر کر مر گئی (جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے) تو ایک روایت میں بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں گے۔(۱۱)

۳۔ اگر کنوئیں میں مرغی یا بلی یا کبوتر یا بلحاظ جسم ان کی مانند کوئی اور جانور گر کر مر گیا اور وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو تو اس کنوئیں سے چالیس یا پچاس ڈول نکالے جائیں، یہ جامع صغیر مذکور ہے اور یہی اظہر ہے اور کتاب الاصل کی روایت یہ ہے کہ ساٹھ تک ڈول نکالے جائیں، شرح المجمع میں ہے کہ یہ احوط ہے (۱۲) یعنی چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور پچاس یا ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے (۱۳) اور ورشان ایک جانور کا نام ہے وہ بلی کے حکم میں ہے اس کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے چالیس یا پچاس ڈول نکالے جائیں گے۔(۱۴)

---

(۱)۔ در وش و غایۃ الاوطار و غیرہا ملتقطاً (۲)۔ بدائع و فتح (۳)۔ بحر و ع و در (۴)۔ ع و م و ط و ہدایہ و بحر و غیرہا ملتقطاً (۵)۔ بحر و ع
(۶)۔ بحر (۷)۔ بحر و ش و م (۸)۔ بدائع و بحر (۹)۔ بحر و ہدایہ (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ ع
(۱۲)۔ ع و ہدایہ و م و ط و غیرہ ہا ملتقطاً (۱۳)۔ در و ہدایہ (۱۴)۔ ع

۴۔ جو جانور جثے میں چوہے، مرغی یا بلی کے درمیان کے ہیں وہ چوہے کے حکم میں ہیں اور جو جانور مرغی اور بکری یا بلی اور کتے کے درمیان کے ہیں وہ مرغی اور بلی کے حکم میں ہیں اور یہ ظاہر الروایت ہے اور اسی طرح ہمیشہ چھوٹے اور بڑے کا درمیانی جانور چھوٹے جانور کے حکم میں ہوتا ہے (۱) اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تین چوہے سے پانچ چوہے تک ایک بلی کے حکم میں ہیں اور چھ چوہے ایک بکری اور کتے کے حکم میں ہیں اور یہ ظاہر الروایت ہے جیسا کہ مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی قول کو ترجیح ہے اور مواہب میں امام محمدؒ کے قول پر اعتماد کیا گیا ہے اور دو بلیاں بالاجماع ایک بکری کے حکم میں ہیں پس دو بلیوں کے کنوئیں میں مرجانے سے اس کا سارا پانی نکالنا واجب ہے او ردو چوہے ایک چوہے کے حکم میں ہے اگرچہ وہ دونوں جثہ میں مرغی کی مانند ہوں لیکن امام محمدؒ کی ایک روایت میں ہے کہ اگر دو چوہے جسم میں مرغی کی مانند ہوں تو چالیس ڈول نکالے جائیں گے، ایک بلی کے ساتھ ایک چوہا ایک بلی کے حکم میں ہے اور اقل (چھوٹے) کو اکثر (بڑے) میں داخل کیا جائے گا (۲) (پس گر دو یا زیادہ بلیاں یا ایک بلی اور تین یا چار یا پانچ چوہے یا چھ یا زیادہ صرف چوہے کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مر کر گریں تو اس کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ ان میں سے کوئی پھولا یا پھٹا نہ ہو اور اگر تین یا چار یا پانچ صرف چوہے کنوئیں میں مر جائیں یا مر کر گریں تو اس کنوئیں سے چالیس تا پچاس یا ساٹھ ڈول نکالے جائیں اور گر صرف دو چوہے مر جائیں یا مر کر گریں تو بیس تا تیس ڈول نکالے جائیں۔ (مؤلف)

۵۔ اور کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے چالیس یا بیس ڈول نکالنے کا یہ حکم چشمہ دار اور غیر چشمہ دار دونوں قسم کے کنوؤں کے لئے ہے بخلاف حوض اور بڑے مٹکے (مٹھور) کے کہ اس کا تمام پانی بہا دیا جائے گا جبکہ اس میں بلی چوہے کی مانند جانور گر کر مر جائے اس لئے کہ کنوؤں کا ناپاک ہونا اور پھر چند ڈول نکالنے سے ان کا پاک ہو جانا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار یعنی اقوال و افعال سے بالخصوص ثابت ہے (۳) یعنی کنوؤں سے کچھ مقررہ ہے تعداد ڈول پانی کا نکالنا خلاف قیاس آثار صحابہ سے ثابت ہے پس حوض اور بڑے مٹکے (مٹھور) وغیرہ کو کنوئیں کے ساتھ ملحق نہیں کیا جا سکتا۔ (۴)

۶۔ مردہ چوہے وغیرہ کے کنوئیں سے نکالنے کے بعد کنوئیں کے پانی کی نجاست غلیظ ہوتی ہے اس میں سے جس قدر نکال دیا جائے اسی قدر پانی اس نجاست میں تخفیف ہو جاتی ہے پس جس کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اگر اس میں سے پہلا ڈول نکال کر کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس دوسرے کنوئیں سے بھی بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر پاک کنوئیں میں دوسرا ڈول ڈالا تو انیس ڈول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر تیسرا ڈول ڈالا ہے تو اٹھارہ ڈول نکالے جائیں اور اسی طرح اگر آخری یعنی بیسواں ڈول پاک کنوئیں میں ڈالا ہے تو اس دوسرے کنوئیں سے صرف ایک ڈول نکالا جائے گا کیونکہ اس وقت پہلے کنوئیں کا پاک ہونا بھی اس ایک ڈول پر ہی موقوف تھا اور اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ دوسرا کنواں بھی اسی قدر ڈولوں سے پاک ہوتا ہے جس قدر ڈولوں سے پہلا کنواں اس وقت پاک ہوگا جس وقت اس میں سے وہ ڈول نکالا گیا تھا جو دوسرے کنوئیں میں ڈال گیا اور اگر دسواں ڈول ڈالا گیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کی روایت کے بموجب گیارہ ڈول نکالے جائیں گے اور یہی اصح ہے، اور اگر ایک کنوئیں سے چوہا نکال کر دوسرے (پاک) کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور پہلے کنوئیں سے بیس ڈول بھی نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو اب دوسرے کنوئیں میں سے اس چوہے کو نکال کر بیس ڈول نکالنے واجب ہوں گے جیسا کہ پہلے کنوئیں کا حکم تھا (۵) اگر ناپاک کنوئیں کا پانی کسی دوسرے کنوئیں میں ڈالا اور دوسرا کنواں پہلے بھی ناپاک تھا تو یہ دیکھا جائے گا کہ دوسرے کنوئیں سے کس قدر ڈول نکالنے واجب تھے اور پہلے کنوئیں سے جس کا پانی اس میں ڈالا گیا ہے کس قدر ڈول نکالنے

(۱)۔ ع و بحر و م و در و ش ملتقطا (۲)۔ بحر و فتح و در و ش و م ملتقطا (۳)۔ در و ش (۴)۔ ش (۵)۔ بحر و بدائع و ع و فتح ملتقطا

واجب تھے ان دونوں میں سے جو تعداد اکثر ہوگی وہی نکل جائے گی اور اکثر اقل سے مستغنی کردے گا اور اگر دونوں سے نکالے جانے والے ڈولوں کی تعداد یکساں ہے تو دونوں میں سے کسی ایک کی تعداد کا نکالنا کافی ہے (۱) یعنی برابر تعداد ہونے کی صورت میں ایک کی تعداد دوسرے کی تعداد میں داخل ہو جائے گی اور اگر ان میں سے ایک کی تعداد دوسرے کی تعداد سے زیادہ ہے تو قلیل کثیر میں داخل ہو جائے گی (۲) (یعنی برابر تعداد ہونے کی صورت میں کسی ایک کنوئیں کے ڈولوں کی تعداد نکالنی واجب ہوگی اور کم وبیش ہونے کی صورت میں جو تعداد زیادہ ہے وہ نکالنی واجب ہوگی (مؤلف) اس کی مثال یہ ہے کہ دو کنوؤں میں سے ہر ایک میں ایک ایک چوہا مر گیا جس کی وجہ سے ہر ایک میں سے بیس ڈول نکالنے واجب ہوئے پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے دس ڈول کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور اگر اس ایک کنوئیں سے ایک ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیا گیا تب بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہوگا۔ (۳) اگر دو کنوؤں میں سے ہر ایک سے بیس ڈول نکالنا واجب ہو پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے کنوئیں سے بھی بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور اگر ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہوا اور دوسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہوا پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے اس قدر ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے جتنے اس سے نکالنے واجب تھے تو اس دوسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالے جائیں (۴) اور اسی طرح اگر تین کنوؤں میں سے ہر ایک میں مثلاً ایک چوہا مر گیا جس کی وجہ سے ہر ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہے پس ان میں سے دو کنوؤں سے قدر واجب یعنی بیس بیس ڈول پانی نکال کر تیسرے کنوئیں میں ڈال دیا تو تیسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ (یہ ایسا ہو گویا کہ تیسرے کنوئیں میں تین چوہے مرے ہیں اور تین چوہے ایک مرغی یا بلی کے حکم میں ہیں اس لئے تیسرے کنوئیں سے چالیس نکالنے واجب ہوں گے بخلاف پہلی صورت کے جس میں ہے کہ دو کنوؤں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہوا ان میں سے ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے تو دوسرے سے بھی بیس ہی ڈول نکالنا واجب ہوگا اس لئے کہ یہ ایسا ہوا گویا دوسرے کنوئیں میں دو چوہے مرے ہیں اور دو چوہے ایک چوہے کے حکم میں ہیں، واللہ علم بالصواب مؤلف) اور اگر ان دونوں کنوؤں میں سے کسی ایک کنوئیں سے بیس ڈول اور دوسرے کنوئیں سے دس ڈول نکال کر تیسرے میں ڈالے گئے تو تیس ڈول نکالے جائیں، اور امام ابوحفصؒ کی روایت کے مطابق مناسب یہ ہے کہ پہلے اتنے ڈول نکالے جائیں جو پہلے کنوئیں سے اس میں ڈالے گئے ہیں پھر اتنے ڈول نکالے جائیں جو اس میں سے نکالنے واجب تھے اور اگر دو کنوؤں میں سے ایک سے بیس ڈول نکالنا اور دوسرے سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہوا اور ان دونوں کنوؤں سے قدر واجب پانی نکال کر تیسرے پاک کنوئیں میں ڈال دیا تو اُس تیسرے کنوئیں سے مذکورہ بالا اصول کے مطابق چالیس ڈول نکالنا واجب ہوگا اور اگر ایک کنوئیں سے چالیس ڈول نکالنا واجب تھے اس میں سے ایک ڈول نکال کر اس کنوئیں میں ڈال دیا جس میں سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اب اس سے بھی چالیس ڈول نکالے جائیں گے اس لئے کہ اگر وہ ڈول کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا جاتا تو اس سے بھی چالیس ہی ڈول نکالنا واجب ہوتا پس اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اور یہ سب امام محمدؒ کے قول کے مطابق ہے، اور امام ابو یوسفؒ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق اس کا تمام پانی نکالا جائے گا اور ایک روایت کے مطابق بقدر واجب، اور جس قدر اس میں دوسرے کنوئیں سے پانی ڈالا گیا ہے دونوں کا مجموعہ نکال جائے گا (۵) اگر چوہا کسی مٹکے میں گر کر مر گیا تو اس مٹکے کا تمام پانی گرا دیا جائے اور اگر اس مٹکے کا پانی کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس قدر ناپاک پانی اس میں ڈالا گیا ہے وہ اور بیس ڈول

(۱)۔ فتح وبحر (۲)۔ بدائع (۳)۔ فتح وبحر (۴)۔ بدائع (۵)۔ بحر وفتح وبدائع وع

نکال دیئے جائیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر مٹکے کا پانی بیس ڈول یا اس سے زیادہ ہے تو کنوئیں سے اسی قدر پانی نکالا جائے اور اگر مٹکے میں بیس ڈول سے کم پانی ہے تو اس کنوئیں سے بیس ڈول نکالے جائیں کیونکہ کنواں چوہے کی نجاست سے ناپاک ہوا ہے، (۱) اور بحرالرائق میں ہے کہ محیط میں نوادر کی طرف منسوب کرتے ہوئے مذکور ہے کہ اگر مٹکے میں چوہا مر گیا اور اس مٹکے کا پانی کنوئیں میں ڈال دیا گیا تو امام محمدؒ نے کہا کہ جس قدر پانی اس میں ڈالا گیا ہے اس میں اور بیس ڈول میں سے جو مقدار زیادہ ہے اسی قدر پانی نکالا جائے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ اگر چوہا کنوئیں میں گر کر مر جاتا ہے تو اس سے بیس ڈول نکالے جاتے ہیں اسی طرح جب کسی کنوئیں میں وہ پانی ڈالا گیا جس میں چوہا مرا ہے تب بھی بیس ہی ڈول نکالے جائیں گے لیکن اگر کنوئیں میں ڈالا ہوا ناپاک پانی بیس ڈول سے زائد ہو تو وہ زیادتی مع بیس ڈول نکالی جائے گی، اور امام ابویوسفؒ نے کہا کہ پاک کنوئیں میں ڈالا ہوا ناپاک پانی اور بیس ڈول نکالے جائیں اس لئے کہ یہ ایسا ہو گیا گویا کہ اگر کنوئیں میں دو چوہے گر کر مر جاتے تو اس میں سے ان دونوں چوہوں کو نکالنا اور بیس ڈول نکالنا واجب ہوتا ہے اسی طرح یہاں ہے۔ (۲)

۷۔ اگر پانی کے کسی پاک کنوئیں کے قریب کوئی نجاست کا کنواں یا گڑھا یا نالا یا کوڑی وغیرہ ہو تو اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے کہ دونوں میں کس قدر فاصلہ نجاست کے پاک کنوئیں میں سرایت کرنے کا مانع ہے، امام حلوائیؒ نے کہا ہے کہ اتنا دور ہونا معتبر ہے کہ اس نجاست کا اثر یعنی مزہ یا رنگ یا بو ظاہر نہ ہو پس اگر کنوئیں کے پانی کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے تو اس کا پانی پاک ہے اور اگر اس کی کوئی صفت بدل جائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک ہے خواہ فاصلہ کتنا ہی ہو، خلاصہ اور فتاویٰ قاضی خاں میں کہا ہے کہ اسی پر اعتماد ہے اور محیط میں اسی کو صحیح کہا ہے (۳) پس کنوئیں کا پانی نجاست کے گڑھے کے قریب ہونے کی وجہ سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کنوئیں کے پانی کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے اور اس بارے میں گزوں کے فاصلے اعتبار نہیں ہے حتی کہ اگر نجاست کا گڑھا پانی کنوئیں سے دس گز کے فاصلے پر ہو اور وہاں سے اس گڑھے کی نجاست کا اثر کنوئیں میں آ جائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر دونوں میں ایک گز کا فاصلہ ہو اور وہاں سے نجاست کا اثر کنوئیں میں نہ آئے تو کنوئیں کا پانی پاک ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۴) (اس لئے کہ زمین کی سختی و نرمی کے باعث نجاست کے سرایت کرنے کا فاصلہ مختلف ہوتا ہے جیسا کہ شامی و بدائع وغیرہ میں مذکور ہے مؤلف)

۸۔ اگر کنوئیں میں مرنے والے جانور کے کنوئیں میں گرنے کا وقت معلوم ہو تو اس جانور کے گرنے کے وقت سے اس کنوئیں کے ناپاک ہونے کا حکم کیا جائے گا خواہ وہ علم خود دیکھ کر یا ظن کے ذریعہ سے حاصل ہو یا دو گواہوں نے گواہی دی ہو کہ فلاں وقت یہ جانور گرا تھا، اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کا گمان غالب ہو تو اگر وہ جانور پھولا اور پھٹا نہیں ہے تو ایک دن رات سے اس کنوئیں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا ہو تو استحساناً تین دن رات سے اس کنوئیں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا، یہ حکم وضو، غسل اور اس آٹے کے بارے میں ہے جو اس پانی سے گوندھا گیا ہو کہ اس آٹے کو کتوں کو کھلا دیا جائے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور یہ حوط ہے اور یہی معتمد ہے، صاحبین کے نزدیک جس وقت لوگوں کو معلوم ہو گا اسی وقت سے پانی کی نجاست کا حکم ہو گا اسے پہلے کوئی چیز لازم نہیں ہو گی بعض نے اسی قول کو مفتیٰ بہ کہا ہے۔ (۵) پس اگر کنوئیں میں چوہا یا کوئی اور جانور مرا ہوا پایا گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کب گرا تھا اور وہ پھولا یا پھٹا بھی نہیں تو ایک دن رات کی نمازیں یا جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں لوٹائی جائیں اور اس عرصے میں جس چیز کو وہ پانی لگا ہے اس کو دھویا جائے اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا تھا تو تین دن رات کی نمازیں یا جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں لوٹائی جائیں اور اس عرصہ میں جس چیز کو وہ پانی لگا ہے اس کو دھویا جائے، یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور یہ استحسان ہے اور امام محمدؒ و امام ابویوسفؒ کا

(۱)۔ بدائع (۲)۔ بحر (۳)۔ بحر و ش (۴)۔ ع و فتح (۵)۔ در و ش ملخصاً

قول یہ ہے کہ کسی نماز کونہیں لوٹائیں گے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب گرا تھا (یعنی جس وقت معلوم ہو اس وقت سے ہی اس کی نجاست کا حکم ہوگا) یہ قیاس ہے (۱) اور اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم ہو جائے تو اس پر اجماع ہے کہ اس وقت سے وضو اور نمازیں لوٹائیں گے کیونکہ اب معلوم ہو گیا کہ ناپاک پانی سے وضو کیا گیا تھا اور اس پانی سے آٹا گوندھا گیا تھا تو استحسان یہ ہے کہ اگر وہ جانور جو کنوئیں سے مرا ہو نکلا پھولا یا پھٹا ہوا تھا تو تین دن سے جو آٹا اس کنوئیں کے پانی سے گوندھا گیا ہے وہ نہ کھائیں گے اور اگر وہ پھولا یا پھٹا نہیں تھا تو ایک دن رات سے جو آٹا اس کنوئیں کے پانی سے گوندھا گیا ہے وہ نہ کھائیں گے، امام ابوحنیفہؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

کنواں پاک کرنے کا طریقہ

۱۔ جس نجس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پہلے اس چیز کو نکالنا چاہئے، نجس چیز کے نکالنے سے پہلے جو پانی نکالا جائے وہ بے فائدہ ہے کیونکہ کنوئیں کی ناپاکی کا سبب وہ نجس چیز ہے کنوئیں میں اس کے موجود ہوتے ہوئے کنوئیں کی پاکی کا حکم لگانا ممکن نہیں، مگر اس صورت میں جبکہ اس نجس چیز کا نکالنا دشوار ہو جائے۔ (۳) (جیسا کہ آگے مذکور ہے مؤلف)

۲۔ اگر کنوئیں میں گری ہوئی نجس چیز کا نکالنا دشوار ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس چیز کی ناپاکی خارجی نجاست کی وجہ ہو یعنی وہ چیز خود تو ناپاک نہ ہو بلکہ نجاست لگنے سے ناپاک ہو گئی ہو مثلاً ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑا (اور جوتی وغیرہ) اگر کنوئیں میں گر کر غائب ہو گئی اور اس کا نکالنا دشوار ہو گیا تو اس صورت میں اسی حالت میں بقدر واجب پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا کنوئیں کو کچھ عرصے سو نہی چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہے اور کنوئیں کے پاک ہوتے ہی وہ ناپاک چیز لکڑی یا کپڑا (یا جوتی وغیرہ) بھی پاک ہو جائے گی (۴) اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناپاک چیز بذاتِ خود ناپاک ہو مثلاً مردہ جانور کا گوشت اور خنزیر (سُور) یا وہ جانور جو کنوئیں میں گر کر مر گیا ہو) اور اس کا نکالنا دشوار ہو جائے تو اس کے بارے میں قہستانی میں جواہر سے منقول ہے کہ اگر کوئی چڑیا کنوئیں میں گر کر مر گئی اور لوگ اس کے نکالنے سے عاجز ہو گئے تو جب تک وہ نجاست کنوئیں میں ہے اس وقت تک کنواں ناپاک ہے اس صورت میں کنوئیں کو اتنی مدت تک یونہی چھوڑ دینا چاہئے جس میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ ناپاک چیز گل سڑ کر مٹی ہو گئی ہے، جس کی مقدار بعض فقہا نے چھ مہینے لکھی ہے پھر اس مدت کے بعد بقدر واجب پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔ (۵)

۳۔ جب کنوئیں میں چوہا یا اس کی مانند کوئی جانور گر کر مر جانے کی وجہ سے (چوہے وغیرہ کو سے نکالنے کے بعد) بیس سے تیس تک ڈول نکال دیئے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ڈول رسی چرخی کنوئیں کے اندر کے کنکر و دیوار وغیرہ پانی کھینچنے والوں کے ہاتھ پیر بھی پاک ہو جائیں گے اور اسی طرح ہر صورت میں مقدار واجب پانی نکال دینے سے کنوئیں کے ساتھ ساتھ مذکورہ تمام چیزیں پاک ہو جائیں گی۔ یہ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے (۶) اور کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے چالیس یا بیس ڈول نکالنے کا حکم عام ہے خواہ وہ کنواں چشمہ دار ہو یا غیرہ چشمہ دار ہو۔ (۷)

۴۔ جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان میں کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا تمام پانی نکال دیا جائے پس اگر وہ کنواں چشمہ دار نہیں ہے یعنی اس کا پانی ٹوٹ سکتا ہے تو اس قدر پانی نکال دیا جائے کہ اس کا پانی ٹوٹ جائے اور اس قدر رہ جائے کہ اب آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ڈول رسی چرخی، کنوئیں کے اندر کی دیوار اور

(۱)۔ ہدایہ وع و کبیری و بدائع ملتقطاً (۲)۔ ع و بدائع (۳)۔ بحر و ش ملتقطاً (۴)۔ بحر و در و ش وع و ط تصرفاً

(۵)۔ ش و منحہ تصرفاً (۶)۔ کبیری (۷)۔ در و ش

کنکریاں وغیرہ اور پانی کھینچے والوں کے ہاتھ پیر بھی پاک ہو جائیں گے (ان کو الگ دھونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ان اشیاء کی نجاست کنوئیں کی نجاست کے ساتھ ہے جب کنواں پاک ہو گیا تو یہ اشیا بھی پاک ہوگئیں جیسا کہ شراب کے مٹکے میں جب شراب سرکہ بن جائے تو وہ مٹکا بھی اس کے تابع ہونے کی وجہ سے پاک ہو جاتا ہے اور پانی سے استنجا کرنے والے کا ہاتھ بھی اس کے ساتھ ہی پاک ہو جاتا ہے۔(۱)

۵۔ اگر کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے اور کنواں چشمہ دار ہو یعنی اس کا پانی ٹوٹ نہ سکتا ہو بلکہ جتنا پانی نکالتے جائیں ساتھ ساتھ اتنا ہی یا اور زیادہ پانی اس میں آتا رہے اگر ممکن ہو تو اس میں پانی آنے کے تمام سوتے (سوراخ) بند کر دینے چاہئیں اس کے بعد اس کا تمام نجس پانی نکال دیا جائے (یہاں تک کہ نصف ڈول نہ بھرا جا سکے) اور اگر پانی کے غلبے کے باعث اس کے سوتوں (پانی آنے کے سوراخوں) کا بند کرنا ممکن نہ ہو تو پانی نکالنا شروع کرتے وقت اس میں جس قدر پانی موجود ہے اس قدر پانی اس کنوئیں سے نکال دیا جائے اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے کہ اس میں اس وقت موجود پانی کی مقدار کس طرح معلوم کی جائے، بعض نے کہا کہ کنوئیں میں موجود پانی کی گہرائی اور لمبائی چوڑائی (محیط) کے برابر اس کے قریب ایک گڑھا کھودا جائے اور بعض نے کہا کہ اس کو چونا گچ کیا جائے پھر اس کنوئیں سے اس قدر پانی نکالا جائے کہ وہ گڑھا بھر جائے، پس جب وہ گڑھا بھر جائے گا تو کنواں پاک ہو جائے گا، اور بعض نے کہا کہ اس کنوئیں کی تہ تک ایک بانس (یا وزن بندھی ہوئی رسی) ڈال کر ناپ لیا جائے اور پانی کی اوپر کی سطح تک اس پر نشان لگایا جائے پھر اس کنوئیں میں سے کچھ ڈول نکالے جائیں اور دوبارہ اس میں بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا جائے کہ کتنا پانی کم ہوا پس اس سے حساب لگائے کہ کل پانی کے لئے کتنے ڈول نکالے جائیں گے اور اسی حساب سے کنواں کا پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا مثلاً بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا تو دس ہاتھ پانی ہے سو ڈول نکالنے کے بعد پھر بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا تو ایک ہاتھ پانی کم ہوا یعنی نو ہاتھ باقی رہ گیا اب اگر اس حساب سے نو سو ڈول اور نکال دیئے جائیں تو کنوئیں کا کل نجس پانی نکل جائے گا اور کنواں پاک ہو جائے گا یہ دونوں قول امام ابو یوسفؒ سے مروی ہیں اور جو امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ پانی اس قدر نکالا جائے کہ نیا پانی اس پر غالب آجائے اور اس بارے میں فقہ کے زیادہ موافق وہ قول ہے جو امام ابونصر محمد بن محمد بن سلامؒ سے مروی ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو متقی دیندار مسلمان آدمیوں سے جن کو پانی کی مقدار پہچاننے اور اندازہ کرنے میں مہارت ہو اندازہ کرایا جائے اور جتنے ڈول وہ بتائیں اتنے ڈول نکال دیئے جائیں یہی صحیح اور فقہ کے زیادہ مشابہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی صحیح ہے، اور معراج الدرایہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور اس کو ایک جماعت نے صحیح کہا اور اسی کو اختیار کیا ہے، پس اگر ان دو آدمیوں نے مثلاً یہ کہا کہ اس میں ایک ہزار ڈول پانی ہے تو اسی قدر پانی نکال دیا جائے (۲) بعض نے کہا کہ آدمی پانی کھینچنا شروع کر دیں تو جب وہ تھک جائیں تو کل پانی نکل جائے گا اور کنواں پاک ہو جائے گا (۳) بعض علماء نے کہا کہ کنوئیں کے پانی میں کوئی رنگ مثلاً لال دوائی گھول دی جائے اس کے بعد پانی نکالا جائے جب رنگ منقطع ہو کر بے رنگ پانی آنے لگے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کو احوط کہا گیا ہے (۴) اور ایک قول جو امام محمدؒ سے مروی ہے یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئیں سے دو سو سے تین سو ڈول تک نکال دیئے جائیں، کنز اور ملتقی میں اس پر اعتماد کیا گیا ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور یہ قول بھی مختار ہے اور اس میں زیادہ آسانی ہے پس تصحیح و فتویٰ میں اختلاف ہے اور حلیہ و بحر الرائق میں اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔ رفقہا نے کہا ہے کہ امام محمدؒ نے جب بغداد کے کنوؤں کو دیکھا کہ (چشمہ دار ہونے کے باوجود) ان میں زیادہ سے زیادہ اس قدر پانی ہے اس سے زیادہ نہیں ہے تب یہ فتویٰ دیا، یہ مبسوط میں مذکور ہے اور امام

(۱)۔ فتح و بحر وش و بدائع تصرفاً (۲)۔ کبیری و بحر و بدائع وش و ع غیرہا ملتقطا و تصرفاً (۳)۔ حاشیہ علم الفقہ (۴)۔ انواع

ابوحنیفہؒ سے بھی روایتِ اصول کے علاوہ ایک روایت میں ہے کہ چشمہ دار کنوئیں سے سوڈول نکال دیئے جائیں اور یہ اس بنا پر ہے کہ کوفہ کے کنوؤں میں پانی کی مقدار کم تھی یعنی اس مقدار سے زیادہ نہیں تھی جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے (۱) پس امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے منقول یہ دونوں قول بھی اس طرف راجع ہیں کہ ایسے آدمی سے اس کنوئیں کے پانی کا اندازہ کرایا جائے جس کو اس علاقہ کے کنوؤں کے پانی کا تجربہ ہو نہ یہ کہ ہر جگہ کے کنوؤں کے لئے یہ قول لازمی قرار دیئے جائیں (۲) پس اس بنا پر دوسوڈول نکالنے پر مطلقاً فتویٰ نہیں دینا چاہئے بلکہ اس شہر کے اکثر کنوؤں کے پانی کی مقدار کو مدنظر رکھا جائے اور یہی لوگوں کے لئے زیادہ آسان ہے اور ہر کنوئیں کے لئے پانی کی مقدار کا علیحدہ اعتبار کرنا ہی احوط ہے۔ (۳)

۶۔ اگر کوئی کنواں ایسا ہے کہ اس پانی ٹوٹ تو جائے گا مگر ایسا کرنے سے اس کنوئیں کی دیوار کے پھٹ جانے وغیرہ نقصان کا گمان غالب ہے تو اس صورت میں اس کا پانی توڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جتنا پانی اس وقت اس میں موجود ہے بطریق مذکور اندازہ کر کے اتنا ہی پانی ایک ساتھ یا متفرق طور پر نکال دیا جائے تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا۔ (۴)

۷۔ ناپاک کنوئیں سے جتنے ڈول پانی نکالنا واجب ہے اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ ان کو متواتر ایک دم نکالا جائے (خواہ ایک دم متواتر نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ میں نکالیں ہر طرح سے کنواں پاک ہو جائے گا خواہ اس وقفہ میں اور مزید پانی کنوئیں میں آ جائے تو اس کا مضائقہ نہیں ہے) حتیٰ کہ اگر کسی نے ہر روز ایک ڈول نکالا تب بھی جائز ہے (اور مقررہ تعداد پانی نکل جانے سے کنواں پاک ہو جائے گا) پس اگر ایک روز میں کنوئیں کا کچھ پانی نکالا گیا اور دوسرے روز اس میں اور پانی آ گیا تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اب اس کا (بقدر واجب) کل پانی نکالا جائے اور بعض نے کہا کہ جو مقدار نکالنی باقی رہ گئی ہے صرف اسی قدر نکالا جائے یہی مختار ہے۔ (۵)

فائدہ: مذکورہ بالا فروعات سے معلوم ہوا کہ جس صورت میں پانی کا توڑنا مقصود ہو اس صورت میں تو کنوئیں کا پانی لگا تار ایک دم سے نکالا جائے اس کے بغیر پانی کا توڑنا متصور نہیں ہوگا اور اس کے علاوہ باقی سب صورتوں میں یعنی صورتوں میں ڈولوں کی تعداد مقرر ہے یا کنواں چشمہ دار ہے تو پانی کا لگا تار ایک دم سے نکالنا ضروری نہیں ہے بلکہ متفرق وقتوں میں وہ تعداد پوری کر سکتے ہیں پس غور کر لیجیے۔ (۶)

۸۔ کنوئیں کا پانی اوسط درجے کے ڈول سے نکالنا چاہئے اور اس سے مراد وہ ڈول ہے جو اس کنوئیں پر عموماً استعمال ہوتا ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ ڈول بہت بڑا (یا بہت چھوٹا) نہ ہو، اگر اس کنوئیں پر کوئی خاص ڈول نہ ہو یا کنوئیں کا ڈول بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو تو ان صورتوں میں درمیانی ڈول کا اعتبار ہے یعنی جس میں ایک صاع پانی سماتا ہو اور صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے (اور صاع (انگریزی) اسی روپے بھر کے حساب سے تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے) (۷) اگر ڈول متوسط سے بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو تو اوسط ڈول کے ساتھ اس کا حساب کر کے پانی نکالا جائے، اگر بہت بڑا ایک ہی ڈول مقدار واجب کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول نکالنا کافی ہے اور کنواں پاک ہو جائے گا کیونکہ مقصود یعنی قدر واجب پانی کا نکالنا حاصل ہو گیا (۸) یعنی ساڑھے تین سیر کے حساب سے مقدار واجب کے بہت بڑے یا بہت چھوٹے ڈول جس قدر بنیں اتنے نکال دیئے جائیں مثلاً اس ڈول میں متوسط دو ڈول کی برابر پانی سماتا ہے تو اس ایک ڈول کو دو ڈول سمجھیں اور بیس ڈول نکالنے کی صورت میں دس ڈول اور چالیس ڈول نکالنے کی ضرورت میں بیس ڈول نکال دیں اور اگر وہ ڈول متوسط چار ڈول کی برابر ہو تو اس ایک ڈول کو چار ڈول سمجھیں حتیٰ کہ اگر ایک ڈول بیس یا چالیس ڈول کے برابر کا ہو تو اتنا ہی سمجھیں اسی طرح

(۱)۔ش و بحر و کبیری وغیرہا ملتقطاً (۲)۔ش (۳)۔کبیری (۴)۔بہار شریعت
(۵)۔بحر (۶)۔مستفاد عن علم الفقہ وغیرہ (۷)۔در و ش و بحر و بدائع ملتقطاً و ملخصاً (۸)۔ش و بحر ملتقطاً

اگر وہ ڈول بہت چھوٹا ہو مثلاً ایک ڈول متوسط نصف ڈول کی برابر ہو تو اس کے دو ڈول ایک شمار کریں وقس علیٰ ہذا ۔ مؤلف)

۹۔ ڈول کا بھرا ہوا نکلنا ضروری نہیں بلکہ نصف سے زیادہ ہونا کافی ہے پس اگر ڈول پھٹا ہوا تھا) (اور اس سے کچھ پانی ٹپک کر نکل گیا یا چھلک کر گر گیا مگر جتنا بچا وہ آدھے ڈول سے زیادہ ہے تو وہ پورا ڈول ہی شمار کیا جائے گا اور اگر نصف ڈول یا اس سے بھی کم رہ گیا تو وہ ڈول شمار نہیں کیا جائے گا ۔ (۱)

۱۰۔ اگر کنوئیں میں قدر واجب سے کم پانی ہے تو جس قدر موجود ہو اسی کا نکالنا کافی ہے (مثلاً چالیس ڈول نکالنا واجب ہوا اور کنوئیں میں فقط بیس ڈول پانی ہے تو وہی بیس ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا) اس کے بعد اگر اور پانی آ جائے تو مزید کچھ نکالنا واجب نہیں ہے ۔ (۲)

۱۱۔ ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہو جائے اور اس کی تہ میں تری نہ رہے تب بھی کنواں خود بخود پاک ہو جائے گا اس کے بعد اگر اس کنوئیں میں دوبارہ پانی نکل آ جائے تو اس کی ناپاکی عود نہیں کرے گی (یعنی اب وہ پہلی ناپاکی کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوگا اور اگر کنوئیں کی تہ پوری طرح خشک نہیں ہوئی بلکہ اس میں تری باقی ہے تو اصح یہ ہے کہ دوبارہ پانی آنے سے وہ کنواں ناپاک ہو جائے گا ۔ (۳)

۱۲۔ اگر کنواں ناپاک ہو جائے تو اس کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے اس کے پانی کا جاری ہو جانا کافی ہے مثلاً اگر اس کنوئیں میں سرنگ کی طرح سوراخ کھودا جائے اور اس سرنگ سے کچھ پانی جاری ہو کر نکل جائے اگرچہ تھوڑا ہی ہو تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اس لئے کہ اس طرح طہارت کا سبب یعنی پانی کا جاری ہونا پایا گیا ہے اور وہ کنواں اس حوض کی مانند ہو گیا جو ناپاک ہو گیا ہو کہ اگر اس کا پانی جاری ہو کر اس حوض میں سے کچھ پانی نکل گیا ہو تو وہ حوض پاک ہو جاتا ہے (۴) کنوئیں کا پانی جاری ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس کنوئیں میں دو چشمے ہوں ایک سے پانی کنوئیں میں آتا ہو اور دوسرے کے ذریعے کنوئیں سے باہر نکلتا ہو تب بھی وہ کنواں پاک ہو جاتا ہے ۔ (۵)

۱۳۔ کنواں پاک کرنے کی مذکورہ تمام صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی کنوئیں کی مٹی کا نکالنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ آثار صحابہؓ صرف پانی کے نکالنے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں ۔ (۶)

۱۴۔ جس کنوئیں کا پانی نکال کر اس کو پاک کیا گیا ہے احتیاطاً اس کے گارے سے مسجد کو نہ لیپا جائے ۔ (۷)

۱۵۔ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس وقت تک کنوئیں کے پاک ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک آخری ڈول کنوئیں کے منہ (دہانہ) سے باہر نہ آ جائے کیونکہ ڈول نکالنے کا حکم پانی اور کنواں دونوں کے ساتھ متصل ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب آخری ڈول پانی کی سطح سے جدا ہونے ہو جائے اسی وقت سے کنوآں پاک ہو جائے گا اگرچہ اس ڈول سے کنوئیں میں پانی ٹپک جائے اس لئے ضرورت کی وجہ سے اس سے پانی کے ٹپکنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اگر آخری ڈول کے کنوئیں کے منہ سے باہر آنے سے پہلے کسی نے اس کنوئیں سے پانی نکال کر کپڑا دھویا تو شیخینؒ کے نزدیک وہ کپڑا ناپاک ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ کپڑا ناپاک نہیں ہوگا ۔ (۸)

جن صورتوں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا اور جن میں پانی نکالنا مستحب ہے : ۱۔ پاک چیز کے کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا (۹) پس مسلمان میت کی لاش اگر غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہ ہوگا یہی مختار ہے (۱۰) بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھولی یا پھٹی نہ ہو (۱۱) اس کی تفصیل تمام ناپاک ہونے کے بیان میں گزر چکی ہے،

---

(۱)۔ دروش (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ بحر ملخصاً و فتح (۴)۔ فتح و بحر و در و غایۃ الاوطار (۵)۔ غایۃ الاوطار

(۶)۔ فتح و بحر (۷)۔ بحر وش (۸)۔ فتح و بحر ملتقطاً (۹)۔ علم الفقہ (۱۰)۔ ع وغیرہ (۱۱)۔ علم الفقہ

مولف)

۲۔ شہید اگر (غسل دینے سے پہلے، انواع) تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا جبکہ اس کے جسم پر اور کوئی نجاست نہ ہو اور اس سے خون نہ بہہ رہا ہو لیکن اگر اس سے خون بہے گا (اور پانی میں مل جائے گا) تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا (۱) پس شہید جو بہنے والے خون سے پاک وصاف ہے جو خون اس کے بدن پر شہادت کے وقت کا لگا ہوا ہے وہ معاف ہے (خواہ کتنا ہی ہو) اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا (یعنی اگر شہید کے بدن پر لگا ہوا خون بہنے کے قابل نہیں تھا تو اس کے بدن سے ڈھل کر پانی میں مل جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر اس کے بدن پر بہنے کے قابل خون لگا ہوا تھا اور خشک ہو گیا تھا اور شہید کے پانی میں گرنے سے اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں نہیں ملا تب بھی پانی پاک رہے گا کیونکہ شہید کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے خواہ کتنا ہی ہو پاک ہے لیکن اگر یہ خون اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں مل گیا تو اب وہ پانی ناپاک ہو گیا (بہار شریعت) اور اگر (اب) اس سے بہتا ہوا خون نکلا اور پانی میں ملا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر اب نکلنے والے خون میں بہنے کی قوت نہیں ہے تب بھی اس کے ملنے سے پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر بہنے والا خون شہید سے الگ نہیں ہوا تب بھی پانی نجس نہیں ہوگا غور کر لیجئے (۲) اگر شہید کے جسم پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست ہے تو شہید کی لاش کے گرنے سے ہی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ (۳)

۳۔ زندہ آدمی کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور اس نے پانی سے استنجا کیا ہو خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اور مرد ہو یا عورت اور جنبی ہو یا حیض یا نفاس والی عورت ہو، بشرطیکہ گرتے وقت حیض والی عورت کا خون بند ہو، اس حکم میں یہ سب برابر ہیں، البتہ اگر ان کے کپڑے یا جسم پر نجاست حقیقیہ لگی ہوگی یا اس نے پانی سے استنجا نہیں کیا ہوگا تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اس کے کپڑے یا جسم پر نجاست ہونے کا شک ہو تب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا لیکن دل کی تسلی کے لئے بیس یا تیس ڈول نکال دینا مستحب ہے نجاست حکمیہ والے شخص یعنی بے وضو یا جنبی مرد وعورت یا حیض ونفاس والی عورت کے گرنے اور زندہ نکل آنے سے کنوئیں کا ناپاک ہونا ان فقہا کے قول کی بنا پر ہے جن کے نزدیک وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا اور اسی طرح جن کے نزدیک وہ پانی مستعمل تو ہو جاتا ہے لیکن ان کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے پس ان کے نزدیک بھی کنواں ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ مستعمل پانی (یعنی جو اس آدمی کے بدن سے ملا ہے) تھوڑا ہے اور غیر مستعمل پانی زیادہ ہے اور جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو وہ پانی پاک ہے لیکن جن فقہا کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور ان کے نزدیک مستعمل پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو ان کے نزدیک اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے جیسا کہ خون یا شراب کا ایک قطرہ کنوئیں میں گر جانے سے اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ کہا کافر اگر کنوئیں کے پانی میں داخل ہو جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے اس لئے کہ اس کا جسم نجاست حقیقہ یا حکمیہ سے خالی نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر اس (کے بدن اور کپڑے) کے پاک ہونے کا یقین ہو مثلاً اس نے غسل کیا ہوا ور اسی وقت وہ کنوئیں میں داخل ہوا ہو تو اس کی وجہ سے کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا (بدائع وغیرہ) (کافروں کا جسم اور کپڑا عموماً اور اکثر ناپاک ہی رہتا ہے اس لئے ان کے نہائے اور پاک کپڑا پہنے بغیر اپنے انہی ہی کپڑوں سمیت کنوئیں میں اترنے یا گرنے سے تمام پانی ناپاک ہونے کا حکم کیا جائے اور یہی حکم غیر محتاط بے نمازی شخص کے لئے بھی ہونا چاہئے واللہ علم مؤلف) (اس مسئلے کی مزید تفصیل مستعمل پانی کے بیان میں درج ہے مؤلف)

---

(۱)۔ ع وش (۲)۔ ش ملخصاً (۳)۔ مستفاد عن ش وغیرہ

۴۔ کتے کے نجس العین ہونے میں اختلاف ہے سب سے صحیح روایت یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک کتا نجس العین ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نجس العین نہیں ہے پس محیط میں ہے کہ جب کتا کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکال دیا جائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے تو صاحبین کے قول کے مطابق اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے یعنی اس کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے اور ہدایہ میں کہا ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے (۱) پس خنزیر کے سوا کل جانوروں کا حکم یہ ہے کہ اگر کنوئیں میں گرنے کے بعد وہ جانور زندہ نکل آئے اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا اور اس کا جسم پاک ہو تو کنواں پاک ہے اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا (جیسا کہ پہلی قسم میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تفصیل جانوروں کے جھوٹے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) اور اگر اس کے جسم پر نجاست لگی ہوگی تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہوگا (۲) پس خنزیر کے سوا تمام جانوروں کا یہ حکم ہے کہ اگر یقین (یا گمان غالب) کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ ان کے بدن یا ان کے مخرج پر نجاست لگی ہے تو اس نجاست کے پانی میں مل جانے کی وجہ سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس جانور کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ اگر نجاست کا لگنا (یقین یا گمان غالب کے ساتھ) معلوم نہ ہو تو اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہ اس جانور کے حلال یا حرام ہونے کا اعتبار ہے اگر اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور کچھ بھی پانی نہیں نکالا جائے گا خواہ اس کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے اور اگر اس کا گوشت کھانا حرام ہے تو پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس کے بدن یا مخرج پر نجاست ہو یا نہ ہو، اور بعض فقہا نے کہا کہ اس جانور کے جھوٹے کا اعتبار ہے پس اگر اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو اس کنوئیں سے کچھ بھی پانی نہیں نکالا جائے گا اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اور اس میں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو پانی ناپاک ہے اور کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے تو دس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اور اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے فتاوٰی ابو یوسفؒ میں اسی طرح مذکور ہے (۳) اس سے معلوم ہوا کہ حلال و حرام تمام جانوروں اور پرندوں کا یہی حکم ہے کہ ان کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا (مؤلف) پس اگر ایسا جانور کنوئیں میں گرا اور زندہ نکال لیا گیا جس کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً اونٹ یا گائے یا بکری اور اس کے بدن پر نجاست کے ہونے کا یقین یا گمان غالب نہیں ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور بظاہر ان کی رانوں وغیرہ پر پیشاب لگا ہونے کو نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ کثیر پانی میں ان کے داخل ہونے کی وجہ سے ان کے پاک ہونے کا احتمال ہے، (۴) اور اگر خچر یا گدھا یا کوئی شکاری پرندہ مثلاً شکرہ یا شاہین یا چیل وغیرہ کنوئیں میں گرا اور زندہ نکل آیا یا صحیح قول کے مطابق کوئی درندہ اور بندر وغیرہ جنگلی جانور کنوئیں میں گر کر زندہ نکل آیا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ ان جانوروں کے بدن پاک ہیں اور یہ موت سے ناپاک ہوتے ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس جانور کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے مطابق پانی نکالنے یا نہ نکالنے کا حکم کیا جائے گا۔ (۵) (اس کی تفصیل جانوروں کے جھوٹے کے بیان میں مذکور ہے مولف) اور اگر جانور کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہو (یا اس بات کا گمان غالب ہو) تو پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ اس جانور کا منہ پانی تک نہ پہنچے (۶) (لیکن عام طور پر جانوروں کے جسم ناپاک ہی رہتے ہیں اور خوف و دہشت کے باعث ان کا پیشاب یا پاخانہ نکل جانے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے

(۱)۔ کبیری ملخصاً (۲)۔ کبیری و م و ط وغیرہ ملخصاً و ملتقطاً (۳)۔ بدائع (۴)۔ م و ط و فتح و ش

(۵)۔ م و ط تصرفاً (۶)۔ بحر

کنوئیں کے پانی کے ناپاک ہونے کا ہی حکم کیا جائے اور تمام پانی ہی نکالا جائے، نیز ان کا منہ پانی تک پہنچنے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے ہر حال میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کرنا ضروری ہے، مؤلف)

۵۔ خنزیر (سور) کے علاوہ تمام جانوروں کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی مردہ جانور کی ہڈی یا ناخن یا بال کنوئیں میں گر جائیں اور ان پر گوشت یا چکنائی لگی ہوئی نہ ہو تو کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ چیزیں پاک ہیں لیکن اگر ان میں گوشت یا چکنائی لگی ہوئی ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۱) (جیسا کہ پہلی قسم میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے مولف)

۶۔ مرغی یا کسی اور حلال پرندہ کا تازہ انڈا جس پر ابھی رطوبت لگی ہوئی ہو اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں پاک ہے اسی طرح اگر بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی کنوئیں میں گرا اور مرا نہیں تو پانی ناپاک نہیں ہوگا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر نجاست لگی ہوئی ہے اگرچہ اس کو ابھی رطوبت لگی ہوئی ہے اس لئے کہ انڈے اور بچے کی پیدائش کے ساتھ نکلنے والی رطوبت ناپاک نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ ناپاک مخرج سے نکلنے کی وجہ سے وہ رطوبت بھی ناپاک ہے، پہلا قول امام ابوحنیفہؒ کے قول پر قیاس ہے اور دوسرا قول صاحبین کے قول پر قیاس ہے اور پہلے قول کو قاضی خان نے لیا ہے اور دوسرے قول کو صاحب خلاصہ نے لیا ہے (۲) چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر مرغی کا تازہ انڈہ یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا (۳) عورت زندہ بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر خون یا کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ (۴)

۷۔ جن جانوروں میں بہتا ہو خون نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھی، بھڑ۔ بچھو۔ جونک، ٹڈی پسو جوؤں اور اس قسم کے دوسرے جانور مثلاً برساتی پتنگے اور چھوٹے حشرات الارض، اگر ایسا جانور پانی یا کسی اور مائع میں گر کر مر جائے یا مر کر گر جائے (یا پھول یا پھٹ جائے) تو وہ پانی یا مائع ناپاک نہیں ہوتا) (اس سے وضو اور غسل جائز و درست ہے) (۵) لیکن ایسا جانور اگر پانی میں پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہو تو اس پانی کا پینا مکروہ تحریمی ہے البتہ غسل اور وضو اس سے بھی جائز ہے کیونکہ اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا (۶) مکھی اگر دال سالن وغیرہ میں گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر نکال دیں اور سالن وغیرہ کو استعمال کر لیں (۷) (جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے مولف) خشکی کا کچھوا، سانپ جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا اگر وہ تھوڑے پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا، اور جس سانپ میں بہتا ہوا خون ہو اس کے تھوڑے پانی میں مرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۸)

۸۔ پانی کا جانور (دریائی جانور) مثلاً مچھلی، دریائی مینڈک اور کچھوا اور کیکڑا، دریائی سانپ، دریائی کتا۔ دریائی خنزیر وغیرہ اگر پانی میں مر جائے یا مرا ہو پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ مچھلی کے پانی یا دیگر مائعات اور غذاؤں مثلاً سرکہ، شیرہ، دودھ وغیرہ میں مرنے سے بالاجماع وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی مچھلی کے علاوہ کسی اور دریائی جانور کے بارے میں اختلاف ہے اور اصح روایت کے مطابق مچھلی کے علاوہ کسی اور دریائی جانور کے پانی یا دیگر مائعات یا غذاؤں میں مرنے سے وہ چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں (۹) مینڈک، کچھوا وغیرہ اگر پانی میں مر کر بالکل گل جائے اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں مل جائے تب بھی پانی پاک ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں البتہ وضو اور غسل اس سے کر سکتے ہیں (۱۰) دریائی اور خشکی کے جانور میں حد فاصل یہ ہے کہ جو جانور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہ پانی کا (دریائی) جانور ہے اور جو جانور خشکی ہے علاوہ زندہ نہیں رہ سکتا وہ خشکی کا جانور ہے اور جو جانور خشکی اور پانی دونوں جگہوں میں رہتا ہے اس

(۱)۔ بدائع وغیرہ تصرفاً (۲)۔ م (۳)۔ ش (۴)۔ علم الفقہ (۵)۔ م و ط و کبیری ملتقطاً (۶)۔ در و علم الفقہ و بہشتی زیور
(۷)۔ بہار شریعت وغیرہ (۸)۔ کبیری (۹)۔ کبیری تصرفاً (۱۰)۔ در و بہشتی زیور

کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے، قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور یہی اوجہ ہے(۱) یعنی مچھلی کے علاوہ ہروہ جانور جو پانی میں یا خشکی اور پانی دونوں جگہ میں زندگی گزارتا ہے اس کے پانی میں مرنے سے بھی اصح روایت کے مطابق ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ جانور میں بہنے والا خون نہیں ہوتا کیونکہ بہتے خون والا جانور پانی میں نہیں رہتا اور ان جانوروں میں جو خون کا گمان ہوتا ہے وہ حقیقت میں خون نہیں ہوتا یعنی وہ غیر حقیقی خون ہے(۲) خشکی کے مینڈک میں اگر بہنے والا خون ہو تو اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اگر اس میں بہنے والا خون نہ ہو تو اس کا اور پانی کے مینڈک کا حکم یکساں ہے کہ پانی میں اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ خشکی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی نہیں ہوتی اور پانی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی ہوتی ہے۔ (۳) جس جانور کی پیدائش خشکی کی ہو مگر پانی میں رہتا ہو جیسے بطخ اور مرغابی اور اس کے قلیل پانی میں مرنے سے اصح روایت کے مطابق پانی ناپاک ہو جائے گا (۴) اسی طرح اگر الگ مر کر پانی میں گرے تب بھی پانی نجس ہو جاتا ہے۔ (۵)

۹۔ مرغی، بطخ اور خانگی مرغابی وغیرہ جو پروالے جانور ہوا میں نہیں اُڑتے اُن کی بیٹ نجس ہوتی ہے اور ان کی بیٹ سے بچنا ممکن ہے، اگر ان کی بیٹ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے ان کے علاوہ کسی پرندے کا پیشاب یا بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا پس ان کے لاوہ کبوتر اور چڑیا وغیرہ جن پرندوں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کی بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہوتا اس لئے ہمارے فقہا کے نزدیک ان کی بیٹ نجس نہیں ہے اور استحساناً اس کی طہارت کا حکم ہے۔ (۶) کیونکہ مذکورہ جانوروں کی بیٹ سے بچنا مشکل ہے اور اس تعلیل کا مفاد یہ ہے کہ یہ نجس ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے معاف ہے پس اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور ہدایہ اور بہت سی کتب فقہ میں اس کو اختیار کیا ہے کہ ان کی بیٹ ہمارے فقہا کے نزدیک نجس نہیں ہے کیونکہ عملی طور سے اس پر اجماع ہے کہ مسجد حرام میں کبوتر بیٹ کرتے رہتے ہیں اور اس علم کے باوجود بغیر کسی نکیر کے سب لوگ اس جگہ پر نماز پڑھتے ہیں (۷) اور شکاری پرندے یعنی جن پرندوں کا گوشت کھانا حرام ہے (مثلاً باز، شکرہ، چیل وغیرہ) ان کی بیٹ کا بھی اصح روایت کے مطابق یہی حکم ہے کہ اگرچہ ان کی بیٹ نجاست خفیفہ کے ساتھ ناپاک ہے لیکن عموم بلوئی کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ جنگلی مرغابی جو ہوا میں اڑنے والی ہے اس کی بیٹ سے بھی ضرورت کی وجہ سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہوا میں اڑتی ہوئی بیٹ کر دیتی ہے اسی طرح چمگادڑ کی بیٹ اور اس کے پیشاب سے بھی ضرورت کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور اسی طرح جس پرندے کا گوشت حلال نہیں ہے اس کی بیٹ بھی پاک ہے (۸)

۱۰۔ اگر بکری یا گائے وغیرہ حلال جانور نے کنوئیں میں پیشاب کر دیا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا کیونکہ ان جانوروں کے پیشاب سے کنوئیں کو بچانا ممکن ہے بخلاف پرندوں کے کہ وہ ہوا میں اُڑتے ہوئے پیشاب کرتے ہیں ان سے کنوئیں کو بچانا ممکن نہیں ہے اس لئے ان کے پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ (۹)

۱۱۔ اصح روایت کے مطابق چوہے کے پیشاب کر دینے سے کنوئیں کا پانی نہ نکالا جائے (۱۰) (یعنی اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا) اور چوہے کی مینگنی سے بھی جب تک اس کا اثر ظاہر نہ ہو کنواں (یا آٹا وغیرہ) ناپاک نہیں ہوتا اور بلی کا پیشاب پانی کے برتنوں میں معاف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ بلی اور چوہے کا پیشاب اور ان دونوں کا پاخانہ اظہر الروایات میں نجس ہیں ان سے

(۱)۔ م وط و کبیری تصرفاً (۲)۔ کبیری ملخصاً (۳)۔ م وط و کبیری وغیرہا (۴)۔ در (۵)۔ بہشتی زیور
(۶)۔ م وط و بحر و در و ش و کبیری ملتقطاً (۷)۔ بحر و ش (۸)۔ کبیری (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ در

پانی اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے شاید فقہا نے معاف ہونے کے قول کو ضرورت کی وجہ سے ترجیح دی ہے (۱) (یعنی ضرورت کی وجہ سے بعض چیزوں میں معاف کیا گیا ہے اس کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

۱۲۔ اونٹ یا بکری کی مینگنیاں یا گائے وغیرہ کا گوبر یا گھوڑے، گدھے وغیرہ کی لید اگر کنوئیں میں گر جائے تو جب تک وہ کثیر نہ ہوں کنواں نجس نہیں ہوتا اور کثیر وہ ہیں جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہیں جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے (یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے) اور اسی پر اعتماد ہے (۲) اس مسئلے کی تفصیل کل پانی نکالنے کی صورتوں میں بیان ہو چکی ہے مؤلف

۱۳۔ آدمی کی کھال یا گوشت اگر ناخن کی برابر یا زیادہ پانی میں گر جائے تو کنواں یا حوض وغیرہ ناپاک ہو جائے گا اگر ناخن سے کم گرے تو کنواں وغیرہ ناپاک نہ ہوگا اور اگر ناخن بذات خود پانی میں گر جائے تو کنوئیں وغیرہ کا پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳)

۱۴۔ پیشاب کے جو چھینٹے سوئی کی نوک کے برابر چھوٹے ہوں، اُن کے کنوئیں وغیرہ میں ٹپکنے سے اس کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح ناپاک غبار پڑنے سے بھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں معاف ہیں (۴) اور فیض میں اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے قہستانی نے نجاستوں کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ اگر یہ پانی میں واقع ہو جائے تو اصح قول کے مطابق وہ پانی ہے نجس ہو جائے گا اور اسی طرح حدادی نے کفایہ سے ذکر کیا ہے کہ پانی کی طہارت زیادہ مؤکدہ ہے اور پانی کے معاملے میں یہ حرج میں داخل نہیں بخلاف بدن اور کپڑے کے (۵) (اس مسئلے کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے مولف)

۱۵۔ جس چیز کے ناپاک ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اگر وہ کنوئیں میں گر پڑے یا ڈال دی جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، مثلاً انگریزی دوا پرمینگنیٹ آف پوٹاس (لال دوا) کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اس میں شراب ہو تو محض اتنے خیال سے کنواں ناپاک نہ ہوگا تاوقتیکہ اس میں شراب ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو۔ (۶)

۱۶۔ اگر زندہ چوہا (وغیرہ) کنوئیں میں سے نکلے تو بیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر بلی یا مرغی جو آزاد پھرتی ہو (وغیرہ) کنوئیں میں سے زندہ نکلے تو چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے اس لئے کہ ان جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی گرنے والے جانور کے منہ تک پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ اگر یہ یقین ہو جائے کہ پانی ان کے منہ تک نہیں پہنچا ہے تو کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا اور اگر مرغی آزاد نہ پھرتی ہو تب بھی کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا، یہ سب کچھ جس کا ذکر ہوا ظاہر الروایت ہے۔ (۷)

۱۷۔ اور بدائع میں فتاویٰ سے منقول ہے کہ اگر بکری (وغیرہ) کنوئیں میں گر جائے اور زندہ باہر نکل آئے تو بیس ڈول نکال دیئے جائیں، یہ اطمینان قلب کے لئے ہے پاک کرنے (یعنی وجوب) کے لئے نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کچھ نہ نکالے اور وضو کر لے تو جائز ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خاں (۸) اور اسی طرح گدھا یا خچر اگر کنوئیں سے زندہ نکل آئے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے تب بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے یعنی اونٹ و گائے و بکری اور پرندے اور بند کی ہوئی مرغی ان سب کا بھی یہی حکم ہے (۹) (ان سب کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ مولف)

۱۸۔ جن صورتوں میں پانی نکالنا مستحب ہے ان میں مستحب یہ ہے کہ بیس ڈول سے کم نہ نکالے جائیں اور مکروہ پانی میں سے دس ڈول نکالنا مستحب ہے (۱۰) اور بعض نے کہا کہ احتیاطاً بیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔ (۱۱)

---

(۱)۔ش (۲)۔م وغیرہ (۳)۔ط و مثلہ فی البحر (۴)۔در (۵)۔ش (۶)۔علم الفقہ (۷)۔ع و در

(۸)۔ع وش (۹)۔ش (۱۰)۔ع و فتح وش (۱۱)۔ش و فتح

خلاصۂ بیان: جاننا چاہئے کہ کنوئیں میں واقع ہونے والی چیز یا نجاست ہوگی یا کوئی جاندار ہوگا اور نجاست کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اس تمام پانی کو گرا دیا جائے گا اور اگر نجاست تھوڑی سی بھی کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور نجاست سے مراد جاندار کے علاوہ ہے مثلاً خون و پیشاب وشراب وغیرہ اور جاندار یا آدمی ہوگا یا غیر آدمی اور غیر آدمی یا نجس العین ہوگا یعنی تخزیر یا غیر نجس العین ہوگا یعنی خنزیر کے علاوہ دیگر حیوانات اور غیر نجس العین یا ایسا جانور ہوگا جس کا گوشت کھانا حلال ہے یا ایسا جانور ہوگا جس کا گوشت کھانا حرام ہے اور ان میں سے ہر ایک یا کنوئیں سے زندہ نکال دیا گیا ہوگا یا کنوئیں میں مر گیا ہوگا اور مرا ہوا جانور یا پھول یا پھٹ گیا ہوگا یا پھولا پھٹا نہیں ہوگا اور جو جانور پھولا یا پھٹا نہیں ہوگا ظاہر الروایت میں اس کے تین درجے کئے ہیں اول چوہا اور اس کی مانند، دوم مرغی اور اس کی مانند سوم بکری اور اس کی مانند اور ان سب اقسام کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔(۱)

طاہر غیر مطہر یعنی مستعمل پانی: ۱۔ جاننا چاہئے کہ مستعمل پانی کے بارے میں چار امور کا بیان ہوتا ہے:

اول استعمال کے سبب کے بارے میں، پس اگر پانی قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے یا رفع حدث کے لئے استعمال کیا جائے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک صرف قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے استعمال کیا جائے تو مستعمل ہوتا ہے اور صرف رفع حدث کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا (۲) پس شیخین کے نزدیک مستعمل پانی وہ ہے جس سے حدث اصغر یا حدث اکبر کو دور کیا جائے یا قربت کی نیت سے بدن پر استعمال کیا جائے اور ان دونوں سببوں میں عموم وخصوص کا ایک لحاظ ہے پس یہ دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں اور منفرد بھی، دونوں کے جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ کوئی بے وضو شخص وضو کرے اور وضو کرنے کی نیت بھی کرے تاکہ ثواب حاصل کرے (اس صورت میں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ مولف) اور دونوں کے منفرد ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک فقط ازالہ حدث بلا قربت، اس کی مثال یہ ہے کہ بے وضو شخص نیت کے بغیر وضو کرے اور اس سورت میں ازالہ حدث تو ہوگا مگر قربت یعنی ثواب نہیں ہوگا کیوں کہ نیت کے بغیر ثواب نہیں ہوتا (اس صورت میں شیخین کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہوگا امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل نہیں ہوگا، مولف) دوسری صورت فقط قربت بلا ازالہ حدث، اس کی مثال یہ ہے کہ باوضو آدمی دوسرا وضو نیت وضو کے ساتھ کرے یا پاک آدمی نیت غسل کے ساتھ غسل کرے، اس صورت میں تو پائی گئی لیکن ازالہ حدث نہیں ہوا (اس صورت میں بھی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا، مولف) (۳) پانی کے مستعمل ہونے کا تیسرا سبب بھی ہے اور وہ اسقاط فرض ہے اور فتح القدیر میں اس کی تصریح کی ہے اور اسقاط فرض پانی کے مستعمل ہونے کا اصل سبب ہے اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قربت بھی اصل سبب ہے بخلاف رفع حدث کے اس لئے کہ رفع حدث قربت یا اسقاط فرض یا ان دونوں کے ضمن میں ثابت ہو جاتا ہے پس یہ ان دونوں کی فروع ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ ان دونوں کے ساتھ رفع حدث سے بے نیاز ہو سکتے ہیں پس پانی کے مستعمل ہونے میں صرف یہ دو اصلیں ہی موثر ہوں گی یعنی پانی کا استعمال قربت کے لئے ہوا خواہ اس کے ساتھ رفع حدث یا اسقاط فرض پایا جائے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں نہ پائے جائیں یا اسقاط فرض کے لئے پانی استعمال کیا جائے خواہ اس کے ساتھ قربت یا رفع پایا جائے یا کوئی ایک یا دونوں سبب پائے جائیں (۴) بدن پر اس کے استعمال کی قید سے معلوم ہو گیا کہ اگر بدن کے علاوہ کپڑے وغیرہ میں نیت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (۵) پس پاک کپڑا یا دیگر جامد چیزوں مثلاً برتن، پیالے اور پھل کے دھونے یا حلال جانوروں یا دیگر جانوروں مثلاً گدھا چوہا

(۱)۔ بحر و بدائع ملخصاً (۲)۔ بحر وغیرہ (۳)۔ کبیری و غایۃ الاوطار ملتقطاً (۴)۔ ش ملخصاً (۵)۔ کبیری

وردرندے کے دھونے یا ان کے پانی میں واقع ہونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب کہ ان کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو (۱) (اور گر ان کا منہ پانی تک پہنچ جائے گا تب بھی پانی مستعمل نہیں ہوگا بلکہ ان کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا، مولف)

دوم اس کے ثبوت کے بارے میں ہدایہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب پانی عضو سے جدا ہو جاتا ہے تو مستعمل ہو جاتا ہے اس لئے عضو سے جدا ہونے سے قبل ضرورت کی وجہ سے مستعمل ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور عضو سے جدا ہونے کے بعد ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگ جائے گا (۲) اور اسی لئے محیط میں ہے کہ مستعمل پانی کے لئے کسی جگہ میں جمع ہونا شرط نہیں ہے اور یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے (کبیری) پس صحیح مذہب کی بنا پر اگر عضو سے پانی جدا ہو گیا تو مستعمل ہو گیا اگر چہ وہ کسی چیز میں قرار نہ پکڑے (۳) اول قول ضعیف کے مطابق شرط یہ ہے کہ جب پانی عضو سے جدا ہو کر کسی جگہ یا زمین یا ہتھیلی یا کپڑے میں ٹھہر جائے اور حرکت کرنے سے رُک جائے تب مستعمل ہوگا، یہ قول سفیان ثوریؒ وابراہیم نخعیؒ اور بعض مشائخ بلخ کا ہے اور طحاوی اور فخر الاسلام بزدوی وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے ظہیر الدین مرغینانیؒ اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور خلاصہ میں اسی کو مختار کہا ہے (۴) لیکن عام مشائخ پہلے قول پر ہیں اور وہی اصح ہے، اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جبکہ پانی عضو سے جدا ہوا اور ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو بلکہ وہ ہوا میں ہو پھر وہ کسی آدمی کے عضو پر گر جائے اور بغیر اس کے کہ اس نے اس کو اپنی ہتھیلی میں لیا ہو اس عضو پر بہے تو پہلے قول کی بنا پر اس کا وضو صحیح نہیں اور دوسرے قول کی بنا پر صحیح ہے (۵) اور کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی ڈاڑھی سے تری لے کر اپنے سر کا مسح کیا تو جائز نہیں ہے اگر چہ وہ پانی کسی جگہ میں ٹھہرا نہ ہوا اور اسی طرح اگر موزوں کا مسح کرنے کے بعد باقی تری سے اپنے سر کا مسح کیا تو جائز نہیں ہے (۶) اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اعضائے غسل ایک عضو کی مانند ہیں اگر غسل کرتے وقت کسی عضو سے پانی جدا ہو کر دوسرے اعضائے غسل پر گرا اور اس شخص نے اس عضو پر اس کو بہایا تو دونوں قول کی بنا پر اس کا غسل درست ہے (۷) پس صحیح یہ ہے کہ جب غسل کرتے ہوئے بدن سے پانی جدا ہوا یا وضو کرتے ہوئے اس عضو وضو سے جس پر وہ پانی استعمال ہوا ہے جدا ہوا تو مستعمل ہو گیا اور جدا ہونے کے بعد اس کا کسی جگہ میں ٹھہرنا شرط نہیں ہے۔ (۸)

سوم: مستعمل پانی کی صفت کے بارے میں، اور وہ یہ ہے کہ وہ پانی پاک ہے اور چہارم مستعمل پانی کے بارے میں اور وہ یہ ہے کہ وہ پانی غیر مطہر ہے یعنی پاک کرنے والا نہیں ہے (۹) (مستعمل پانی کے ان چ اور ں امور کے متعلق احکام آگے آتے ہیں، مولف)

۲۔ ہمارے ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مستعمل پانی پاک کرنے والا نہیں ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اس کے پاک ہونے میں اختلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (۱۰) مشائخ بلخ کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے اور مشائخ عراق کی تحقیق یہ ہے کہ ان تینوں اماموں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی ان تینوں اماموں کے نزدیک پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور ہمارے مشائخ ماوراء النہر میں سے محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۱۱)

۳۔ جس پانی سے چھوٹا یا بڑا حدث دور کیا جائے (یعنی اس سے وضو یا غسل کیا جائے) یا وہ قربت یعنی ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے تو صحیح یہ ہے کہ جس وقت وہ پانی عضو سے جدا ہوگا مستعمل ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر کسی بے وضو شخص نے اپنے دونوں بازو دھوئے اور کسی دوسرے آدمی نے اس کے بازوؤں کے نیچے اپنا ہاتھ ٹھہرا کر اس کے مستعمل پانی سے ہاتھ دھوئے یا وضو کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ (۱۲)

---

(۱)۔ در و ش و بحر ملتقطا (۲)۔ ہدایہ و کبیری (۳)۔ در (۴)۔ ش و بحر و کبیری ملتقطاً (۵)۔ ش و بحر و ط ملتقطاً (۶)۔ بحر
(۷)۔ ش (۸)۔ کبیری (۹)۔ بحر و ش (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ بدائع و بحر (۱۲)۔ ع

۴۔ اگر بے وضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے یا کسی کو سکھانے کے لئے وضو کیا تو شیخینؒ کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل نہیں ہوگا۔(۱) کیونکہ پانی کا استعمال قربت (ثواب) کے لئے نہیں کیا گیا۔(۲)

۵۔ اگر بے وضو شخص نے قربت (ثواب) کی نیت سے وضو کیا تو بالا جماع وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔(۳)

۶۔ اگر باوضو آدمی نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے وضو کیا تو بالا جماع پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اگر باوضو آدمی نے قربت کی نیت سے وضو کیا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔(۴)

۷۔ اگر بے وضو یا جنبی یا نفاس والی عورت نے جو کہ حیض یا نفاس سے پاک ہو چکی ہے پانی لینے کے لئے اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا یعنی چلو بھر کر پانی نکالا تو ضرورت کی وجہ سے وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۵) اور اگر عورت نے حیض یا نفاس سے پاک ہونے سے پہلے چلو بھرنے کے لئے پانی میں ہاتھ داخل کیا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو ایسا ہے جیسا کہ پاک آدمی نے داخل کیا ہو پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا، (۶) اور سی طرح اگر مٹکے میں کوزے گر گیا اور اس کوزہ کو نکالنے کے لئے کہنی تک ہاتھ اس مٹکے میں ڈالا تب بھی پانی مستعمل نہیں ہوگا لیکن اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہاتھ یا پاؤں پانی کے برتن میں ڈالا تو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے وہ پانی مستعمل ہو جائے گا (۷) جاننا چاہئے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے پانی میں ہاتھ یا پاؤں داخل کرنے سے پانی اس وقت مستعمل ہوتا ہے جبکہ وہ شخص بے وضو ہو لیکن اگر باوضو ہو تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔(۸)

۸۔ امام ابو یوسفؒ سے مشہور روایت کے مطابق پانی کے مستعمل ہونے کے لئے پورے عضو کا داخل ہونا ضروری ہے اور ہتھیلی کے بغیر ایک یا دو یا زیادہ انگلیاں داخل کرنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا اور ہتھیلی کے داخل کرنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔(۹)

۹۔ اگر بے وضو آدمی اعضائے وضو کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً ران یا پہلو (پیٹ یا پنڈلی) کو دھوئے تو اصح یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا اگر اعضائے وضو کو دھوئے گا تو اپنی مستعمل ہو جائے گا (۱۰) اور ظاہر یہ ہے کہ اعضائے وضو سے مراد وہ اعضا بھی ہیں جن کا دھونا سنت ہے جبکہ ان کو سنت ہونے کی نیت سے دھویا جائے (۱۱) پس اگر بے وضو آدمی نے بعض اعضائے وضو کو دھویا یا جنبی شخص نے بعض اعضائے غسل کو دھویا یا اپنا ہاتھ یا پاؤں مٹکے میں پانی لینے وغیرہ کے لئے داخل کیا تو فرض ساقط ہونیکی وجہ سے بالاتفاق وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اگر چہ معتمد قول کی بنا پر اس کا حدث یا جنابت اس وقت تک دور نہیں ہوگا جب تک کہ باقی اعضا کو دھو کر وضو یا غسل پورا نہ کرلے اور بقیہ اعضا کو دھوتے وقت اس عضو کے دھونے کا اعادہ لازمی نہیں ہے۔(۱۲)

۱۰۔ اگر کسی پاک شخص نے مٹی یا آٹا یا میل چھڑانے کے لئے وضو کیا یا پاک شخص ٹھنڈا ہونے کے لئے نہایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا (۱۳) اور اگر باوضو شخص نے میل چھڑانے کے لئے اپنا ہاتھ دھویا تو عدم ازالۂ حدث وعدم اقامت قربت کی وجہ سے وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔(۱۴)

۱۱۔ اگر بال منڈانے کے لئے سر کو بھگویا اور وہ باوضو تھا تو وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔(۱۵)

۱۲۔ اگر کسی لڑکے نے پانی کے طشت میں وضو کیا تو مختار یہ ہے کہ اگر وہ لڑکا سمجھدار ہے تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے ورنہ مستعمل نہیں ہوتا (۱۶) اور مستعمل ہونے کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس سمجھ دار لڑکے نے پاک ہونے کی نیت سے وضو کیا ہو جیسا کہ خانیہ میں اور اس سے

---

(۱)۔ بحر وع (۲)۔ بحر (۳)۔ بحر (۴)۔ بحر (۵)۔ ع وفتح وبحر بزیادۃ (۶)۔ بحر وش

(۷)۔ ع وفتح وبحر وغیرہ (۸)۔ فتح (۹)۔ ع وفتح وش ملتقطاً (۱۰)۔ ع وبحر (۱۱)۔ ش (۱۲)۔ در وش تصرفاً

(۱۳)۔ ع (۱۴)۔ بحر (۱۵)۔ ع (۱۶)۔ بحر وع ملتقطاً

ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس نے وضو کے ساتھ پاک ہونے کی نیت نہیں کی تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا غور کر لیجئے۔(۱)

۱۳۔ اگر کسی باوضو شخص نے کھانا کھانے کے لئے یا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پانی مستعمل ہوگیا(۲) کیونکہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے اس لئے اس کے ساتھ قربت یعنی ثواب قائم ہوا اور اس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے سنت ادا کرنے کی نیت سے دھوئے ہوں اور اگر یہ نیت نہیں کی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا(۳) اور اس بنا پر ہر سنت کے ادا کرنے مثلاً منہ اور ناک وغیرہ کے دھونے میں بھی نیت کا پایا جانا شرط ہونا چاہئے حتیٰ کہ اگر کسی غیر جنبی شخص نے تقرب حاصل کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ صرف صفائی کے قصد سے منہ اور ناک وغیرہ کو دھویا تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔(۴)

۱۴۔ حیض والی عورت کے وضو کرنے سے پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ اس کے لئے مستحب ہے کہ نماز کے لئے وضو کرے(۵) اور جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح و تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے(۶) اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ پانی اس وقت مستعمل ہوگا جبکہ اس نے مستحب کو ادا کرنے کی نیت سے وضو کیا ہو۔(۷)

۱۵۔ اگر کسی نے وضو میں اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا پھر اس پر زیادہ کیا اگر زیادہ کرنے میں نئے سرے سے وضو کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہوجائے گا اور اگر پہلے وضو پر زیادہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ یہ زیادتی نص سے تجاوز کرنا ہے اور بعض نے کہا کہ مستعمل ہوجائے گا اس لئے کہ زیادہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ وضو پر وضو کرنا پس یہ قربت یعنی ثواب ہے(۸) بحرالرائق میں مذکور ہے کہ اس میں کلام ہے اور تثلیثِ غسل کی بحث سنن وضو میں گزر چکی ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ وضو پر وضو کرنا اس وقت قربت (ثواب) ہے جبکہ مجلس مختلف ہو اور اس صورت میں پانی مستعمل ہوجائے گا لیکن اگر مجلس متحد ہو تو قربت نہیں بلکہ مکروہ ہے پس پانی مستعمل نہیں ہوگا(۹) اور ردالمحتار شامی میں ہے کہ وضو کا مکرر ہونا اس وقت مکروہ ہے جبکہ متعدد دفعہ کیا جائے اور نیز اس میں بدائع کے قول لیکن اگر اس زیادتی سے نیا وضو کرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہوگیا'' کے تحت کہا ہے یعنی جبکہ پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو ورنہ (یعنی درمیان وضو میں تین دفعہ سے زیادہ دھونا) بدعت ہے جیسا کہ اس کے اپنے مقام پر بیان ہو چکا ہے پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا(۱۰) لیکن اگر کسی دوسری مجلس میں وضو پر وضو کیا اور اس میں قربت کی نیت نہیں کی تو یہ اسراف ہوگا پس وہ پانی مستعمل شمار نہیں ہوگا۔(۱۱)

۱۶۔ اگر عورت نے کسی اور کے بال اپنے بالوں کے ساتھ ملائے، مثلاً کسی آدمی کے بال اپنی چوٹی کے ساتھ ملائے اور پھر دوسرے کے ملائے ہوئے بالوں کو دھویا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا (اور اگر اپنے بال دھوئے تو مستعمل ہوجائے گا(۱۲) اور اگر کسی نے کسی مقتول انسان کا سر دھویا جو اس کے بدن سے جدا ہوگیا تھا تو پانی مستعمل ہوجائے گا(۱۳) اس لئے کہ جب سر اور بدن دونوں پائے جائیں تو اس کو بدن کے ساتھ ملا کر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی پس وہ سر بمنزلہ بدن کے ہے اور بالوں کو بدن کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا اس لئے بدن سے جدا ہونے کے بعد ان بالوں کے لئے بدن کا حکم نہیں رہا پس ان کا دھوون مستعمل نہیں ہوگا اور یہ فرق اس مختار روایت کی بنا پر ہے کہ آدمی کے بال نجس نہیں ہیں لیکن دوسرا روایت کی بنا پر جس کے آدمی کے بال نجس ہیں یہ حکم نہیں ہوگا بلکہ پانی نجس ہوجائے گا۔(۱۴)

۱۷۔ اگر جنبی شخص نے غسل کیا اور اس کے غسل کا کچھ پانی (دھوون) اس کے پانی کے برتن میں ٹپک گیا تو وہ پانی خراب نہیں ہوگا

---

(۱)۔ش (۲)۔بحر وع و در وش (۳)۔بحر (۴)۔ش و منحہ (۵)۔فتح و بحر (۶)۔غایۃ الاوطار (۷)۔بحر
(۸)۔بدائع و بحر و در وش (۹)۔بحر وش وم (۱۰)۔ش (۱۱)۔ط (۱۲)۔انواع (۱۳)۔بحر وع ملتقطا (۱۴)۔بحر

لیکن اگر غسل کا مستعمل پانی اس کے برتن پر خوب بہ کر برتن میں پہنچا تو وہ سارا پانی خراب ہو جائے گا (یعنی جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو وہ پانی پاک ہے اسی طرح وضو کرتے وقت مستعمل پانی وضو کے بارتن میں ٹپکنے سے اس کا پانی اس وقت تک پاک ہے جب تک مستعمل پانی اس پر غالب نہ ہو جائے) یعنی اور اسی طرح حمام کا حوض بھی امام محمدؒ کے قول کے بموجب خراب نہیں ہوتا جب تک مستعمل پانی اس پر غالب نہ ہو جائے وہ پاک ہی رہتا ہے (۱) جب (مستعمل پانی غالب آ جائے تو سب پانی خراب اور مستعمل کے حکم میں ہو جائے گا، مولف)

۱۸۔ اگر اپنے اعضائے وضو وغسل کو رومال سے پونچھا اور رومال خوب بھیگ گیا یا اس کے اعضا سے قطرے ٹپک کر کسی کپڑے پر بہت زیادہ لگ جائیں تو (بالاتفاق) اس کپڑے کے ساتھ نماز جائز ہے اس لئے کہ مستعمل پانی امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے نزدیک اگرچہ وہ پانی مستعمل اور نجس ہے لیکن یہاں ضرورت اور دفع حرج کے لئے معاف ہے اور نجاست کا اعتبار ساقط ہو جائے گا (۲) پس جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے کپڑے پر ٹپک کر لگ جاتا ہے وہ بالاتفاق معاف ہے۔ (۳)

۱۹۔ میت کے غسل کا مستعمل پانی (دھوون) نجس ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں اس کی نجاست کو مطلق بیان کیا ہے (یعنی خواہ میت پر نجاست ہو یا نہ ہو) اور اصح یہ ہے کہ اگر اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا مگر امام محمدؒ نے اس کے مطلقاً اس واسطے کہا ہے کہ میت اکثر نجاست سے خالی نہیں ہوتی، (۴) لیکن بحرالرائق میں ذکر کیا ہے کہ میت کی نجاست کے حقیقی یا حکمی ہونے میں اختلاف ہے صاحب محیط نے اس کے نجاست حقیقی ہونے پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اگر میت قلیل پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص میت کو اٹھائے ہوئے نماز ادا کرے تو نماز جائز نہیں ہوگی اس سے صاحب محیط نے استدلال کیا ہے کہ میت کی نجاست حقیقی ہے حکمی نجاست نہیں ہے اس لئے کہ انسان بھی ایک ایسا جاندار ہے جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے پس وہ موت سے اسی طرح نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ دوسرے حیوانات موت سے نجس ہو جاتے ہیں۔ کافی اس کو صحیح کہا ہے اور بدائع میں اس کو عام مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ یہ تفصیل بحرالرائق کی کتاب الجنائز میں مذکور ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قول کی تصحیح ضعیف ہے اور امام محمدؒ کا کلام یہاں پر کسی تاویل کے بغیر اپنے اطلاق پر ہے۔ (۵)

۲۰۔ اگر کسی نے مقید پانی مثلاً عرق گلاب یا سرکہ وغیرہ سے وضو (یا غسل) کیا تو وہ سب کے نزدیک یعنی بلا جماع مستعمل نہیں ہوگا، (۶) اس لئے کہ اس سے وضو وغسل کرنا جائز نہیں ہے پس اس سے ازالہ حدث اور قربت (ثواب) کا قیام نہیں پایا گیا۔ (۷)

۲۱۔ اگر کسی نے منہ میں پانی لیا اور اس سے کلی کرنے کا ارادہ نہیں کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر اپنے منہ میں پانی لے کر اس کے ساتھ اپنے اعضا کو دھویا تب بھی یہی حکم ہے (کہ امام محمدؒ کے نزدیک منہ میں لیا ہوا پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اس سے اعضا کا دھونا جائز ہے، مولف) اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ پاک کرنے والا نہیں رہے گا اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ یا تو فرض ساقط ہونے کی وجہ سے وہ مستعمل ہو گیا ہے یا اس لئے کہ اس کے ساتھ تھوک مل گیا ہے اس لئے وہ پاک کرنے والا نہیں رہا (۸) بدائع میں کہا ہے کہ کسی جنبی کے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی تھی پس اس نے اپنے منہ میں پانی لیا اور ہاتھ پر ڈالا المعلی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ وہ ہاتھ پاک نہیں ہوگا اس لئے کہ منہ سے حدث کا ازالہ ہونے کے باعث وہ پانی مستعمل ہو گیا اور مستعمل پانی سے بالاجماع نجاست دور نہیں ہو سکتی اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں نقل کیا ہے کہ وہ ہاتھ پاک ہو جائے گا اس لئے کہ اس کے منہ میں لینے سے قربت قائم نہیں ہوئی

---

(۱)۔ ع و کبیری　(۲)۔ بدائع و بحر و ع ملتقطاً　(۳)۔ بحر　(۴)۔ بحر و ع

(۵)۔ منحہ وش من بیان الماء المستعمل و من اول فصل البر ملتقطاً　(۶)۔ بدائع و ع ملتقطاً　(۷)۔ بدائع　(۸)۔ کبیری

پس وہ مستعمل نہیں ہوا۔ واللہ علم (۱)

۲۲۔ اگر مستعمل پانی پاک قلیل (دہ دردہ سے کم) پانی کے ساتھ مل گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جب تک مستعمل پانی کثیر نہ ہو یعنی قلیل مطلق پانی پر غالب نہ آ جائے اس وقت تک اس قلیل پانی کی پاک کرنے کی صفت تبدیل نہیں ہوتی اور وہ بدستور پاک کرنے ولا ہے جیسا کہ دودھ کے بارے میں حکم ہے لیکن شیخین کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ تھوڑے مستعمل پانی کے مطلق پانی میں مل جانے سے بچنا مشکل ہے اسلئے معاف ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل کثیر پانی وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آ جائے اور شیخین کے نزدیک وہ ہے کہ برتن میں اس کے ٹپکنے کے مواقع نمایاں ہوں (۲) پس مستعمل پانی اگر کنوئیں میں واقع ہو جائے تو جب تک وہ کنوئیں کے پانی پر غالب نہ آ جائے کنوئیں کا پانی خراب نہیں ہوگا اور یہی صحیح ہے (۳) قاضی خاں میں ہے کہ اگر وضو کا مستعمل پانی کنوئیں میں ڈالا تو امام صاحب کے قول پر اس میں سے بیس ڈول نکالے جائیں (۴)

۲۳۔ اس مُحدِث کے حکم میں فقہا کا اختلاف ہے جس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا جبکہ اس نے پانی سے استنجا کیا ہوا اور اس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست حقیقیہ بھی نہ ہوا اور نہ اس نے وضو یا غسل کی نیت کی ہوا اور نہ بدن کو ملا ہوا اور اصح قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اس لئے کہ پانی کے مستعمل ہونے کے لئے پانی کا اعضا سے جدا ہونا شرط ہے اور جب وہ شخص پانی سے باہر نکلا تو پانی کا اعضا سے جدا ہونا پایا گیا ہے (۵) محدث حدث اصغر و اکبر دونوں کو شامل ہے اور حدث اکبر خواہ جنابت سے ہو یا حیض یا نفاس سے ہو جبکہ عورت حیض یا نفاس منقطع ہونے کے بعد کنوئیں کے پانی میں داخل ہو لیکن اگر حیض یا نفاس منقطع ہونے سے پہلے داخل ہوگی اور اس کے اعضا (اور کپڑوں) پر نجاست نہیں ہوگی یہ دونوں حیض ونفاس سے نہ نکلنے کے باعث اس پاک آدمی کی مانند ہیں جو کہ کنوئیں میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غوطہ لگائے پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۶) پس اگر کسی جنبی شخص نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر کوئی نجاست نہیں ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آدمی اور پانی دونوں ناپاک ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آدمی اپنی اسی حالت پر جنبی ہے اور پانی اسی حالت پر پاک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے اپنے بعض اعضا کو پانی میں داخل کیا اور وہ اعضا پانی سے ملے تو اس سے اعضا کے دھونے کا فرض ساقط ہو گیا کیونکہ فرض ساقط ہونے کے لئے نیت شرط نہیں ہے جب فرض ساقط ہو گیا تو وہ پانی امام صاحبؒ کے نزدیک مستعمل ہو کر ناپاک ہو گیا اور چونکہ اس کے باقی اعضاء میں حدث باقی رہا اس لئے وہ شخص اپنی جنابت کی حالت پر باقی رہا اور بعض نے کہا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس شخص کی نجاست مستعمل پانی کی نجاست کی وجہ سے ہے اور شروح ہدایہ میں اس کو صحیح کہا ہے کہ وہ شخص امام صاحب کے نزدیک جنابت کی وجہ سے نجس ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک فرض کو ساقط کرنے کے لئے غیر جاری پانی کی صورت میں پانی کا اپنے اوپر ڈالنا جو اس کے حکم میں ہے اس کا کرنا شرط ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کے نزدیک اس وقت شرط ہے جبکہ اس نے غسل کی نیت نہ کی ہوتا کہ پانی کا اپنے اوپر ڈالنا نیت کا قائم مقام ہو جائے اور چونکہ کنوئیں میں غوطہ لگانے کی صورت میں پانی کا اپنے اوپر ڈالنا نہیں پایا گیا اس لئے آدمی اسی طرح جنبی ہے اور جب فرض ساقط نہیں ہوا اور نہ رفع حدث پایا گیا اور نہ ہی قربت کی نیت پائی گئی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اپنی سابق حالت پر یعنی پاک ہوگا اور امام محمدؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک پانی کا اپنے اوپر ڈالنا شرط نہیں ہے پس ان کے نزدیک آدمی پاک ہو گیا اور پانی مستعمل نہیں ہوا اس لئے کہ قربت کی نیت

---

(۱)۔ بدائع (۲)۔ بدائع ملخصاً (۳)۔ ع (۴)۔ حاشیہ ع اردو (۵)۔ در (۶)۔ بحر وش

نہیں پائی گئی جو کہ ان کے نزدیک پانی کے مستعمل ہونے کی شرط ہے۔ اور اس مسئلے میں مختار مذہب یہ ہے کہ صحیح قول کی بنا پر آدمی پاک ہے اور پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو جنبی کے بارے میں بیان کیا ہے اس لئے کہ اگر پاک آدمی نے ڈول نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا اور اس کے اعضا پر نجاست نہیں ہے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں نہ ازالۂ حدث پایا گیا اور نہ ہی اقامت قربت پائی گئی اور اگر کوئی بے وضو یا جنبی شخص غسل کرنے کی نیت سے کنوئیں میں داخل ہوا تو بالاتفاق پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ اقامت قربت (ثواب کی نیت) پائی گئی اور یہی حکم حیض ونفاس والی عورت کا ہے جبکہ وہ انقطاع حیض ونفاس کے بعد کنوئیں کے پانی میں اتری ہو یعنی اس کا اور محدث وجنبی کا حکم یکساں ہے لیکن اگر حیض ونفاس منقطع ہونے سے پہلے کنوئیں میں داخل ہوئی ہو اور اس کے اعضا پر نجاست نہ ہو تو وہ اس پاک آدمی کی مانند ہے جو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے اس لئے کہ وہ اس حالت میں کنوئیں میں اترنے سے حیض سے باہر نہیں ہوجاتی پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر نماز کے لئے نہانے کے قصد سے کنوئیں میں غوطہ لگایا تو فقہانے کہا ہے کہ ازالۂ حدث ونیت قربت کے پائے جانے کی وجہ سے پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اور یہ جو فقہانے کہا کہ وہ پانی مستعمل ہوجائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی جو اس کے بدن سے ملے گا وہ مستعمل ہوجائے گا کنوئیں کا تمام پانی مستعمل نہیں ہوگا پس امام محمدؒ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کنوئیں کا تمام پانی مستعمل نہیں ہوگا اس لئے جو پانی اعضا سے جدا ہوکر کنوئیں کے دوسرے پانی میں ملا ہے وہ اس پانی کی بہ نسبت مغلوب ہے جو مستعمل نہیں ہوا ہے پس اس کو یاد رکھئے اور اس کے اعضا پر نجاست حقیقیہ نہ ہونے کی قید اس لئے ہے کہ اگر اس کے اعضا پر نجاست حقیقہ لگی ہوگی تو بالاتفاق کنوئیں کا پانی ناپاک ہوجائے گا اور محیط میں اس مسئلے میں یہ قید بیان کی ہے کہ اس نے کنوئیں میں اترنے کے بعد اپنے بدن کو ملا نہ ہو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص کنوئیں میں ڈول نکالنے کے لئے اترا اور اس نے پانی میں اپنے بدن کو ملا تو بالاتفاق وہ پانی مستعمل ہوجائے گا اس لئے کہ بدن کا ملنا اس کا ایک ایسا فعل ہے جو غسل کرنے کی نیت کے قائم مقام ہوجاتا ہے پس وہ ایسا ہوگیا جیسا کہ وہ غسل کرنے کی نیت سے کنوئیں میں اترا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے بدن کو میل اتارنے کی نیت سے نہ ملا ہو جیسا کہ شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے اور بعض فقہانے اس مسئلے میں یہ قید لگائی ہے کہ اس نے صرف پتھروں (ڈھیلوں) سے استنجا نہ کیا ہو (بلکہ پانی سے بھی استنجا کیا ہو) تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس نے صرف پتھروں سے استنجا کیا ہوگا (اور پانی سے استنجا نہیں کیا ہوگا) تو بالاتفاق کنوئیں کا پانی نجس ہوجائے گا اور یہ اس قول پر مبنی ہے کہ پتھروں سے استنجا کرنا نجاست کو ہلکا کرنے والا ہے پاک کرنے والا نہیں ہے اور یہی مختار ہے۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ کنوئیں میں غوطہ لگانے والا شخص یا پاک ہوگا یا اس کے بدن پر نجاست حقیقہ یا حکمیہ مثلاً جنابت وحدث ہوگی اور ان سب صورتوں میں یا وہ ڈول نکالنے کے لئے کنوئیں میں اترا ہوگا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے یا غسل کرنے کے لئے اور اس مسئلہ میں دو قسم کے احکام ہیں یعنی اس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور پانی میں داخل ہونے والے کا حکم کہ وہ پاک ہوا یا نہیں۔ (۲)

۲۴۔ مستعمل پانی اگرچہ ظاہر مذہب میں پاک ہے لیکن اس کو پینا اور اس سے آٹا گوندھنا طبعی نفرت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے اور جن فقہا کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے ان کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ (۳)

۲۵۔ مسجد کے اندر وضو کرنا امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں جبکہ اس شخص

---

(۱)۔ بحر ملخصاً وزیادۃ عن منحہ

(۲)۔ بدائع وتمامہ، ان سب احکام کی تفصیل اوپر بیان ہوچکی ہے اور مزید تفصیل بدائع جلد اول صفحہ ۲۳۵ اور ۲۳۶ سے معلوم کریں (۳)۔ درو ط وغیرہما

کے اعضا پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اگر مسجد میں کسی برتن (لگن وغیرہ) میں وضو کرے تو ان تینوں اماموں کے نزدیک جائز ہے(۱) ور اگر برتن کے بغیر وضو کرے تو وہی اختلاف ہے جو اوپر مذکور ہوا۔(۲)

۲۶۔ مستعمل پانی نجاست حکمی کو پاک کرنے والا نہیں ہے لیکن راجح اور معتمد قول کی بنا پر نجاست حقیقی کو پاک کرنے والا ہے۔(۳)

۲۷۔ اگر یہ چاہیں کہ مستعمل پانی کا استعمال جائز ہو جائے تو اس میں مطلق غیر مستعمل پانی اس سے زیادہ ملا دیں دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو جاری کر لیں جس طرح ناپاک پانی کو پاک کرنے کے طریقے میں مذکور ہے۔(۴)

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی اور پسینے کے احکام

۱۔ جو پانی برتن یا حوض میں پینے کے بعد باقی رہ جائے اس کو جھوٹا پانی کہتے ہیں اور اسی طرح کھانے والے کے آگے کا بچا ہوا کھانا جھوٹا کھانا کہلاتا ہے۔(۵)

۲۔ جھوٹے پانی یا کھانے کے پاک و ناپاک و مکروہ و مشکوک ہونے میں جھوٹا کرنے والے جانور کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے کہ جھوٹی چیز میں اس جاندار کا لعاب مل جاتا ہے اور لعاب جاندار کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس جس جانور کا گوشت پاک ہے اس کا جھوٹا پاک ہے اور جس جانور کا گوشت نجس ہے اس کا جھوٹا نجس ہے اور جس کا گوشت مکروہ ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جس کا گوشت مشکوک ہے اس کا جھوٹا مشکوک ہے۔(۶)

پس جانوروں کے جھوٹے کی چار قسمیں ہوئیں:

۱۔ جس کا بلا کراہت پاک ہونا متفق علیہ ہے جیسا کہ آدمی اور حلال جانوروں کا جھوٹا، ۲۔ جس کی نجاست و طہارت میں اختلاف ہے جیسے خنزیر اور کتا اور چوپایہ درندے، ۳۔ مکروہ جیسے بلی کا جھوٹا، ۴۔ مشکوک جیسے گدھے اور خچر کا جھوٹا(۷) بعض مشائخ نے جھوٹے کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں چار قسمیں تو یہی ہیں جو بیان ہو چکی ہیں اور پانچویں قسم جھوٹا نجس متفق علیہ بتائی ہے اور وہ خنزیر کا جھوٹا بتایا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ خنزیر کے جھوٹے پانی میں بھی امام مالکؒ کا اختلاف ہے جیسا کہ کتے کے جھوٹے کے بارے میں اختلاف ہے اور ان کے نزدیک ان دونوں کا اور چوپایہ درندوں کا جھوٹا پاک ہے پس صحیح یہ ہے کہ جھوٹے پانی وغیرہ کی قسمیں چار ہی ہیں (۸) (ان سب کے احکام کی تفصیل آگے آتی ہے، مولف)

۳۔ آدمی کا جھوٹا بالاتفاق بلا کراہت پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اس لئے کہ جھوٹے میں لعاب کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اس میں مل جاتا ہے اور انسان کا لعاب پاک ہے کیونکہ وہ پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے(۹) اور انسان کا گوشت کھانا اس کے احترام و اکرام کی وجہ سے ممنوع ہے اس کے نجس ہونے کی وجہ سے نہیں اس حکم میں جنبی اور پاک اور حیض و نفاس والی عورت، چھوٹا اور بڑا مسلم و کافر، مذکر و مونث میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ اس کا منہ پاک ہو لیکن اگر کسی نے آدمی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا مثلاً اگر شراب پینے والا شخص شراب پی کر اسی وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا ناپاک ہو جائے گا، یہ حکم اس کے گوشت کے نجس ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے منہ کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ اگر کسی شخص کے منہ سے خون آتا ہو اور تھوک سرخ رنگ کا ہو جاتا ہو یا اس نے کوئی نجس چیز کھائی یا پی ہو یا

---

(۱)۔ بحروش (۲)۔ منحہ (۳)۔ دروش (۴)۔ بہار شریعت ملخصاً (۵)۔ کبیری و بحروش ملخصاً (۶)۔ دروش

(۷)۔ بدائع وم وعنایہ و کبیری تصرفاً (۸)۔ بدائع (۹)۔ کبیری وم وغیرہما

اس کو منہ بھر کرتے ہوئی ہو تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر وہ شخص اتنی دیر کے بعد پانی پئے کہ کئی بار تھوک نگلنے سے اس کا منہ دُھل جائے تو امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے مذہب پر صحیح قول کے بموجب وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا (۱) پس اگر وہ چند بار اپنا تھوک نگل لے گا تو صحیح قول کی بموجب اس کا منہ پاک ہو جائے گا (۲) لیکن امام محمد کے قول کے بموجب یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تھوک سے نجاست پاک نہیں ہوتی (۳) اگر شراب پینے والی کی مونچھیں لمبی ہوں تو جب تک ان کو پانی سے نہ دھوئے اس کے پانی پینے سے وہ پانی نجس ہو جائے گا اگرچہ اس نے چند ساعت (کچھ دیر) کے بعد پانی پیا ہو (۴) اس لئے کہ جب مونچھوں کے بال لمبے ہوں تو وہ صرف زبان پھیرنے سے پاک نہیں ہوتے (۵) (کیونکہ زبان ان پر سب جگہ نہیں پہنچ سکتی اور منہ کا لعاب سب جگہ سے شراب کی ناپاکی کو نہیں دھوسکتا، شرابی کے جھوٹے سے ہر حال میں بچنا ہی چاہئے مولف) میاں بیوی، آقا اور باندی اور محرم مرد و عورت کے علاوہ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے لیکن وہ ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے پس اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کا جھوٹا ہے یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو مکروہ نہیں خصوصاً جبکہ جھوٹے سے نفرت کی جاتی ہو تو بدرجہ اولیٰ مکروہ نہیں ہے۔(۶)

۴۔اصح قول کے بموجب نر و مادہ گھوڑے کا جھوٹا بالا جامع بلا کراہت پاک ہے (۷) پس امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ اس کا گوشت پاک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں بلکہ محیط میں ان سے چار روایتیں منقول ہیں اور ظاہر الروایت میں اس کا جھوٹا اس کے گوشت کی طرح پاک ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ سے امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے اور یہی ان کے مذہب کی صحیح روایت ہے اور اسی کو بعض مشائخ بلکہ تمام متاخرین نے اختیار کیا ہے اس لئے کہ گھوڑے کے گوشت کی کراہت ان کے نزدیک اس کے احترام کی وجہ سے ہے اس لئے کہ وہ جہاد کے آلات میں سے ہے یہ کراہت اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے یہ کراہت اس کے جھوٹے پر اثر انداز نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے۔(۸)

۵۔حلال چرندوں اور پرندوں کا جھوٹا بالاتفاق پاک ہے (خواہ نر ہوں یا مادہ) اس لئے کہ ان کا لعاب پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس اسی کا حکم اختیار کر لیتا ہے (۹) لیکن اس حکم سے وہ اونٹ اور گائے اور بھیڑ بکری جو نجاست کھاتے ہیں اور آزاد پھرنے والی مرغی جو نجاست کھاتی ہے مستثنٰی ہیں یعنی ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔(ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے یعنی جو نجاست نہیں کھاتے ان کا دودھ و گوشت پاک ہے اور جو نجاست کھاتے ہیں ان کا دودھ و گوشت مکروہ ہے (۱۰) لیکن جس مرغی کو گھر میں بند رکھا جاتا ہو اور وہیں اس کی خوارک اس کو دی جاتی ہو تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ اس کو نجاست نہیں ملے گی اس لئے وہ نجاست نہیں کھائے گی اور مرغی اپنی نجاست نہیں کھاتی بلکہ اس میں دانہ تلاش کرتی ہے اور مل جائے تو اس کو نکال کر کھا لیتی ہے جیسا کہ اس کو فتح القدیر میں لکھا ہے اور اس کی تمام بحث بحرالرائق میں مذکور ہے (۱۱) اور جن فقہا کے نزدیک وہ اپنی نجاست بھی کھاتی ہے ان کے نزدیک اگر مرغی کو گھر میں اس طرح بند رکھا جائے کہ اس کی چونچ اس کے پاؤں سے نیچے نہ پہنچے تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کی چونچ اس کے پاؤں تک پہنچتی ہے تو وہ آزاد مرغی کے حکم میں ہے (۱۲) اگر مرغی یا گائے وغیرہ نے نجاست کھائی اور اس کے بعد کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے اس کے منہ کی طہارت ہو جاتی ہو تو اس کا جھوٹا نجس ہے (ناپاک) ہے (۱۳) یہ حکم اس گندگی کھانے والے جانور کے متعلق ہے جو صرف یا زیادہ تر گندگی ہی

(۱)۔بحر و ط و کبیری وغیرہا ملتقطاً (۲)۔ع (۳)۔م و ط (۴)۔بحر و ع (۵)۔بحر (۶)۔بحر و در و ش و ع و ط وغیرہا ملتقطاً

(۷)۔ع و ش و م ملتقطا (۸)۔بدائع و بحر و ش و کبیری و فتح ملتقطاً (۹)۔بدائع و ع و کبیری و بحر و در و ش ملتقطاً (۱۰)۔انواع وغیرہ تصرفاً

(۱۱)۔بحر و ش ملخصاً (۱۲)۔ہدایہ و ع و بدائع و فتح ملتقطاً (۱۳)۔بہار شریعت

کھاتا ہو پس اس کا جھوٹا مکروہ ہے لیکن اگر غذا مخلوط کھاتا ہو اور اس کی زیادہ تر خوراک پاک گھاس، دانہ وغیرہ ہو تو اس کے جھوٹے میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ جوہرۃ النیرہ میں مذکور ہے۔ (۱)

۶۔ جن جانوروں میں بہنے والا خون نہیں ہوتا خواہ وہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی میں ان کا جھوٹا پاک ہے۔ (۲)

۷۔ جن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ جو جانور گھروں میں رہتے ہیں اور ان میں بہنے والا خون ہوتا ہے خواہ وہ حشرات الارض ہوں مثلاً سانپ، نیولا، چھپکلی یا حشرات الارض کے علاوہ ہوں مثلاً چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے یہی اصح ہے (۳) بخلاف ان جانوروں کے جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا مثلاً گبریلا (گوبر کا سیاہ رنگ کا کیڑا، بُھونڈ) جھینگر، بچھو، ان کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے علما نے صراحت کی ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ بلی کے جھوٹے کی کراہت کس قسم کی ہے بعض فقہا نے اس کے گوشت کی حرمت پر نظر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے اور بعض نے اس بات پر نظر کرتے ہوئے کہ وہ نجاست سے پرہیز نہیں کرتی اس کے جھوٹے کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور علماء نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے اور کتاب الاصل کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ کسی دوسرے پاک پانی سے وضو کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (۴) اگر بلی کسی شخص کی ہتھیلی یا پاؤں کے تلوے (یا منہ وغیرہ) کو چاٹے اور وہ شخص اس عضو کو دھونے سے پہلے نماز پڑھ لے تو یہ مکروہ (اور خلاف اولیٰ) ہے اور اگر کسی کا ہاتھ بلی نے چاٹنا شروع کیا تو چاہئے کہ فوراً ہاتھ کھینچ لے یونہی چھوڑ دینا کہ چاٹتی رہے مکروہ ہے (۵) اور یہ بھی مکروہ ہے کہ بلی کا جھوٹا کھانا کھائے اور یہ مالدار کے حق میں مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کی بجائے دوسرا پاک کھانا مہیا کرنے پر قادر ہے لیکن فقیر کے لئے ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ (۶) اور کھانا وغیرہ جامد چیزوں میں بلی کے جھوٹے سے مراد وہ حصہ ہے جس کو بلّی کا منہ لگا ہے یا روٹی وغیرہ کا ٹکڑا جو اس کے منہ سے گر گیا ہے کیونکہ وہ حصہ اس کے لعاب سے بچا ہوا نہیں ہوگا اور جس حصے کو اس کا منہ نہیں لگا اور اس کا لعاب اس کے ساتھ نہیں ملا اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے بخلاف مائع (بہنے والی یعنی رقیق چیزوں) کے کہ وہ سب کی سب جھوٹے کے حکم میں ہے۔ (۷)

۸۔ اگر بلی نے چوہا کھایا اور اس نے کچھ دیر ٹھہرے اور اپنا منہ چاٹے بغیر اسی وقت پانی پیا تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اگر ایک ساعت (کچھ دیر) ٹھہری رہی اور اپنا منہ چاٹ لیا پھر پانی پیا تو اب اس کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں ہوگا بلکہ مکروہ ہوگا کیونکہ اس کا منہ اس کے لعاب سے دھل گیا، یہ امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ اب بھی وہ پانی ناپاک ہو جائے گا اس لئے کہ ان کے نزدیک نجاست پانی کے بغیر دور نہیں ہوتی (۸) اور امام محمدؒ کے قول پر بھی اس صورت میں وہ پانی نجس نہیں ہونا چاہئے جبکہ کچھ دیر وہ وہاں سے غائب رہی ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کسی کثیر پانی سے اس نے پانی پیا ہو اس طرح اس کا منہ دھل گیا ہو۔ (۹)

۹۔ شکاری پرندوں مثلاً شکرا، باز، شاہین وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے جبکہ ان کے پالنے والوں کو ان کی چونچ کے پاک ہونے کا علم نہ ہو کیونکہ یہ پرندے چونچ سے پیتے ہیں اور وہ خشک پاک ہڈی ہے لیکن یہ غالب طور پر مردار خور ہیں اس لئے آزاد کوچہ گرد مرغی کی مانند ہوئے پس کراہت کا شبہ پیدا ہو گیا بخلاف درندہ چوپایوں کے (۱۰) کیونکہ درندہ چوپائے اپنی زبان سے پانی پیتے ہیں اور ان کی زبان اس لعاب سے تر ہوتی ہے جو ان کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نجس ہے پس شکاری پرندوں اور درندہ چوپایوں کے جھوٹے کے حکم میں فرق ہے اور شکاری پرندوں کا جھوٹا نجس نہ ہونے اور صرف مکروہ ہونے کا حکم ضرورت اور عموم بلویٰ کی وجہ سے بھی ہے کہ یہ ہوا (فضا) سے نیچے آ کر پانی

---

(۱)۔ ط (۲)۔ ع و بحر و در و ش (۳)۔ کبیری و ش و ع ملتقطا (۴)۔ بحر (۵)۔ بہار شریعت (۶)۔ ع و فتح و بحر و در و ش وغیرہا

(۷)۔ ش (۸)۔ کبیری و ع وہدایہ و ش ملتقطاً (۹)۔ ش (۱۰)۔ بحر وہدایہ و در و ش و ع و کبیری ملتقطا

پیتے ہیں اس لئے ان کے جھوٹے سے برتنوں کو محفوظ رکھنا ممکن نہیں ہے خاص طور پر میدانوں اور جنگلوں میں (۱) اور اگر ان کی چونچ کے پاک ہونے کا علم ہو تو کراہت جاتی رہے گی اس لئے کہ امام حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر شکاری پرندہ مردار نہ کھاتا ہو جیسا کہ پالتوں باز وغیرہ تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں ہے اور مکروہ اس وقت ہے جبکہ وہ مردار کھاتا ہو اور امام ابو یوسفؒ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے (۲) پس امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر شکاری پرندے محبوس (پالتو) ہوں اور ان کا مالک جانتا ہو کہ ان کی چونچ پر کوئی نجاست نہیں ہے تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں ہے اور متاخرین مشائخ نے اس روایت کو مستحسن کہا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے (۳) اور اسی طرح جن پرندوں کا گوشت نہیں کھانا جاتا استحساناً ان کا جھوٹا پاک اور مکروہ ہے (۴) کوے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ (۵)

۱۰۔ مطلق غیر مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اگر مطلق غیر مکروہ پانی موجود نہ ہو تو مکروہ نہیں (۶) اس لئے کہ مکروہ پانی بذات خود پاک ہے اور اس کے موجود ہوتے ہوئے صرف تیمم کرنا جائز نہیں ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہا کہ مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے وضو اور تیمم دونوں کرے۔

۱۱۔ جن جانوروں کے جھوٹے کی نجاست وطہارت مختلف فیہ ہے وہ یہ ہیں:۔ کتا، خنزیر اور چوپائے درندوں کا جھوٹا نجس ہے (۷) اور چوپائے درندے وہ ہیں جو اپنی کچلیوں (نوک دار دانتوں) سے شکار کرتے ہیں مثلاً شیر، بھیڑ، چیتا، تیندوا، لومڑی، گیدڑ، ہاتھی، بجو، بندر وغیرہ کیونکہ ان کا لعاب ان کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور ان کا گوشت ان کے دودھ کی طرح نجس ہے (۸) جس برتن میں کتے نے منہ ڈالا ہو (اس میں کھایا پیا یا اس کو چاٹا ہو) اس برتن کو تین بار دھونا واجب ہے (۹) جیسا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں مروی ہے (۱۰) یعنی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا۔ دھونے سے سب پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جائے (۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے سات بار دھونا اور پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے ملنا بھی مروی ہے یہ استحباب کے لئے ہے تا کہ اچھی طرح صاف ہو جائے اگر مٹی کے مٹکے سے پانی رستا ہو اور کتا اس کو چاٹے تو جو پانی اس مٹکے میں ہے پاک ہے (۱۲) جاننا چاہیے کہ خنزیر، کتا اور تمام چوپائے، درندوں کا جھوٹا نجس ہونے یا نہ ہونے میں ائمہ فقہا کا اختلاف ہے عام علماء کے نزدیک ان کا جھوٹا نجس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک پاک ہے پس کتے کے جھوٹے کی طرح خنزیر کے جھوٹے میں بھی امام مالکؒ کا اختلاف ہے یعنی ان کے نزدیک پاک ہے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ سوائے کتے اور خنزیر کے تمام درندے چوپایوں کا جھوٹا پاک ہے۔ (۱۳)

۱۲۔ جھوٹا مشکوک پانی وہ ہے جس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک یعنی توقف ہے اور وہ پالتوں گدھے اور خچر کا جھوٹا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور شک اس میں ہے کہ وہ پاک کرنے والا ہے یا نہیں، پس اگر مشکوک پانی کے سوا اور پاک یا مکروہ پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے، اور تیمم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے اس لئے ان میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں اور جائز و درست ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے لیکن ہمارے فقہا کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وضو اور غسل مقدم کرے پھر تیمم کرے۔ مشکوک یعنی گدھے و خچر کے جھوٹے پانی سے وضو کرے میں نیت کے بارے میں اختلاف ہے بعض

---

(۱)۔ بحر (۲)۔ ش (۳)۔ بحر و ہدایہ و ع (۴)۔ ع (۵)۔ بہار شریعت (۶)۔ ع وم (۷)۔ م و ع و کنز و بدائع
(۸)۔ ش وم و بحر ملتقطاً (۹)۔ ہدایہ و ع وغیرہما (۱۰)۔ ہدایہ و فتح و بحر وغیرہا (۱۱)۔ بہشتی زیور (۱۲)۔ ع (۱۳)۔ بدائع

کے نزدیک فرض ہے بعض کے نزدیک نیت فرض نہیں ہے اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ نیت کرلے (۱) اور اس کے بعد جب پاک پانی مل جائے تو مشکوک و مکروہ پانی کا اثر زائل کرنے کے لئے اس سے ان اعضا کو دھولے جن کو مشکوک و مکروہ پانی لگا ہے (۲) جنگلی گدھے کا گوشت کھانا حلال ہے پس اس کا جھوٹا مشکوک و مکروہ نہیں ہے، اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اس کا گوشت مکروہ نہیں ہے اس لئے اس کا جھوٹا بھی مشکوک نہیں بلکہ پاک ہے کیونکہ ایسے مسائل ہیں اولاد ماں کے تابع ہوتی ہے (۳) اور مشکوک پانی کی صورت میں وضو اور تیمم کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنا ایک نماز میں پایا جائے اگر چہ دونوں کو جمع کرنا ایک حالت میں نہ پایا جائے حتیٰ کہ اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس کو حدث ہو گیا یعنی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے تیمم کیا اور پھر وہی نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ وضو اور تیمم کا جمع کرنا ایک ہی نماز کے حق میں پایا گیا اور یہی صحیح ہے (۴) اگر چہ اس نے ادائے واحد میں جمع نہیں کیا (۵) اس لئے کہ ان دونوں میں ایک یعنی وضو یا تیمم اس کو پاک کرنے والا ہے نہ کہ دونوں پس اگر گدھے کا جھوٹا پانی پاک کرنے والا تھا تو اس کی وضو کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز صحیح ہوگئی اور تیمم سے پڑھی ہوئی نماز لغو ہوگئی اور اگر پانی پاک کرنے والا نہیں تھا بلکہ تیمم پاک کرنے والا تھا تو اس کے برعکس تیمم والی نماز صحیح ہوگئی اور وضو والی نماز لغو ہوگئی۔ اور یہ جو اوپر کہا ہے کہ وضو سے نماز پڑھنے کے بعد اس کو حدث ہو گیا تو یہ قید ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کو حدث نہیں ہوا اور اس نے تیمم کر کے دوبارہ وہی نماز پڑھی تب بھی بطریق اولیٰ اس کی نماز درست ہے اس لئے کہ اس کی دوسری نماز دونوں طہارتوں کے ساتھ ادا ہوئی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ادائے واحد میں بھی وضو اور تیمم کا جمع ہونا اولیٰ ہے۔ (۶)

۱۳۔ اگر گدھے کا جھوٹا پانی میں اچھے پانی مل جائے تو جب تک یہ مشکوک پانی اچھے پانی پر غالب نہ آجائے اس سے وضو جائز ہے اس لئے کہ وہ امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل پانی کی طرح پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے (۷) اگر دونوں مساوی ہوں تب بھی وہ مشکوک کے حکم میں ہے اور اسے وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرنا واجب ہے۔ (۸)

۱۴۔ ہر جاندار کا پسینہ اس کے جھوٹے کے ساتھ معتبر ہے، یعنی جھوٹے کے حکم میں ہے (۹) کیونکہ لعاب اور پسینہ دونوں اس کے گوشت سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے ایک نے دوسرے کا حکم لیا ہے (۱۰) پس جس کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ پاک ہے اور جس کا جھوٹا نجس ہے اس کا پسینہ نجس ہے اور جس کا جھوٹا مکروہ ہے اور اس کا پسینہ مکروہ ہے یعنی اگر اس کا بدن اور کپڑے مکروہ پانی سے ملوث ہیں تو اس حالت میں اس کا نماز پڑھنا مکروہ ہے سوائے گدھے اور خچر کے پسینے کے کہ امام ابوحنیفہؒ سے مشہور روایت کے مطابق ان دونوں کا پسینہ پاک ہے اور یہ اس قول کی بنا پر صحیح ہے کہ اس کی طہارت میں شک ہے (۱۱) جاننا چاہئے کہ گدھے اور خچر کے پسینے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ طاہر ہے، قاضی خاں نے اس کو ظاہر الروایت کہا ہے اور یہ امام صاحبؒ سے مشہور روایت ہے اور ایک روایت میں نجس مغلظ اور ایک روایت میں نجس مخفف ہے اور امام حلوائی کے کلام میں آخری دونوں روایتوں کا احتمال ہے مگر انھوں نے بدن اور کپڑے میں نجاست کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط کر دیا ہے۔ (۱۲)

۱۵۔ گدھے اور خچر کا پسینہ یا لعاب اگر قلیل (دہ در دہ سے کم) پانی میں گر جائے تو صحیح مذہب کی بنا پر اس کو خراب یعنی مشکوک کر دے گا اگر چہ تھوڑا گرے پس ایسی صورت میں وضو، ورتیمم دونوں کو جمع کرے لیکن اگر کپڑے (یا بدن) کو لگ جائے تو وہ کپڑا (اور بدن)

---

(۱)۔ بحر و ع و م و در و غیرہا ملتقطاً (۲)۔ م (۳)۔ در و ش تصرفاً (۴)۔ بحر و ش (۵)۔ غایۃ الاوطار عن طحاوی

(۶)۔ ش ملخصاً و تمامہ فیہ و فی البحر (۷)۔ بحر و ع و ش (۸)۔ بحر و ش (۹)۔ ہدایہ و منیہ و ع (۱۰)۔ ہدایہ و بحر

(۱۱)۔ کبیری (۱۲)۔ ش ملخصاً

پاک ہے اوراس سے نماز جائز ہے خواہ کتنا ہی زیادہ لگا ہو۔(۱)

مقید پانی:

۱۔ مطلق پانی (جس پانی سے وضواور غسل جائز ہے) کے بیان کے بعد مقید پانی (جس سے وضو غسل جائز نہیں) کی تفصیل بیان کی جاتی ہے (مؤلف) مقید پانی وہ ہے کہ صرف پانی کہنے سے جس کی طرف ذہن جلدی منتقل نہیں ہوتا (جیسا کہ اس کی تعریف پہلے مثلاً بیان ہوچکی ہے مولف) اور یہ وہ پانی ہے جو درختوں اور پھلوں اور نباتات (سبزی پتے وغیرہ) سے نچوڑ کر نکالا جائے یا ان سے ٹپک کر نکلے یا گلاب کا پانی وغیرہ اوراسی طرح جب مطلق پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے اوراس کے کسی وصف یعنی ذائقہ یا رنگ یا بوکو بدل دے یا اس میں کوئی پاک چیز اس طرح مل جائے کہ وہ پانی اس چیز سے مغلوب ہوجائے اور پانی کا نام اس سے زائل ہوجائے تو یہ مقید پانی کے معنی میں ہوجاتا ہے(۲) مقید پانی کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۲۔ مقید پانی سے طہارت حکمیہ (وضو وغسل) جائز نہیں ہے اوراس سے اور ہر بہنے والی پاک چیز سے جس سے نجاست حقیقیہ کا نچوڑا کر اور خشک کر کے دور کرنا ممکن ہو کپڑے اور بدن سے نجاست حقیقیہ کا دور کرنا جائز ہے۔(۳)

۳۔ جو پانی نباتات یعنی درخت یا پھلوں یا سبزی پتے وغیرہ سے نچوڑ کر نکالا ہو مثلاً انگور کی بیل اور ریباس (ایک بوٹی جو دوائی کے کام آتی ہے) اور کاسنی وغیرہ کے پتوں یا (کیلے) سے یا انگور، سیب وغیرہ پھلوں سے نچوڑا گیا ہواس سے وضو جائز نہیں ہے(۴) تمام پھلوں اور پھولوں سے نچوڑے ہوئے پانی کا یہی حکم ہے(۵) اور انگور کی بیل اور پھلوں اور سبزیوں سے جو پانی بغیر نچوڑے خود بخود نکلتا ہو، اظہر یہ ہے کہ اس سے بھی وضو جائز نہیں ہے(۶) یعنی جو پانی درخت یا پھل سے لوگوں نے نچوڑا اور ٹپکایا ہو اس سے حدث کا دور کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے اور جو پانی ان سے خود بخود ٹپکا ہواس میں اختلاف ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ اس سے حدث کو دور کرنا جائز نہیں ہے(۷) اور یہ بہت سی کتابوں میں مصرح ہے اور قاضی خاں وصاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصاد کیا ہے اور حلیہ شرح منیہ میں ہے کہ یہی اوجہ ہے رملیؒ نے کہا کہ اسی پر اعتماد ہے(۸) پس جو پانی درختوں اور پھلوں وغیرہ سے خود بخود ٹپکا ہواس سے بھی وضو جائز نہیں ہے اور یہی اوجہ واحوط ہے (۹) اوراسی طرح تربوز، خربوزہ، ککڑی اور کھیرا وغیرہ کے پانی سے بھی جبکہ نچوڑ کر نکالا گیا ہو بالاتفاق وضو جائز نہیں اور اگر پانی اس سے خود بخود نکلا ہو تو وہی اختلاف ہے جو انگور کی بیل وغیرہ سے خود بخود نکلنے والے پانی کا اوپر بیان ہوا اور ظاہر تر یہی ہے کہ اس سے بھی حدث کو دور کرنا جائز نہیں ہے۔(۱۰)

۴۔ مطلق پانی میں جب کوئی پاک چیز مل جائے اوراس کے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بدل جائے یا وہ اس میں اس طرح سے مل جائے کہ اس پانی کا نام جاتا رہے تو وہ پانی مقید کے معنی میں ہوجاتا ہے (جیسا کہ بدائع سے بیان ہوچکا ہے) پس اس پانی سے حدث کو دور کرنا جائز نہیں ہے جو کسی پاک چیز کے مل جانے سے مغلوب ہوگیا ہو) یعنی اپنی طبیعت واصل خلقت سے خارج ہوگیا ہو اور اگر پانی غالب ہو حدث کا دور کرنا جائز ہے(۱۱) اور پاک چیز کا غلبہ یا تو کمال امتزاج سے ہوتا ہے یا ملنے والی چیز کے غلبے سے ہوتا ہے اور کمال امتزاج یا نباتات نے پانی کو اس طرح سے پی لیا ہو کہ وہ پانی نچوڑے بغیر نہ نکل سکے یا کمال یا متزاج ایسی پاک چیز کے پانی میں پکانے سے

---

(۱)۔ ع و دروش ملتقطاً (۲)۔ بدائع بزیادۃ عن بحر (۳)۔ کبیری (۴)۔ دروش وکبیری وط ملتقطاً (۵)۔ ط
(۶)۔ م و در ملتقطاً (۷)۔ غایۃ الاوطار (۸)۔ ش (۹)۔ ع (۱۰)۔ دروش وع تصرفا وملتقطاً (۱۱)۔ غایۃ الاوطار

حاصل ہوتا ہے جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو (۱) نباتات کے پانی کو پی لینے سے کمال امتزاج حاصل ہونے کی مثال یہ ہے کہ فصل خریف (پت جھڑ کے موسم) میں درختوں کے پتے پانی میں گر جانے سے اگر پانی کے اوصاف یعنی رنگ و بو و مزہ بدل جائیں تو اصح روایت کے مطابق ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کے نزدیک اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس پانی کا پتلا پن اور اس کا نام باقی رہا ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے (۲) اس لئے کہ اساتذہ سے منقول ہے کہ وہ ان حوضوں سے جن میں درختوں کے پتے گر جاتے تھے پانی کے اوصاف بدل جانے کے باوجود وضو کیا کرتے تھے اور کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا (۳) اور ایسی پاک چیز کو پانی میں پکانے سے بھی کمال امتزاج حاصل ہو جاتا ہے جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو پس باقلا، چنے اور مسور کے پانی سے یعنی جس پانی سے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو پکایا گیا ہو اور اسی طرح شوربہ سے یعنی جس پانی میں گوشت وغیرہ پکایا گیا ہو اس سے بھی طہارت حکمیہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے (۴) پس جس پانی میں کوئی چیز پکائی گئی ہو وہ پکانے کے ذریعہ کمال امتزاج حاصل ہونے کی وجہ سے مختار قول کے مطابق مقید ہو جاتا ہے خواہ اس کے اوصاف بدل جائیں یا نہ بدلیں اور خواہ اس پانی میں پتلا پن باقی رہے یا نہ رہے (۵) پس جب پانی میں کوئی ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو تو کمال امتزاج حاصل ہونے کے باعث اس پانی سے حدث دور کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس پانی میں پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی رہے بخلاف اس پانی کے جس میں ایسی چیز پکائی گئی ہو جس سے اچھی طرح میل صاف کرنا مقصود ہو مثلاً اشنان وغیرہ تو اس سے حدث کو دور کرنا منع نہیں ہے یعنی جائز ہے۔ لیکن اگر اس سے پانی میں پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی نہ رہے تو اس سے بھی وضو و غسل جائز نہیں ہے (۶) چنانچہ جس پانی میں بیری کے پتے پکائے گئے ہوں اس سے میت کو غسل دینا حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، لیکن اگر وہ چیز پانی پر غالب آ جائے تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے کیونکہ وہ پانی ملے ہوئے ستو کی مانند ہو گیا کہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا (۷) اور پانی میں پکائے بغیر ملائی جانے والی پاک چیز یا جامد ہوتی ہے یا مائع (بہنے والی) ہوتی ہے اور وہ مائع اوصاف میں پانی کے موافق ہوتی ہے یا مخالف جیسا کہ آگے تفصیلاً آتا ہے پس پاک جامد چیز کے پانی میں مل جانے سے اس کا غالب پانی کا مغلوب ہو جانا اس وقت پایا جاتا ہے جبکہ پانی کا پتلا پن جاتا رہے کہ وہ کپڑے سے نچوڑا نہ جا سکے اور اس کے بہنے کی صفت باقی نہ رہے کہ جس سے وہ اعضا پر پانی کی طرح بہہ نہ سکے، لیکن اگر اس کا پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی رہے تو وہ وضو کے جائز ہونے کا مانع نہیں ہے خواہ جامد چیز مثلاً زعفران یا پھل یا درختوں کے پتے مل جانے سے پانی کے تمام اوصاف بدل جائیں جب تک کہ اس پانی سے رنگا نہ جا سکے جیسا کہ زعفران کا پانی یا اس پانی کا دوسرا نام نہ ہو جائے (جیسا کہ شربت وغیرہ) (۸) جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آتی ہے، مولف

خلاصہ یہ ہے کہ جامد پاک چیز کے پانی میں مل جانے سے پانی کے مقید ہونے کے لئے معتبر یہ ہے کہ پانی کا پتلا پن اور اس کا اعضا پر بہنا ختم ہو جائے۔ مائع چیز کے پانی میں مل جانے سے اس کو پانی پر غلبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ پانی میں اس مائع کا جس کے دو وصف ہوں کوئی ایک وصف مثلاً رنگ یا صرف ذائقہ ظاہر ہو جائے جیسا کہ اگر اس مائع کا ایک ہی وصف ہو تو اس کے پانی میں ظاہر ہو جانے سے اس کو پانی پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور جس مائع میں تین وصف ہوں اس کے کوئی سے دو وصف پانی میں ظاہر ہو جانے سے اس چیز کو پانی پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس پانی سے وضو کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر اس کا صرف ایک وصف پانی میں ظاہر ہوا تو قلت کے باعث وہ جواز وضو کا مانع نہیں ہے پس اگر پانی میں خوشبو والی پاک مائع چیز پانی سے صرف ایک وصف میں مخالف ہے تو صرف اس وصف کے لحاظ سے غلبے کا اعتبار

(۱)۔ در (۲)۔ ع و در ملتقطاً (۳)۔ ش و کبیری (۴)۔ کبیری و در و غیرہما ملتقطاً (۵)۔ ش و بحر و غیرہما

(۶)۔ ط و کبیری و ہدایہ و در و ش و غیرہا ملتقطاً (۷)۔ ہدایہ و فتح و ش (۸)۔ م و ط

کیا جائے گا جیسا کہ بعض قسم کا تربوز صرف ذائقے میں پانی کے مخالف ہوتا ہے تو اس میں صرف ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا اور جیسا کہ گلاب کا پانی کہ یہ مطلق پانی سے صرف خوشبو میں مخالف ہوتا ہے تو اس کے پانی میں مل جانے کی صورت میں خوشبو کے لحاظ سے غلبے کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر وہ مائع دو وصف میں پانی کا مخالف ہے جیسا کہ دودھ رنگ اور ذائقہ میں پانی کا، مخالف ہے تو دونوں وصفوں میں سے کسی ایک وصف کے لحاظ سے غلبہ کا ظہور معتبر ہوگا اگر دودھ کا رنگ یا ذائقہ پانی میں غالب ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نہیں پائے گئے تو وضو جائز ہے اگر وہ مائع تمام اوصاف میں پانی کا مخالف ہے جیسا کہ سرکہ کہ اس میں رنگ، ذائقہ اور بُو تینوں وصف ہوتے ہیں تو اس کے اکثر اوصاف کا غلبہ ہونا معتبر ہوگا پس اگر پانی کو تینوں اوصاف کے لحاظ سے یا ان میں سے اکثر یعنی دو وصفوں کے لحاظ سے متغیر کر دیا تو اس سے وضو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے پس اگر اس نے صرف ایک وصف کے لحاظ سے پانی کو متغیر کر دیا تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر وہ مائع تینوں اوصاف میں سے کسی وصف میں بھی پانی کا مخالف نہیں ہے جیسا کہ مستعمل پانی مفتیٰ بہ قول کی بنا پر کہ وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور گلاب کا وہ پانی جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو، جب یہ مطلق پانی میں مل جائے تو اس کے اجزا کا مطلق پانی کے اجزا سے زیادہ ہونا معتبر ہے۔ پس اگر مطلق پانی زیادہ ہوگا تو اس تمام پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر مطلق پانی مغلوب ہوگا تو وضو جائز نہیں ہے یعنی وزن کے لحاظ سے غلبہ ہوگا پس اگر مثلاً دو رطل (پونڈ) مستعمل پانی یا گلاب کا وہ پانی جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو ایک رطل (پونڈ) مطلق پانی میں ملا دیا جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ مقید پانی کا غلبہ ہے اور اس کے برعکس اگر مطلق پانی زیادہ ہو تو اس تمام پانی سے وضو جائز ہے اور مستعمل پانی کم ہونے کی وجہ سے مستھلک (معدوم) سمجھا جائے گا اور اگر دونوں برابر ہوں تو مشائخ نے کہا ہے کہ وہ احتیاطاً مغلوب کے حکم میں ہے حتیٰ کہ دونوں کے برابر ہونے کی صورت میں اگر اس کے علاوہ اور اچھا پانی نہ ملے تو اس پانی کے ساتھ وضو کر کے اس کے ساتھ تیمم کو بھی ملائے۔(۱)

اور یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ مثلاً دودھ رنگ اور ذائقہ دو وصفوں میں پانی کا مخالف ہے علامہ رملیؒ نے کہا ہے کہ دودھ کے بارے میں مشاہدہ یہ ہے کہ یہ بو میں بھی پانی کا مخالف ہے اور اسی طرح تربوز کے بارے میں مشاہدہ یہ ہے کہ یہ خوشبو میں بھی پانی کا مخالف ہے پس فقہا نے جو دودھ کو صرف دو وصفوں میں اور تربوز کو صرف ایک وصف میں پانی کا مخالف قرار دیا ہے اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے اور نیز بعض تربوز رنگ میں بھی پانی کے مخالف ہوتے ہیں کیونکہ بعض سرخ رنگ کے اور بعض زرد رنگ کے ہوتے ہیں پس غور کر لیجیے۔(منحہ) (اوپر پاک چیز کے پانی میں مخلوط ہونے کا ضابطہ بیان ہوا اب اس ضابطہ کے تحت فروعات وضاحت کے لئے درج کی جاتی ہیں مولف)

۵۔ اگر مطلق پانی میں مٹی یا بالو ریت یا گچ یا چونا مل جانے سے اس کا رنگ وغیرہ متغیر ہو جائے تو اس وضو جائز ہے (۲) یا مطلق پانی میں پتے یا پھل گر جانے سے یا بہت مدت تک پانی ٹھہرا رہنے کی وجہ کے اس سے اوصاف (یعنی رنگ یا مزہ یا بو یا دو یا تین اوصاف) میں تغیر آ جائے اور پانی اپنی طبیعت پر باقی رہے یعنی اس کا پتلا پن اور بہنا باقی رہے تو وہ پاک ہے اور اس میں پانی سے وضو جائز ہے کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا اور اس کے معنی بھی باقی ہیں کیونکہ وہ اپنی اصلی خلقت پر باقی ہے مع ہذا اس میں ضرورت کا ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ پانی کو ان چیزوں سے بچانا دشوار ہے (۳) اور اگر وہ پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۴) اور سیلاب کے پانی سے جس میں مٹی ملی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا رنگ بدلا ہوا ہوتا ہے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ پانی غالب ہو (۵) پس اگر سیلاب کے پانی سے وضو کرے تو جائز ہے اگرچہ اس میں مٹی اور بالو (ریت) ملی ہوئی ہو جبکہ پانی غالب ہو اور پتلا ہو خواہ وہ پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو

(۱)۔ کبیری و بحر و م و ط و بدائع ملتقطاً (۲)۔ بدائع و ع (۳)۔ بدائع و ط ملتقطاً (۴)۔ ط (۵)۔ ش و بحر

اگر پانی بندھ جائے جیسے گیلی مٹی (گارا کیچڑ) ہوتی ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔(۱)

۶۔ زعفران اور زردج اور کسم کے پانی سے جبکہ پتلا ہو اور پانی غالب ہو وضو جائز ہے اور اگر سرخی غالب ہو اور پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں (۲) اور زعفران اگر اپنی میں مل جائے اور پانی ایسا ہو جائے کہ اس سے کوئی چیز رنگی جا سکے تو وہ مطلق پانی نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ اس میں گاڑھا پن ہے یا نہیں (۳) اور اسی طرح پھٹکری یا مازو پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ لکھنے میں اس کے نقش ظاہر نہ ہوں اور اگر اس کے نقش ظاہر ہوں تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور وہ پانی مغلوب ہوگا (۴) کیونکہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا (۵) اور ملتقط میں مذکور ہے کہ جب پھٹکری کو پانی میں ڈال دیا حتی کہ پانی سیاہ ہو گیا لیکن اس کا پتلا پن نہیں گیا تو اس کا رنگ وذائقہ و بو بدل جانے کے باوجود اس سے وضو جائز ہے اور اسی طرح اگر ماذو کو پانی میں ڈال دیا اور پانی کا رنگ سیاہ ہو گیا تو جب تک اس کا پتلا پن باقی ہے اس سے وضو جائز ہے اور اسی طرح جب چنے یا باقلا وغیرہ کو پانی میں بھگویا اور پانی کا پتلا پن زائل نہیں ہوا تو اس سے وضو جائز ہے اگرچہ اس کا رنگ یا ذائقہ یا بو بدل جائے کیونکہ اس قسم کی صورتوں میں پانی کے پتلے پن کا باقی رہنا معتبر ہے۔(۶)

۷۔ اور اسی طرح گلاب اور تمام پھولوں کے پانی اور ہر قسم کے شربت (اور سونف کاسنی وغیرہ ہر قسم کی دوائی وغیرہ کے کشید کئے ہوئے عرق) اور سرکہ وغیرہ دیگر ماکولات سے وضو جائز نہیں ہے (۷) کیونکہ ان چیزوں سے پانی کا نام جاتا رہتا ہے یعنی ان کو عرف عام میں پانی نہیں کہا جاتا، مولف)

۸۔ اگر روٹی پانی میں بھگوئی جائے اور پانی کا پتلا پن باقی رہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر پانی گاڑھا (بستہ) ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہوگا۔(۸)

۹۔ صابن یا اُشنان کا پانی (یعنی جس پانی میں صابن یا اُشنان کو بھگویا گیا ہو) جب گاڑھا ہو جائے اور پتلا پن جاتا رہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس کا پتلا پن اور لطافت باقی ہو تو اس سے وضو جائز ہے (۹) (اُشنان ایک بوٹی ہے جو ہاتھ وغیرہ اور کپڑے دھونے کے کام آتی ہے اور اس کو جلا کر سجی بناتے ہیں اس کو حُرض بھی کہتے ہیں، مولف)

۱۰۔ نبیذ تمر بھی مغلوب پانی کی قسم سے ہے کہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا ہے اور اظہر یہ نبیذ تمر سے وضو کرنے کا حکم ہے کہ نبیذ تمر وضو و غسل جائز نہیں ہے (۱۰) جاننا چاہئے کہ نبیذ تمر کے بارے میں تین امور کا بیان مذکور ہے اول نبیذ تمر کی تفسیر و تعریف دوم اس کے استعمال کا وقت، سوم اس کا حکم۔

نبیذ کی تفسیر و تعریف یہ ہے کہ مطلق پانی میں کچھ کھجوریں یا چھوہارے بھگو دئے جائیں اور وہ پانی میٹھا ہو جائے۔ اس میں پتلا پن اور اعضا پر بہنے کی صفت باقی رہے اس کے پینے سے نشہ پیدا نہ ہو اور اس کو آگ پر پکایا نہ گیا ہو اور اس کے استعمال کے وقت امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے جن اوقات میں تیمم جائز ہے ان اوقات میں نبیذ تمر سے وضو کرنا جائز ہے اور جن میں تیمم جائز نہیں ان میں اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اس حکم کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے تین روایتیں ہیں ایک روایت جو امام صاحب کا پہلا قول ہے یہ ہے کہ نبیذ تمر سے وجوب کے طور پر وضو کرے اور استحباب کے طور پر اس کے ساتھ تیمم بھی کرے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نبیذ تمر کے ساتھ وضو اور تیمم دونوں کو احتیاطاً جمع کرنا واجب ہے جیسا کہ گدھے کے جھوٹے پانی کا حکم ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جائز ہے کہ ان میں

---

(۱)۔ع (۲)۔ع (۳)۔ش (۴)۔فتح و بحر و ع (۵)۔ش (۶)۔کبیری و بحر و ع و فتح ملتقطا

(۷)۔ع و کبیری وغیرہما ملتقطا (۸)۔ع و کبیری (۹)۔ع و بحر (۱۰)۔ش تصرفا

سے جس کو چاہے مقدم کرے اور جس کو چاہے مؤخر کرے اور امام محمدؒ کا قول بھی یہی ہے ۔ اور غایۃ البیان میں اسی کو اختیار کیا اور ترجیح دی ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ اگر نبیذ تمر موجود ہو اور مطلق پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرے اور کسی حالت میں نبیذ تمر سے وضو نہ کرے اور یہ امام صاحبؒ کا آخری قول ہے اور امام صاحبؒ نے اس قول کی طرف رجوع کرلیا ہے اور یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ و امام محمدؒ اور اکثر علماء کا قول بھی یہی ہے اور اس کو طحاویؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ہمارے فقہا کے نزدیک یہی صحیح و مختار مذہب ہے ۔ اور نبیذ کے بارے میں جو اختلاف مذکور ہوا ہے یہ اس وقت ہے جبکہ کچھ کھجوروں یا چھوہاروں کو پانی ڈال دیا گیا ہو یہاں تک کہ وہ پانی میٹھا یا مائل بہ ترشی ہو گیا ہو اور پتلا اور پانی کی طرح اعضا پر بہنے کے قابل ہو، اس کو آگ پر پکایا نہ گیا ہو اور نہ ہی اس میں نشہ لانے والی کیفیت پیدا ہوئی ہو ۔ پس اگر وہ کھجوریں یا چھوہارے پانی میں حل نہ ہوئے ہوں اور پانی کے میٹھا ہونے سے پہلے اس پانی سے وضو کیا ہو تو بلا خلاف وضو جائز ہے اور اگر وہ پانی نشہ آور ہو گیا ہو یعنی اس میں جوش آ جائے یا وہ سخت ہو جائے یا اس پر جھاگ آ جائیں تو بلا خلاف اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا استعمال حرام ہے کیونکہ وہ نشہ آور ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ پانی کچا ہو یعنی آگ پر پکایا نہ گیا ہو اور اس کو آگ پر تھوڑا سا پکایا گیا ہو تو صحیح ہے کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بلا خلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو آگ نے متغیر کر دیا ہے خواہ وہ میٹھا ہو خواہ تلخ اور خواہ وہ نشہ لانے والا یعنی جوش و جھاگ والا ہو، یا نہ ہو جیسا کہ جس پانی میں باقلا کو پکایا گیا ہو اس پانی کا حکم ہے (کہ اس سے وضو جائز نہیں ہے اگرچہ پانی کا پتلا پن باقی ہو مولف) مبسوط اور محیط میں اسی طرح ہے (۱) کتاب المفید والمزید میں ہے کہ جس پانی میں کچھ کھجوریں یا چھوہارے ڈال دیئے گئے اور وہ پانی میٹھا ہو گیا اور اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا اور وہ پتلا ہے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بلا خلاف اس سے وضو جائز ہے (۲) نبیذ تمر کے علاوہ اور کسی قسم کی نبیذ (مثلاً کشمش وغیرہ کی نبیذ) سے عام علما کے نزدیک وضو جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نبیذ تمر سے وضو کا جائز ہونا خلاف قیاس حدیث شریف سے ثابت ہے اور اسی لئے مطلق پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نبیذ تمر سے وضو کرنا جائز نہیں ہے پس دوسری قسم کی نبیذوں کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا (۳) جب معلوم ہو گیا کہ نبیذ تمر سے وضو جائز نہیں ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحیح و مختار مذہب کی بنا پر اس سے غسل بھی جائز نہیں ہے اگرچہ جن مشائخ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو جائز ہے اس سے غسل کرنے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے مبسوط میں غسل کے جواز کو صحیح کہا ہے کیونکہ دونوں حدثوں میں سے جنابت کی ناپاکی زیادہ بڑھ کر ہے اور غسل کی ضرورت وضو سے کم ہوتی ہے پس غسل کو وضو پر قیاس نہیں کیا جائے گا وران دونوں تصحیحوں کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے جبکہ صحیح و مختار مذہب کے مطابق دونوں حدثوں کو دور کرنے کے لئے نبیذ تمر کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ جب مجتہد نے اپنے ایک قول سے رجوع کرلیا ہو تو اب اس قول کو لینا جائز نہیں ہے (۴) جن مشائخ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو و غسل جائز ہے ان کے نزدیک اس سے وضو یا غسل کرنے میں اس کی نیت کرنا شرط ہے جیسا کہ تیمم میں نیت شرط ہے کیونکہ یہ مطلق پانی کا بدل ہے (۵) اور مطلق پانی کے موجود ہوتے ہوئے نبیذ تمر سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس سے وضو کیا پھر مطلق پانی مل گیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا (۶) (اب وہ مطلق پانی سے وضو کرے) اگر مکروہ پانی اور نبیذ تمر پر قادر ہو تو مکروہ پانی سے وضو کرے نبیذ تمر سے وضو نہ کرے (۷) اور یہ بات نہیں ہے کہ صحیح مذہب کی بنا پر گدھے کا جھوٹا نبیذ تمر پر مقدم ہے اور پہلے قول کی بنا پر نبیذ کو اس پر مقدم کیا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک ان دونوں کو تیمم کے ساتھ جمع کیا جائے گا (۸) پس اگر مشکوک پانی اور نبیذ تمر اور مٹی پر قادر ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (اول قول کی بنا پر) نبیذ تمر سے وضو کرے اور کچھ نہ

(۱) ۔ بحر و ع و ش و فتح و بدائع ملتقطاً (۲) ۔ ع (۳) ۔ بحر و ع (۴) ۔ بحر و ع و فتح (۵) ۔ بحر و ع و فتح ملتقطاً
(۶) ۔ ع و فتح ملتقطاً (۷) ۔ ع (۸) ۔ بحر

کرے یعنی مشکوک پانی سے وضو نہ کرے اور تیمم بھی نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشکوک پانی سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے اور نبیذ تمر سے وضو نہ کرے (اور یہی امام صاحبؒ کا بھی آخری قول ہے اور یہی مذہب ہے) اور امام محمدؒ کے نزدیک تینوں کو جمع کرے اگر ایک کو بھی چھوڑے گا تو جائز نہیں ہوگا اور ان تینوں میں سے کسی کا بھی مقدم و مؤخر ہونا یکساں ہے (۱) اور اگر کسی نے تیمم کے ساتھ نماز شروع کی پھر نبیذ تمر کو پایا تو وہ صحیح مذہب کی بنا پر نہ ہونے کی برابر ہے اور پہلے قول کی بنا پر اس نماز کو توڑ دے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس نماز کو پورا کرے اور پھر نبیذ تمر سے وضو کر کے اس نماز کو لوٹائے جیسا کہ اگر وہ (صورت مذکورہ ہے میں نبیذ تمر کی بجائے) گدھے کا جھوٹا پانی پائے تو وہ بالاتفاق اس نماز کو پورا کرے اور گدھے کے جھوٹے (مشکوک) پانی سے وضو کر کے اس نماز کو لوٹائے۔ (۲)

۱۱۔ جس پانی سے نمک جمتا ہے (یعنی نمکین پانی جس میں جم کر نمک ہو جانے کی استعداد ہے) اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے اور نمک پگھل کر جو پانی بنے اس سے وضو و غسل جائز نہیں ہے (۳) اس لئے کہ نمک پگھل کر حاصل ہونے والا پانی عام پانی کی طبیعت کے برخلاف گرمی میں جمتا ہے اور سردی میں پگھلتا ہے اور صاحب بحر و علامہ مقدسی نے اس کا اقرار کیا ہے اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ نمک پگھل کر حاصل ہونے والے پانی سے مطلقاً وضو جائز نہیں ہے خواہ پہلے نمکین پانی سے نمک بندھا ہو اس کے بعد وہ نمک پگھل کر پانی بنا ہو یا ایسا نہ ہو۔ (۴)

۱۲۔ پانی کے متعلق تمام احکام میں غسل کا حکم بھی وضو کی مانند ہے اس لئے اکثر وضو کے ساتھ غسل کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ (۵)

متفرقات: ۱۔ جو مٹکا گھر میں رکھا ہوتا ہے اور مٹکے سے پانی نکالنے کے لئے اس کے اردگرد زمین پر کوزے رکھے ہوتے ہیں اس مٹکے سے وضو کرنا اور پانی پینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ ان کوزوں پر نجاست لگی ہوئی ہے۔ (۶)

۲۔ ایسے حوض سے وضو (اور غسل) جائز ہے جس کے بارے میں یہ خوف ہو کہ شاید اس میں نجاست پڑی ہو مگر اس بات کا یقین نہ ہو اور اس پر واجب نہیں کہ کسی سے اس کے بارے میں پوچھے اور جب تک اس میں نجاست ہونے کا یقین نہ ہو اس سے وضو کرنا ترک نہ کرے اس لئے کہ اثر سے یہی ثابت ہوا ہے (۷) سراج ہندی نے فقیہ ابواللیث سے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست کا شک ہونے کی صورت میں کسی سے پوچھنا واجب نہ ہونا بطریق حکم ہے اور اگر وہ پوچھ لے تو اس کے دین کے لئے احوط ہے اور اسی بنا پر جب مہمان کے آگے کھانا پیش کیا جائے تو اس کے بارے میں پوچھنا واجب نہیں ہے (۸) اور اسی طرح جس پانی کا رنگ اور بو متغیر ہو گیا ہو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تغیر نجاست کی وجہ سے ہے اس پانی سے وضو کرنے میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ کبھی پاک چیز کے پانی میں واقع ہونے سے بھی اس کا رنگ و بو بدل جاتا ہے اور کبھی طویل عرصہ تک ٹھہرا رہنے سے بھی اس کی بو وغیرہ میں تغیر آ جاتا ہے (اور اس کی تفصیل ٹھہرے ہوئے پانی کے بیان میں گذر چکی ہے مولف) اور اسی طرح چھوٹے لڑکے لڑکیاں اور غلام اور لونڈیاں پانی نکالنے کے لئے میلے کچیلے ڈول اور گھڑے کنوئیں میں ڈالتے ہیں اور دیہاتی لوگ (جاہل و کافر) میلے کچیلے ہاتھوں سے ڈول اور رسی کو ہاتھ لگاتے ہیں، جب تک ان کے ہاتھوں اور ڈول و رسی وغیرہ پر نجاست کا ہونا یقینی طور پر معلوم نہ ہو وہ ڈول اور رسی وغیرہ پاک ہے اور اس کنوئیں کے پانی سے وضو اور غسل کرنے اور کھانے پینے وغیرہ کے لئے استعمال میں لانے کا مضائقہ نہیں ہے اور چھوٹے بچوں اور دیہاتیوں وغیرہ کو خاص طور پر ذکر کیا ہے اس لئے کہ وہ احکام کو نہیں جانتے ورنہ جو احکام جاننے کے باوجود ایسا کرے تو پانی کے پاک ہونے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہے۔ (۹)

۳۔ اگر پانی کو نجس گمان کیا اور اس سے وضو کر لیا پھر معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو اس کا وضو جائز ہے۔ (۱۰)

---

(۱)۔ ع (۲)۔ بحر (۳)۔ در (۴)۔ ش (۵)۔ ط (۶)۔ فتح و بحر و م و ع ملتقطاً
(۷)۔ ع و فتح و بحر و م (۸)۔ بحر (۹)۔ فتح و بحر و م و ط ملتقطاً (۱۰)۔ فتح و بحر و ع

۴۔ اگر جنگل میں تھوڑا پانی پایا تو اس میں سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے اور اگر اس کا ہاتھ نجس ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جس کے ذریعے اس میں سے پانی نکالے تو اپنا پاک رومال وغیرہ پانی میں ڈال کر تر کرے اور اس رومال سے پانی ہاتھ پر گرائے تو ہاتھ پاک ہو جائے گا اور اگر اپنی پی کے کنارے پر کتے کے داخل ہونے کی علامت پائی گئی پس اگر وہ پانی سے اس قدر قریب ہو جس سے معلوم ہو کہ کتا یہاں سے پانی سکتا ہے تو اس سے وضو نہ کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے (۱) اور المبتغیٰ میں ہے کہ قلیل پانی کے نزدیک کسی جنگلی جانوروں کے قدموں کے نشان پائے جانے کی صورت میں اس پانی سے وضو نہ کرے (۲) پس اگر کوئی درندہ جانور قلیل پانی (دہ دردہ) سے کم کے تالاب، یا گڑھے وغیرہ پر ہو کر گزرا اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اس درندہ نے اس سے پانی پیا ہے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا ورنہ نجس نہ ہوگا (۳) پس پہلی صورت یعنی جنگلی جانوروں کے قدموں کے نشانات پائے جانے کی صورت میں اس پانی سے وضو نہ کرنے کا حکم اس بات پر محمول ہونا چاہئے کہ اس کو جنگلی جانوروں کے پانی پینے کا گمان غالب ہو محض شک کی بنا پر وضو کرنا منع نہیں ہے اور یہ جو حوض کے مسئلہ میں اوپر کہا گیا ہے کہ جب تک اس پر یقینی طور پر نجاست کا ہونا معلوم نہ ہو اس سے مراد بھی غالب گمان کا ہونا ہے صرف شک اور وہم کی بنا پر اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں ہوگا (جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے)۔ (۴)

۵۔ جب کسی لڑکے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کوزے میں ڈال دیا اگر یہ معلوم ہو کہ اس لڑکے کا ہاتھ (یا پاؤں) یقیناً پاک ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اگر اس کا پاک یا ناپاک ہونا معلوم نہیں ہے تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے (پاک) پانی سے وضو کرے اور اس کے باوجود اگر اسی سے وضو کر لیا تو جائز ہوگا۔ (۵)

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے پاؤں دھو کر اس پانی میں داخل ہوا جو حمام کے صحن میں گرا ہوا ہے اور پھر باہر نکلا پس اگر حمام میں کسی جنبی کا نہانا معلوم نہیں ہوا تو جائز ہے اگرچہ وہ پھر پاؤں نہ دھوئے اور اگر حمام میں کسی جنبی کا نہانا معلوم ہوا تو امام محمدؒ کی روایت کے بموجب پاؤں دھونا لازم نہیں اور یہی ظاہر ہے۔ (۶)

۷۔ اگر قلیل پانی میں نجاست گر جائے اور اس پانی کا کوئی وصف یعنی رنگ یا بو یا مزہ بدل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے پس اس کو کسی طرح کام میں نہ لائے اور وہ پیشاب کی مانند ہوگا اور اگر پانی کا کوئی وصف بھی تبدیل نہیں ہوا تو اس سے فائدہ اٹھانا مثلاً مٹی بھگونا (گارا بنانا) اور جانوروں کو پلانا جائز ہے (۷) اگر اس مٹی (گارا) کو مسجد میں نہ لگایا جائے۔ (۸)

۸۔ اگر کوئی شخص کسی پانی کی جگہ پر وارد ہوا اور اس کو کسی مسلمان شخص نے خبر دی کہ یہ پانی ناپاک ہے تو اس کو اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، فقہا نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ مسلمان شخص عادل ہو اور اگر وہ فاسق ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر وہ ایسا ہے جس کا حال پوشیدہ ہے یعنی اس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہیں ہے تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ (۹)

۹۔ جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے بند پانی میں بھی پیشاب کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے (۱۰) اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہونے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور بند پانی میں پیشاب کرنے کے بارے میں فقیہ ابو اللیثؒ سے منقول ہے کہ بالاجماع حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور یہ کراہتِ تحریمی پر محمول ہے کیونکہ حدیث شریف سے زیادہ سے زیادہ کراہت تحریمی ہی کا افادہ ہوتا ہے پس اس بنا پر جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے تاکہ دونوں میں فرق

(۱)۔ ع (۲)۔ بحر (۳)۔ بحر وع (۴)۔ بحر ملخصاً (۵)۔ ع (۶)۔ ع

(۷)۔ بحر وش وع (۸)۔ ع (۹)۔ بحر عن الخانیہ (۱۰)۔ ع

ہو جائے۔(۱)

۱۰۔ حوض میں کسی قسم کا شیرہ جمع ہے اس میں پیشاب پڑ گیا اگر وہ حوض دہ دردہ ہے تو وہ شیرہ ناپاک نہیں ہوگا اور اگر حوض اس سے کم ہے تو وہ شیرہ ناپاک ہو جائے گا جیسا کہ بند (ٹھہرا ہوا) پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔(۲)

۱۱۔ دھوپ سے گرم شدہ پانی سے طہارت یعنی وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اگرچہ پانی خود بخود دھوپ سے گرم ہوا ہو کیونکہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے۔(۳)

۱۲۔ چوہا بلی سے بھاگ کر پانی کے پیالے پر ہو کر گزرا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر بلی نے اس کو زخمی کر دیا تھا تو پیالہ نجس ہو جائے گا اس لئے کہ وہ بلی کے خوف سے اکثر پیشاب کر دیتا ہے اور یہی مختار ہے (۴) لیکن نہر الفائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ فتویٰ اس کے خلاف ہے، یعنی نجس نہیں ہوگا کیونکہ اس کے پیشاب کر دینے میں شک ہے۔(۵)

---

(۱)۔ بحر　(۲)۔ ع　(۳)۔ ش تصرفاً وملخصاً　(۴)۔ ع　(۵)۔ حاشیہ ع اردو

تیمّم کا بیان

تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے ہے جو اسی امت کے ساتھ خاص ہیں اگلی امتوں میں تیمم نہ تھا، خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے یا اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز پڑھتے ہوں گے یا نماز وغیرہ ان کو چھوڑنی پڑتی ہوگی۔

تیمّم کی تعریف: پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو مٹی کے حکم میں ہو بدن کو نجاست سے پاک کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

جو چیزیں تیمّم میں ضروری ہیں

تیمّم واجب ہونے کی شرطیں: وجوب تیمم کی شرائط آٹھ ہیں جیسا کہ وضو کے وجوب کی ہیں یعنی ۱۔ عاقل ہونا، ۲۔ بالغ ہونا، ۳۔ اسلام، ۴۔ پاک مٹی وغیرہ پر قادر ہونا، ۵۔ حدث کا پایا جانا، ۶، ۷۔ حیض ونفاس کا منقطع ہونا یعنی نہ ہونا، ۸۔ صاحب عذر کے لئے وقت کا تنگ ہونا۔ (فائدہ) مذکور شرائط میں سے بعض ایسی ہیں جو صحت تیمم اور وجوب تیمّم دونوں میں مشترک ہیں۔

تیمّم صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ نیت: (پس بغیر نیت کے تیمّم جائز نہیں اور اس کا وقت مٹی وغیرہ پر ہاتھ مارنے کے وقت ہے (بعض کے نزدیک چہرے کے مسح کے وقت)۔ نماز جائز ہونے کے لئے حدث اور جنابت کو دور کرنے (پاک ہونے) کی یا نماز جائز ہونے کی یا اس عبادت مقصودہ (عبادت مقصودہ: وہ عبادت ہے جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کسی دوسری عبادت کے ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ بخلاف وضو اور قرآن مجید کے چھونے اور مسجد میں جانے کے کہ ان سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادتوں کا ادا کرنا بھی منظور ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ عبادت بالذات مقصود ہو دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو) کی جو طہارت کے بغیر جائز نہ ہو نیت کرے مثلاً نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمّم کرے تو اس سے فرض نماز پڑھ لینا جائز ہے حدث اور جنابت کے تیمّم میں فرق کرنا یا غسل اور وضو کے لئے دو تیمّم کرنا فرض نہیں بلکہ دونوں میں سے محض کسی ایک کی نیت سے تیمّم کر لے تو دونوں ہو جائیں گے مثلاً اگر جنبی نے وضو کے ارادہ سے تیمّم کیا تو غسل اور وضو دونوں کے لئے جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر مسجد میں جانے (اس طرح کہ مسجد میں پانی ہے اور جنبی تیمم کر کے غسل کے لئے مسجد میں داخل ہوا) یا مسجد سے باہر آنے کے لئے (اس طرح کہ مسجد میں باوضو داخل ہوا پھر وضو ٹوٹ گیا اور وہ تیمم کر کے باہر آیا) یا قرآن مجید صرف چھونے یا اس کو لکھنے کے لئے اذان یا اقامت (یہ سب عبادات مقصودہ نہیں ہیں) یا بغیر چھوئے تلاوت کرنے یا غسل ودفن میت یا زیارت قبور یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا محض کسی کو سکھانے یا خود سیکھنے کے لئے جب کہ نماز وغیرہ کی نیت نہ کی ہو (ان سب کے لئے طہارت شرط نہیں) یا کافر نے مسلمان ہونے کی نیت سے تیمّم کیا اور مسلمان ہوا

(اس لئے کہ وہ اس وقت نیت کا اہل نہ تھا وغیرہ) (پس جو عمل اپنی صحت میں نیت کا محتاج ہے وہ کافر سے صحیح نہ ہوگا اور جس میں نیت ضروری نہیں جیسے وضو تو وہ صحیح ہوگا پس کافر اسلام لانے کے بعد سابقہ وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے اور تیمم سابق سے نہیں پڑھ سکتا) ان سب صوتوں میں اس تیمم سے نماز جائز نہیں بلکہ پانی پر قادر نہ ہونے کی حالت میں نئے سرے سے تیمم کرے کیونکہ یہ سب ایسی عبادات مقصودہ نہیں جن کے لئے طہارت شرط ہو بلکہ یہ بغیر طہارت کے بھی صحیح ہیں یا طہارت شرط ہے مگر وہ عبادت مقصودہ نہیں ہیں۔ اگر سجدہ شکر کے لئے تیمم کیا تو شیخین کے نزدیک اس سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک سجدہ شکر عبادت مقصودہ نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک پڑھ سکتا ہے کیونکہ یہ ان کے نزدیک عبادت مقصودہ ہے۔ جنبی نے قرآن مجید پڑھنے کے لئے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ یا عیدین یا سنتوں کے لئے اس وجہ سے تیمم کیا ہو کہ وضو میں مشغول ہوگا تو یہ نمازیں فوت ہو جائیں گی تو اس تیمم سے اس خاص نماز کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں اور اگر نماز جنازہ کے لئے اس وجہ سے تیمم کیا کہ بیمار تھا یا پانی موجود نہ تھا تو اس سے فرض نماز اور دیگر عبادتیں سب جائز ہیں۔ بیمار یا معذور (یعنی بے دست و پا) کو کوئی دوسرا شخص تیمم کرائے تو جائز ہے اور نیت کرنا مریض پر فرض ہے تیمم کرانے والے پر فرض نہیں (جن عبادتوں کے لئے دونوں حدثوں سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام کرنا اور سلام جواب دینا وغیرہ ان کے لئے وضو اور غسل کا تیمم بغیر عذر کے ہوسکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے قرآن پاک کی تلاوت اور اذان وغیرہ ان کے لئے صرف حدث اصغر (وضو) کا تیمم بغیر عذر کے ہوسکتا ہے اور ان تیمموں سے وہی عبادتیں جائز ہیں، دوسری نہیں)۔

۲۔ عذر: جس شخص کے لئے تیمم جائز ہوتا ہے اور وہ پانی پر قادر نہیں ہوتا اس کی چند صورتیں ہیں:

ا۔ پانی کا دور ہونا، پس جو شخص پانی سے ایک میل دور ہو خواہ شہر میں ہو یا باہر مسافر ہو یا مقیم سفر قلیل ہو یا کثیر اس کو تیمم جائز ہے۔ مسافت (فاصلے) کی مقدار میں یہی مختار ہے صحیح قول یہ ہے کہ میل فرسخ کی تہائی ہے اور وہ چار ہزار گز ہے ہر گز چوبیس انگشت کا اور ہر انگشت کی چوڑائی چھ جو کے برابر ہوتی ہے اس طرح کہ ہر جو کا پیٹ دوسرے جو کی پیٹھ سے ملا ہو اور جو خچر کے بالوں کے برابر ہے (اور مذکورہ بالا چار ہزار گز کا فاصلہ ہمارے زمانہ کے اعتبار سے دو ہزار گز کے برابر ہے یعنی انگریزی میل کے اعتبار سے ایک میل ایک فرلانگ بیس گز یا ایک عشاریہ آٹھ کلو میٹر ہوا) اور مسافرت کا اعتبار ہے وقت چلنے جانے کا خوف نہیں، پس اگر آدھے میل پر پانی ہو اور وقت تنگ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھے چاہے وقت قضا ہو جائے۔

۲۔ درندے یا دشمن کے خوف سے بھی تیمم جائز ہے خواہ خوف اپنی جان کا ہو یا مال کا خواہ وہ مال اپنا ہو یا امانت کے طور پر ہو، اسی طرح سانپ یا آگ یا چور یا کسی اور بلا اور موذی کا خوف ہو تو تیمم کر لے۔ اگر قرضہ دار کو قرض کے تقاضے کا اور حبس کا خوف ہو جس کا قرض نہیں دے سکتا تو تیمم جائز ہے اور اگر مقروض مقدور والا ہو تو عذر نہیں اس لئے کہ وہ قرض ادا کرنے میں دیر لگانے کی وجہ سے ظالم ہے اگر عورت کو اپنا خوف ہو اس سبب سے کہ پانی فاسق کے پاس ہے تو بھی تیمم جائز ہے۔

۳۔ پیاس کا خوف۔ اسی طرح اگر اپنی پیاس کا یا اپنے ساتھی رفیق کی یا اہل قافلہ میں سے کسی اور شخص کی خواہ آشنا ہو یا اجنبی یا اپنے سواری کے جانور کی یا اپنے ایسے کتوں کی جو چوپایوں کی حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے ہیں پیاس کا خوف ہو اسی وقت یا آئندہ اور اسی طرح اگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو تو جائز ہے اور شوربا پکانے کی ضرورت کے لئے جائز نہیں۔

۴۔ بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا خوف۔ جنبی کو اگر یہ خوف ہو کہ نہانے میں سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا اور جنگل میں پانی گرم کرنے یا آگ تاپنے یا لحاف وغیرہ کا بھی انتظام نہیں ہے تو بالاجماع تیمم جائز ہے اور اگر شہر کے اندر ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

یہی حکم ہے اور صاحبین کا اختلاف ہے، اور یہ اختلاف جب ہے کہ اس کے پاس اتنے دام نہ ہوں کہ حمام میں نہا سکے اور نہ پانی گرم کرنے کا سامان ہے اور نہ محفوظ مکان اور نہ ایسا لباس ہے، اور جو یہ ہو سکے تو تیمم بالاجماع جائز نہیں۔ اگر تندرست بے وضو کو یہ خوف ہو کہ اگر وضو کرے گا تو سردی سے مرجائے گا یا بیماری ہو جائے گا فتویٰ اس پر ہے کہ اس کو تیمم جائز نہیں کیونکہ خوف محض وہم ہے جو عادتاً یا غالباً متحقق نہیں لیکن اگر خوف محقق ہو تو جائز ہے۔ اور اگر مریض کو پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے یا صحت دیر میں ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرلے اور اس میں فرق نہیں کہ حرکت سے مرض بڑھ جائے۔ جیسے رشتہ (جانوا، ناروا) کی بیماری ہو، یا پھوڑا۔ یا دست آتے ہوں یا پانی کے استعمال سے مرض زیادہ ہو جائے مثلاً چیچک نکلی ہو یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری ہو، یا کوئی وضو کرانے والا شخص نہ ملے اور بیمار خود وضو نہ کرسکے لیکن اگر کوئی خادم ملے یا دستور کے مطابق اجرت دے کر ملتا ہو اور وہ مزدور مقرر کرنے کی اجازت دے سکتا ہو۔ یا اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو کہ اگر اس سے مدد لے گا تو وہ مدد کرے گا تو ظاہر مذہب کے بموجب تیمم نہ کرے اس لئے کہ وہ پانی پر قادر ہے اور یہ خوف اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس کو علامت سے یا تجربہ سے گمان غالب ہو، یا کوئی طبیب کامل مسلمان جس کا فسق ظاہر نہ ہو خبر دے، طبیب فاسق و کافر یا غیر حاذق یا محض اپنے خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر چیچک نکلی ہو یا زخم ہوں تو اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس جنابت میں اکثر بدن کا اعتبار کریں گے (یعنی پیمائش کی راہ سے) اور حدث میں اکثر اعضائے وضو کا اعتبار کریں گے (یعنی شمار کی راہ سے) اگر بدن اکثر صحیح ہو اور تھوڑے میں زخم ہو تو صحیح کو دھولے اور زخم پر اگر ہو سکے تو مسح کرلے اور اگر اس پر مسح نہ ہو سکے تو ان لکڑیوں پر مسح کرے جو ٹوٹی ہڈی پر باندھتے ہیں یا مٹی کے اوپر مسح کرے اور غسل اور تیمم کو جمع نہ کرے۔ اگر آدھے اعضائے وضو صحیح ہوں اور آدھے زخمی تو اعضائے صحیح کو دھولے اور زخمی کو مسح کرلے۔ اگر آدھا بدن صحیح ہو اور آدھا زخمی ہو تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ تیمم کرے اور پانی کا استعمال نہ کرے اور اگر آدھے صحیح حصے کو دھولے اور زخمی کو مسح کرے اور پھر تیمم بھی کرلے اور تو احوط ہے تاکہ شک سے نکل جائے، سر پر پانی ضرر کرے تو سر کر چھوڑ کر گردن پر پانی ڈال کر نہائے اور سر کا مسح کرے۔ اگرچہ پٹی پر مسح ہو جبکہ مسح ضرر کرتا ہو، اور اگر مسح ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ساقط ہیں، صحیح عضو کے دھونے سے اگر زخمی عضو کو پانی پہنچتا ہو تو تیمم کرے۔ بیمار کو گرم پانی سے ضرر نہ ہو اور ٹھنڈے سے ہو تو گرم پانی سے وضو کرے اس کو تیمم جائز نہیں اور یہی حکم گرم اور ٹھنڈے وقت کا ہے۔

۵۔ ایسی نماز کے فوت ہونے کا خوف جس کا قائم مقام اور بدل نہ ہو جیسے نماز عیدین خسوف (چاند گرہن) کسوف (سورج گرہن) نماز جنازہ اور موکدہ سنتیں اگرچہ فجر کی سنتیں ہوں جبکہ فقط ان کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو ان سب صورتوں میں تیمم جائز ہے (اور اس کی صورت یہ ہے کہ پانی ایک میل سے کم فاصلے پر ہے، خادم پانی لینے گیا ہے لیکن اس کے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہے گا تو تیمم کرکے فجر کی سنتیں پڑھے پھر جب پانی آئے تو وضو کرکے فرض ادا کرلے۔ لیکن اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اس لئے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرے گا) اور جو اس طرح فوت ہو کہ اس کا کوئی قائم مقام اور بدل بھی ہو جیسے جمعہ کی نماز کہ ظہر اس کا قائم مقام ہے اور وقتی نماز کہ قضا اس کا قائم مقام ہے تو وہاں تیمم جائز نہیں۔ عید کی نماز میں اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تو امام کے واسطے تیمم جائز نہیں اور اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ مقتدی کو اگر یہ خوف نہ ہو کہ وضو کرنے میں عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو تیمم جائز نہیں ورنہ جائز ہے اگر امام یا مقتدی نے تیمم سے عید کی نماز شروع کی پھر حدث ہو اور تیمم کرکے اسی پر باقی نماز کو بنا کیا تو بلا اختلاف جائز ہے اور یہی حکم بالاجماع اس صورت میں ہے کہ وضو سے نماز عید شروع کی تھی اور وقت کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو تیمم کرکے بنا کرے اور اگر وقت جاتے رہنے کا خوف نہیں، پس اگر اس کو یہ امید ہے کہ امام کے نماز

پورا کرنے سے پہلے وضو کر کے شامل ہو جائے گا تو بالا جماع تیمم جائز نہیں اور اگر یہ امید نہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تیمم کر کے بنا کر اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

۶۔ پانی نکالنے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے عجز۔ مسافر جب کنوئیں پر پہنچے اور اس کے پاس ڈول اور رسی نہ ہو تو تیمم کرے اگر ڈول ہو اور رسی نہ ہو یا رسی ہو اور ڈول نہ ہو، یا ڈول ناپاک ہو تو بھی تیمم کرے کیونکہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہ حکم جب ہے کہ اس کے پاس کوئی کپڑا کنوئیں میں ڈالنے کے لائق نہ ہو اور اگر تیمم نہ کرے (یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکالنا ممکن ہو تو اس کو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پورا پورا وضو چند مرتبہ میں ادا ہو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں) اگر کسی کے پاس کپڑا تو موجود ہے مگر قیمتی ہے اس کو کنوئیں میں ڈالے تو کپڑا خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے مثلاً کچا رنگ ہونے کی وجہ سے بدرنگ ہو جائے گا یا نصفا نصف باندھنے سے پانی تک پہنچتا ہے تو اگر بقدر ضرورت پانی کی قیمت سے زیادہ نقصان اس کپڑا کے تر ہونے یا پھاڑنے سے لازم آئے تو تیمم کرے ورنہ اس کپڑے کو کنوئیں میں ڈال کر اور نچوڑ کر وضو کرنا ضروری ہے اور تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے ساتھی کے پاس ڈول اس کی ملک ہو اور وہ ساتھی کہے کہ تو ٹھہر یہاں تک کہ میں پانی بھرلوں پھر تجھ کو دوں گا تو مستحب یہ ہے کہ اگر وقت فراخ ہو تو انتظار کرے اور اگر تیمم کر لیا اور انتظار نہ کیا تو جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کا انتظار واجب ہے کہ فارغ ہو کر دوں گا اور اگرچہ وقت نماز کا چلا جائے۔ اگر نہر کے اوپر پانی جم گیا ہے اور اس کے نیچے پانی ہے اور اس کے کاٹنے کا آلہ بھی موجود ہے یا فقط برف یا بستہ پانی ہے اور پگھلانے کا آلہ موجود ہے تو تیمم نہ کرے (بلکہ پانی نکال کر وضو کرے) یہی قول ظاہر ہے، اگرچہ بعض کے نزدیک تیمم کر لے تو جائز ہے، کوئی مسلمان شخص دارالحرب میں قید ہو گیا۔ اگر کفار اس کو وضو اور نماز سے منع کریں، یا کسی بھی قید خانے میں ہو اور قید خانے والے اس کو وضو اور نماز سے منع کریں تو تیمم کر لے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے پھر جب وہاں سے آزاد (رہا) ہو جائے تو اس کا اعادہ کرے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جس سے کوئی یوں کہہ دے (مثلاً مالک غلام سے کہے) کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو قید کر دوں گا یا قتل کر دوں گا تو وہ بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ قیدی کی طرح کرے اس لئے کہ ان صورتوں میں عجز بندوں کے فعل سے واقع ہوا اور بندوں کے فعل سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا پس عذر دور ہونے پر اعادہ کرے، اسی طرح فاسق مرد اور قرض خواہ وغیرہ کے خوف دلانے سے تیمم کر کے نماز پڑھی تو خوف رفع ہونے پر نماز کا اعادہ کرے اور اگر یہ خوف خود بخود پیدا ہو کر تیمم سے نماز پڑھی تو اعادہ نہ کرے اس لئے کہ اب عجز بندہ کی طرف سے نہیں پایا گیا۔ اور اگر سفر میں قید ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ عجز حقیقی کے ساتھ عذر سفر بھی مل گیا اور اکثر سفر میں پانی کا نہ ملنا ہوتا ہے پس ہر طرح سے عدم متحقق ہوا۔ اگر مریض وضو اور تیمم پر قادر نہ ہو اور اس کے پاس وضو کرانے والا اور تیمم کرانے والا نہ ہو تو امام محمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ نماز نہ پڑھے اور تندرست ہونے پر قضا پڑھے اور تندرست ہونے پر قضا پڑھے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز والوں سے مشابہت کرے اور ایسا ہی قیدی کا قید خانے میں حکم ہے جبکہ وہ پانی یا پاک مٹی نہ پاتا ہو اور زمین یا دیوار سے بھی نہ کھود سکتا ہو۔ اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں سے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوں اور اس کے منہ پر زخم یا پھوڑے ہوں تو بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور تیمم نہ کرے اور پھر اس نماز کا اعادہ نہ کرے یہی اصح ہے۔ کسی شخص کا یہ حال ہے کہ اگر وضو کرتا ہے تو پیشاب جاری ہو جاتا ہے (یعنی سلس البول ہے) اور جو وضو نہ کرے تو ایسا نہ ہوگا اس کے لئے تیمم جائز ہے۔

۳۔ مسح مٹی یا مٹی کی جنس پر کرنا: پاک مٹی پر یا جو چیز زمین کی جنس سے ہے اور اس پر تیمم کرے، اگرچہ اس پر گرد و غبار نہ ہو، جو چیزیں جل کر راکھ ہو جائیں جیسے لکڑی اور گھاس اور ان کے مثل اور جو چیزیں پگھل کر نرم ہو جائیں جیسے لوہا کانسی، تانبا شیشہ، سونا، چاندی

اور مثل ان کے وہ جنس جو زمین سے نہیں ہیں اور جو ایسی نہ ہوں وہ جنس زمین سے ہیں۔ پس مٹی، ریت، شورہ جو زمین سے بنا ہو پانی سے نہ بنا ہو) گچ چونا سرمہ، ہڑتال، گیرو، گندھک، فیروزہ، عقیق، زمرد، زبرجد، یاقوت وغیرہ پتھر کی اقسام پختہ اینٹ اور مٹی کے پکے برتن یعنی مٹی کے گھڑے و بدھنے وغیرہ سے خواہ اس میں پانی بھرا گیا ہو یا نہ بھرا گیا ہو تو تیمم جائز ہے لیکن اگر ان پر ایسی چیز کا رنگ ہو جو زمین کی جنس سے نہیں ہے تو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چینی کے برتنوں سے تیمم جائز نہیں اس لئے کہ ان پر کانچ کا روغن ہوتا ہے۔ ہاں اگر جنس زمین سے روغن ہو جیسے گیرو سے تو جائز ہے، پتھر پر تیمم جائز ہے خواہ اس پر غبار ہوا یا نہ ہو، مثلاً دھلا ہوا یا چکنا ہو، خواہ پسا ہوا ہو یا بغیر پسا ہوا ہو ہر قسم اور ہر رنگ کی مٹی پر مثلاً سرخ سیاہ، سفید، زرد اور سبز پر تیمم جائز ہے، نیز تر زمین اور گیلی مٹی پر تیمم جائز ہے جبکہ مٹی غالب ہو، اگر پانی غالب ہو یا برابر ہو تو تیمم جائز نہیں۔ اس مردار سنگ پر جو کان سے نکلے تیمم جائز ہے اور جو کسی اور چیز سے بنایا جائے اس پر جائز نہیں۔ نمک اگر پانی سے بنا ہو تو بالا تفاق اس پر تیمم جائز نہیں اور اگر نمک معدنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور فقہا نے دونوں کی تصحیح کی ہے لیکن فتویٰ جواز پر ہے، زمین یا پتھر جل جائے اور اس کی مٹی پر تیمم کرے تو اصح یہ کہ جائز ہے جبکہ دوسری گھاس وغیر کی راکھ اس سے نہ ملے یا غالب نہ ہو ورنہ جائز نہیں، اگر پسے ہوئے موتیوں پر یا بغیر پسے پر تیمم کرے تو جائز نہیں مونگے سے بھی تیمم جائز نہیں کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہے جو پانی کی تہ میں جمتی ہے اور جو اس سے جواز کے قائل ہیں وہ اس کو اجزائے زمین سے سمجھتے ہیں۔ صاف کئے ہوئے سونے چاندی پر جائز نہیں اور کان سے نکلے ہوئے پر جس میں مٹی ملی ہوئی ہو اور غلبہ مٹی کا ہو تو جائز ہے۔ راکھ، (مگر پتھر کی راکھ پر تیمم جائز ہے) عنبر، کافور اور مشک پر تیمم جائز نہیں مگر پتھر کی راکھ پر تیمم جائز ہے، جمے ہوئے پانی سے تیمم جائز نہیں اگر مٹی پر قدرت ہو تب بھی غبار تیمم جائز ہے۔ یہی صحیح ہے اور غبار سے تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کپڑے یا نمدہ یا تانبہ وغیرہ کے برتن پر یا مثل ان کے طاہر (پاک) چیزوں پر جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں اور ان پر غبار ہے دونوں ہاتھ مارے پس جب غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے اور جب اس سے غبار اٹھے تو اپنے ہاتھ غبار کی طرف ہوا میں اٹھائے اور جب غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو اس سے تیمم کرے۔ اگر غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑ گیا اور اس نے تیمم کی نیت کر کے ان پر مسح کر لیا تو جائز ہے اور اگر مسح نہیں کیا تو جائز نہیں، اگر اپنے دونوں ہاتھ گیہوں یا جو یا کسی اور اناج کے دانوں پر رکھے اور اس کے ہاتھوں کو غبار لگ جائے اور اس کا اثر ظاہر ہو تو اس سے تیمم جائز ہے اگر ظاہر نہیں ہوا تو جائز نہیں۔ اگر مٹی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو زمین کی جنس سے نہیں ہے تو غالب چیز کا اعتبار ہوگا۔ اگر مسافر کیچڑ یا دلدل میں ہو اور وہاں خشک مٹی نہ ملے اور اسے کپڑوں اور زمین پر غبار بھی نہیں تو اپنے کپڑے یا سواری کی کاٹھی پر، یا جسم کے کسی حصے پر کیچڑ لگائے اور جب وہ خشک ہو جائے تو اس سے تیمم کر لے لیکن جب تک وقت کے جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تب تک گیلی مٹی سے تیمم نہ کرے کیونکہ اس میں بلاضرورت منہ پر مٹی بھرے گی اور یہ سورت مثلہ (تبدیل ہیئت) کی ہے یعنی اس حالت میں گلی مٹی سے تیمم جائز مگر خلاف اولیٰ ہے اور اگر وقت جاتا ہو تو بدرجہ مجبوری اسی کیچڑ سے تیمم کر لے جب کہ مٹی غالب ہو، نماز قضا نہ کرے اور اگر مٹی پر پانی غالب ہے تو اس سے تیمم جائز نہیں، نجس کپڑے کے غبار سے تیمم جائز نہیں۔ لیکن اگر غبار کپڑے کے خشک ہو جانے کے بعد پڑا ہو تو جائز ہے، زمیں پر جب نجاست لگ جائے پھر وہ خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر جاتا رہے تو وہ پاک ہو گئی اس پر نماز پڑھنا درست ہے لیکن تیمم درست نہیں کیونکہ وہ پاک کرنے والی نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔ جس زمین پر تیمم جائز نہیں گر اس کا غبار کپڑے پر پڑے تو اس کی گرد سے تیمم جائز نہیں البتہ کپڑا پاک ہے، جس جگہ سے ایک شخص نے تیمم کیا دوسرا بھی کر سکتا ہے بلکہ خواہ کتنے ہی آدمی کر لیں یا ایک ہی آدمی کئی بار ایک ہی جگہ سے تیمم کرے تو بھی جائز ہے اور اس سے وہ جگہ مستعمل نہیں ہو جاتی یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھ کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اس مٹی پر بھی تیمم جائز ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ

مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم ناجائز یا مکروہ ہے وہ غلط ہے، گو بر وغیرہ کے خاک آلودہ ذروں کی گرد سے بھی تیمم جائز نہیں۔

۴۔ استیعاب: (یعنی پورا پورا کرنا) اس طرح مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہوا پس اگر کوئی شخص بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اس کا مسح نہ کرے تو تیمم صحیح نہیں ہوا اس کی احتیاط کرنی چاہئے تیمم میں روغن، چربی، موم، تنگ انگوٹھی، کنگن، چوڑیاں وغیرہ نکال دینا ضروری ہے تاکہ مسح پوری طرح ہو جائے، انگوٹھی، کنگن، چوڑی وغیرہ کو حرکت دے دینا کافی نہیں ہے بلکہ اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کے نیچے بھی مسح کرے، دونوں نتھنوں کے بیچ میں جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے ورنہ نماز نہیں ہوگی، نتھوں کے اندر مسح کرنا درکار نہیں اگر انگلیوں کے بیچ میں غبار داخل نہ ہو تو ان کا خلال کرنا واجب ہے لبیں اتنی بڑھی ہوئی ہوں کہ ہونٹ چھپ جائیں تو انہیں اٹھا کر ہونٹوں کے ظاہر حصہ کا مسح کرے ورنہ تیمم جائز نہ ہوگا۔ آنکھوں اور منہ کو عادت کے خلاف تکلف سے بند نہ کریں اگر ایسا کیا اور ظاہری حصہ (جو عادت کے مطابق منہ بند ہونے پر کھلا رہے) مسح سے رہ گیا تو تیمم نہ ہوا۔

۵۔ پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے مسح کرے اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے، ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

۶۔ جو چیز تیمم کے منافی ہو اس کا منقطع ہونا جیسے حیض و نفاس وغیرہ۔

۷۔ اعضائے مسح پر جو چیز مسح کی مانع ہے اس کو دور کرنا جیسے موم چربی یا انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دے کر یا اتار کر اس کے نیچے مسح کرنا۔

۸۔ پانی کا طلب کرنا جبکہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے۔ جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب ملے گا مثلاً سبزہ نظر آئے یا پرندے گھومتے ہوں یا کسی متقی آدمی نے خبر دی کہ پانی قریب ہے تو اس کو ایک تیر کے جانے کی مقدار چاروں طرف سے طلب کرنا واجب ہے اور یہ مقدار تخمیناً چار سو گز شرعی ہے بعض نے کہا تین سو گز ہے اصح یہ ہے کہ اتنی دور طلب کرنے کہ اس کو خود جان و مال کا ضرر نہ ہو اور ساتھیوں کو انتظار کی مشقت نہ ہو، اگر ایسا ہو تو طلب نہ کرنا مباح ہے اور پھر طلب کا کام خود کرنا لازم نہیں بلکہ اگر دوسرے سے تلاش کرا لیا تب بھی کافی ہے۔ طحطاوی میں ہے کہ طلب کے لئے ادھر ادھر چلنا واجب نہیں بلکہ اسی جگہ سے ہر طرف نظر دوڑانی واجب ہے جبکہ درخت وغیرہ نظر سے مانع نہ ہوں ورنہ اونچی جگہ چڑھ کر دیکھے (لیکن اگر صرف وہاں سے دیکھنا کافی نہ ہو اور بوجہ موانعات حال واضح نہ ہو تو چلنا لازمی ہے پس اگر ایک ہی جانب میں گمان غالب ہو تو اسی طرف تلاش کرنا واجب ہے ورنہ چاروں طرف تلاش کرے لیکن اگر پیچھے دورانِ سفر میں معلوم کر چکا ہے تو پیچھے جانا ضروری نہیں پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ چاروں طرف چار چار سو گز چلے یا ہر طرف سو سو گز اور یہی دوسرا قول ظاہر تر ہے۔ واللہ اعلم) اگر وہاں قریب میں پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو اور نہ کوئی خبر دے تو طلب کرنا واجب نہیں پس اگر پانی ملنے کا شک ہو تو طلب کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور شک بھی نہ ہو تو بغیر تلاش کے تیمم کرنے میں فضیلت و مستحب کا تارک نہ ہوگا۔ جس کو تلاش کرنا واجب ہے اگر اس نے تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی، پھر بعد میں تلاش کیا اور پانی نہ ملا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً اعادہ واجب ہے خواہ اس کے بعد کوئی پانی کی خبر دے یا نہ دے۔ امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے اگر پانی قریب ہو اور اسے خبر نہ ہو اور اس کے قریب کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جس سے پوچھ سکے تو اس کے لئے تیمم جائز ہے۔ اگر ایسا شخص وہاں تھا جس سے پوچھ سکتا تھا اور نہ پوچھا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس سے پوچھا تو اس نے قریب پانی بتایا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی۔ اعادہ کرے (جیسے کوئی شخص آبادی میں اترے اور پانی طلب نہ کرے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو جائز نہیں) اور اگر قریب پانی کی خبر نہ دی تو اعادہ نہ کرے۔ اور اگر اول اس نے پوچھا اور اس نے بتایا پھر اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس کے بعد اس نے قریب پانی بتایا تو نماز جائز ہوگی کیونکہ جو کچھ اس پر واجب ہے وہ اس نے

کرلیا۔ اگراس کے ساتھی کے پاس پانی ہے اوراس کو یہ گمان ہے کہ مانگوں گا تو وہ دیدے گا تو مانگنا واجب ہے اور تیمم جائز نہ ہوگا اور اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ وہ نہ دے گا تو مانگنا واجب نہیں اور تیمم جائز ہے اگراس کے دینے میں شک ہو اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دیدے تو نماز لوٹادے اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے مانگے اور وہ انکار کردے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیدے تو نماز کا اعادہ نہ کرے اگر چہ وقت باقی ہو اور اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر یہ کہے کہ بغیر معمولی قیمت کے نہ دوں گا اور اس کے پاس اس کی قیمت (کرایہ وغیرہ راستہ کے خرچ سے فالتو) نہ ہو تو تیمم کرے اور اگر فالتو ہو تو تیمم نہ کرے اور اگر اس کے لینے میں بہت نقصان ہو اور وہ یہ کہ معمول سے دو چند قیمت مانگتا ہو اور اس سے کم میں نہ بیچتا ہو تو تیمم کرلے۔ اور جس جگہ پانی کم یاب ہوگیا ہے وہاں سے جو موضع قریب تر ہو وہاں کی قیمت سے حساب کیا جائے گا۔ اگر قرض مل سکتا ہو خواہ اس کی ادائیگی پر قادر ہو یا نہ ہو تب بھی وہ معذور ہے۔ جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھتا ہے اس نے نماز کے درمیان ایک شخص کے پاس پانی دیکھا اب اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اس کو پانی دیدے گا تو اپنی نماز قطع کردے اور پانی طلب کرے اگر وہ دیدے تو وضو کرے اور اگر نہ دے تو اس کا وہی تیمم باقی ہے اور اگر نہیں مانگا اور نماز پوری کرلی اب اس نے خود دیا اس کے مانگنے پر پانی دیدیا تو اعادہ لازم ہے اور اگر نہ دے تو نماز ہوگئی اعادہ لازمی نہیں اور اگر اس میں شک ہو اور گمان غالب نہ ہو تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور جب نماز پوری کر چکے تب اس سے مانگے اگر وہ دیدے یا بغیر مانگے دیدے تو وضو کر کے نماز لوٹادے اور اگر انکار کردے تو وہی نماز ہوگئی اور اگر انکار کرنے کے بعد پھر دیدے تو جو نماز پڑھ چکا ہے وہ نہ لوٹائے البتہ اب تیمم ٹوٹ جائے گا اور اگر نہ اس نے خود دیا نہ اس نے مانگا تا کہ حقیقت معلوم ہوتی تو نماز ہوگئی۔ اور اگر نماز پڑھتے میں خود اس نے کہا کہ پانی لو وضو کرلو، اور وہ کہنے والا مسلمان ہے تو نماز جارتی رہی اس لئے توڑ دینا فرض ہے اور اگر کہنے والا کافر یا نصرانی ہے تو نہ توڑے اسی طرح نماز پڑھتا رہے اس لئے کہ کافر و نصرانی کا کلام کبھی بطور تمسخر کے بھی ہوتا ہے بس شک کی وجہ سے نماز قطع نہ کرنی چاہئے البتہ جب نماز سے فارغ ہو تو اس سے مانگے اگر وہ پانی دیدے تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔

۹۔ اسلام

تیمّم کے ارکان

تیمم کے دو رکن ہیں: ۱۔ دو ضربیں یا جو ان کے قائم مقام ہو، ۲۔ مسح۔ یعنی دو دفعہ خشک و پاک مٹی یا مٹی کی جنس چیز پر دونوں ہاتھ مارنا، ایک ضرب سے منہ (چہرے) کا مسح کرے اور دوسری سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے، کہنیوں کا بھی مسح کرے، اپنے منہ کی کھلی ہوئی کھال پر اور بالوں کے اوپر اوپر مسح کرے، منہ کی حد وضو کے باب میں بیان کردی گئی ہے، جو جگہ کانوں اور ڈاڑھی کے بیچ میں ہے اس کا مسح بھی شرط ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں، صحیح یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا مسح کرنا فرض نہیں بلکہ مٹی پر ہاتھ مارنا (ضرب) ہی کافی ہے، اگر ایک ہی ضرب سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرے تو جائز نہیں، اگر ایک ہاتھ سے منہ کا مسح کیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہاتھ کا مسح کیا تو منہ اور ہاتھ کا مسح جائز ہوگا اور دوسرے ہاتھ کے لئے دوسری ضرب لگائے مگر یہ خلافِ سنت ہے۔ اگر تیمم کا ارادہ کرے اور زمین میں لوٹے اور تمام بدن کو ملے اگر مٹی اس کے منہ اور بانہوں اور ہتھیلیوں پر (یعنی اعضائے تیمم پر) پہنچ گئی تو جائز ہے اور اگر نہیں پہنچی تو جائز نہیں، جس کے دونوں ہاتھ پہنچوں سے کٹ گئے ہوں وہ اپنی بانہوں پر مسح کرے اور جس کی بانہیں بھی کٹ گئی ہوں وہ کٹی ہوئی جگہ پر مسح کرے اور کہنیوں سے اوپر کٹا ہو تو مسح واجب نہیں صرف منہ کا مسح دیوار وغیرہ سے کرلے، اگر دونوں ہاتھ شل (خشک) ہو جائیں تو اپنے ہاتھ زمین پر پھیرے

اور اپنا منہ دیوار پر لگا لے یہی کافی ہے اور نماز نہ چھوڑے مگر وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کر سکتا ہاں اگر اس جیسا ہی کوئی اور بھی ہو تو اس کی امامت کر سکتا ہے۔ اگر کسی نے تیمم کے لئے مٹی پر ہاتھ مارے اور مسح کرنے سے پہلے حدث ہو گیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس سے مسح جائز نہیں بلکہ پھر سے ضرب مارے۔ تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔

صفتِ تیمّم

جس موقع پر وضو فرض ہے عذر کی حالت میں اس موقع پر تیمم بھی فرض ہے، جیسے نماز کے لئے اور جہاں وضوع واجب ہے وہاں تیمّم بھی واجب ہے اور جہاں وضو مستحب ہے وہاں تیمم بھی مستحب ہے جیسے پاک آدمی کو دخولِ مسجد کے لئے۔

تیمّم کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

۱۔ جو چیز وضو کو توڑتی ہے وہ وضو کے تیمّم کو بھی توڑتی ہے اور چیز غسل کو واجب کرتی ہے وہ غسل کے تیمّم کو توڑتی ہے لیکن وضو کے توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمّم نہیں ٹوٹتا۔ پس اس مسئلہ کی تین صورتیں ہوئیں: اول وضو کے تیمّم کا توڑنے والا وہ ہے جو وضو کا توڑنے والا ہے، دوم غسل کے تیمّم کا توڑنے والا وہ ہے جس سے غسل ٹوٹ جاتا ہے یعنی غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ سوم جس نے وضو اور غسل دونوں کا اکٹھا تیمّم کیا پھر اگر حدثِ اصغر یعنی وضو کا توڑنے والا امر واقع ہوا تو اس صورت میں وضو کا تیمّم ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمّم بدستور باقی رہے گا پس وہ اب جنبی نہیں ہوا بلکہ محدث یعنی بے وضو ہو گیا اب اگر بقدر وضو پانی پائے خواہ ایک ایک ہی دفعہ کے لئے ہو تو وضو کرے ورنہ صرف وضو کا تیمّم کرے اور جب تک اتنا پانی نہ ملے جو غسل کے لئے کفایت کرے اس وقت تک ایسا ہی کرے اور جب غسل کے لئے پانی مل جائے تو اب غسل کا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔ اگر اب بھی غسل نہ کیا اور پانی کی جگہ سے گزر گیا تو اب پھر سے غسل کے لئے تیمم کرے کیونکہ پہلا تیمم پانی پر قادر ہونے سے ٹوٹ گیا، جنابت کے تیمّم کے ساتھ وضو کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ غسل کا تیمم دونوں کے لئے کافی ہے پس اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہو کہ وضو کے لئے تو کفایت کرتا ہے لیکن غسل کے لئے کفایت نہیں کرتا تو اس پر تیمم کرنا واجب ہے اور وضو واجب نہیں، اب اگر غسل کے تیمّم کے بعد حدث اصغر واقع ہو جائے تو اب اس پر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ بقدر کفایتِ وضو پانی پر قادر ہو گیا اور اس کے غسل کا تیمّم باقی ہے جب تک بقدر کفایتِ غسل پانی پر قادر نہ ہو، اسی طرح اگر غسل کے تیمّم سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پائی گئی اور پھر غسل کا تیمّم کیا تو یہی تیمم وضو و غسل دونوں کے لئے کافی ہے۔

۲۔ اگر کسی جنبی نے غسل کیا اور اس کا کچھ حصہٗ بدن خشک رہ گیا اور پانی ختم ہو چکا تو جنابت اس کی باقی رہ گئی ہے اس کے واسطے تیمّم کرے پھر اگر حدیث ہو جائے تو وضو کے واسطے تیمم کرے پھر اگر پانی ملے تو خشک رہے ہوئے حصہ کو دھو لے اس کو پورا غسل کرنا ضروری نہیں اور وضو کر کے نماز پڑھے۔ پانی ملنے پر اس مسئلہ کی پانچ صورتیں بنتی ہیں: اول اگر وہ پانی اس قدر ہے کہ خشک حصہ اور وضو دونوں ہی کے لئے کافی ہے تو غسل و وضو دونوں کا تیمّم باطل ہو جائے گا پس خشک حصہ کو دھو لے اور وضو کرے۔ دوم یہ کہ دونوں میں سے کسی کے لئے بھی کافی نہیں ہوتا تو غسل و وضو دونوں کا تیمّم باقی رہے گا لیکن اس پانی سے خشک حصے میں سے جس قدر دھل سکے اس کو دھو لے تاکہ جنابت کم ہو جائے۔ سوم یہ کہ پانی صرف خشک حصے کے لئے کافی ہوتا ہے اور صرف وضو کے لئے کافی نہیں ہوتا تو اس سے خشک حصے کو دھو لے اور حدث (وضو) کا تیمّم اس سے باطل نہیں ہوگا۔ چہارم یہ سوم کے برعکس ہے یعنی صرف وضو کے لئے کافی ہے اور صرف خشک حصے کے لئے کافی نہیں

ہے تو اس پانی سے وضو کرے اور غسل کا تمم بدستور باقی رہے گا۔ پنجم یہ کہ بلاتعین دونوں میں سے ایک جس کو چاہے وہ کرسکتا ہے یعنی پانی صرف خشک حصے کو دھونے کے لئے کافی ہے یا صرف وضو کرسکتا ہے دونوں نہیں ہو سکتے تو جو حصے خشک رہ گیا تھا اس کو دھولے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو کا تیمم بدستور باقی رہے گا اس کا اعادہ نہ کرے یہی وجہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اس لئے دوبارہ کرے اور اگر اس پانی سے وضو کرلیا تو جائز ہے اور اس صورت میں بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جنابت کے لئے دوبارہ تیمم کرے اور یہ حکم جو پانچوں صورتوں میں بیان ہوا اس وقت ہے جب کہ وضو کا تیمم کرنے کے بعد پانی پایا اور اگر وضو کے لئے تیمم کرنے سے پہلے پانی پایا یعنی پانی ملنے سے پہلے اس نے وضو کے لئے تیمم نہیں کیا تو اس کی بھی پانچ صورتیں ہیں: اول یعنی جبکہ پانی خشک حصہ اور وضو دونوں کے لئے کافی ہوتا ہے تو خشک حصہ کو دھولے اور وضو کرلے۔ دوم جبکہ پانی دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہیں ہوتا تو وضو کے لئے تیمم کرے اور جس قدر خشک حصہ دھل سکتا ہے تو اس کو دھونا ضروری نہیں اختیاری ہے کہ اگر چاہے تو اس کو دھولے تاکہ جنابت کم ہو جائے۔ سوم یہ کہ پانی صرف خشک حصے کے لئے کافی ہے اور وضو کے لئے کافی نہیں ہے تو خشک حصے کو دھولے اور وضو کے لئے پھر تیمم کرے۔ چہارم جب کہ پانی صرف وضو کے لئے کافی ہے اور صرف خشک حصے کے لئے کافی نہیں تو وضو کرے اور غسل کا تیمم بدستور باقی ہے مزید کرنے کی ضرورت نہیں۔ پنجم جب کہ دونوں میں سے جس ایک کو چاہے کرسکتا ہے تو اس کا حکم سوم کی مانند ہے یعنی خشک حصے کو دھولے کیونکہ جنابتِ اغلظ ہے لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کو وضو کے تیمم سے پہلے خشک حصے کا دھونا لازمی ہے تاکہ وہ پانی کا نہ پانے والا ہو جائے (اور یہ روایت امام محمد سے ہے اور یہی اصح ہے) اور ایک روایت کے مطابق اس کو اختیار ہے (پس اگر پہلے وضو کا تیمم کرلے پھر دھوئے تو جائز ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے) اگر غسل میں اس کی پیٹھ کا کوئی حصہ خشک رہ گیا اور وضو کرنے میں بعض اعضا کا دھونا بھول گیا اور پانی ان دونوں میں سے ایک کے لائق ہے تو ان دونوں میں سے جس میں چاہے اس پانی کو صرف کرے لیکن اعضائے وضو میں صرف کرنا بہتر ہے۔ مسافر بے وضو ہے اور کپڑے بھی اس کے درم سے زیادہ نجس ہیں اور اس کے پاس پانی اس قدر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے لئے کافی ہے تو پہلے اس سے نجاست دھوئے اور پھر حدث کے لئے تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کرے پھر نجاست دھوئے تو تیمم دوبارہ کرے اس لئے کہ اس نے جب تیمم کیا تھا تب وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کرسکتا تھا اور اگر اس پانی سے وضو کیا اور نجس کپڑوں سے نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر وہ اس میں گنہگار ہوگا۔

۳۔ جس عذر کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ عذر دور ہو جاتا ہے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے، تیمم جائز ہونے کے اسباب (پانی سے دور ہونا، خوف مرض، خوفِ دشمن، خوف پیاس، اور پانی نکالنے کے لئے اسباب کا نہ ہونا) علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے عذر میں شامل نہیں ہوسکتا اس لئے پہلی اجازت بالکل ختم ہو جائے گی اور دوسری اجازت کا تیمم دوبارہ کرے۔ مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اسی حالت میں اس کو ایسا مرض ہوگیا جس سے تیمم مباح ہوتا ہے پس اگر مقیم ہوگیا تو پہلا سبب یعنی سفر ختم ہو جانے سے اسی تیمم سے نماز جائز نہ ہوگی بلکہ (اب مرض کی وجہ سے) تیمم کا اعادہ کرے، یا مسافر کو تیمم کے بعد پانی مل گیا لیکن مرض ہوگیا جس سے تیمم مباح ہوتا ہے تو بھی تیمم دوبارہ کرے۔ اگر پانی پر سوتا یا اونگھتا ہوا گزرا تو اصح یہ ہے کہ سب کے نزدیک تیمم نہیں ٹوٹے گا۔ (یعنی پانی پر سے سوتے ہوئے گزرنا ناقض تیمم نہیں ہوگا۔ البتہ وہ نیند جو وضو توڑنے والی ہوگی اس کی وجہ سے وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا (اونگھتے ہوئے پانی پر سے گزرنے والے کا تیمم نہیں ٹوٹتا خواہ وہ تیمم وضو کا ہو یا غسل کا اور اونگھنے والا وہ ہوتا ہے جو ان باتوں کو جو اس کے قریب ہوتی ہیں اکثر کو یاد رکھتا ہوا اور اس کی قوت ماسکہ زائل نہیں ہوتی، اور سوتے ہوئے گزرنے والے کا بھی جنابت کا تیمم مطلقاً اور وضو کا تیمم اس حالت میں جبکہ وہ متمکن (یعنی سرین جما کر بیٹھا ہو) نہیں ٹوٹے گا اگر غیر متمکن ہوگا تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ ایسا سونا ناقص وضو ہے جیسا کہ ناقص وضو میں بیان ہوا (مؤلف

از شامی) اگر پانی پر گزر ہا مگر وہاں کسی درندے یا دشمن کے خوف سے یا ریل میں سفر کرنے کی وجہ سے اتر نہیں سکتا، یا کسی اور عذر کی وجہ سے جس کی موجودگی میں تیمم کر سکتا ہے، نہیں اتر سکتا تو تیمم نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر کنوئیں پر پہنچا اور اس کے ساتھ ڈول رسی نہیں، یا پانی ملا مگر اس کو پیاس کا خوف ہے تو تیمم نہ ٹوٹے گا، (زمزم شریف کا پانی ہے جو لوگوں کے لئے تبرکاً لے جا رہا ہے جب تک اپنی یا اہل قافلہ میں سے کسی کی پیاس وغیرہ سے خوف نہ ہو اس کو تیمم جائز نہیں اگر چہ قمقمہ میں بند ہو اور ٹانکا لگا ہوا ہو، اس کا حیلہ یہ ہے کہ کسی کو ہبہ کر دے (ہبہ کا حیلہ اچھا نہیں ہے) یا گلاب وغیرہ اس قدر ملا دے جو پانی پر غالب ہو جائے) اور اصل اس میں یہ ہے کہ جس چیز کی موجودگی سے تیمم منع ہو جاتا ہے اسی چیز کے موجود ہو جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیز ایسی نہیں اس سے تیمم نہیں ٹوٹتا، اگر پانی پر سے گزرا اور وہ تیمم کئے ہوئے تھا لیکن وہ اپنے تیمم کو بھول گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا اگر چہ دور جا کر یاد آئے۔ بہت سے آدمی تیمم والے تھے کسی شخص نے یہ کہا کہ اس پانی سے تم میں جو چاہے وہ وضو کر لے اور وہ صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہے تو ان سب کا تیمم باطل ہو جائے گا اور اگر وہ نماز میں تھے تو نماز بھی سب کی گئی اور اگر یہ کہا کہ یہ پانی تم سب کے لئے ہے اور اس پر انھوں نے قبضہ کر لیا تو تیمم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ سب کے حصے میں تھوڑا تھوڑا آئے گا جو وضو کے لئے کافی نہیں اور اگر وہ سب ایک کو اس پانی کی اجازت دے دیں تو صحیح یہ ہے کہ بالا جماع اس شخص کا تیمم ٹوٹ جائے گا، اگر مسافر کو جنگل میں مٹکے وغیرہ میں پانی رکھا ملے تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا اور اس کو اس پانی سے وضو کرنا بھی جائز نہیں لیکن اگر پانی بہت ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ پانی پینے کے لئے بھی ہے اور وضو کے لوٹے بھی تو اس سے وضو جائز ہوگا وہاں کوئی آدمی ہو تو اس سے پوچھے اگر وہ پینے کا بتائے تو اس سے وضو جائز نہیں تیمم کرے (خواہ کتنا ہی ہو)۔ کس شخص نے سفر میں تیمم کیا اور پانی اس قدر ملا کہ اگر ایک بار ان اعضا کو دھولے جن کا دھونا فرض ہے تو کافی ہوتا ہے لیکن اگر بطور سنت کے دھوئے گا تو کافی نہیں ہوگا لہٰذا اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا یہی مختار ہے۔ اگر کسی مسافر کے پاس پانی ہے مگر اس گمان سے کہ یہ پانی کافی نہیں ہے نماز تیمم کر کے پڑھ لی اور نماز کے بعد معلوم ہوا کہ پانی کافی ہے تو اب وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے، اگر کوئی شخص تیمم کے بعد مرتد ہو گیا تو تیمم نہیں ٹوٹتا حتی کہ اگر پھر مسلمان ہو گیا اور اسی تیمم سے نماز پڑھی تو جائز ہے، اگر ایک میل پانی کے دور ہونے سے تیمم کیا پھر چل کر کسی جگہ پہنچا کہ اب ایک میل سے کم فاصلے پر پانی ہے تیمم ٹوٹ جائے گا پانی پر پہنچنا ضروری نہیں۔ تیمم کر کے نماز پڑھتا تھا دور سے ریت چمکتی ہوئی نظر آئی اور اسے پانی سمجھ کر ایک قدم بھی چلا پھر معلوم ہوا کہ ریت ہے تو نماز فاسد ہو گئی مگر تیمم نہ گیا۔

تیمّم کی سنتیں

تیمم کی سنتیں سات ہیں: ۱۔ ہاتھوں کو مٹی پر رکھ کر آگے کو لانا، ۲۔ پھر پیچھے کو لے جانا، ۳۔ پھر ان کو جھاڑنا، ۴۔ انگلیوں کو کھلا رکھنا تا کہ ان کے درمیان میں غبار آ جائے، ۵۔ شروع میں بسم اللہ پڑھنا، ۶۔ ترتیب کا لحاظ رکھنا، ۷۔ پے در پے تیمم کرنا اور درمیان میں توقف نہ کرنا، اور سنت سے مراد یہاں مستحب ہے اور بعض کتب میں اور بھی مستحب درج ہیں مثلاً ہتھیلیوں کی اندرونی سطح سے تیمم کرنا نہ کہ ان کی پشت سے۔ پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا، مٹی سے تیمم کرنا، نہ اس کے ہم جنس سے، منہ کے مسح کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا، مسنون طریقے سے مسح کرنا، دونوں ہاتھوں کا مٹی پر مارنا تا کہ مٹی انگلیوں کے اندر پہنچ جائے، اب یہ کل تیرہ سنتیں ہو گئیں۔

تیمّم کا طریقہ

تیمم کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں پھر دونوں

ہاتھوں کو پاک مٹی پر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے اندرونی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملتا ہوا آگے کو لائے اور پھر پیچھے لے جائے پھر ان کو اٹھا کر اس طرح جھاڑے کہ دونوں ہتھیلیوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے دونوں انگوٹھوں کو آپس میں ٹکرا دے کہ زائد مٹی گر جائے اور اس طرح نہ جھاڑے کہ دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں ملے کہ اس طرح ضرب باطل ہو جائے گی، اور اگر زیادہ مٹی لگ جائے تو پھونک مار کر اڑا دے پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر اوپر سے نیچے کو اس طرح مسح کرے کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے، ایک بال برابر بھی اگر جگہ چھوٹ گئی تو تیمّم جائز نہ ہوگا، ڈاڑھی کا خلال بھی کرے، پھر پہلے کی طرح دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور جھاڑے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سوا چاروں انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اور اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی کچھ لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی دونوں انگلیوں (یعنی انگشت شہادت اور انگوٹھا) اور ہاتھ کی باقی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر کہنی کی طرف سے پہنچے (کلائی) تک کھینچا جائے اور انگوٹھے کے اوپر کی جانب بھی اس کے ساتھ ہی مسح کرے، مسح عضو تمام ہونے سے پہلے اگر ہاتھ اٹھالیا تو ضرب باطل ہو جائے گی اسی طرح دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کا مسح کرے، پھر انگلیوں کا خلال کرے، ہاتھوں کے مسح کا دوسرا طریقہ اس طرح ہے کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کے اوپر یعنی پشت کی جانب انگلیوں کے سروں سے کہنیوں تک مسح کرے پھر صرف ہتھیلی سے یعنی بغیر انگلیوں کے کہنی سے کلائی تک دوسری یعنی اندر کی جانب مسح کرے پھر بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے سے دائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے سے دائیں انگوٹھے کے ظاہری (پشت) کے حصے کا مسح کرے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کرے، دونوں طریقے صحیح اور احوط ہیں۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا یہی طریقہ ہے اگر انگوٹھی وغیرہ ہو تو اس کو اتار دے یا ہلا کر اس کی جگہ بھی مسح کرے۔

متفرقاتِ تیمّم

اگر وقت کے داخل ہونے سے پہلے تیمّم کر لے تو جائز ہے، ایک تیمّم سے جب تک وہ ٹوٹے نہیں جس قدر چاہے فرض و نفل نماز پڑھے جائز ہے، اسی طرح فرض نماز کے لئے جو تیمّم کیا ہے اس سے فرض نماز اور نفل نماز اور قرآن مجید کی تلاوت اور جنازے کی نماز اور سجدۂ تلاوت اور تمام عبادتیں جائز ہیں اور جب تک پانی نہ ملے یا عذر باقی رہے تیمّم کرنا جائز ہے، اگر اسی حال میں کئی سال گزر جائیں تو آخر وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ رسی و ڈول کے آخیر وقت تک ملنے کا اور جو شخص ریل وغیرہ پر سوار ہو اور گمان غالب ہو کہ اخیر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے، اخیر وقت سے بعض کے نزدیک جواز کا اخیر وقت مراد ہے اور بعض کے نزدیک مستحب وقت کا اخیر، اور یہی صحیح ہے، اگر پانی ملنے کی امید نہ ہو تو تاخیر نہ کرے اور وقتِ مستحب میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کر لیا اور نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا تو اس کی نماز ہوگئی اب لوٹانے کی ضرورت نہیں خواہ وہ پانی وقت کے اندر ملا ہو یا وقت گزرنے کے بعد۔ سفر میں ایک جنبی ہے اور ایک حیض والی عورت ہے جو حیض سے پاک ہو چکی ہو اور وہاں ایک میت بھی ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ ایک کے لئے کافی ہو، پس اگر وہ پانی ان میں سے کسی کی ملک ہو تو اسی پر اس پانی کا صرف اولیٰ ہے اور اگر وہ پانی ان سب کی ملک ہے تو کسی پر صرف نہ کیا جائے اور سب کے لئے تیمّم مباح ہے اور اگر وہ سب میت کو بخش دیں تو اس سے میت کو غسل دینا جائز ہے، اب وہ اور کسی کو جائز نہیں میت کے حصے میں آ گیا، اور اگر وہ پانی مباح ہے، یعنی کسی کی ملک نہیں تو جنبی اس کے صرف میں اولیٰ ہے اور یہی اصح ہے اور اسی طرح اگر مسئلہ ہذا میں حیض والی عورت کی بجائے کوئی بے وضو ہو تو بھی اس مباح پانی کے صرف میں جنبی

اولیٰ ہے لیکن بے وضو کے حصہ کا پانی وضو کے لئے کافی ہو تو سے وضو کرنا فرض ہے اور تیمّم جائز نہیں، اور اگر وہ پانی باپ اور بیٹے کا مشترکہ ہو تو باپ اس کے صرف کے واسطے اولیٰ ہے، اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہو کہ اس کے کچھ اعضائے غسل یا پورے وضو کو کفایت کرتا ہو، یا پانی تو کافی ہے مگر غسل کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمّم کرے اور اس کو وضو یا بعض اعضائے غسل کے دھونے کی ضرورت نہیں پھر اگر تیمّم غسل کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لئے تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کی جگہ وضو کرنا چاہئے کیوں کہ اب وہ بقدر کفایت پانی پر قادر ہے اور اگر تیمّم غسل سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پائی گئی اور پھر غسل کا تیمّم کیا ہو تو یہی تیمّم غسل و وضو دونوں کے لئے کافی ہے، اگر محدث کے پاس وضو کے فرض اعضا کو ایک ایک بار دھونے کے لئے بھی پانی کافی نہیں تو تیمّم کرے اور بعض اعضا کو نہ دھوئے، کسی نے تیمّم کرلیا اور اس کے سامان میں پانی تھا جو اس کو معلوم نہ تھا یا اس کو بھول گیا تھا اور نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے اور وہ اس صورت میں ہے کہ وہ پانی اس نے خود رکھا ہو یا کسی دوسرے نے اس کے حکم سے رکھا ہو یا بغیر حکم کے رکھا ہو مگر اس کو معلوم ہو اور اگر اس کو معلوم نہیں تو بالاتفاق نماز کا اعادہ نہ کرے خواہ وقت کے اندر یاد آئے یا وقت کے بعد یاد آئے برابر ہے۔ اگر اپنا خیمہ ایسے کنوئیں پر قائم کیا کہ جس کا منہ ڈھکا ہوا ہے حالانکہ اس میں پانی ہے مگر اس کو معلوم نہیں ہوا یا نہر کے کنارے پر تھا اور وہ واقف نہ تھا اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے، امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے، جب شک ہو یا گمان غالب ہو کہ پانی ختم ہو چکا اور نماز پڑھ لی اور پھر پانی پایا تو بالاجمع اس نماز کو لوٹائے گا، اگر اس کی پیٹھ پر پانی ہے یا اس کی گردن میں لٹک رہا ہے یا اس کے سامنے ہے اور اس پانی کو بھول کر تیمّم کرلیا تو بالاجماع جائز نہیں کیونکہ اس بھول کا اعتبار نہیں۔ پالان میں پانی لٹک رہا تھا اگر اس پر سوار تھا اور پانی پالان کے پیچھے تھا اور اس کو بھول کر تیمّم کرلیا تو جائز ہوگا اور اگر پانی پالان کی اگلی طرف تھا تو جائز نہیں، اگر سوار نہیں تھا بلکہ پیچھے سے ہانک رہا تھا اور پانی سامان کے پیچھے تھا تو جائز نہیں اور اگر آگے تھا تو جائز ہے اور اگر آگے سے کھینچ رہا تھا تو اگلی اور پچھلی دونوں صورتوں میں جائز ہے، اگر جنازہ حاضر ہوا اور ولی اس کے سوا کوئی دوسرا ہوا اور خوف ہے کہ اگر وضو کرے گا تو نماز فوت ہو جائے گی تو تیمّم جائز ہے اگر اگر وضو کر کے ایک تکبیر بھی مل جائے تو تیمّم جائز نہیں، اور ولی کے واسطے تیمّم جائز نہیں یہی صحیح ہے اور ولی جس کو وضو کی اجازت دے اس کو بھی تیمّم جائز نہیں، ایک ولی جو دوسرے پر مقدم ہے اگر وہ حاضر ہو تو دوسرے ولی کو بالاتفاق تیمّم جائز ہے اس لئے کہ اس کو بھی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہے اور اسی طرح ولی کو اس وقت بھی تیمّم جائز ہے جب وہ کسی اور کو نماز کی اجازت دے دے اور اب اس مجاز کو تیمّم جائز نہیں، ایک جنازے کی نماز تیمّم سے پڑھ چکا پھر دوسرا جنازہ آیا اگر پہلے اور دوسرے کے درمیان میں اتنی مہلت ہے کہ جائے اور وضو کرے پھر آئے اور نماز پڑھے لیکن اس نے اس وقفے میں وضو نہیں کیا تو تیمّم کا اعادہ کرے گا، اور اگر اتنا وقفہ نہیں ملا کہ جتنی دیر میں یہ سب کام کر سکے تو اسی تیمّم سے نماز پڑھ لے، اسی پر فتوی ہے، جنبی کو جنازے اور عیدین کی نماز کے لئے تیمّم جائز ہے، جس شخص کو تیمّم کا یقین ہو وہ اپنے تیمّم کی حالت پر ہے جب تک اس کو حدث کا یقین نہ ہو اور جس شخص کو حدث کا یقین ہے اس کا حدث باقی ہے، جب تک تیمّم کا یقین نہ ہو تیمّم پر تیمّم کرنا عبادت نہیں اس لئے کرنا نہیں چاہئے اور وضو پر وضو کرنا عبادت اور مستحب ہے، اور مسافر کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ یا باندی کے ساتھ وطی کرے اگر چہ جانتا ہو کہ پانی نہ ملے گا جو حکم وضو یا غسل کا ہے وہی اس کے تیمّم کا ہے پس فرض کا تیمّم فرض، واجب کا واجب، سنت کا سنت اور مستحب کا مستحب ہے وغیرہ۔ جہاں جہاں تیمّم جائز ہے کچھ خیال اور وسوسہ نہ لائے اور نہ یہ سمجھے کہ تیمّم سے اچھی طرح پاکی نہیں ہوئی بلکہ وضو اور غسل کی طرح پاک ہو جاتا ہے، عورت کو پانی کے ہوتے ہوئے، سفر میں پانی لینے نہ جانا اور تیمّم کرلینا درست نہیں، ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز اور حرام ہے، برقعہ اوڑھ کر یا

سارے بدن سے چادر لپیٹ کر پانی کے لئے جانا واجب ہے۔ (بشرطیکہ اس جگہ جانے میں اپنی جان و مال یا عزت و آبرو وعصمت کا خوف نہ ہو، اور اگر خوف ہو تو تیمم کرنا جائز ہے) البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ہاتھ منہ نہ کھولے، جس پر نہانا فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم جائز نہیں، ہاں اگر مجبوری اور سخت ضرورت ہو مثلاً ڈول، رسی یا کنوئیں کا منہ اندر ہو اور کوئی آدمی نہ ہو جو لادے تو تیمم کر کے جائے اور جلدی لے کر نکل آئے، مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی ضرورت ہوگئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہاں فوراً تیمم کر کے نکل آئے تاخیر کرنا حرام ہے، اگر دو برتنوں میں پانی بھرا ہے اور ان میں ایک کا پانی پاک ہے اور دوسرے کا ناپاک اور نمازی نہیں جانتا کہ نجس کونسا ہے اور پاک کونسا، تو اس صورت میں تیمم کرے، ریل میں سیٹوں اور گدوں پر جو گرد وغبار جم جاتا ہے اس پر تیمم جائز ہے، یہ وہم نہیں کرنا چاہئے کہ شاید یہ غبار پاک ہے یا ناپاک۔ ریل میں جہاں مسافر جوتے پہن کر چلتے ہیں وہ مٹی ناپاک ہے اس سے تیمم درست نہیں۔

موزوں پرمسح کرنے کا بیان

موزوں پرمسح کرنا رخصت ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت ہے اگر اس کو جائزہ جان کر عزیمت اختیار کرے تو اولیٰ ہے البتہ اگر مسح نہ کرنے میں اس کی طرف رافضی یا خارجی ہونے کا شک کیا جائے تو مسح کرنا افضل ہے، جو مسح موزہ کو جائز نہیں رکھتا وہ امام صاحب کے نزدیک بدعتی ہے، نیز جس کے پاس صرف اسی قدر پانی ہو کہ موزوں پرمسح کے ساتھ وضو کرسکتا ہے، یا وقت جاتے رہنے کا خوف ہو یا حج میں وقوف عرفات جاتے رہنے کا خوف ہو تو مسح واجب ہونا چاہئے۔

جو چیزیں موزوں پرمسح جائز ہونے میں ضروری ہیں

ا۔ موزہ ایسا ہو کہ اس کو پہن کر سفر کرسکے اور مسلسل تین میل (یعنی بارہ ہزار قدم) چل سکے اور ٹخنے ڈھک جائیں، ٹخنوں سے اوپر ڈھکنا شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایسا موزہ پہنا کہ جس میں ساق نہیں تو اگر ٹخنے چھپ جاتے ہیں تو اس پرمسح جائز ہے، (موزے میں چار وصف ہوں: ا۔ ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں، ۲۔ ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چل سکیں، ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے، یعنی آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ دکھائی نہ دے، ۴۔ پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔) اور مجلد اور منعل جراب پرمسح بالاتفاق جائز ہے اور مجلد جراب وہ ہے کہ جس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہو اور منعل وہ ہے کہ جس کے فقط تلے میں مردانہ جوتے کی شکل پر چمڑا ہو، جیسے پاؤں کے لئے اہل غرب کی جوتی، اور جراب ثخین (یعنی گاڑھی) پرمسح جائز ہے اور یہ وہ ہے کہ مجلد اور منعل نہ ہو صرف سوت یا بالوں وغیرہ کی بنی ہوئی ہو لیکن پنڈلی پر بغیر باندھے تھمی رہے اور مسلسل تین میل چل سکے اور جو اس کے نیچے ہو وہ نظر نہ آتا ہو اور پانی اس میں سے نہ چھنے اسی پر فتویٰ ہے، اگر ٹخنوں تک کی ثخین جراب پہنی اور اس میں سے اس کے ٹخنے یا قدم فقط ایک یا دو انگشت کی مقدار نظر آتے ہیں تو اس پرمسح جائز ہے اور وہ بمنزلہ اس موزہ کے ہے جس پر ساق نہ ہو، اگر جرموق پہنے پس اگر تنہا پہنے اور ٹاٹ کے یا مثل اس کے اور کسی چیز کے بُنے ہوئے ہوں تو ان پرمسح جائز نہیں اور اگر ادھوڑی وغیرہ چمڑے یا مثل اس کے ہوں تو جائز ہے، اگر ان کو موزوں کے اوپر پہنے تو اگر وہ ٹاٹ کے یا مثل اس کے اور کسی چیز کے ہوں تو ان پرمسح جائز نہیں لیکن اگر ایسے پتلے ہوں کہ ان کے نیچے تری پہنچتی ہو تو جائز ہے اگر وہ ادھوڑی وغیرہ چمڑے یا مثل اس

کے ہوں تو اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ان کو حدث کے بعد موزوں پر مسح کرنے سے پہلے یا موزوں پر مسح کرنے کے بعد پہنا ہے تو ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ جرموق کو اس نے طہارت کی حالت پر نہیں پہنا بلکہ موزوں پر مسح کرنا لازمی ہوگا کیوں کہ ان کو طہارت پر پہنا ہے اور اگر حدث سے پہلے پہنا تو ان پر مسح جائز ہے اور جُرمُوق بضم میم ہے جو موزوں کے اوپر کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے پہنتے ہیں اگر جرموق چوڑا ہے اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر موزہ پر مسح کرلیا تو جائز نہیں جبکہ اوپر والے میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں اس لئے کہ حدث کا محل جرموق خارج ہے نہ کہ خف (موزہ) داخل، اور اگر دونوں پاؤں میں موزے پہنے اور ایک موزے پر جرموق بھی پہنا تو جائز ہے کہ اس موزے پر مسح کرے جس پر جرموق نہیں ہے اور دوسرے کے جرموق پر مسح کرے، اور موزے پر موزہ پہنے تو مثل جرموق کے ہے اور اگر دوتہے موزے پہنے تو بھی ان پر مسح جائز ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ ان موزوں پر جو ترکی نمدوں سے بنتے ہیں مسح جائز ہے کیونکہ ان کو پہن کر سفر طے ہوسکتا ہے۔ جاروق (ترکی جوتا) میں اگر پاؤں چھپ جائیں اور ٹخنہ یا پاؤں کی پیٹھ صرف ایک یا دو انگشت نظر آتی ہو تو مسح جائز ہے، جو جاروق قدم کی پشت سے کھلا ہوا ہو اور اسے تسمہ سے اس طرح باندھ دیا جائے کہ وہ قدم ڈھک لے تو اس پر مسح جائز ہے۔ (یعنی تین انگشت یا اس سے زیادہ کھلا ہوا ہو لیکن اس کو تسمہ یا بٹن یا گھنڈی سے بند کرلیا ہو تو اس پر مسح جائز ہے جیسا کہ ہمارے ملک میں موزے پشت قدم سے کھلے ہوتے ہیں اور ان کو تسمے یا بٹن سے بند کرلیتے ہیں اور اگر اس کو چمڑے یا بانات وغیرہ اور سخت کپڑے سے جس میں پانی سرایت نہ کرے جاروق یا موزے کے ساتھ کسی چیز سے بند کرلے تب بھی اس پر مسح جائز ہے اور اگر اس چمڑے وغیرہ کو جاروق کے ساتھ لئے بغیر ویسے ہی کسی چیز سے باندھ کر اس کھلے حصہ کو بند کرلے تو اس پر مسح جائز ہے۔) اگر لوہے یا لکڑی یا شیشے یا ہاتھی دانت کے موزے بنائے تو ان پر مسح جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس کو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل پھر نہیں سکتا۔ مروجہ سوتی یا اونی یا ریشمی موزوں پر مسح جائز نہیں کیونکہ ان میں وہ چاروں صفات نہیں پائی جاتیں جو موزے کے لئے ضروری ہیں جن کا بیان ہو چکا ہے۔ انگریزی فل بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے جبکہ ٹخنے اس سے چھپے ہوں اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پاؤں کی اس قدر کھال نظر نہ آئے جو مسح کو مانع ہو، البتہ چونکہ یہ جوتے کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس میں نماز پڑھنا بے ادبی ہے اور نجس ہونے کا بھی احتمال رہتا ہے اس لئے بلاضرورت اس سے نماز نہیں پڑھنی چاہئے، موزوں کے نیچے کپڑے وغیرہ کی جراب پہن لینا موزوں پر مسح کے جواز کو مانع نہیں، یہی صحیح ہے۔

۲۔ مسح میں دو فرض ہیں: ۱۔ موزوں کے اوپر کی جانب سے مسح کرے، ۲۔ مسح دونوں پاؤں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کی برابر کرے یہی اصح ہے۔ ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح فرض ہے اور یہ دونوں فرض عملی ہیں۔ موزے کے نیچے کی جانب یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے اطراف میں یا ٹخنے پر مسح جائز نہیں۔ اگر ایک پاؤں پر بقدر دو انگشت مسح کرے اور دوسرے پر بقدر چار یا پانچ انگشت کے تو جائز نہیں، اگر موزہ پاؤں سے بڑا ہو تو موزہ پر ایسی جگہ مسح کرنے کا اعتبار نہیں جو پاؤں سے خالی ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوگا اور اگر اس جگہ میں پاؤں لے جاکر مسح کرلے تو جائز ہے اور اس کے بعد اس کا پاؤں اس جگہ سے جدا ہو جائے تو دوبارہ مسح کرے۔ اگر کسی شخص کے ایک پاؤں پر زخم ہو اور وہ نہ اس کے دھونے پر قادر ہو نہ اس کے مسح پر تو اس کو مسح معاف ہے اور صرف دوسرے پاؤں کے موزہ پر مسح کرکے نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح اگر پاؤں ٹخنے کے اوپر سے کٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ٹخنے کے نیچے سے کٹا اور مسح کرنے کی جگہ بقدر تین انگشت کے باقی ہے، تو دونوں پاؤں کے موزوں پر مسح کرے گا اور اگر بقدرِ فرض باقی نہیں تو دونوں پاؤں کو دھوئے کیوں کہ مسح کا محل باقی نہیں مگر غسل کا محل باقی ہے، اگر کسی شخص کا ایک ہی پاؤں پیدائشی ہے تو اسی ایک کے موزے کو مسح کرے۔

۳۔مسح تین انگشت سے کرے یہی صحیح ہے، اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ تین الگ الگ جگہ مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے تو جائز نہیں۔اسی طرح اگر ایک انگلی کو ایک بار تر کر کے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں، اگر انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے مسح کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے اس لئے کہ ان کے درمیان میں ایک انگلی کی جگہ ہے۔اگر مسح اس طرح پر کرے کہ تین انگلیاں رکھ دے کھینچے نہیں تو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے، اگر انگلیوں کے سرے سے موزوں پر مسح کرے اور انگلیوں کی جڑوں کو موزے سے جدا رکھے یعنی انگلیوں کو کھڑا رکھے تو اگر پانی ٹپکتا ہوا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار تر ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔اگر مسح کرنا بھول گیا اور مسح کرنے کی جگہ پر پانی یا مینہ بقدر تین انگشت کے پڑا یا ایسی گھاس پر چلا جو مینہ (بارش) کے پانی میں بھیگی ہوئی ہو تو کافی ہے اور اوس (شبنم) بھی بارش کے حکم میں ہے۔یہی اصح ہے۔دھونے کی جو تری باقی ہو اس سے مسح جائز ہے پانی ٹپکتا ہو یا نہ ٹپکتا ہو برابر ہے۔مسح کے بعد جو تری ہاتھ پر باقی ہو اس سے مسح جائز نہیں۔

مسح کا مسنون طریقہ

مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے بھگو کر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزے کے اگلے حصے پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصے پر رکھے انگلیاں پوری پوری رکھے صرف سرے نہ رکھے اور انگلیوں کو کھولے ہوئے پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچے اگر پنڈلیوں کی طرف سے انگلیوں کی طرف کو کھینچے یا دونوں موزوں پر عرض میں مسح کرے تو مسح ہو جاتا ہے مگر خلافِ مسنون (مکروہ و بدعت) ہے اور اگر ہتھیلی کو رکھ کر یا صرف انگلیوں کو رکھ کر کھینچے تو یہ دونوں صورتیں حسن ہیں اور احسن یہ ہے کہ سارے ہاتھ سے مسح کرے۔اگر ہتھیلی یا انگلیوں کی پیٹھ کی جانب سے مسح کرے تو جائز مگر مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہاتھ کے اندر کی جانب سے مسح کرے مسح میں خطوط کا ظاہر ہونا شرط نہیں البتہ سنت ہے، اسی پر فتویٰ ہے، مسح کئی بار کرنا سنت نہیں، موزوں پر مسح کرنے کے واسطے نیت شرط نہیں ہے، یہی صحیح ہے، اگر کسی نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور سکھانے کی نیت کی طہارت کی نہ کی تو صحیح ہے، غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں خواہ غسل فرض ہو یا سنت، مثلاً پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور پیروں کے علاوہ باقی جسم کو دھولے اس کے بعد پیروں پر مسح کرے تو یہ درست نہیں۔

۴۔جوازِ مسح کے لئے ضروری ہے کہ موزہ پہننے کے بعد جو حدث کا اثر ہو وہ پوری طہارت پر ہو جو موزہ پہننے سے پہلے یا اس کے بعد کامل ہو چکی ہو (یعنی جوازِ مسح کے لئے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضروری نہیں بلکہ حدث کے وقت طہارت کا کامل ہونا ضروری ہے) پس اگر پہلے دونوں پاؤں دھوئے پھر دونوں موزے پہنے یا ایک پاؤں دھو کر اس پر موزہ پہن لیا پھر دوسرا پاؤں دھو کر اس پر موزہ پہنا پھر حدث سے پہلے وضو پورا ہو گیا تو بعد حدث اس پر مسح جائز ہے اور اگر دونوں پاؤں دھو کر دونوں موزے پہن لئے پھر وضو پورا ہونے سے پہلے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں اگر حالتِ حدث میں موزے پہنے اور پانی میں گھس گیا اور موزوں کے اندر پانی داخل ہو گیا اور دونوں پاؤں دھل گئے پھر اور اعضا کا بھی وضو کر لیا پھر حدث ہوا تو اس پر مسح جائز ہے، گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور تیمّم کیا اور اس پر موزے پہنے پھر حدث ہوا اور پھر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور تیمّم کیا تو موزوں پر مسح کرلے اور گدھے کے جھوٹے کی بجائے نبیذ تمر ہو اور باقی مسئلہ اسی حالت پر ہو تو موزہ پر مسح نہ کرے، اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور موزے پہنے اور تیمّم نہ کیا یہاں تک کہ حدث ہو گیا تو وہ گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرے اور موزوں پر مسح کرے پھر تیمّم کرے اور نماز پڑھ لے اور جب مطلق پانی میسر آجائے تو وہ وضو اور مسح

دونوں فاسد ہو جائیں گے۔ جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہو اس کو موزے پر مسح جائز نہیں خواہ وہ تیمم غسل کا ہو یا وضو کا یا دونوں کا۔ جس کو موزے پہننے کے بعد یا قبل جنابت ہوگئی اس کو موزوں پر مسح جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ جنابت کے واسطے مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرے اور حدث کے واسطے وضو کرے اور دونوں پاؤں دھوئے پھر موزے پہنے پھر مدتِ مسح تک جب وہ وضو کرے اس کو مسح جائز ہوگا پھر اگر پانی کے ملنے سے اس کی جنابت لوٹ آئے تو یہ حکم ہوگا کہ گویا اب جنبی ہوا ہے۔ جنبی نے غسل کیا اور اس کے جسم پر کچھ حصہ خشک رہ گیا پھر اس نے موزے پہنے پھر اس حصے کو دھویا پھر حدث ہوا تو مسح کرنا جائز ہے اور اگر اس کے دھونے سے قبل حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔ اسی طرح اگر اعضائے وضو میں سے کوئی مقام خشک رہ گیا پھر اس کے دھونے سے قبل حدث ہوا تو مسح جائز نہیں اور بعد دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز ہے اس لئے کہ حدث کا اثر طہارتِ کامل پر ہوا ہے۔

۵۔ مدتِ مسح میں مسح ہو، مقیم کے لئے مدت ایک دن رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور ان کی راتیں ہیں خواہ وہ سفر طاعت ہو (یعنی نیک مقصد کے لئے ہو) یا سفر معصیت (یعنی گناہ کے لئے) اس حکم میں برابر ہے، موزہ پہننے کے بعد جب حدث ہوا اس وقت سے مدت کی ابتدا ہوگی، موزہ پہننے یا وضو کرنے کے وقت سے نہیں، حتیٰ کہ کسی نے فجر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے پھر عصر کے وقت اس کو حدث ہوا پھر اس نے وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو مقیم کے لئے دوسرے دن کی عصر کے وقت کی اسی ساعت تک اس کے لئے مسح کی مدت باقی رہے گی جس ساعت میں اول روز حدث ہوا تھا اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز کی اسی ساعت تک مسح کی مدت باقی رہے گی، پس مقیم کبھی چھ نماز میں مسح کرتا ہے مثلاً ظہر کی تاخیر باوضو موزہ پہنے ہوئے آخر وقت تک کی پھر وضو ٹوٹا اور مسح کر کے آخر وقت میں ظہر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن اول وقت میں پڑھی اور کبھی مسح کے ساتھ صرف چار نماز پر قادر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے وضو کیا اور صبح صادق ہونے سے پہلے موزہ پہنا پھر طلوع فجر کے بعد نماز پڑھی اور جب التحیات پڑھ چکا تو وضو ٹوٹ گیا اس شخص کو اگلی فجر کی نماز مسح کے ساتھ پڑھنا ممکن نہیں اس لئے کہ حدث اس کے آخر نماز میں واقع ہوا پس یہ شخص ظہر، عصر، مغرب اور عشا چار نمازوں کے لئے مسح کرے گا۔ مقیم نے مدت مسح میں (یعنی آٹھ پہر کے اندر) سفر کیا تو سفر کی مدت پوری کرے یعنی تین دن رات تک مسح کرتا رہے اور اگر اقامت کا مسح پورا ہو چکا یعنی مسح کو آٹھ پہر گزر چکے پھر سفر کیا تو موزہ نکال کر دونوں پیر دھولے، مدت مسح اقامت (یعنی آٹھ پہر) پوری ہونے کے بعد مسافر نے اقامت کی یا گھر واپس آ گیا تو وہ اپنے موزے نکالے اور پاؤں دھوئے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی اور اگر مدت مسح اقامت کے پورا ہونے سے پہلے نیت اقامت کرے یا گھر واپس آ جائے تو مدت اقامت (یعنی آٹھ پہر) مسح کے ساتھ پورا کرے۔ معذور نے اگر وضو کیا اور موزے پہنے اس حالت میں کہ اس کا عذر اس وقت موجود نہ تھا تو اس کو تندرستوں کی مانند مدت معلومہ تک مسح جائز ہے اور اگر وضو کرتے وقت یا ایک موزہ پہنتے وقت عذر موجود تھا یا پیدا ہوا تو مسح وقت میں جائز ہے خارج وقت میں جائز نہیں (کیوں کہ جس طرح معذور کو ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کا وقت جاتے رہنے سے اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے) مثلاً کسی نے عذر کے موجود ہونے سے قبل ظہر کا وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت موجود ہے مسح جائز ہے ظہر کے وقت کے بعد عصر کے وقت مسح جائز نہیں مگر دوبارہ کامل وضو کرنے کے بعد۔

۶۔ موزہ بہت پھٹا ہوا نہ ہو، بہت پھٹا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں یہی صحیح ہے اور شرط یہ ہے کہ بقدر پوری تین انگلیوں کے ظاہر ہو جائے برابر ہے کہ سوراخ موزے کے نیچے ہو یا اوپر یا ایڑی کی طرف اور اگر سوراخ موزے کی پنڈلی میں (ٹخنے سے اوپر) ہے تو مسح کا مانع نہیں کیوں کہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے، اور چھوٹی انگلیوں کا وہاں اعتبار ہے جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی جگہ کھل

جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ وہی تین انگلیاں کھلیں خواہ کوئی سی ہوں حتیٰ کہ اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی انگلی کھل گئی حالانکہ یہ دونوں مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں تو بھی مسح جائز ہے اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو مسح جائز نہیں اور جس شخص کی انگلیاں کٹ گئی ہوں اس کے موزے کے سوراخ کا اعتبار دوسرے شخص کی انگلیوں سے کیا جائے گا۔ایک موزے کے سوراخ جمع کئے جائیں گے دونوں کے جمع نہ کئے جائیں گے حتیٰ کہ اگر ایک موزے میں بقدر ایک انگشت کے شگاف ہو اور دوسرے میں بقدر دوانگشت کے تو مسح ان دونوں پر جائز ہوگا اس شرط سے کہ فرض مسح کا نفس موزے پر واقع ہو نہ کہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہوا ہو اور اگر ایک ہی موزے میں سوراخ آگے کی جانب ایک انگشت ہو اور ایڑی پر ایک انگشت ہو اور کسی اور طرف اسی قدر ہو تو مسح جائز نہ ہوگا پھر وہ سوراخ جو جمع کئے جاتے ہیں کم سے کم اس قدر بڑے ہوں کہ جس میں ایک بڑی سوئی (ٹاٹ وغیرہ سینے کا سوا) جا سکے اور جو اس سے بھی چھوٹا ہو وہ معتبر نہ ہوگا اور سیون کے سوراخوں میں شامل ہوگا۔مانع مسح وہ چوڑا سوراخ ہے جس کی وجہ سے اس کے نیچے کا بدن کھل جائے یا ملا ہوا ہو لیکن چلتے وقت کھل جائے اور پاؤں ظاہر ہو جائے لیکن جب اندر کا بدن نہ کھلے تو مانع مسح نہیں اگر چہ بڑا سوراخ ہو۔اگر موزہ اوپر سے کھل جائے اور اس کے اندر چمڑے کا استر ہے یا کپڑے کا استر موزے میں سلا ہوا ہے تو مانع مسح نہیں،اور موزہ اور جراب اور جاروق جو پاؤں کے اوپر کی طرف سے جڑے ہوئے ہوں اور اس میں گھنڈیاں اور سوراخ ہوں جن کے لگانے سے موزہ پاؤں کو ڈھک لے وہ بے چرے موزوں کے حکم میں ہے،اور اگر پشتِ قدم ان سے کچھ ظاہر ہوتی ہو تو وہ موزے کے سوراخوں کے حکم میں ہے،اگر پھٹے ہوئے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اس پر مسح کرے اس لئے کہ اوپر والے کا اعتبار ہے نیچے والے کا نہیں۔موزے پر مسح کے حکم میں مرد وعورت برابر ہیں۔دستانے جو ہاتھوں میں پہنے جاتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں،عمامہ اور ٹوپی اور برقعے اور نقاب (گھونگھٹ) پر بھی مسح جائز نہیں۔

مسح توڑنے والی چیزوں کا بیان

۱۔جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ مسح موزہ کو بھی توڑتی ہیں۔

۲۔دونوں موزوں یا ایک موزے کا پاؤں سے نکالنا یا نکلنا۔

۳۔مدت مسح کا گزرنا،اگر چہ اس نے اس مدت میں مسح نہ کیا ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جب پانی ملتا ہو لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گزرنے سے مسح نہیں ٹوٹے گا بلکہ اسی مسح سے نماز جائز ہوگی یہاں تک کہ اگر مدت گزر گئی اور وہ نماز کے اندر ہے اور پانی نہیں ملتا تو نماز اسی طرح پڑھتا رہے،یہی اصح ہے (اس کی صورت یہ ہے کہ اول وقت وضو کر کے موزے پہنے اور ظہر کے وقت حدث ہوا اس نے وضو کر کے مسح کیا اور دوسرے روز اسی وقت جب پہلے روز اس کو حدث ہوا تھا نماز میں داخل ہوا اور اس کو یاد آیا کہ یہ وقت مسح کے ختم ہو جانے کا ہے لیکن جانتا ہے کہ اس جنگل میں پانی نہیں ہے تو اس اصح قول کی بنا پر نماز پوری کر لے۔اس قول کی بنا پر صحیح یہ ہے کہ نئے سرے سے جبیرہ کی طرح کل یا اکثر پاؤں کا مسح کرے۔مولف) اور بعض مشائخ سے یہ منقول ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور یہی اشبہ ہے (یعنی روایت وفہم کے مناسب ہے کیوں کہ مدت گزر جانے سے حدث نے پاؤں میں سرایت کی اور پانی کا نہ ہونا مانع سرایت کا نہیں،اس لئے ان کے نزدیک تیمم کرے اور نماز پڑھے جس طرح ہر وہ شخص کہ اس کے اعضائے وضو میں کچھ شک باقی رہا اور پانی نہیں ہے جو اس کو دھوئے تو اس کو تیمم کرنا چاہئے،کذا فی الطحطاوی وغیرہ) اگر دونوں موزے نکالے یا ایک موزہ نکالا اور وہ باوضو ہے تو صرف دونوں پاؤں دھونا اس پر واجب ہے

نئے سرے سے سارا وضو کرنے کی ضرورت نہیں اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب مسح کی مدت گزر جائے۔ (اور پورا وضو کر لینا مستحب ہے) جس شخص کو اپنے موزے نکالنے میں یہ خوف ہو کہ اس کے پاؤں سردی کی وجہ سے رہ جائیں گے تو موزہ پٹی کے حکم میں ہو جائے گا پس اس کو مسح جائز ہے اگر چہ مدت دراز ہو جائے لیکن اوپر نیچے اغل بغل اور ایڑیوں پر یعنی پورے یا اکثر موزے کا مسح کرے جیسے ان لکڑیوں پر مسح جائز ہو جاتا ہے جو ٹوٹی ہڈی پر باندھی جاتی ہیں۔ (اس میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں ہے اور تیمم کرنے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔) اکثر پاؤں (یعنی آدھے سے زیادہ) نکل آئے تو پورے پاؤں کے نکل آنے کے حکم میں ہے یہی صحیح ہے۔ اگر موزہ چوڑا ہے جب پاؤں اٹھاتا ہے تو ایڑی موزہ سے نکل جاتی ہے اور جب پاؤں رکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر آجاتی ہے تو اس پر مسح جائز ہے، جس کے پاؤں ٹیڑھے ہو جائیں اور وہ پنجوں کے بل چلتا ہو اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ گئی ہو تو اس کو بھی موزوں پر مسح جائز ہے جب تک اس کا پاؤں پنڈلی کی طرف کو نکل نہ جائے۔ اگر دو تہ کے موزے پہنے اور اوپر مسح کیا پھر ایک تہ اتار لی تو دوسری تہ پر مسح کا اعادہ نہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب موزوں پر بال ہوں ان پر مسح کرے پھر بال اتار ڈالے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب کہ موزے پر مسح کیا پھر اس کے اوپر کا پوست چھیل ڈالا۔ اگر جرموق کے اوپر مسح کیا پھر جرموق اتار ڈالے تو موزوں پر مسح کا اعادہ کرے اگر صرف ایک جرموق نکالا تو اسی موزہ پر مسح کرے جو ظاہر ہو گیا اور دوسری جرموق پر مسح کا اعادہ نہ کرے۔

۴۔ موزے میں پاؤں کا پانی سے بھیگ جانا۔ اگر پوری طہارت کے بعد موزے پہنے اور ان پر مسح کیا پھر اس کے ایک موزہ میں پانی داخل ہوا، اگر ٹخنے تک پانی پہنچا اور سارا پاؤں یا اکثر پاؤں (آدھے سے زیادہ) دھل گیا تو اس پر دوسرے پاؤں کا دھونا بھی واجب ہے۔ اگر وضو کیا اور کسی عضو وضو کو ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے چھتیاں (کھپچیاں) باندھیں یا زخم پر پٹی باندھی اور ان پر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھونے اور موزے پہنے پھر حدث ہوا تو وضو کرے اور ان لکڑیوں (کھپچیوں) پر اور موزوں پر مسح کرے، اور اگر وہ زخم اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے اچھا ہو جائے جس پر موزے پہنے ہیں تو وہ اس زخم کی جگہ کو دھولے اور موزوں پر مسح کرے اور اگر اس طہارت کے ٹوٹنے کے بعد اچھا ہو تو موزوں کو نکالنا چاہئے، اپنے موزے پر اگر کسی دوسرے شخص سے مسح کرائے تب بھی جائز ہے، موزے کا تین انگلی یا اس سے زیادہ پھٹنا اور معذور کے حق میں وقت کا نکل جانا بھی موزے کے مسح کو باطل کر دیتا ہے۔

جبیرہ وعصابہ پر مسح کرنے کا بیان

جبیرہ ان کھپچیوں کو کہتے ہیں جو لکڑی یا نرسل (بانس) وغیرہ سے چیر کر ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں، اور عصابہ کپڑے کی پٹی کو کہتے ہیں جو پھوڑے پھنسی، دنبل اور زخم وغیرہ پر باندھتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جبریہ اور عصابہ پر مسح فرض نہیں بلکہ واجب ہے، صاحبین کے نزدیک ان پر مسح فرض ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام صاحبؒ نے بھی انہی کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے (اور یہ فرض عملی ہے) اور یہ مسح اس وقت کرے جب ان کے نیچے دھونے یا مسح کرنے پر قادر نہ ہو، اس طرح پر کہ پانی پہنچنے سے یا ان کے کھولنے سے ضرر ہوتا ہو، اور مسح ایک ہی دفعہ کافی ہے تکرار ضروری نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اور وہ شخص بھی مسح کرے جس کو کھولنے میں اس وجہ سے ضرر ہو کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ پھر ان کو خود نہیں باندھ سکتا اور نہ اس کے پاس کوئی اور باندھنے والا ہے۔ اگر ٹھنڈے پانی سے دھونا نقصان کرتا ہو اور گرم پانی سے دھونا نقصان نہ کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا لازم ہے اور اس کو مسح جائز نہیں۔ اگر جبیرہ اور عصابہ پر مسح کرنے سے ضرر ہو تو بالاجماع ترک جائز ہے۔ اگر ضرر نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک تب بھی ترک جائز ہے یعنی فرض ادا ہو جائے گا مگر اس کا لوٹانا واجب ہوگا، اور صاحبین کے

نزدیک ترک جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ نے بھی اسی کی طرف رجوع کرلیا ہے۔ اگر جبیرہ و عصابہ زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو اگر اس کو کھولنا اور زخم پر مسح کرنا دونوں نقصان کریں تو جس قدر زخم کے مقابل اور جس قدر صحیح بدن کے مقابل ہے سب پر مسح کرے اور اگر مسح نقصان کرے اور کھولنا نقصان نہ کرے تو کھولنا واجب ہے، پس کھول کر اس قدر پٹی پر مسح کرے جو زخم کے اوپر ہے اور اس کے آس پاس دھولے اور اگر کھولنا اور مسح دونوں نقصان نہ کریں تو زخم پر مسح کرے اور اس کے آس پاس دھولے۔ زخم ہو یا داغ ہو یا ہڈی ٹوٹ گئی ہو سب کا حکم ایک ہے، اگر اکثر جبیرہ پر (آدھے سے زیادہ) مسح کرلیا تو کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ آدھے جبیرہ یا اس سے کم پر بالا جماع مسح جائز نہیں۔ اگر فصد کھلوانے والے نے پٹی پر مسح کیا پھاہے پر مسح نہ کیا تو کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ پٹی کی دونوں گرہوں کے درمیان میں جو ہاتھ یا کہنی یا بدن کی کوئی اور جگہ کھلی رہ جاتی ہے اس پر بھی مسح کرنا کافی ہے، یہی اصح ہے کیونکہ اس کے دھونے میں پٹی تر ہو کر زخم کو نقصان پہنچنے کا خوف ہے اور اس پر فتویٰ ہے، اگر زخم اچھا نہیں ہوا اور بغیر اس کے جبیرہ گر پڑے تو دھونا لازم نہیں اور مسح بھی باطل نہیں ہوگا، اور اگر اچھا ہونے کے بعد گرے یا زخم اچھا ہو جائے اور ابھی پٹی نہ گرے تو مسح باطل ہوگا اور خاص اس جگہ کا دھونا واجب ہوگا (اور یہ جب ہے کہ پٹی کا کھولنا ضرر نہ کرے پس اگر ضرر کرے مثلاً زخم اچھا ہو گیا اور پانی اس کو ضرر نہیں کرے گا لیکن پٹی اس طرح چپکی ہے کہ گوشت سے جدا کرنے میں تازگیٔ زخم کا احتمال ہے تو اس صورت میں مسح باطل نہ ہوگا) اور اگر نماز میں گرا، یا مقام اچھا ہو گیا تو اسی جگہ کو دھو کر نماز کو نئے سرے سے پڑھے، وضو کیا اور دوا لگی ہوئی تھی اس کے اوپر پانی بہا لیا پھر اس جگہ کے اچھا ہو جانے کے بعد دوا گر گئی تو دھونا لازم ہوگا اور اگر بغیر اچھا ہوئے گر گئی تو دھونا لازم نہ ہوگا، اگر ناخن ٹوٹ جائے اور اس پر دوا لگائی جائے اور اس کا چھڑانا نقصان کرتا ہو، اگر ہو سکے تو اس کے اوپر پانی بہائے اگر اس پر قادر نہ ہو تو اس کے اوپر مسح کرے اور اگر مسح بھی نقصان کرتا ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی عذر کی وجہ سے دونوں ساقط ہو گئے۔ اعضا پھٹے ہوئے ہوں (یعنی بوائیاں پھٹی ہوں) اگر ہو سکے تو ان کے شگافوں پر پانی بہا دے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان پر مسح کرے اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو ان کو چھوڑ دے اور ان کے آس پاس دھولے یہی حکم اس وقت ہے جبکہ پانی لگنے سے خون جاری ہو جائے۔ زخم کی پٹی پر مسح کیا پھر وہ گر گئی اور دوسری تبدیل کی تو بہتر یہ ہے کہ وہ بارہ مسح کرے اور اگر دوبارہ مسح نہ کرے تب بھی جائز ہے، اسی طرح اگر اوپر کی پٹی دور ہو جائے تو نیچے کی پٹی پر مسح کا اعادہ واجب نہیں مستحب ہے۔ کسی شخص کی انگلی میں زخم ہے اور اس پر مرہم لگائے یا بکری کا پتہ لگائے اور زخم سے زیادہ جگہ پر لگ جائے پھر وضو کرنے میں اس پر مسح کرے تو ساری جگہ پر مسح کرے تو جائز ہے اور فصد کھلوانے والے کے حق میں بھی یہی حکم ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ کسی شخص کی بانہوں پر زخم ہے اور پٹی بندھی ہوئی ہے اور اس کو مسح کی نیت سے پانی کے برتن میں ڈبویا تو مسح جائز نہیں اور پانی فاسد ہو جائے گا لیکن اگر ہاتھ کی انگلیوں یا ہتھیلیوں پر پٹی بندھی ہو تو وہ دھل جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا جبکہ اوپر نجاست نہ ہو اگرچہ اس نے مسح کا ارادہ کیا تھا، جبیرہ اور عصابہ پر مسح کرنا اس کے نیچے کے بدن کے دھونے کے حکم میں ہے، مسح موزہ کی طرح خلیفہ اور بدلہ نہیں ہے اور جبیرہ اور عصابہ کا مسح موزے کے مسح سے اکیس احکام میں مخالف ہے:

۱۔ بدل وخلیفہ نہیں، مسح موزہ بدل اور خلیفہ دھونے کا ہے، ۲۔ جبیرہ اور عصابہ کے لئے مدت مقرر نہیں، ۳۔ اگر پہلے جبیرہ و عصابہ کو بدل ڈالے تو دوسرے پر مسح کا لوٹانا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، ۴۔ اگر اوپر نیچے دو جبیرہ باندھے ہوئے ہو اور ایک کو کھول ڈالے تو دوسرے پر مسح لوٹانا مستحب ہے واجب نہیں، ۵۔ اگر ایک پاؤں میں جبیرہ باندھا ہو تو دوسرے پاؤں کو دھولے بخلاف موزہ کے کہ ایک پاؤں میں موزہ پہنے اور مسح کرے اور دوسرے کو دھوئے تو جائز نہیں، ایک پاؤں کے جبیرہ کا مسح دوسرے پاؤں کے جبیرہ کے موزہ کے مسح کے ساتھ یا دوسرے تندرست پاؤں کے موزہ کے مسح کے ساتھ جمع نہیں کیا جاتا، مثلاً ایک شخص کے ایک پاؤں میں زخم ہے اور اس پر جبیرہ یا پٹی بندھی ہے

پھر اس نے وضو کیا اور جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے پاؤں کو دھویا اور اس میں موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا تو صحیح یہ ہے کہ موزہ پر مسح جائز نہیں اور اگر جبیرہ پر مسح کر کے دونوں پاؤں میں موزے پہنے پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا تو دونوں موزوں پر مسح جائز ہے، ۶۔ کسی شخص کے ایک پاؤں میں پھوڑا ہو اور اس نے دونوں پاؤں دھو کر دونوں میں موزے پہنے پھر اس کو حدث ہوا اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور اسی طرح بہت سی نمازیں پڑھیں پھر موزوں کو نکالا تو یہ معلوم ہوا کہ پھوڑا پھوٹ گیا اور اس سے خون بہا مگر یہ نہیں معلوم کہ کب پھوٹا تو اگر زخم کا سرا خشک ہو گیا ہو اور اس شخص نے موزہ مثلاً طلوع فجر کے وقت پہنا تھا اور عشا کے بعد نکالا تو فجر کا اعادہ نہ کرے باقی نمازوں کا اعادہ کرے، اور اگر زخم کا سرا خون میں تر ہو تو کسی نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر کسی نے زخم کو باندھا اور وہ بندھن تر ہو گیا اور وہ تری باہر تک آگئی تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں ٹوٹا اور اگر وہ بندھن دوہرا تھا ایک تہ میں سے تری باہر آگئی اور دوسری میں سے نہ آئی تو بھی وضو ٹوٹ جائے گا کیوں کہ وہ خون جاری ہو گیا ہے اس لئے مفسد وضو ہے، ۷۔ جبیرہ کا طہارت کی حالت پر باندھنا شرط نہیں، پس اگر جبیرہ بغیر وضو اور بغیر اس جگہ کے دھونے کے باندھی گئی ہو تو بھی اس پر مسح جائز ہے، ۸۔ اگر جبیرہ پر مسح ضرر کرے تو ترک کرنا جائز ہے (اور ضرر نہ کرے تو ترک جائز نہیں) ضرر سے مراد اعتبار کے لائق ہے مطلق ضرر نہیں، ۹۔ جبیرہ کا مسح عضو کے نہ دھو سکنے کے عذر پر جائز ہے بلا عذر جائز نہیں، ۱۰۔ مسح جبیرہ وعصابہ و پھاہا و داغ و فصد کی پٹی وغیرہ میں حدث اور جنابت برابر ہے یعنی غسل میں بھی جبیرہ پر مسح جائز ہے، ۱۱۔ اگر جبیرہ زخم اچھا ہو جانے پر گر جائے تو مسح باطل ہو جائے گا ورنہ نہیں، موزے میں تین انگلیوں کی مقدار نکلنا مسح کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے، ۱۲۔ جبیرہ کے مسح میں نیت بالاتفاق شرط نہیں، موزہ کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے، ۱۳۔ زخم اچھا ہونے پر جبیرہ گر پڑے تو فقط اسی جگہ دھونا لازم آتا ہے اور ایک موزہ کے تین انگلی سے زائد نکلنے پر دونوں پاؤں کا دھونا ضروری ہوتا ہے، ۱۴۔ اگر جبیرہ میں مسح کرنے کے بعد کسی طرح پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہ ہو گا موزہ کا باطل ہو جائے گا، ۱۵۔ ٹوٹے ہوئے عضو پر جبیرہ باندھ کر مسح جائز ہے اگرچہ عضو تین انگل سے کم باقی رہا ہو مسح موزہ میں تین انگل کی مقدار کا باقی رہنا شرط ہے، ۱۶۔ بعض روایات میں جبیرہ وعصابہ کے مسح کا ترک کرنا جائز ہے، ۱۷۔ جبیرہ وعصابہ کے لئے پاؤں میں ہونا شرط نہیں، ۱۸۔ اکثر حصہ جبیرہ کا مسح شرط ہے موزہ میں تین انگل کی مقدار شرط ہے، ۱۹۔ جب عضو ماؤف کو مسح نہ کر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے مثلاً پانی ضرر کرتا ہو، یا بندھی ہوئی پٹی کا کھولنا ضرر کرتا ہو پس اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو جبیرہ پر مسح صحیح نہیں، ۲۰۔ مسح جبیرہ وعصابہ فرض عملی ہے اور مسح موزہ رخصت و جائز ہے، ۲۱۔ مسح جبیرہ کی مدت متعین نہیں کیوں کہ وہ دھونے کی مثل ہے اور جب تک وہ زخم وغیرہ اچھا نہ ہو مسح کرے گا اور تندرستوں کی امامت کرے گا بخلاف صاحب عذر کے اور مسح موزہ کے لئے مدت متعین ہے۔

حیض ونفاس اور استحاضہ کا بیان

عورت کی فرج سے جو خون نکلتا ہے وہ تین قسم کا ہوتا ہے: ۱۔حیض، ۲۔نفاس، ۳۔استحاضہ

حیض کا بیان

حیض وہ خون ہے جو رحم سے بغیر ولادت یا بیماری کے ہر مہینے فرج کے راستے سے نکلتا ہے، اگر پاخانے کے مقام سے نکلے تو حیض نہیں اور جب وہ یعنی پاخانے کے مقام سے نکلنے والا خون بند ہو جائے تو غسل مستحب ہوگا، زمانۂ حیض کے علاوہ اور دنوں میں کوئی ایسی دوا استعمال کی جس سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں، مثلاً کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آتا ہو اس کو حیض کے پندرہ دن بعد دوا کے استعمال سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں ہے، پندرہ دن کے بعد کی قید اس لئے ہے کہ پندرہ دن کے اندر تو بغیر دوا کے بھی آجائے تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

شرائطِ حیض

حیض کا خون چند باتوں پر موقوف ہے:

۱۔ وقت، اور وہ نو سال کی عمر سے ایاس (ناامیدی) کی عمر تک ہے نو برس سے پہلے جو خون نکلے وہ حیض نہیں ہے، ایاس کا وقت پچپن برس کی عمر کے بعد ہوتا ہے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور بعض کے نزدیک پچاس برس کی عمر معتمد و مختار ہے اور اس پر فتویٰ ہے، پھر اس کے بعد جو خون آئے گا وہ ظاہر مذہب میں حیض نہیں ہوگا اور مختار یہ ہے کہ اگر خون قوی ہوگا یعنی زیادہ سرخ و سیاہ ہوگا تو حیض ہوگا اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ کا خون آتا ہو تو پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض کے سمجھے جائیں گے اگر عادت کے خلاف ایسا ہو تو استحاضہ ہے۔

۲۔ خون کا فرج خارج تک نکلنا اگرچہ گدی کے گر جانے سے ہو پس جب تک کچھ گدی یا روئی خون اور فرج خارج کے درمیان میں حائل ہے تو حیض نہ ہوگا، ایک عورت حیض سے پاک تھی اور اس نے گدی پر خون کا اثر دیکھا تو جس وقت سے گدی اٹھائی اور خون کا اثر نہ پایا تو اسی وقت سے خون بند ہونے کا حکم ہوگا جس وقت سے گدی رکھی تھی، پس اگر کوئی عورت سو کر اٹھنے کے بعد حیض دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے ہوگا جب سے بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر حائضہ عورت سو کر اٹھنے کے بعد اپنے کو طاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے طاہر سمجھی جائے گی، اور جبکہ عشا پڑھے بغیر سو گئی وہ عشا کی نماز ان دونوں صورتوں میں غسل کر کے پڑھے۔ حیض کے خون میں سیلان (بہنا) شرط نہیں۔

۳۔ حیض کا خون ان چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہو، سیاہ، سرخ، زرد، تیرہ (سرخی مائل سیاہ یعنی گدلا)، سبز، خاکستری

(مٹیالا) پس جبکہ تک بالکل سفید نہ ہو جائے وہ حیض ہے اور گدی کے اوپر کے رنگ کا اعتبار اسی وقت ہے جب اس کو اٹھائیں اور وہ تر ہو، اس وقت کا اعتبار نہیں جب وہ خشک ہو، اگر ایسا ہو کہ جب تک کپڑا تر ہے تب تک خالص سفیدی ہو اور جب وہ خشک ہو جائے تو زرد ہو جائے تو وہ سپیدی کے حکم میں ہے (جو انقطاع حیض کی علامت ہے) اور اگر سرخی یا زردی دیکھی اور خشک ہونے کے بعد وہ سفید ہوگئی تو جس حالت میں دیکھا تھا اس حالت کا اعتبار کیا جائے گا اور تغیر کے بعد جو حالت ہوئی اس کا اعتبار نہیں۔

۴۔ مدت حیض، حیض کی کم سے کم مدت ظاہر روایت میں تین دن اور تین راتیں ہیں خواہ انہی دنوں کی راتیں ہوں یا نہ ہوں اور تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے پس اگر کسی عورت نے دن کے اول حصے میں خون دیکھا تو ہر دن اور اس کے بعد والی رات کو ملا کر تین دن پورے کرے اس ساعت تک جس سے شروع ہوا تھا یعنی شروع ہونے کے وقت سے بہتر گھنٹے پورے ہو جائیں، اور اکثر مدت دس ن اور دس راتیں ہیں خواہ انھیں دنوں کی ہوں یا نہ ہوں۔

۵۔ رحم حمل سے خالی ہو

۶۔ طہر کی کامل مدت اس سے پہلے ہو چکی ہو، اگر دو خونوں کے درمیان طہر آ جائے اور سب خونِ حیض کی مدت کے اندر ہوں تو حیض ہوگا اس لئے کہ اس کے اول و آخر کا اعتبار ہے اور درمیان کی خشکی کا اعتبار نہیں، اور اگر ایک خون حیض کی مدت سے باہر ہو جائے مثلاً ایک روز خون آیا اور نو دن تک طہر رہا اور پھر ایک روز خون آیا تو حیض نہ ہوگا اس لئے کہ آخر کا خون مدتِ حیض کے اندر نہیں اور اس روایت کے بموجب حیض کی ابتدا اور انتہا طہر سے نہیں ہوئی اور یہ روایت امام محمدؒ کی ہے امام ابوحنیفہؒ سے، اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر دو خونوں کے درمیان میں طہر آ جائے تو اگر وہ پندرہ روز سے کم ہے تو ان کو جدا نہیں کرے گا اور اکثر متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ اس میں فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے والے دونوں پر آسانی ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے پس اگر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ طہر اور خون سب حیض ہوں گے برابر ہے کہ اس عورت کو پہلی بار ہی حیض آیا ہو یا عادت مقرر ہو اور اگر دس دن سے زیادہ ہو تو اگر عورت کو اول بار ہی حیض آیا ہے تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور اگر اس کی عادت مقرر ہو تو حیض کی جو مدت معلوم ہے وہ حیض سمجھی جائے گیا اور طہر کی جو مدت معلوم ہے وہ طہر سمجھی جائے گی اور ابتدا حیض کی طہر سے جائز ہے اگر اس سے پہلے خون ہو اور اس کا ختم ہونا بھی طہر پر جائز ہے اگر اس کے بعد خون بند ہو، اگر پندرہ روز یا اس سے زیادہ کا طہر ہو تو ان دونوں خونوں کو جدا کرنے والا سمجھا جائے گا، پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو یا صرف ایک کو حیض سمجھیں گے جس طرح ممکن ہوگا طہر (دو حیض کے درمیان پاک رہنے) کی کم سے کم مدت پندرہ روز اور ران کی راتیں ہیں اور اکثر کی کچھ انتہا نہیں جتنے مہینے تک خون نہ آئے پاک ہے اگر چہ تمام عمر نہ آئے (تمام عمر خون نہ آنے کی تین صورتیں ہیں:
۱۔ عورت عمر کے لحاظ سے بالغہ ہو جائے اور تمام عمر اس کو خون نہ آئے تو وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھتی رہے اس کو ہمیشہ شوہر سے قربت کی اجازت ہے اور اس کی عدت مہینوں سے پوری ہوگی، ۲۔ بلوغ کے نزدیک یا اس کے بعد تین دن سے کم خون دیکھے پھر ہمیشہ کو منقطع ہو جائے، اس کا حکم بھی پہلی صورت کا سا ہے، ۳۔ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہے یعنی تین دن سے زیادہ، پھر دائمی بند ہو جائے، اس کا حکم بھی پہلی صورت کی مانند ہے، مگر یہ کہ اس کی عدت حیض سے پوری ہوگی جبکہ سن ایاس سے پہلے حیض جاری ہو اور اگر جاری نہ ہو تو اس کی عدت ابتدائے سن ایاس والے مہینوں سے پوری ہوگی، از شامی۔ مؤلف) لیکن اگر عادت مقرر کرنے کی ضرورت ہو، مثلاً کوئی عورت ایسی حالت میں بالغ ہوئی کہ اس کو ہمیشہ خون آتا ہے تو ہر مہینے کے دس دن حیض سمجھے جائیں گے اور باقی بیس دن استحاضہ ہے، اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا، کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کتنے دن

خون آیا تھا تو اس قسم کے مسئلے بہت دقیق ہیں جن کو سمجھنا مشکل ہے اور ایسا اتفاق بھی بہت کم پڑتا ہے اس لئے اس کے مسئلے یہاں درج نہیں کئے گئے جب کبھی ضرورت پڑے تو کسی جید عالم سے پوچھ لینا چاہئے ۔ غیر مستند مولوی سے ہرگز نہ پوچھیں ۔

نفاس کا بیان

نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے نکلے، اگر بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا اور امام محمدؒ سے بھی یہی روایت ہے، یہی صحیح ہے لیکن بچے کے ساتھ نجاست نکلنے کی وجہ سے اس پر (احتیاطاً) وضو واجب ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا اس لئے کہ ولادت تھوڑے خون سے خالی نہیں ہوتی، اکثر مشائخ کا یہی مذہب ہے اور یہی معتمد ہے، اگر اکثر (نصف سے زیادہ) بچہ باہر نکل آیا تو نفاس ہوگا ورنہ نہیں اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ بچہ رحم کے اندر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اکثر باہر نکل آئے، اگر بچہ کی تھوڑی خلقت ظاہر ہوگئی جیسے ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال (اگر چہ ابھی پورا نہیں بنا کہ اسقاط ہو گیا (گر گیا) خواہ دوائی وغیرہ سے گرا دے یا خود ہی گر جائے) تو وہ بچہ ہے اس سے نکلنے کے عورت کو نفاس ہوگا اور اگر اس کی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہیں ہوا (بلکہ صرف خون کا لوتھڑا نکلا) تو نفاس نہ ہوگا اور جو کچھ خون وغیرہ اس کے ساتھ نکلا ہے اگر ہو سکے گا (یعنی مدت وغیرہ کے اعتبار سے جبکہ تین دن سے کم نہ ہو اور اس کے پہلے پورا طہر یعنی پندرہ دن گزر جائیں) تو حیض ہوگا ورنہ استحاضہ ہوگا (عضو بننے کے لئے مدت کے لحاظ سے ایک سو بیس دن (چار ماہ) کا گزرنا ہے یعنی مدت کے لحاظ سے اس سے پہلے ظہور اعضا نہیں ہوتا) اگر بچہ نکلنے سے پہلے بھی خون آیا اور بعد میں بھی آیا اور بچہ کی خلقت ظاہر ہوگئی تھی تو جو خون اس بچہ کے نکلنے سے قبل آیا وہ حیض نہ ہوگا (بلکہ استحاضہ ہوگا) اور جو بعد میں آیا وہ نفاس ہوگا اور اگر اس کی خلقت ظاہر نہ ہوئی تھی تو جو خون قبل اسقاط کے آیا اگر وہ حیض ہو سکے گا (یعنی مدت حیض کو پہنچ جائے گا) تو حیض ہوگا، اگر بچہ ناف کی طرف سے پیدا ہوا اس طرح کہ اس (حاملہ) کے پیٹ میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور اس طرف سے بچہ نکل آیا تو اگر وہ خون رحم سے آیا ہے تو نفاس ہے اور رحم سے نہیں آیا تو اس کا وہ حکم ہوگا جو زخم سے خون جاری ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور نفاس نہ سمجھا جائے گا (مگر بچے کے حق میں بچہ ہونے کے احکام ثابت ہوں گے حتی کہ طلاق جو بچہ پیدا ہونے پر معلق ہوگی واقع ہو جائے گی اور طلاق حمل میں اس کی ماں کی عدت پوری ہو جائے گی اور وہ ام ولد ٹھہرے گی وغیرہ) لیکن اگر ناف سے بچہ نکلنے کے بعد فرج کی طرف سے بھی خون آ جائے تو نفاس ہوگا ۔ اگر توام (جوڑا) بچے پیدا ہوں تو نفاس اول بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور دو توام بچوں کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہو مثلاً کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچے پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا، پس اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے بچہ کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ ہے اور اگر چالیس دن کے بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا تو اس پچھلے کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں مگر دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا، یعنی دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے، اور اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہوں گے ۔ اور اگر تین بچے پیدا ہوں اور پہلے اور دوسرے کی ولادت میں اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے کی ولادت میں چھ چھ مہینے سے کم وقفہ ہو لیکن پہلے اور تیسرے کی ولادت میں چھ مہینے سے زیادہ کا وقفہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ ایک حمل سمجھا جائے گا اور پہلے کی پیدائش کے بعد سے زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ ہے ۔ نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد بس خون آ جائے اگر چہ ایک ہی ساعت ہو، اور اسی پر

فتویٰ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہیں اگر خون چالیس دن سے زیادہ رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ ہے (یہی حکم اس کا ہے جس کو یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا) اور جس عورت کو نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے عادتِ معمولہ کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، مثلاً کسی کی عادت تیس دن کے نفاس کی ہے اور خون پچاس دن جاری رہا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی بیس دن استحاضہ ہے (اور اگر چالیس دن سے کم رہا تو عادت بدل جانے کا حکم ہوگا اور وہ سب نفاس کہلائے گا) چالیس دن کے درمیان میں جو دو خونوں کے درمیان میں طہر (پاکی) آجائے وہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نفاس سمجھا جائے گا، اگرچہ پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ ہو اسی پر فتویٰ ہے صاحبین کے نزدیک پندرہ دن یا اس سے زیادہ پاک رہے تو وہ طہر ہے اور اس کے بعد جو خون آئے وہ حیض ہے، اور اگر پندرہ دن سے کم وقفہ ہو تو وہ بالاتفاق نفاس ہے، نفاس کی عادت اس کے ایک بار خلاف ہونے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدل جاتی ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک دفعہ کے خلاف ہونے سے وہی پہلی عادت باقی رہے گی اور دو دفعہ خلاف ہونے میں عادت بدل جائے گی، اس کا فائدہ جب ہوگا جب خون آئے اور وہ چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو وہ عادت پر قیاس کرے مثلاً جس عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد بیس روز خون آنے کی عادت تھی ایک دفعہ خلافِ عادت بائیس روز خون آیا اور پھر پاک رہ کر دوبارہ خون آنا شروع ہوا یہاں تک کہ چالیس دن سے زیادہ ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں عادت بدل جائے گی اور بائیس روز نفاس کے ہوں گے اور طرفین کے نزدیک وہی قدیم عادت یعنی بیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ ہوگا، فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔

استحاضہ کا بیان

اکثر مدتِ حیض (دس دن) اور اکثر مدتِ نفاس (چالیس دن) کے بعد کم سے کم مدت طہر (پاکی) کے درمیان جو خون ظاہر ہوا گر اس کو پہلی مرتبہ خون آیا ہو تو جس قدر خون اکثر مدتِ حیض یا نفاس کے بعد ظاہر ہوا وہ استحاضہ ہے اور اگر اس کی عادت مقرر ہے تو عادتِ معمولہ کے بعد جس قدر ظاہر ہوا وہ استحاضہ ہے، اور اسی طرح وہ خون جو کم سے کم مدتِ حیض سے کم ہو، اور جو خون بہت بوڑھی عورت سے ظاہر ہو، یا بہت چھوٹی لڑکی سے (نو سال سے قبل) ظاہر ہو، اور وہ خون جس کو حاملہ عورت دورانِ حمل میں دیکھے چاہے جتنے دن آئے یا ولادت کی حالت میں بچہ نکلنے سے قبل دیکھے وہ استحاضہ ہے، مختصر یہ ہے کہ جو خون حیض اور نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی اور حیض کے خون میں بدبو ہوتی ہے اور اس کی مندرجہ ذیل بارہ صورتیں ہیں:

۱۔ جو اقل مدتِ حیض (تین دن) سے کم ہو، ۲۔ جو اکثر مدتِ حیض (دس دن) سے زیادہ ہو، ۳۔ اکثر مدتِ نفاس (یعنی چالیس روز) سے زیادہ ہو، ۴ و ۵۔ حیض ونفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دونوں کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے، ۶۔ حاملہ کا خون دورانِ حمل میں چاہے جتنے دن آئے، ۷۔ صغیرہ یعنی نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے، ۸۔ آئسہ یعنی جو عورت پچپن برس سے زیادہ عمر کی ہو جائے اور اس کو جو خون آئے (بشرطیکہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ وسیاہ نہ ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ۹۔ مدتِ طہر (یعنی پندرہ روز) سے کم وقفہ ہونا (اگر کسی عورت کو چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں ہے اس لئے نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن سے کم تک حیض نہیں ہوتا بلکہ پورے پندرہ دن کا وقفہ ہے)، ۱۰۔ پچھلے راستہ (دُبر) سے جو خون آئے، ۱۱۔ جو خون ولادت کے وقت بچہ ظاہر ہونے سے پہلے آئے اگر آدھا بچہ باہر آ گیا ہو تب بھی استحاضہ ہے، آدھے سے زیادہ باہر آنے

پرنفاس ہو جائے گا، ۱۲۔ بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا تو ہر مہینے میں پہلے دس روز حیض کے شمار ہوں گے اور بیس روز استحاضہ کے شمار ہوں گے اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز نفاس کے شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ۔

حیض، نفاس اور استحاضہ کے احکام

حیض نفاس اور استحاضہ کا حکم جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ خون نکلے اور ظاہر ہو جائے، ظاہر مذہب یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور جو احکام حیض و نفاس میں مشترک ہیں وہ آٹھ ہیں:

۱۔ حیض و نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے خواہ رکوع و سجود والی نماز ہو یا نمازِ جنازہ، اور پھر اس کی قضا بھی نہیں، اول مرتبہ جو خون نظر آئے اسی وقت عورت نماز چھوڑ دے یہی صحیح ہے، پس اگر وہ حیض کی حد کو نہ پہنچے تو ان نمازوں کی قضا کرے، اسی طرح عادت والی عورت کو عادت کے بعد خون آئے تو نماز نہ پڑھے اور غسل بھی نہ کرے بلکہ دس دن تک انتظار کرے، اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو اب نہا دھو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضا کرے، جس نماز کے وقت میں حیض یا نفاس آئے اس وقت کا فرض اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا خواہ نماز پڑھنے کے لئے وقت رہا ہو یا نہ رہا ہو، پس اگر نماز کا وقت آخر ہو گیا اور نماز ابھی تک نہیں پڑھی کہ حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا یا فرض نماز پڑھتے میں حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا تو وہ نماز معاف ہے اور اس پر اس نماز کی قضا لازم نہیں لیکن اگر وہ شروع کی ہوئی نماز نفل و سنت ہے تو قضا لازم ہوگی، حیض والی عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت ہو تو وضو کرے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ میں آ بیٹھے اور جتنی دیر میں نماز ادا کرتی اتنی دیر تک سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور درود شریف اور استغفار وغیرہ پڑھتی رہے تا کہ عادت قائم رہے۔ حیض و نفاس والی عورت جب سجدہ کی آیت سنے تو اس پر سجدے واجب نہیں اور اس حالت میں سجدۂ شکر و سجدۂ تلاوت حرام ہے۔

۲۔ حیض و نفاس والی عورت پر اس حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے مگر اس کی قضا ہوگی فرض کی قضا فرض اور واجب کی قضا واجب ہے اگر روزہ کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے، نفلی روزہ شروع کیا اور حیض آ گیا تو وہ روزہ قضا کرے۔

۳۔ حیض و نفاس والی عورت پر جنبی کی طرح مسجد میں داخل ہونا حرام ہے خواہ وہ اس میں بیٹھنے کے لئے ہو یا اس میں سے گزر جانے کے لئے ہو اور حیض یا نفاس والی عورت کو اس وقت مسجد میں داخل ہونا جائز ہے جب مسجد میں پانی رکھا ہو، یا کنواں ہو اور کہیں اور پانی نہ ملے، اسی طرح جب درندے یا چور یا سردی کا خوف ہو تو مسجد میں داخل ہونے میں مضائقہ نہیں اور ایسے وقت اولیٰ یہ ہے کہ مسجد کی تعظیم کے لئے تیمم کر لے۔ مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے، جس کے پیٹ میں ریح کا زور ہو تو وہ اس کو خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے یہی قول اصح ہے، اور اگر کسی کو مسجد میں احتلام ہو جائے تو وہ تیمم کر کے جلد باہر نکلے، یہ تیمم جائز ہے واجب نہیں، اور اگر دشمن یا جانور کے خوف کی وجہ سے جلد نہ نکلے اور وہیں ٹھہرا رہے تو تیمم کر کے ٹھہرے یہ تیمم واجب ہے، ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے لینا جائز ہے، عیدگاہ اور جنازہ گاہ (یعنی وہ مکان جو جنازہ کی نماز کے لئے بنایا جائے) اور جو جگہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے خاص کر لی جائے اور خانقاہ و مدرسہ ان احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں یعنی ان کے اندر جانے میں مضائقہ نہیں۔

۴۔ حیض و نفاس والی عورت کو خانۂ کعبہ و مسجد الحرام کے اندر جانا اور خانۂ کعبہ کا طواف حرام ہے (یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ طواف کے لئے طہارت واجب ہے از شامی۔ مؤلف) اگر چہ مسجد کے باہر سے کریں جنبی کا بھی یہی حکم ہے، اگر چہ مسجد الحرام میں داخل ہونے اور

طواف شروع کرنے کے بعد حیض یا نفاس عارضی ہو۔

۵۔ قرآن مجید پڑھنا بھی ان تینوں (جنبی اور حیض ونفاس والی) کو حرام ہے، تلاوت کے مقصد سے ذرا بھی نہ پڑھیں۔ پوری آیت ہو یا کچھ حصہ، اصح قول کے موافق دونوں حرام ہونے میں برابر ہیں لیکن اگر قرأت کا قصد نہ کریں ثنا یا کام شروع کرنے یا دعا کے ارادے سے چاہیں مثلاً شکر کے ارادے سے الحمدللہ کہیں یا کھانا کھاتے وقت یا اور وقت بسم اللہ پڑھیں تو مضائقہ نہیں اور ایسی چھوٹی آیتیں پڑھنا جو باتیں کرنے میں زبان پر آجایا کرتی ہیں حرام نہیں جیسے ثُمَّ نَظَرَ اور لَمْ یُوْلَدْ اور جنبی یا حیض ونفاس والی عورت قرآن پڑھنے کے واسطے کلی کرے تو قرآن پڑھنا حلال نہ ہوگا، یہی صحیح ہے۔ نیز ان تینوں کو توریت اور انجیل اور زبور کا پڑھنا جن میں ردوبدل واقع نہیں ہوا مکروہ ہے، اگر معلمہ یعنی پڑھانے والی عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو اس کو چاہئے کہ بچوں کو رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک کلمہ سکھائے اور دو کلموں کے درمیان میں توقف کرے اور سانس توڑ دے اور قرآن کے ہجے کرانا اس کو مکروہ نہیں، ظاہر روایت کے بموجب قنوت کی قرأت بھی مکروہ نہیں، اسی پر فتویٰ ہے، نیز ان تینوں کو وہ دعائیں جو قرآن شریف میں آئی ہیں دعا کی نیت سے پڑھنا جبکہ تلاوت کی نیت نہ ہو، مثلاً الحمد شریف کی پوری سورت بہ نیت دعا اور رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا یا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا آخر تک وغیرہ پڑھنا، اذان کا جواب دینا اور مثل اس کے اور چیزیں مثلاً کلمہ شریف، درود شریف، اللہ تعالیٰ کا نام، استغفار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا منع نہیں ہے، یہ سب بلا کراہت جائز و درست ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر ہے اور اگر ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں اور ان کا چھونا اور ساتھ رکھنا بھی منع نہیں ہے۔

۶۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی اور بے وضو کو قرآن مجید کا چھونا جائز نہیں لیکن اگر قرآن شریف ایسے غلاف میں ہو جو اس سے جدا ہو جیسے تھیلی یا رومال یا ایسی جلد جو اس میں سلی ہوئی نہ ہو تو چھونا جائز ہے اور جو اس سے متصل ہو چولی ہو یا جلد تو جائز نہیں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن شریف کے حاشیوں اور اس سفیدی کا جہاں قرآن لکھا ہوا نہیں ہے چھونا بھی جائز نہیں ہے، اور وضو نہ ہونے کی صورت میں اعضائے وضو کے علاوہ دیگر اعضا سے چھونے میں، نیز وضو پورا نہ ہونے کی صورت میں جو اعضائے وضو دھو لئے ہیں ان سے وضو کے پورا ہونے سے قبل چھونے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ منع ہے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں جیسے کرتے کا دامن، آستین اور دوپٹہ کا آنچل وغیرہ ان سے بھی قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں البتہ بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے اور ان کو تفسیر، فقہ اور حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہِ تحریمی ہے اور ان کو توریت و انجیل اور زبور (جن میں ردوبدل نہیں ہوا) اور قرآن کا چھونا بھی مکروہ ہے مگر آستین سے چھونے میں مضائقہ نہیں، اور ہر اس کتاب کا جس میں آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی ہوں یہی حکم ہونا چاہئے جیسے شروح نحو وغیرہ اور ان سب کا آستین سے چھونا بھی، صحیح یہ ہے کہ بدن کے دوسرے کپڑوں سے چھونے کی طرح مکروہ تحریمی ہے اور یہی احوط ہے، درہم یا روپیہ پیسہ یا طشتری یا تختی یا کسی اور کاغذ کے پرچے (تعویذ وغیرہ) پر یا دیوار وغیرہ کسی اور چیز پر قرآن شریف کی کوئی پوری آیت لکھی ہوئی ہو تو اس خاص لکھی ہوئی جگہ کا چھونا بھی ان لوگوں کے لئے درست نہیں، البتہ اگر کسی تھیلی میں یا کسی برتن میں یا کاغذ وغیرہ میں رکھے ہوئے ہوں تو اس تھیلی یا برتن وغیرہ کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔ آیت سے کم ہو تو اس کا چھونا مکروہ نہیں۔ اگر قرآن محض اردو یا فارسی میں (یعنی صرف ترجمہ) لکھا ہوا ہو تو ان سب کو اس کا چھونا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا بھی صحیح قول یہی ہے نیز اس کا چھونا جس میں قرآن شریف کے سوا اللہ کا ذکر لکھا ہوا ہے ان سب پر عامہ مشائخ نے ایک ہی حکم کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ کراہتِ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔ جنبی اور حیض ونفاس والی عورت کو قرآن شریف کا دیکھنا مکروہ نہیں اور ایسی عبارت لکھنا جس کی بعض سطروں میں

قرآن شریف کی آیت ہو مکروہ ہے اگر چہ وہ اس کو پڑھے نہیں، قرآن شریف کا لکھنا اگر چہ کتاب زمین پر رکھی ہو اور وہ اس پر ہاتھ بھی نہ رکھے ان تینوں کے لئے فتویٰ کی رو سے جائز نہیں اگر چہ آیت سے کم ہو، بچوں کو قرآن شریف دے دینے میں مضائقہ نہیں اگر چہ وہ بے وضو رہتے ہوں یہی صحیح ہے۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کو دعاؤں کے پڑھنے، چھونے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور سبحان اللہ کہنے میں مضائقہ نہیں، ان چیزوں کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے اور ترکِ وضو خلاف اولیٰ ہے۔

۷۔ حیض ونفاس والی عورت سے جماع حرام ہے اور اس کو جائز وحلال جاننا کفر ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مرد کو جائز ہے کہ ایسی بیویوں سے بوس وکنار کرے اور ان کو پاس لٹائے اور سوائے اتنے بدن کے جو گھٹنے اور ناف کے درمیان میں ہے اور تمام بدن سے لذت حاصل کرے اور ساتھ کھائے پئے، اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو خواہ شہوت سے ہو یا بے شہوت، اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو گی تو مساس میں کچھ حرج نہیں، اگر ہمراہ سونے میں غلبۂ شہوت اور اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے اور اگر غلبۂ شہوت کا گمان غالب ہو تو ساتھ سونا منع اور گناہ ہے، اور عدم غلبۂ شہوت میں حلال نہ جان کر ساتھ نہ سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے، حائضہ عورت سے کھانا پکوانا اور اس کی مستعملہ چیزوں کا استعمال جائز ہے، اسی طرح نفاس کی حالت میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے۔ اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا جھوٹا کھانے میں حرج نہیں، ایسی بیہودہ رسموں سے جو کہ ہنود اور یہود سے مشابہ ہیں بچنا لازم ہے۔ اگر کسی نے ایسی عورت سے اپنے اختیار سے مجامعت کی اور جانتا ہے کہ حرام ہے تو گناہِ کبیرہ کے ساتھ سخت گنہگار رہا اور اس پر توبہ اور استغفار کے سوا اور کچھ نہیں، اور مستحب یہ ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے، یعنی اگر جماع شروع حیض میں ایسی حالت میں کیا ہے جبکہ خون سرخ آ رہا ہے تب تو ایک دینار (ساڑھے چار ماشہ) سونا صدقہ دے اور اگر اخیر حیض یعنی خون کی زردی کی حالت میں جمع کیا ہے تو نصف دینار (سوا دو ماشہ) سونا دے، ظاہراً عورت کے لئے یہ حکم نہیں ہے، اور اگر اس کی حرمت نہ جانتا ہو یا کسی کے جبر کرنے سے بے اختیار ہو یا حیض کو بھول کر جماع کیا تو گناہ کبیرہ نہیں یعنی اس کے لئے معافی ہے۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کو کھانے پینے کے لئے ہاتھ دھو لینا اور کلی کرنا مستحب واولیٰ ہے اور ترک مکروہ تنزیہی ہے اور پورا وضو کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

۸۔ خون بند ہونے کے وقت غسل واجب ہوتا ہے اگر اکثر مدتِ حیض جو دس دن ہیں گزر چکی تو غسل سے پہلے بھی وطی حلال ہے یعنی اس کو وطی کے لئے غسل واجب نہیں خواہ پہلی ہی بار حیض آیا ہو یا عادت والی عورت ہو اور مستحب یہ ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے وطی نہ کرے اور اس کو قبل غسل وطی کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو جب تک وہ نہا نہ لے یا تیمم جائز کرنے والے عذر کی حالت میں تیمم نہ کرے یا اس کے ذمے ایک وقت کی نماز قضا نہ ہو جائے یعنی اس پر نماز کا آخری وقت اس قدر نہ گزرے کہ جو تحریمہ (یعنی ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا) اور غسل وکپڑے پہننے کو کافی ہو تب تک اس سے وطی جائز نہیں اس لئے کہ اس پر نماز اسی وقت واجب ہوتی ہے کہ جب نماز کا آخری وقت اس قدر موجود ہو کہ نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکے پس اس نماز کی قضا پڑھے گی اور اس سے وطی بھی جائز ہو جائے گی، اگر حیض چاشت کے وقت منقطع ہوا اور اس نے نہ غسل کیا اور نہ تیمم، تو تاوقتیکہ ظہر کا وقت نہ گزر جائے اس سے وطی حلال نہیں، اس لئے کہ زوال سے پہلے کا وقت مہمل وقت ہے، اسی طرح اگر طلوع آفتاب سے اتنے قبل حیض منقطع ہوا کہ وہ غسل اور تحریمہ پر قادر نہیں تو تاوقتیکہ ظہر کا وقت نہ نکل جائے اس سے وطی حلال نہیں۔ اور اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز معاف ہے اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اور نہانے کی گنجائش نہیں تو

بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضا پڑھنی چاہئے ۔ پورے وقت کا گزرنا یعنی خون نماز کے اول وقت میں بند ہونا اور اسی بند ہونے کی حالت میں تمام وقت گزر جانا شرط نہیں ۔ اگر خون عادت کے دنوں سے کم میں بند ہو تو اس سے وطی کرنا بھی حلال نہیں اگر چہ وہ نہا لے جب تک اس کی عادت کے دن پورے نہ ہو جائیں لیکن اس پر بطور احتیاط کے غسل اور نماز و روزہ لازم ہے اور اس کو نماز کے آخری وقتِ مستحب تک تاخیر کرنا واجب ہے مثلاً اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن میں آ کر بند ہو گیا تو نہا کر نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا واجب ہے لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک مجامعت کرنا درست نہیں، شاید کہ پھر خون آ جائے ۔ اقل مدت کے بعد اگر دس دن سے کم میں (عورت کی عادت پر) خون بند ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اس سے جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا اس لئے کہ وہ احکام شرع کے مخاطب نہیں اور غسل اس پر واجب نہیں اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں جب تک وہ غسل نہ کرے، اور اس کو نماز کے آخری مستحب وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے، مثلاً اگر عشا کے وقت میں منقطع ہوا تو اس وقت تک تاخیر کرے کہ جس کے بعد غسل کر کے آدھی رات سے پہلے نماز پڑھ لے اس کے بعد مکروہ ہے اور اگر اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس سے وطی حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھ لے یہی صحیح ہے، اصح یہ ہے کہ بالا جماع یہی حکم ہے، پھر اگر پانی ملا تو (غسل سے پہلے) قرآن پڑھنا حرام ہو جائے گا اور وطی حرام نہ ہوگی یہی اصح ہے ۔ جس عورت کو پہلی ہی دفعہ حیض آیا ہو اور دس دن سے کم میں وہ پاک ہو جائے یا عادت والی عورت اپنی عادت سے کم دنوں میں پاک ہو جائے تو وضو اور غسل میں اس قدر تاخیر کرے گی کہ نماز کے لئے وقت مکروہ نہ آ جائے ۔ کسی عورت کو تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو بھی غسل نہ کرے اور نہ نماز پڑھے، اگر دس دن رات پورے ہونے پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ بھی قضا نہیں پڑھنی پڑے گی، اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے، اور اگر گیارہیں دن (یعنی دس دن رات سے ذرا بھی اوپر) خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن تھے اور باقی سب استحاضہ ہے پس گیارہویں دن نہائے اور (عادت کے دن چھوڑ کر باقی) سات دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے ۔ اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا درست نہیں، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزے میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کی بھی قضا رکھنی پڑے گی اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا تو اگر اتنی ذرا سی رات باقی ہے جس میں ایک دفعہ اللّٰہ اکبر بھی نہ کہہ سکے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا اور اتنی رات باقی ہے کہ پھرتی سے غسل تو کر لے گی لیکن غسل کے بعد ایک مرتبہ بھی اللّٰہ اکبر نہ کہہ سکے گی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے یہاں نماز اور روزے کے حکم میں سوائے تحریمہ کے اور کچھ فرق نہیں ہے کہ نماز میں تحریمہ کی گنجائش معتبر ہے اور روزہ میں نہیں، پس اگر اتنی رات تو تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ کی نیت کرے اور صبح کو غسل کر لے اور جو اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارے دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اس کی قضا بھی کرے، نفاس کے لئے بھی یہی احکام ہیں پس اگر چالیس دن آ کر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے، اور اگر چالیس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو عادت گزر جانے کے بعد، اور اگر عادت کے موافق بند ہو تو غسل کے بعد یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد جماع وغیرہ جائز ہے، پھر بھی ان سب صورتوں میں مستحب یہ ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے ۔ اگر کسی کو اقل مدتِ حیض سے کم یعنی ایک یا دو دن خون آ کر بند ہو گیا تو غسل واجب نہیں ہے، وضو کر کے آخری وقت میں نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں ۔ پس اگر پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آ جائے تو اب معلوم ہوگا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا حساب سے جتنے دن حیض کے ہوں ان کو

حیض سمجھے اور اب غسل کر کے باقی ایام کی نمازیں پڑھے اور اگر پورے پندرہ دن بیچ میں گزر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ استحاضہ تھا سوا ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا پڑھنی چاہئے۔

ایک مرتبہ عادت کے بدلنے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے اگر دو پورے طہر کے درمیان میں خون آئے اور زیادہ دن آنے میں یا کم دن آنے میں یا عادت سے پہلے آجانے میں یا بعد کو آجانے میں یا دونوں باتوں میں عادت کے خلاف ہو تو عادت وہی مقرر ہو جائے گی، حقیقی خون ہو یا حکمی یہ جب ہے کہ وہ دس دن سے زیادہ نہ ہو جائے اور اگر زیادہ ہو تو جو اس کی معمولی عادت ہے وہ حیض ہوگا اور اس کے سوا استحاضہ ہوگا اور عادت نہ بدلے گی اور یہی حکم نفاس کا ہے پس نفاس عادت کے خلاف دنوں تک اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہوا تو عادت بدل جائے گی، اگر نفاس کی کچھ عادت مقرر ہے اور کبھی چالیس دن سے زیادہ ہو گیا تو جس قدر عادت کے دن ہیں وہی نفاس سمجھے جائیں گے برابر ہے کہ معمولی عادت خون پر ختم ہو یا طہر پر، یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔ جس عورت کی عادت مقرر ہے اب اس کا خون بند نہیں ہوتا اور حیض کی عادت کے دنوں میں اور مکان میں یعنی یہ کہ حیض مہینے کے کون سے عشرہ میں ہوتا تھا اور دورہ میں شبہ پڑ گیا تو گمان غالب پر عمل کرے، اور اگر کوئی گمان غالب بھی نہ ہو تو نہ اس کو حیض ٹھہرائے نہ طہر، بلکہ احتیاط پر عمل کرے اور ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور جن چیزوں سے حیض والی عورتیں بچتی ہیں مثلاً وطی، طواف، مسجد میں جانا، قرآن پڑھنا وغیرہ ان سے بچتی رہے پس فرض اور واجب اور سنتِ مؤکدہ پڑھے اور صحیح قول کے موافق نفل نہ پڑھے اور قرآن صرف بقدر فرض اور واجب کے پڑھے، اور صحیح یہ ہے کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں چھوٹی سورتیں یا تین آیتیں پڑھے اور فرض کی پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ بھی پوری پڑھے، اور اگر صرف بعض میں شبہ ہو مثلاً طہر میں اور حیض کے داخل ہونے میں شبہ ہو تو ہر نماز کے لئے وضو کرے اور اگر طہر میں اور حیض سے فارغ ہونے میں شک ہو تب استحسان یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے وضو کرے اور صواب یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور یہی اصح ہے اور رمضان شریف میں کسی روز روزہ کا افطار نہ کرے (۱) لیکن اس مہینے کے گزرنے کے بعد حیض کے دنوں کی قضا اس پر واجب ہوگی پس اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض اس کا رات کو شروع ہوتا تھا تو اس پر بیس روزے کی قضا آئے گی (۲) اور اگر یہ معلوم ہو کہ دن میں حیض شروع ہوتا تھا تو احتیاطاً بائیس دن کی قاضا آئے گی (۳) اور اگر دن رات کے شروع ہونے میں بھی شبہ ہو تو اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ بیس دن کی قضا آئے گی اور بعض کے نزدیک بائیس دن کے روزے احتیاطاً قضا کرے خواہ روزے ملا کر رکھے (۴) یا جدا جدا رکھے (۵) یہ اس وقت ہے جب اس کا دورہ معلوم ہو مثلاً یہ بات کہ ہر مہینے میں آتا ہے اور اگر دورہ بھی معلوم نہیں تو اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض اس کا رات سے شروع ہوتا تھا تو

قضا روزوں کی جو تعداد متعین کی گئی ہے وہ بظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہے اس لئے اس کی وضاحت کے لئے حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے ازارہ عنایت اس پر حواشی کا اضافہ فرما دیا ہے جو ناظرین کرام کی سہولت کے لئے درج کئے جاتے ہیں:

(۱)۔ کیوں کہ ہر روز احتمال ہے کہ وہ اس دن پاک ہو جائے، معلوم ہونا چاہئے کہ قضائے صوم کی تمام صورتیں احتیاط اور یقین کو مدنظر رکھتے ہوئے بنائی گئی ہیں ان کے مطابق عمل کر لینے کے بعد یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ متحیرہ (یعنی جس عورت کو معلوم نہ ہو کہ اس کا حیض دن کو شروع ہوتا ہے یا رات میں اور مہینہ میں ایک دفعہ عارضہ پیش آتا ہے یا زیادہ) کے پورے مہینے کے روزے ایام طہارت میں ادا ہو گئے ہیں حیض کی حالت میں نہیں خواہ اس کی عدات کچھ ہی ہو۔

(۲)۔ دس دن رمضان کے جو حیض کی وجہ سے شمار نہ ہوں گے اور دس دن قضا کے۔ (۳)۔ کیوں کہ جس دن میں حیض شروع ہوا تو اس دن کا بھی شمار نہ کیا جائے گا تو کل گیارہ دن ہوئے جو رمضان میں قضا ہوئے لہٰذا گیارہ روزے رمضان کے اور گیارہ ہی قضا کے ہوئے تو مجموعہ بائیس ہوا۔

(۴)۔ یعنی شوال کی ۲ تاریخ سے قضا شروع کر دے۔ (۵)۔ یعنی ۲ شوال کو شروع نہ کرے بلکہ تین، چار یا زیادہ ایام گزرنے کے بعد قضا کرے۔

احتیاطاً پچیس دن کی قضا کرے (۱) خواہ ملا کر رکھے یا جدا جدا، اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض دن میں شروع ہوتا تھا تو اگر ملا کر روزہ رکھے او احتیاطاً بتیس دن کی قضا کرے (۲) اور اگر جدا جدا رکھے تو اڑتیس دن کی (۳) اور جو یہ بھی نہیں معلوم تو اگر ملا کر روزے رکھے تو بھی بتیس دن کی قضا کرے اور اگر جدا جدا رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ رمضان تیس دن کا ہو، اور جو کم کا ہو تو سینتیس دن کی قضا کرے (۴) عادت والی عورت جب ولادت کے بعد خون دیکھے اور اپنی عادت بھول جائے تو اگر خون اس کا چالیس دن سے زیادہ نہ ہو اور چالیس دن کے بعد پورا طہر ہوا تو جس قدر نمازیں چھوٹی ہیں ان کا اعادہ نہ کرے گی اور اگر خون چالیس دن سے زیادہ ہو گیا یا زیادہ نہ ہوا لیکن چالیس دن کے بعد طہر پندرہ دن سے کم ہوا تو اس پر یہ لازم ہے کہ اپنے دل میں سوچے اگر گمان غالب عادت کے دنوں کا ہو تو اسی کو عادت سمجھے اور اسی پر عمل کرے اور اگر کچھ گمان غالب نہ ہو تو احتیاطاً چالیس روز کی سب نمازیں قضا کرے۔ کسی عورت کو اسقاط ہوا اور اس میں شک ہے کہ اس کے بعد اعضا کی خلقت ظاہر ہوئی تھی یا نہیں اور خون بند نہیں ہوتا تو اگر اس کے حیض کی عادت کے جو دن ہیں ان کے اول میں اسقاط ہوا ہے تو بقدر عادت کے دنوں کے بالیقین نماز کو چھوڑ دے اس لئے کہ اس کو حیض یا نفاس ہے، پھر غسل کرے اور جس قدر طہر کی عادت ہے اتنے دنوں تک بطور شک کے نماز پڑھے اس لئے کہ یا اس کو طہر ہے یا نفاس پھر جب تک حیض کی عادت کے دن ہیں تب تک بالیقین نماز چھوڑ دے اس لئے کہ اس کو نفاس ہے یا حیض ہے پھر اگر وقت اسقاط سے چالیس دن پورے ہو چکے تو غسل کرے اور جب تک طہر کی عادت کے دن ہیں بالیقین نماز پڑھے اور اگر پورے نہیں تو جس قدر چالیس دن کے اندر ہیں تب تک بطور شک کے نماز پڑھے اور اس کے بعد بطور یقین کے نماز پڑھے پھر ہمیشہ یہی کرتی رہے اور اگر بعد ایام حیض کے اسقاط ہوا تو وہ اسی وقت سے جب تک اس کے حیض کی عادت کے دن ہیں بطور شک کے نماز پڑھے پھر حیض کی عادت کے دنوں میں بالیقین نماز چھوڑ دے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ شک کے لئے کوئی حکم نہیں ہوتا اور احتیاط واجب ہے۔

جس عورت کی ایک عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہوں اور کبھی سات دن، اب جو خون آیا تو کبھی بند ہوتا ہی نہیں تو اس کے لئے نماز روزے کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیئے جائیں گے اور ساتویں دن نہا کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے کرنے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے اور عدت گزارنے اور جماع کے بارے میں سات دن حیض کے مانے جائیں گے یعنی پورے سات دن کے بعد جماع کر سکتا ہے پہلے نہیں۔ اگر کسی بالغ لڑکی کو پہلی بار حیض آیا

(۱)۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً رمضان کی پہلی پانچ تاریخوں میں حیض تھا اس کے بعد پھر پندرہ دن طہر ہوگا جس کے روزے صحیح ہوں گے پھر اس کے بعد دس دن حیض ہوگا تو اگر ملا کر روزے رکھے گی تو پندرہ دن کے روزے فاسد ہوں گے، دس دن رمضان کے، اور پانچ دن شوال کے تو قضا کے پہلے پانچ دن حیض ہونے کی وجہ سے شمار نہیں کئے جائیں گے پھر اس کے بعد چودہ دن طہر کے شمار ہوں گے پھر دس دن حیض کے نہیں شمار کئے جائیں گے پھر ایک دن شمار کیا جائے گا۔

(۲)۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً رمضان کی پہلی تاریخ میں اس کا حیض شروع ہوا تو یکم شوال دوسرے حیض کا پانچواں دن ہوگا اور یوم الفطر روزہ نہ رکھے اس کے بعد پانچ دن حیض ہونے کی وجہ سے قضا میں شمار نہ ہوں گے پھر اس کے بعد چودہ دن طہر کے، معتبر ہوں گے پھر اس کے بعد گیارہ دن قضا صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ یہ ایام تیسرے حیض کے ہوں گے پھر اس کے بعد دو یوم اور قضا میں شمار ہوں گے جن کا مجموعہ بتیس دن ہے۔

(۳)۔ اور اگر جدا جدا کر کے رکھے تو اڑتیس ۳۸ دن کی قضا کرے کیوں کہ ممکن ہے جب سے قضا شروع کر رہی ہے تو وہ دن حیض کا اول دن ہو تو ابتدا سے دس دن کے روزے شمار نہیں ہوں گے جبکہ پہلی صورت میں حیض کے ابتدا قضا کے پانچ دن تھے۔

(۴)۔ کیوں کہ ایک دن کم ہو گیا باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے۔

اور اس طرح جاری ہوگیا کہ پہلے دن خون دوسرے دن پاکی اور اسی طرح ایک دن چھوڑ کر ہمیشہ خون آتا رہا تو اس کا حکم اسی لڑکی جیسا ہے جو شروع سے متواتر خون دیکھے اور پاکی اسے نہ ہو یعنی ہر مہینے میں اول دس دن حیض کے شمار ہوں گے باقی بیس دن استحاضہ اور اسی طرح جس عورت کو جلدی جلدی خون آئے اور کامل طہر کا وقفہ نہ ملے یعنی پندرہ دن گزرنے نہ پائیں کہ پھر خون جاری ہو جائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو بھی خون جاری کا حکم دیں گے اور ہر مہینے اول کے دس دن حیض اور باقی بیس دن استحاضہ شمار ہوں گے اسی پر فتویٰ ہے۔

وہ احکام جو حیض سے مختص ہیں یعنی نفاس کے لئے ثابت نہیں پانچ ہیں:

۱۔ عدت کا تمام ہونا (اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو بچہ جنے تو طلاق ہے پھر اس نے بچہ جنا تو نفاس کے بعد تین حیض گزار کر اس کی عدت پوری ہوگئی لیکن اگر حیض پر طلاق معلق ہوتی تو وہ داخل عدت ہوتا، مزید تشریح طلاق کے بیان میں آئے گی۔

۲۔ استبراء کا تمام ہونا (استبرا کی صورت یہ ہے کہ حاملہ لونڈی خریدے اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور ایک بچہ اس کے پیٹ میں ہے تو دونوں بچوں کے درمیان کا خون نفاس ہے مگر اس سے استبرا نہ ہوگا بلکہ دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوگا بخلاف حیض کے)۔

۳۔ بلوغ کا حکم، یعنی حیض سے بلوغ ثابت ہوتا ہے نفاس سے ثابت نہیں ہوتا۔

۴۔ طلاقِ سنت و بدعت میں فرق کرنا، نفاس سے طلاق سنت وطلاقِ بدعت میں فرق واقع نہیں ہوتا۔

۵۔ پیہم روزوں کے اتصال کا قطع نہ ہوتا۔ نفاس کفارہ کے روزوں کے اتصال یعنی پے در پے ہونے کو توڑ دیتا ہے۔

استحاضہ کا خون مثل نکسیر کے ہے جو ہمیشہ جاری ہے اور روزہ نماز اور جماع کا مانع نہیں ہے اور وہ معذور کے حکم میں ہے کہ یہ نماز کے پانچوں وقت کے لئے تازہ وضو کیا کرے اور اس کے لئے غسل لازمی نہیں ہے۔ اس کے مفصل مسائل معذور کے احکام میں ملیں گے۔

معذور کے احکام

تعریف: معذور وہ شخص ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک برابر قائم رہے اتنا وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز فرض و واجب طہارت کے ساتھ پڑھ سکے مثلاً نکسیر یا استحاضہ کا خون جاری ہو، یا ریح یا پیشاب یا دست یا پیپ خارج ہوتی رہے، یا بدن کے کسی مقام مثلاً آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہ سے درد کے ساتھ پانی نکلتا رہے، اور اگر اتنا وقت مل جائے جس میں طہارت سے سے نماز پڑھ سکے تو اس کو معذور نہ کہیں گے۔

شرائط: اول مرتبہ ثبوت عذر کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت تک عذر قائم رہے یعنی اس کو اتنا وقت نہیں ملتا جس میں ایسے وضو سے جس میں فقط فرض اعضا دھوئے جائیں فرض و واجب نماز جو بہت لمبی نہ ہو ادا کر سکتا ہو یہی اظہر ہے اور اسی طرح عذر کا منقطع ہونا بھی اس وقت ثابت ہوتا ہے جب ایک نماز کے پورے وقت تک عذر منقطع رہے، اگر نماز کے بعضے وقت میں خون آیا پورے وقت میں نہ آیا پھر اس نے بطور معذوروں کے وضو کر کے نماز پڑھی پھر وہ وقت خارج ہو کر دوسری نماز کا وقت داخل ہوا اور عذر جاتا رہا یا اسی طرح بعض وقت میں خون منقطع ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے اس لئے کہ تمام وقت میں عذر موجود نہ ہوا مثلاً ظہر کا وقت کچھ ہو لیا تھا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو اخیر وقت تک انتظار کرے اگر بند ہو جائے تو خیر ورنہ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لے، پھر اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح بہتا رہا کہ نماز پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب عصر کا وقت گزرنے پر معذور ہونے کا حکم لگائیں گے اور اگر عصر کے وقت کے اندر ہی اندر بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے اور جو نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں (یعنی ظہر و عصر دونوں) وہ درست نہیں ہوئیں پھر سے پڑھے مگر اس کو نفل و سنت کی قضا واجب نہیں، عصر کے وقت بھی غیر مکروہ وقت تک انتظار کرے پھر اگر مکروہ وقت میں بند ہو جائے تو وہ معذور نہ ہو گا اور نماز لوٹائے گا، اور اگر دوسری نماز کے وقت میں عذر منقطع نہ ہوا یہاں تک کہ وہ وقت نکل گیا تو نماز کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر موجود ہوا، عذر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی وقت نماز کا اس پر ایسا نہ گزرے کہ اس میں عذر موجود نہ ہو، پس جب ایک دفعہ معذور ہو گیا تو جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں ہے بلکہ پورے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی خون آ جایا کرے اور سارے وقت میں بند رہے تو بھی معذور رہے گا ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا۔

معذور کا حکم: مستحاضہ عورت اور وہ شخص جس کو سلس البول (ہر وقت پیشاب کا قطرہ آتے رہنے) کی بیماری ہو یا دست جاری ہوں یا بار بار ریح نکلتی ہے یا نکسیر جاری ہے یا کوئی زخم ہے جو بند نہیں ہوتا، یہ سب لوگ معذور ہیں، ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہر نماز کے واسطے وضو کریں اور اس سے جو واجب و سنت اور قضا نمازیں چاہیں پڑھیں، اگر وضو کرتے وقت خون جاری تھا اور نماز پڑھتے وقت بند تھا اور پھر دوسری نماز کے تمام وقت میں بند رہا تو اس نماز کا اعادہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب نماز کے اندر خون بند ہوا اور دوسری نماز کے سارے وقت میں بھی بند رہا، معذور کے وضو کو وقت کا جانا یا دوسرے حدث کا لاحق ہونا توڑ دیتا ہے پس اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب

نکلنے کے بعد اس وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا دوسرا وضو کرنا چاہئے اور جب آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا اگر چہ اشراق و چاشت کے لئے ہو تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے ظہر کے وقت نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر معذور عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے وضو کرے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے ظہر بھی پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ فرض نہ ہونے میں عید و چاشت بمنزلہ واحد ہیں اگر چہ نماز عید واجب ہے اور وقت سے مراد پنجگانہ نماز کا وقت ہے اور طلوع آفتاب کے بعد نصف النہار تک کوئی فرض نماز کا وقت نہیں اس لئے وہ وضو ظہر کا وقت خارج ہونے سے باطل ہوگا اور اسی وقت کے اندر جب تک کوئی دوسرا حدث نہ پایا جائے (۱) وہی وضو قائم رہے گا اور اگر وقت کے اندر کوئی دوسرا حدث مثلاً استحاضہ والی عورت کو نکسیر جاری ہونا یا پیشاب پاخانہ کرنا یا ریح خارج کرنا وغیرہ لاحق ہوا تو اب اس دوسرے حدث کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا نہ کہ پہلے کی وجہ سے، اگر ایک بار ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے ظہر کے وقت میں وضو کیا اور دوسری بار اسی ظہر کے وقت میں عصر کے واسطے وضو کیا تو طرفین کے نزدیک اس سے عصر پڑھنا جائز نہیں یہی اصح ہے، اور طہارت اس وضو کی اس وقت ٹوٹتی ہے جب وہ وضو کرے اور خون جاری ہو، یا وضو کے بعد نماز کے وقت میں خون جاری ہو اور اگر وضو کے بعد خون بند رہا یہاں تک کہ وہ وقت نکل گیا تو وہ وضو باقی ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اس وضو سے نماز پڑھے جب تک خون جاری نہیں ہو یا کوئی دوسرا حدث نہیں ہو، اگر وقتِ نماز میں بلا ضرورت وضو کیا تھا پھر خون جاری ہوا تو اسی وقت کی نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرے، اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس نے سیلان خون (خون بہنے) کے سوا کسی دوسرے حدث کے لئے وضو کیا پھر خون بہنے لگا۔ کسی شخص کے چیچک نکل رہی تھی اور اس کے کسی زخم میں سے رطوبت جاری تھی پھر اس نے وضو کیا پھر ایک دوسری جگہ سے رطوبت جاری ہوگئی جو پہلی جاری نہ تھی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیوں یہ بمنزلہ دو زخموں کے ہے جو بدن کی دو مختلف جگہوں میں ہیں، اسی طرح اگر ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری تھا اور اس نے وضو کیا پھر دوسرے نتھنے سے بھی خون جاری ہوگیا تو اس پر دوسرا وضو لازم ہوگا لیکن اگر دونوں نتھنوں سے خون جاری تھا پھر ایک نتھنے کا بند ہوگیا تو باقی وقت تک اس کا وہی وضو باقی ہے۔ جس عورت کو استحاضہ تھا اس نے وضو کیا اور نفل نماز شروع کی ابھی ایک رکعت پڑھی تھی کہ نماز کا وقت نکل گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور احتیاطاً اس پر قضا لازم ہوگی، اگر معذور اس بات پر قادر ہے کہ باندھنے سے یا روئی وغیرہ رکھنے سے یا بھرنے سے خون وغیرہ عذر کو روک سکتا ہے یا کم کر سکتا ہے یا بیٹھنے میں خون جاری نہیں ہوتا اور کھڑے ہونے میں جاری ہوتا ہے تو اس کا بند کرنا واجب ہے اور اس کے بند کر سکنے کے سبب سے اب صاحب عذر نہیں رہتا، اگر جھکنے سے یا سجدے کے وقت جاری ہوتا ہے ورنہ جاری نہیں ہوتا تو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے لیکن اگر لیٹنے سے جاری نہیں ہوتا ورنہ جاری ہوتا ہے تو لیٹ کر پڑھے اب وہ معذور ہے، لیکن حیض یا نفاس والی عورت اگر گدی یا روئی رکھ کر خون بند کرے تو اس کو حیض یا نفاس ہی رہتا ہے، استحاضہ والی عورت اگر روئی وغیرہ رکھ کر روک دے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ معذور کی مانند ہے بشرطیکہ استحاضہ کا خون فرجِ خارج میں نہ آجائے، یہی صحیح ہے بعض نے کہا کہ حیض والی کی مانند ہے، یہ قول ضعیف ہے، اگر آنکھ میں درد کی وجہ سے یا آنکھ کی کسی رگ میں سے ہر وقت پانی جاری ہو تو وہ نماز کے ہر وقت کے لئے وضو کرے اس لئے کہ اس کے پیپ ہونے کا احتمال ہے، یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور یہ حکم استحباباً ہونا چاہئے، البتہ اگر پیپ کے ہونے کا گمان غالب ہو یا طبیب خبر دیں یا علامات سے گمان غالب ہو جائے تو وہ معذور ہے اور ہر وقت کے لئے اعادہ وضو واجب ہونا چاہئے۔ (صحیح یہ ہے کہ جب درد یا مرض کی وجہ سے خون جاری ہو تو ہر حال میں وضو توڑ دے گا اور عذر ہوگا۔ مؤلف) اگر کسی کا زخم بہتا تھا اور

---

(۱)۔ معذور کی طہارت دو شرطوں سے وقت کے اندر باقی رہتی ہے اول یہ کہ اس نے اپنے عذر کی وجہ سے وضو کیا ہو، دوسرے یہ کہ اس پر کوئی اور حدث یا عذر طاری نہ ہو۔

اس پر کپڑا باندھ لیا تھا پھر اس پر قدر درہم سے زیادہ (جو روپے سے زیادہ جگہ گھیرے) خون لگ گیا یا اس کے پہننے کے کپڑے پر لگ گیا، اگر ایسی حالت ہے کہ دھوئے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ نجس ہو جائے گا تو اس کے بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے اور جو ایسا نہیں تو جائز نہیں کیوں کہ اب اس کا دھونا فرض ہے یہی مختار ہے، اگر درہم یا روپے کی برابر ہے تو دوبارہ نجس نہ ہونے کی صورت میں دھونا واجب ہے اور اس سے کم ہو تو سنت ہے، اسی طرح اگر مریض نماز کے لئے زمین پر پاک جگہ نہیں پاتا اور اپنا کپڑا بچھاتا ہے تو اس کے زخموں سے خون ٹپک کر نماز پوری ہونے سے قبل ناپاک ہو جاتا ہے تو اب اس کو فرش (مصلیٰ) بچھانے کا ترک جائز ہے، جس کی نکسیر جاری ہو یا زخم سے خون بہے تو آخر وقت تک انتظار کرے، پس اگر خون بند نہ ہو تو وقت نکلنے سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھ لے، استحاضہ والی عورت اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی وضو کر کے اول وقت میں اور اسی طرح مغرب کی غسل کر کے آخر وقت میں اور عشا کی وضو کر کے اول وقت میں پڑھے اور فجر کی بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو فائدہ پہنچے، جس شخص کو ریح جاری ہے وہ اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جس کو سلس البول (پیشاب جاری رہتا) ہو اس لئے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث (بے وضو ہونا) اور دوسرا نجاست (پیشاب لگنا) اور مقتدی میں ایک عذر ہے یعنی صرف حدث کا، بلکہ اس لئے بھی کہ دونوں کے عذر مختلف ہیں اور معذور کی اقتدا معذور کے لئے جائز ہونے میں دونوں کا اتحادِ عذر شرط ہے پس اس مسئلے کا عکس ہو تب بھی مقتدی کی نماز نہ ہوگی ۔ مزید تفصیل امامت کے بیان میں ملاحظہ کریں۔

نجاستوں اور ان کے احکام کا بیان

نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ

جو چیزیں بذاتہ نجس نہیں لیکن کسی نجاست کے لگنے کی وجہ سے ناپاک ہوگئیں ان کے پاک کرنے کے دس طریقے ہیں:

ا۔ دھونا

پانی اور ہر پتلی اور بہنے والی پاک چیز سے جس سے نجاست دور ہو سکے اس سے نجاست کا پاک کرنا جائز ہے جیسے سرکہ، گلاب اور زعفران کا پانی وعرق، باقلا کا پانی اور درختوں، پھلوں اور تربوز کا پانی وغیرہ جن سے کپڑا بھگو کر نچوڑیں تو نچڑ جائے، جس میں چکنائی ہو اور جو نہ نچڑ سکے تو اس سے نجاست دور کرنا جائز نہیں جیسے تیل، گھی، شوربا، چھاچھ (لسی) دودھ، شہد، اور شیرہ وغیرہ۔ مستعمل پانی سے بھی نجاست حقیقی دور کرنا جائز ہے، یہ امام محمدؒ کا قول ہے، اور ایک روایت امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (نجاست حکمی یعنی وضو وغسل اس سے جائز نہیں)۔ اگر نجاست نظر آنے والی ہو (یعنی خشک ہو جانے پر نظر آئے جیسے خون، پاخانہ وغیرہ) تو نجاست کا وجود دور کیا جائے اور جبکہ وہ چیز ایسی ہو کہ اس کا اثر دور ہو جایا کرتا ہے تو اس کا اثر بھی دور کیا جائے اس میں عدد کا اعتبار نہیں۔ پس اگر ایک ہی مرتبہ کے دھونے میں نجاست اور اس کا اثر (رنگ و بو) چھوٹ جائے تو وہی کافی ہے لیکن تین بار دھونا مستحب ہے اور اگر تین مرتبہ میں بھی نہ چھوٹے تو اس وقت تک دھوئے جب تک وہ بالکل نہ چھوٹ جائے اور اگر وہ نجاست اس قسم کی ہے کہ اس کا اثر بغیر مشقت کے دور نہیں ہوتا جیسے گیلا گوبر یا خون یا پاخانہ وغیرہ اس طرح کہ اس کے دور کرنے میں پانی کے سوا اور کسی چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسے صابون، سجی وغیرہ تو اس کے دور کرنے میں تکلف نہ کرے اور اسی طرح گرم پانی سے دھونے کا تکلف نہ کرے، اسی بنا پر فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ یا کپڑا وغیرہ مہندی یا خضاب یا کسی اور ایسے رنگ نیل وغیرہ میں رنگ جائیں جو نجس ہو گیا تھا تو جب دھوتے دھوتے اس کا پانی صاف ہو جائے تو پاک ہو گیا اگرچہ ہاتھ یا کپڑے پر رنگ باقی ہو اور جب تک رنگ دار پانی آتا رہے پاک نہ ہوگا، اور اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ نجاست بذاتِ خود نجس ہے جیسے خون وغیرہ تو جب تک اس کا رنگ دار پانی آتا ہے پاک نہ ہوگی اور جب صاف پانی آنے لگے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی خواہ رنگ کا نشان باقی رہ جائے اور وہ دور نہ ہوتا ہو، اور جو چیز خود تو پاک ہے مگر خارجی نجاست لگنے سے نجس ہوگئی تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گی خواہ رنگ دار پانی نکلتا رہے جیسے کسی نے ناپاک مٹکے میں پاک نیل ڈال کر کپڑا رنگ لیا یا زعفران یا رنگ کپڑا رنگنے کے لئے گھولا اس میں کسی بچے نے پیشاب کر دیا اور کوئی نجاست پڑ گئی اس سے اگر کپڑا رنگ لیا تو تین بار دھو ڈالیں پاک ہو جائے گا اگرچہ پھر بھی رنگ نکلتا رہے، اگر کوئی شخص نجس تیل یا گھی وغیرہ چکنی چیز میں ہاتھ ڈال دے یا اس کے کپڑے کو لگ جائے پھر اس ہاتھ یا کپڑے کو پانی سے بغیر صابن وغیرہ کے تین بار دھوئے اور تیل یا گھی کا اثر (چکنائی) اس کے ہاتھ یا کپڑے پر باقی رہے تو وہ پاک ہو جائے گا یہی اصح ہے، اور اگر مردار کی چربی لگی تھی تو جب تک چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا کیوں کہ وہ بذاتہ نجس ہے یہاں تک کہ اس سے چمڑے کو دباغت بھی نہ کیا جائے اور مسجد کے

علاوہ اور جگہ اس کا چراغ جلا سکتے ہیں۔

اور اگر نجاست نظر آنے والی نہ ہو (یعنی خشک ہونے پر نظر آئے) تو اس کو تین بار دھوئے اور جو چیز نچڑ سکتی ہو اس کو ہر مرتبہ نچوڑنا شرط ہے، اور تیسری مرتبہ خوب اچھی طرح پوری طاقت سے نچوڑے یہاں تک کہ اگر پھر اس کو نچوڑیں تو اس میں سے پانی نہ گرے اور ہر شخص کے لئے اس کی اپنی طاقت کا اعتبار ہے (پس اگر دوسرے آدمی کے نچوڑنے سے دو ایک بوند ٹپک سکتی ہے تو اس کے حق میں ناپاک ہے اور پہلے کے حق میں پاک ہے) ایک روایت یہ بھی ہے کہ اخیر میں صرف ایک مرتبہ نچوڑنا کافی ہے اس میں آسانی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے، اگر ہر بار نچوڑا اور طاقت اس میں زیادہ ہے لیکن کپڑے کے بچانے کے لئے اچھی طرح نہ نچوڑا تو جائز نہیں لیکن ظاہر تر روایت یہ ہے کہ ضرورت کے سبب (مثلاً باریک ململ وغیرہ یا پرانا کپڑا ہونے کی وجہ سے) معمولی نچوڑنے سے بھی پاک ہو جائے گا (نیز منقول ہے کہ ایسے مال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے چاہئے کہ تین بار دھوئے اور ہر بار خشک کرے جس طرح فرش و چٹائی وغیرہ جو نچوڑی نہیں جاتیں ایسی چیزوں کو ہر بار خشک کیا جاتا ہے) اگر تین مرتبہ دھویا اور ہر مرتبہ نچوڑا پھر لٹکانے وغیرہ سے اس میں سے ایک قطرہ ٹپک کر کسی چیز پر لگ گیا تھا تو اگر اس کو تیسری مرتبہ خوب نچوڑ لیا گیا تھا ایسا کہ اگر اس کو پھر نچوڑتے تو اس میں سے پانی نہ گرتا تو کپڑا اور ہاتھ اور جو قطرہ اب لٹکانے وغیرہ سے ٹپکا ہے سب پاک ہیں اور اگر ایسا نہیں نچوڑا تھا تو سب نجس ہیں، اور جو چیز نچڑ نہیں سکتی جیسے چٹائی یا بھاری کپڑا یعنی دری کمبل وغیرہ تو وہ تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے اس لئے کہ خشک کرنے میں بھی نجاست نکلنے کا اثر ہوتا ہے اور خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اس قدر اس کو چھوڑ دے کہ پانی کا ٹپکنا اس سے موقوف ہو جائے سوکھ جانا شرط نہیں ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس چیز نے نجاست کو خوب پی لیا ہو جیسے دری وغیرہ اور اگر نجاست کو نہ پیا ہو جیسے بوریا چٹائی وغیرہ تو تین بار کے دھو لینے سے پاک ہو جائے گا ہر بار اتنی دیر چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے (اصول یہ ہے کہ جن چیزوں کو نجاست پہنچتی ہے وہ تین قسم کی ہیں:

۱۔ جو ناپاکی کو بالکل جذب نہ کریں بلکہ نجاست اوپر لگی رہے جیسے لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ کی چیزیں یہ چیزیں نجاست کے دھو لینے سے (یا پونچھ ڈالنے سے جب کہ اثر جاتا رہے اور وہ کھردری نہ ہوں) پاک ہو جاتی ہیں۔

۲۔ جو نجاست کو بہت تو جذب نہ کرے لیکن کچھ نہ کچھ جذب کرے جیسے چٹائی بوریا وغیرہ تو اس سے بھی نجاست زائل ہو جانے پر وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

۳۔ جو بالکل جذب کر لیتی ہیں جیسے کپڑا تو ایسی چیزوں سے ناپاکی دھو کر تین بار نچوڑنے سے یا جو نچڑ نہ سکے اس کو تین بار خشک کرنے سے دور ہو گی، اگر کپڑا ایسا ہو کہ جذب نہ کرے تو اس کا بھی چٹائی وغیرہ کے مانند حکم ہے۔

اگر کسی نے گیہوں یا گوشت، شراب یا پیشاب میں پکایا تو فتویٰ اس پر ہے کہ وہ کبھی پاک نہ ہوں گے ان پھینک دیا جائے، اگر ایسی چیز نجس ہو جائے جو نچوڑی نہیں جا سکتی اور وہ نجاست کو پی جائے مثلاً چھری کو نجس پانی سے ملمع کیا یا مٹی کا برتن یا اینٹ تازہ بنی ہوئی ہو اور اس پر شراب یا پیشاب پڑ جائے یا گیہوں پر شراب پڑ جائے اور وہ اس کو جذب کر کے پھول جائیں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک (۱) پانی

۱۔ امام محمدؒ کے نزدیک پاک نہیں ہو سکتی اور یہ حکم اس بارے میں ہے کہ نماز کی حالت میں اس کو ساتھ نہ رکھے کیوں کہ ان کے نزدیک اندرونی ناپاک ملمع کی پاکی نہیں ہو سکتی اور شیخین کے نزدیک وہ اندر سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور ظاہری طور پر وہ اجماعاً پاک ہو گئی اور اس سے خربوزہ وغیرہ کاٹنے یا اس کے پانی وغیرہ میں گرنے سے وہ خربوزہ پانی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتے۔ (مولف)

سے تین بار چھری کو ملمع کیا جائے اور اینٹ اور برتن کو تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں تو پاک ہو جائیں گے اور گیہوں کو پانی میں بھگو دیں یہاں تک کہ وہ پانی کو اسی طرح پی لیں جیسے شراب کو انھوں نے پیا تھا پھر خشک کئے جائیں اور تین مرتبہ اسی طرح کیا جائے تو طہارت کا حکم کیا جائے گا (۱) اور اگر نہ پھولے ہوں تو تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ خشک کریں لیکن یہ شرط ہے کہ اس میں شراب کا مزہ یا بو باقی نہ ہو، اور اگر اینٹ پتھر یا برتن پرانا ہو تو اس کو بیک وقت تین بار دھو لینا کافی ہے ہر بار خشک کرنے کی ضرورت نہیں ۔ اگر شہد یا شیرہ یا تیل یا گھی نجس ہو جائے تو ایک کڑھائی میں ڈالا جائے اور اس میں اسی قدر یا اس سے زیادہ پانی ملائیں اور اس قدر جوش دیں کہ پانی جل کر جس قدر شہد یا تیل وغیرہ تھا وہ باقی رہ جائے تین دفعہ اس طرح کیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا، فقہا نے کہا کہ اسی طرح دودھ اور چھاچھ بھی پاک ہو سکتے ہیں، نیز نجس تیل یا گھی کو پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تین مرتبہ اس طرح دھوئیں کہ اس کو ایک برتن میں ڈالیں پھر اسی کے برابر اس میں پانی ڈالیں پھر اس کو ہلائیں اور چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ تیل یا گھی اوپر آ جائے وہ اوپر سے اتار لیا جائے اور ہر دفعہ نیا پانی لیا جائے (یا برتن میں سوراخ کر دیا جائے تاکہ پانی بالکل نکل جائے اسی طرح تین بار کیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا، اور باقی پانی کو آگ پر جلایا جائے) اور بھی طریقے ہیں مگر یہی آسان ہیں، اگر گھی جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دو جب پگھل جائے تو اس کو اوپر سے اتار لو، تین دفعہ اسی طرح کرو، نجس کپڑا تین برتنوں میں دھویا جائے یا ایک ہی برتن میں تین بار دھویا جائے اور ہر بار نچوڑا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا اس لئے کہ دھونے کی عادت اسی طرح جاری ہے اگر پاک نہ ہو تو لوگوں پر دقت پڑے اور نجس عضو کا کسی برتن میں دھونے کا اور ایسے جنبی کا کہ جس نے استنجا نہ کیا ہو کسی پانی میں نہانے کا حکم مثل کپڑے کے ہے اور وہ پانی اور برتن ناپاک ہو جائے گا اور اگر چوتھے برتن میں بھی دھوئیں تو اس کا پانی کپڑا دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا رہے گا اور عضو دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا باقی نہ رہے گا اس لئے کہ عبادت میں صرف ہوا تو مستعمل ہو جائے گا اور ان تینوں برتنوں کے تینوں پانی نجس ہوں گے (کیوں کہ جس پانی میں کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ وہ پہلی دفعہ کا پانی ہے یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا) لیکن ان کی نجاست میں فرق ہوگا یعنی پہلا پانی جب کپڑے کو لگے گا تو وہ تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور دوسری دفعہ کا پانی لگنے میں دو بار دھونے سے اور تیسری دفعہ کا پانی لگ جائے تو ایک ہی بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور یہی اصح ہے اور جب وہ پانی دوسرے کپڑے کو لگے گا تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو پہلے کپڑے میں تھا اور تیسری بار کے دھونے میں تیسرا برتن بھی پاک ہو جائے گا جیسے کاسہ کی دستی اور وہ مٹکا جس میں شراب سرکہ بنتی ہے پاک ہو جاتا ہے (اسی طرح ناپاک کپڑے کے پہلی دفعہ کے نچوڑے ہوئے پانی کے دوسرے کپڑے پر لگ جانے سے تین دفعہ دھوئیں تو پاک ہوگا اور دوسری دفعہ کے نچوڑے ہوئے پانی سے دو دفعہ میں اور تیسری دفعہ کے نچوڑے ہوئے سے ایک دفعہ میں پاک ہو جائے گا)۔ اگر کسی موزے کا استر ٹاٹ کا ہو اور وہ موزہ پھٹ کر اس کے سوراخوں میں نجس پانی داخل ہو گیا پھر اسی موزے کو دھویا اور ہاتھ سے ملا اور پھر اس کے اندر تین بار پانی بھرا اور پھینکا لیکن اس ٹاٹ کو نہ نچوڑ سکا تو وہ موزہ پاک ہو جائے گا بعض نے کہا کہ اس کو ہر بار اتنی دیر تک چھوڑ دیا جائے کہ اس سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ خراسانی موزہ جس کے چمڑے سوت سے اس طرح کڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ تمام موزہ کے چمڑے پر سوت چڑھا ہوتا ہے تو اگر اس کے نیچے نجاست لگ جائے

(۱)۔ لیکن اگر گیہوں یا گوشت شراب میں پکائے جائیں تو امام صاحبؒ کے نزدیک پاک نہیں ہو سکتے، اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن اگر اس پر سرکہ ڈال کر رکھا جائے یہاں تک کہ سب سرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے لیکن اگر شراب کی بجائے پیشاب میں پکے تو اب سرکہ بننے سے بھی پاک نہیں ہوگا کیوں کہ برخلاف شراب کے پیشاب میں قلب ماہیت نہیں ہوتی، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین دفعہ پانی میں پکائیں اور ہر دفعہ خشک کریں تو پاک ہو جائے گا اور اس کا ٹھنڈا کرنا ہی خشک کرنا ہے لیکن اس قول پر فتویٰ نہیں ہے۔

تو وہ تین بار دھویا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے اور بعض کا قول ہے کہ ہر بار اس قدر توقف کیا جائے کہ پانی کا ٹپکنا بند ہو جائے پھر دوسری اور تیسری بار اسی طرح دھوئے، یہ اصح ہے اور اول میں احتیاط زیادہ ہے، زمین پر اور درخت میں اگر نجاست لگ جائے پھر اس پر مینہ برسے اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو وہ پاک ہو جائے گا اور اسی طرح لکڑی میں جب نجاست لگ جائے اور اس پر مینہ برسے تو وہ دھلنے کے حکم میں ہے، زمین اگر پیشاب سے نجس ہو جائے اور اس کے دھونے کی حاجت ہو پس اگر زمین نرم ہے تو تین بار پانی بہانے سے پاک ہو جائے گی اور اگر سخت ہے تو فقہا نے کہا ہے کہ اس پر پانی ڈالیں پھر ہاتھ سے رگڑیں پھر اون یا پاک کپڑے سے پونچھ لے اور اسی طرح تین بار عمل کریں تو پاک ہو جائے گی اور اگر اس پر اتنا زیادہ پانی ڈالا جائے کہ اس کی نجاست متفرق ہو جائے اور اس کی بو اور رنگ باقی نہ رہے اور چھوڑ دی جائے تا کہ خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جائے گی۔ بوریا (چٹائی) کو اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست خشک ہو تو ضروری ہے کہ اس کو مل کر نرم کرلیں (یعنی تین دفعہ مل کر دھوئیں) اور اگر تر ہو اور بوریا نرکل کا یا اسی کے مثل کسی اور چیز کا ہو تو وہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور کسی چیز کی (یعنی ملنے وغیرہ) کی حاجت نہ رہے گی اور بلا خلاف پاک ہو جائے گی اس لئے کہ وہ نجاست کو جذب نہیں کرتا اور اگر خرما وغیرہ کی چھال (یا دوب) کا ہو تو دھوئیں اور ہر بار خشک کریں تب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک ہو جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور بوریا اگر نجس پانی میں گر جائے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق جس کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اس کو تین بار دھوئیں اور ہر بار نچوڑیں یا خشک کریں تو پاک ہو جائے گا۔ نجس برتن یا کوئی بھاری فرش دری ٹاٹ وغیرہ یا کسی ناپاک کپڑے یا چیز کو نہر یا دریا وغیرہ کسی بہتے پانی میں ڈال دیا جائے اور رات بھر پڑا رہنے دیا جائے تا کہ اس پر پانی جاری رہے تو پاک ہو جائے گا، یہی اصح ہے (اصل اس میں یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظن غالب ہو جائے کہ پانی نجاست کو بہالے گیا تو پاک ہو جائے گا کیوں کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں) کوزہ میں اگر شراب ڈالی گئی ہو تو تین بار اس کے اندر پانی ڈالنے سے پاک ہو جائے گا، اگر کوزہ کورا ہے تو ہر بار ایک ساعت تک توقف کرے یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ شراب کا مٹکا اگر پرانا اور مستعمل ہو تو تین بار کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب کی بو اس میں نہ رہے، دباغت کیا ہوا چمڑا جب اس کو نجاست لگے تو اگر ایسا سخت ہے کہ اس کی سختی کی وجہ سے اس میں نجاست جذب نہیں ہوتی تو ائمہ کے قول کے بموجب دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر اس میں نجاست جذب ہو سکتی ہے اور اس کو نچوڑ سکتے ہیں تو تین بار دھوئیں اور ہر بار نچوڑ دیں تو پاک ہو جائے گا اور اگر نہیں نچوڑ سکتے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں، اگر کپڑے کا کنارہ نجس ہو گیا اور اس کو بھول گیا اور بغیر اس کے کہ سوچ کر گمان غالب پر عمل کرے اس کپڑے کے کسی کنارہ کو دھولیا تو اس کپڑے کے پاک ہونے کا حکم کیا جائے گا یہی مختار ہے اگر اس کپڑے سے بہت سی نمازیں پڑھیں پھر ظاہر ہو گیا کہ دھویا اور طرف تھا اور نجاست اور طرف تھی تو جس قدر نمازیں اس کپڑے سے پڑیں ان کا اعادہ واجب ہے اور اگر سوچ کر دھولیا تھا اور بعد میں غلطی معلوم ہوئی تو اب اس نجس جگہ کو دھولے اور نمازوں کا اعادہ نہ کرے، اور احتیاط یہ ہے کہ سارا کپڑا دھولے، اور اسی طرح اگر نجاست آستین میں لگی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ کونسی آستین تھی تو دونوں کو دھولے یا صرف آستین یا کلی نجس ہو گئی مگر یہ معلوم نہیں کہ کونسا حصہ ہے پوری آستین یا کلی دھولے، اگر کپڑا نجس ہو جائے اور تین بار اس کا دھونا واجب ہو اور اس نے ایک دن ایک بار دھویا اور ایک دن دوبارہ دھویا، یا ایک ایک دفعہ کر کے تین مختلف وقتوں میں دھویا تو جائز ہے اس لئے کہ مقصود حاصل ہو گیا یہ ضروری نہیں کہ تینوں بار ایک ہی وقت میں دھوئیں۔

۲۔ پونچھنا

تلوار، چھری، چاقو، آئینہ اور تمام وہ چیزیں جو لوہے سے بنتی ہیں جن پر صیقل (جلا) ہو یعنی زنگ نہ ہو اور جو کھردی نہ ہوں یعنی جن

میں نقش ونگار وغیرہ کھدے ہوئے یا ابھرے ہوئے نہ ہوں، اگر ان پر نجاست پڑ جائے اور اس کے اندر جذب نہ ہو تو جس طرح دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں اسی طرح پاک کپڑے یا پتے یا صوف یا مٹی وغیرہ سے اس قدر پونچھ لی جائیں کہ اثر بالکل جاتا رہے تو پاک ہوجاتی ہیں خواہ نجاست تر ہو یا خشک، جسم دار ہو یا بے جسم، اس میں کوئی فرق نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے صرف رنگ کے نقش ہوں تب بھی یہی حکم ہے اگر وہ چیز کھردری ہو یا ابھرے ہوئے نقش والی ہو یا زنگ آلود ہو تو پونچھنے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے۔ چاندی، سونا، تانبا، پیتل، گلٹ اور ہر قسم کی دھات کی چیزوں شیشے اور چینی کے برتن یا مٹی کے روغنی یا لک کیئے ہوئے برتن یا پالیش کی ہوئی لکڑی یا چکنا پتھر غرض وہ تمام چیزیں جن میں مسام نہیں ہوتے اور پانی جذب نہیں ہوتا سب کا یہی حکم ہے کہ پونچھنے سے جب کہ نجاست کا اثر بالکل جاتا رہے پاک ہوجاتی ہیں۔ اگر پچھنے لگائے اور اس جگہ کو بھیگے ہوئے کپڑوں سے پونچھ لیا تو کافی ہے اس لئے کہ وہ دھونے کا کام دیتا ہے۔

۳۔ ملنا

منی اگر کپڑے پر لگ جائے تو اگر تر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر کپڑے کو لگ کر خشک ہوگئی ہے تو استحساناً مل کر جھاڑ دینا کافی ہے، اور یہی صحیح ہے کہ مرد اور عورت سب کی منی کا ایک ہی حکم ہے اگرچہ مرد کی منی بیماری کی وجہ سے پتلی ہوگئی ہو، صحیح یہ ہے کہ غیر آدمی یعنی دیگر جانوروں کی منی کا یہ حکم نہیں اور وہ دھونے سے ہی پاک ہوگی، اور مل کر جھاڑ دینے کے بعد اگر منی کا اثر باقی رہے تو کچھ نقصان نہیں جیسے دھونے کے بعد رہتا ہے، یہ حکم اس وقت ہے کہ سرِ ذکر پاک ہو اس طرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے نہیں بڑھا یا بڑھا تو پانی سے استنجا کر لیا، یا استنجا تو نہیں کیا مگر منی کو دکر اس طرح نکلی کہ اس نجاست کی جگہ پر نہ گزری پس وہ مل کر جھاڑنے سے پاک ہوجائے گا اور اگر ذکر کا سرا پیشاب سے بھی نجس ہوا ہے مثلاً پہلے پیشاب کیا اور وہ مخرج سے بڑھ گیا اور پانی سے استنجا نہ کیا ہو پھر اس سے مس ہو کر منی نکلی ہو تو یہ کپڑا منی کو مل کر جھاڑنے سے پاک نہ ہوگا اور اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے بدن پاک نہ ہوگا خواہ منی تر ہو یا خشک، امام ابوحنیفہؒ سے یہی مروی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ بعض کے نزدیک بوجہ عموم بلویٰ مل کر جھاڑنے سے بدن بھی پاک ہوجائے گا لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ اگر دوہرے کپڑے کے استر تک منی پھوٹ گئی تو بھی مل کر جھاڑ دینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے، موزہ پر لگ کر منی خشک ہوگئی تو مل ڈالنا کافی ہے منی کو جب کپڑے کے اوپر سے مل ڈالا اور اس کا جسم جاتا رہا اور اسی طرح ہر وہ چیز جس کے دھونے کے سوا مل دینے یا کھرچ دینے سے پاک ہوجانے کا حکم کیا گیا ہے اگر وہ پانی سے بھیگ جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں مختار اور معتبر یہ ہے کہ پھر نجاست نہیں لوٹے گی، ناپاک برتن کو دھونے سے پہلے مٹی سے مل لینا (مانجھنا) بہتر ہے۔

۴۔ چھیلنا اور رگڑنا

موزہ پر اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست جسم دار ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر اور منی، اگر وہ خشک ہوجائے تو چھیلنے یا رگڑنے سے پاک ہوجائے گا (رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا ناخن یا لکڑی اور پتھر وغیرہ سے) اور اگر تر ہے تو ظاہر روایت میں بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب اس کو اچھی طرح پونچھے اس طرح سے کہ اس کا کچھ اثر (رنگ و بو) باقی نہ رہے تو پاک ہوجائے گا اور بوجہ عموم بلویٰ اسی پر فتویٰ ہے، اور اگر نجاست جسم دار نہیں، جیسے شراب اور پیشاب وغیرہ تو جب اس میں مٹی مل جائے یا راکھ یا ریت وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں اور اچھی طرح سے پونچھ دیں تو پاک ہوجائے گا یہی صحیح ہے اور ضرورت کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے، لیکن اگر ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ پتلی نجاست سوکھ گئی تو اب بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی، پوستین پر اگر جسم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہوجائے تو رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ موزہ پاک ہوجاتا ہے، کپڑا اور بدن چھیلنے اور رگڑنے سے پاک نہیں ہوتے البتہ منی کو رگڑنے سے کپڑا پاک ہوجاتا ہے لیکن بدن کو

دھونا ہی ضروری ہے۔

۵۔خشک ہوجانا اور اس کا اثر دور ہوجانا

زمین خشک ہوجانے سے اور نجاست کا اثر (رنگ و بو) دور ہونے سے نماز کے واسطے پاک ہوجاتی ہے، تیمم کے واسطے پاک نہیں ہوتی۔ دھوپ سے یا آگ یا ہوا سے یا سایہ میں خشک ہونے میں کچھ فرق نہیں۔ زمین کے اس حکم میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو زمین میں قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت، گھاس اور نرکل وغیرہ جب تک وہ زمین میں کھڑے ہوں پس اگر گھاس اور لکڑی اور بانس کٹ جائیں اور پھر ان پر نجاست لگے تو بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔ اینٹیں اگر زمین میں بطور فرش جڑی ہوں تو ان کو زمین کا حکم ہے کہ خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہیں اور اگر زمین پر رکھی ہوئی ہوں (اور جڑی ہوئی نہ ہوں) جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہوں تو دھونا ضروری ہے اور پتھر اور کچی اینٹ کا بھی یہی حکم ہے اگر اس کے بعد (خشک ہوکر پاک ہونے کے بعد) اینٹیں اکھاڑ دی جائیں تو پھر نجاست لوٹ آنے میں دو روایتیں ہیں مختار یہی ہے کہ نہیں لوٹتی، اسی طرح ہر وہ چیز جس کی طہارت کا حکم بغیر بہنے والی چیز سے دھونے کے ہوگا مثلاً پونچھنے، خشک ہونے، جلنے وغیرہ سے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوگی۔ صحیح یہ ہے سنگریزے اگر زمین میں گڑے ہوں تو ان کا حکم وہی ہے جو زمین کا ہے لیکن اگر زمین کے اوپر پڑے ہوں تو خشک ہونے سے پاک نہ ہوں گے، اگر زمین خشک ہوکر پاک ہوجائے اور پھر اس پر پانی پڑے تو اصح یہ ہے کہ وہ نجاست نہ لوٹے گی پس اگر اس پر پانی چھڑک لیں اور پھر اس پر بیٹھیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جس کنوئیں میں ناپاک پانی ہو پھر وہ کنواں بالکل خشک ہوجائے تو پاک ہوگیا۔

۶۔جلانا

گوبر و پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست اگر جل کر راکھ ہوجائے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کی طہارت کا حکم ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر بکری کا سر جو خون میں بھرا ہوا ہے جلایا جائے اور خون اس سے زائل ہوجائے تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ نجس مٹی سے اگر کوزہ یا ہانڈی یا کوئی اور برتن یا اینٹیں وغیرہ بنائیں پھر وہ پک جائیں تو وہ چیزیں پاک ہوں گی۔ اگر کسی عورت نے تنور گرم کیا پھر اس کو ایسے کپڑے سے پوچھا جو نجاست میں بھیگا ہوا تھا پھر اس میں روٹی پکائی اگر روٹی لگنے سے پہلے اس کی تری آگ کی گرمی سے جل چکی تھی تو روٹی نجس نہ ہوگی ورنہ نجس ہوگی، اگر تنور گوبر یا لید سے گرم کیا جائے تو اس میں روٹی پکانا مکروہ ہوگا اور اگر اس پر پانی چھڑک لیا جائے تو کراہت باطل ہوجائے گی۔ (بظاہر یہ کراہیت تنزیہی ہے اس دلیل سے کہ نجاست کا دھواں کپڑے یا بدن پر لگا تو صحیح یہ ہے کہ اس کو نجس نہیں کرے گا) نجس چاقو، چھری یا مٹی یا تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہوجاتے ہیں، گوبر کے اپلے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے، روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

۷۔حالت بدل جانا

شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہے پس اگر شراب ایک نئے یا پرانے مٹکے میں ہو اور اس کا سرکہ بن جائے تو وہ مٹکا بالاتفاق پاک ہوجائے گا (یعنی باتفاق صاحبین)۔ خیال رہے کہ جہاں تک اب سرکہ ہے وہاں تک پاک ہوجاتا ہے اگر شراب کی چھینٹیں اس سے اوپر تک پڑی تھیں یا پہلے شراب اوپر تک بھری جاچکی ہے اور سرکہ بنتے وقت گر کر یا استعمال ہوکر اس سے کم ہوگئی ہے تو وہ اوپر کا حصہ پاک نہ ہوگا اور سرکہ انڈیل کر نکالتے وقت جب اس ناپاک حصہ سے لگے گا تو سرکہ بھی ناپاک ہوجائے گا ہاں اگر پلی وغیرہ سے نکال لیا جائے تو پاک ہے۔ شراب میں جو آٹا گوندھا جائے وہ دھونے سے پاک نہیں ہوتا اور اگر اس میں سرکہ ڈال دیں اور شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہوجائے

گا۔ کلچہ (پکی ہوئی روٹی) اگر شراب میں ڈال دیا جائے پھر وہ شراب سرکہ بن جائے (یا اس شراب سے گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی پکائی پھر اس کو سرکہ میں ڈال دیا) اگر اس میں شراب کی بو (اثر) باقی نہ رہے تو وہ کلچہ پاک ہو جائے گا اور یہی حکم پیاز و لہسن کا ہے جب وہ شراب میں ڈال دیا جائے اور شراب سرکہ بن جائے اس لئے کہ شراب کے جو اجزا اس میں ملے ہوئے تھے وہ سرکہ ہو گئے۔ شراب اگر پانی میں پڑے یا پانی شراب میں پڑے پھر وہ سرکہ ہو جائے تو پاک ہو گا۔ اگر شوربہ میں شراب پڑ جائے پھر سرکہ پڑے اگر وہ شوربہ ترشی میں سرکے کی مانند ہو جائے تو پاک ہے۔ چوہا شراب میں گر جائے اور پھٹ جانے سے قبل اس کو نکال لیں پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو اس کو کھا لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور وہ سرکہ پاک ہے اور اگر سرکہ ہونے کے بعد نکالا خواہ وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو تب وہ سرکہ ناپاک ہے اور اگر وہ شراب کے اندر پھٹ جائے پھر نکالا جائے پھر وہ شراب سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں، اس لئے کہ مردہ چوہے کہ اجزا اس میں موجود ہیں اور وہ شراب نہیں ہو جاتے۔ کتا اگر شیرے کو چاٹے پھر اس کی شراب بنے پھر سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں اس لئے کہ کتے کا لعاب اس میں موجود ہے اور وہ سرکہ نہیں ہو جاتا اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب پیشاب شراب میں گر جائے پھر وہ سرکہ بن جائے اور اگر نجس سرکہ شراب میں ڈالا جائے پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو نجس ہوگی اس لئے کہ وہ نجس سرکہ جو اس میں ملا تھا وہ متغیر نہیں ہوا، سور اور گدھا (یا کوئی اور جانور) اگر نمک کی کان میں گر جائے اور نمک ہو جائے یا کسی کا بچہ (حوض) میں گر کر مٹی ہو جائے تو طرفین کے نزدیک پاک ہو گا اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس ہے۔ (اس طرح جو نجاست مغلظہ کنوئیں میں گر کر اس کی تہ کی مٹی میں سیاہ مٹی ہوگئی تو نجس نہ رہی کیوں کہ ذات تبدیل ہوگئی اسی پر فتویٰ دیا جائے) مٹکے میں شیرہ ہو اور اس کو جوش آ جائے اور سخت ہو جائے اور اس میں جھاگ آ جائیں اور اس کا جوش موقوف ہو جائے اور کم ہو جائے پھر وہ سرکہ ہو جائے اگر وہ سرکہ بہت دنوں تک اس میں چھوڑ دیا جائے اور سرکہ کے بخارات مٹکے کے منہ تک پہنچیں تو وہ مٹکا پاک ہو گا، اور اسی طرح وہ کپڑا جس میں شراب لگی ہے اور سرکہ سے دھویا جائے تو پاک ہو جائے گا، اگر نجس تیل صابون میں ڈالا جائے تو اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا اس لئے کہ اس میں تغیر ہو گیا۔ ناپاک زمین کی مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ پاخانہ مٹی بن جائے تو پاک ہے۔

۸۔ چمڑے کا دباغت سے پاک کرنا

آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہاتھی اور کتے کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، آدمی کی کھال بوجہ تکریم اور احترام کے دباغت نہیں کی جاتی لیکن اگر دباغت کی گئی تو پاک ہو گئی مگر اس سے نفع لینا بوجہ احترام کے جائز نہیں اور حرام ہے جیسا کہ آدمی کے اجزا سے نفع لینا جائز نہیں ہے، اور خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی، بعض کے نزدیک خنزیر اور آدمی کی کھال اس لئے پاک نہیں ہوتی کیوں کہ وہ پرت پرت ہونے کی وجہ سے دباغت کو قبول نہیں کرتی۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں: ا۔ ایک حقیقی جو دوائی اور چونے، پھٹکری، ببول کے پتوں سے کی جاتی ہے، دوسری حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ یا ہوا میں سکھا کر کی جائے۔ دونوں قسم کی دباغت سے وہ چمڑا پاک ہو جائے گا، (ا) اس پر یا اس کی پوستین وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا اور اس کے ڈول سے وضو و غسل جائز ہے۔ حقیقی دباغت کے بعد اگر چمڑے کو پانی لگے تو پھر نجس نہیں ہوتا اور حکمی دباغت کے بعد پانی لگے تو اس میں اختلاف ہے اظہر یہی ہے کہ پھر نجس نہیں ہوتا۔

ا۔ جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہے اور دار الاسلام میں آتا ہے جیسا کہ سنجاب وغیرہ اگر اس کی دباغت پاک چیز سے معلوم ہو جائے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنی اس کو پہن کر نماز درست ہے اور اگر اس کی دباغت ناپاک چیز سے ہوئی مثلاً مُردار کی چربی وغیرہ سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اس کا دھونا بہتر ہے یعنی واجب نہیں۔

۹۔ جانور کے گوشت پوست کو ذبح سے پاک کرنا

جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح خون کے سوا اس کے تمام اجزا ذبح سے پاک ہو جاتے ہیں یہی صحیح ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والا شخص شرعاً اس کا اہل ہو، پس مجوسی کا ذبح کرنا اس کو پاک نہ کرے گا اور ذبح کرنا اپنے محل میں ہو یعنی جہاں سے ذبح کرنا چاہئے اسی جگہ سے ذبح کیا ہو، حرام جانوروں کے گوشت کے پاک ہونے میں اختلاف ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ حرام جانوروں کا گوشت ذبح سے پاک نہیں ہوتا۔

۱۰۔ کنوئیں کا پانی نکالنے سے پاک کرنا

اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

اسی سے ملتے ہوئے یہ مسائل ہیں

ا۔ آدمی کا تھوک پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے اور اس کو تھوک کے ذریعے دور کر دیا جائے یہاں تک کہ اس نجاست کا اثر جاتا رہا تو پاک ہو جائے گا، اور اسی طرح اگر چھری نجس ہو جائے اور اپنا تھوک اس کو لگا کر اس طرح پونچھ لے کہ اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے گی، منہ بھر کے قے کی پھر وضو کیا اور کلی نہ کی یہاں تک نماز پڑھی تو وہ نماز جائز ہوگی۔ اس لئے کہ منہ تھوک سے پاک ہو جاتا ہے۔ بچے نے ماں کی پستان پر قے کی پھر اس پستان کو بہت دفعہ چوسا تو وہ پاک ہو جائے گا۔ ۲۔ نجس روئی دھنی جائے اگر وہ کل یا نصف نجس تھی تو پاک نہ ہوگی اگر تھوڑی سی نجس تھی جس میں یہ احتمال ہو کہ اس قدر دھننے میں نکل گئی ہوگی تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا، جیسے خرمن (اناج کا ڈھیر) جو نجس ہو جائے جب کہ کل یا اکثر نجس نہ ہوا ہو پھر کستان اور عامل کے درمیان تقسیم کیا جائے تو اس کی طہارت کا حکم ہوتا ہے، گیہوں (یا دیگر غلہ) کو بیلوں سے گاہتے وقت بیل پیشاب کر دیں تو وہ معاف ہے اور غلبہ بالا جماع پاک ہے اور اگر گدھوں سے گاہویں اور اس کا پیشاب اور لید بعضے گیہوں پر پڑے اور وہ گیہوں جس پر نجاست پڑی دوسری پاک گیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو تو فقہانے کہا ہے کہ ان میں سے تھوڑے نکال کر دھو لئے جائیں پھر سب ملا لئے جائیں یا ان میں سے تھوڑے سے گیہوں خیرات کر دے یا ہبہ کر دے یا اس گیہوں کو آپس میں تقسیم کر لیں تو ان سب صورتوں میں ان سب دانوں کی پاکی کا حکم کیا جائے گا اور ان کا کھانا حلال ہوگا اور اگر گاہنے کے وقت کے سوا دوسرے وقت پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں، ۳۔ نجس قلعی اور رانگ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے، نجس موم پگھلانے سے پاک نہیں ہوتا، ۴۔ چوہا اگر گھی میں مر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دیا جائے اور باقی پاک ہے وہ کھایا جائے، اور اگر پتلا ہو تو اس کو کھانا جائز نہیں لیکن کھانے کے سوا اور طرح فائدہ لینا جیسے روشنی کرنا اور چمڑے کی دباغت کرنا جائز ہے اگر اس سے چمڑے کی دباغت کی جائے تو اس کے دھونے کا حکم کیا جائے پھر اگر وہ نچڑ سکے تو تین بار اس کو دھوئیں اور نچوڑیں اور اگر نہ نچڑ سکے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں، جمع ہوئے گھی کی حد یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے نکالا جائے تو اسی وقت سب مل کر برابر نہ ہو جائے اور اگر اسی وقت برابر ہو جائے تو وہ پتلا ہے (تیل و گھی وغیرہ پاک کرنے کے جو طریقے پہلے بیان ہو چکے ہیں ان کے مطابق پاک کر کے اس ناپاک گھی کو کھانے کے استعمال میں لا سکتے ہیں)۔

فائدہ

بعض کتابوں میں ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کے ان طریقوں کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ وہ اکیس ہو جاتے ہیں اور وہ مختصراً

یہاں ایک جگہ درج کئے جاتے ہیں:

ا۔ دھونا،۲۔ پونچھنا،۳۔ خشک کرنا،۴۔ چھیلنا،۵۔ ذات کا بدل جانا،۶۔ کھودنا (یعنی ناپاک زمین کی مٹی کھود کر اوپر نیچے کر دینا)، ۷۔ چمڑے کا دباغت کرنا،۸۔ شراب کو نمک وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانا،۹۔ شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا،۱۰۔ جانور کا ذبح کرنا،۱۱۔ خشک مٹی کا مل ڈالنا،۱۲۔ موزے کا رگڑنا،۱۳۔ نجس حوض میں پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ جاری ہو جائے،۱۴۔ کنوئیں کے ناپاک پانی کا زمین کے اندر گھسنا (خشک ہو جانا)،۱۵۔ بعض میں تصرف کرنا (یعنی بیلوں نے اناج بھوسے سے الگ کرتے ہوئے روندنے میں پیشاب و گوبر کر دیا اور اس اناج کو آپس میں تقسیم کیا گیا یا خیرات کیا وغیرہ)،۱۶۔ روئی کا دھنا،۱۷۔ کنوئیں کے پانی کا نکال ڈالنا،۱۸۔ ناپاک چیز کا آگ میں جل جانا،۱۹۔ ابالنا (نجس گھی تیل وغیرہ پاک پانی کے ساتھ تین دفعہ ابالنا)،۲۰۔ بعض کا دھونا (جب کہ کپڑے میں ناپاکی کی جگہ بھول گیا،۲۱۔ بستہ چیز (جیسے جما ہوا گھی) میں نجاست نکال کر گڑھا کر دینا یعنی نجاست کے گرد و پیش سے بھی کچھ گھی نکال دینا، (ہر وہ ناپاک چیز جو بہنے والی چیز کے بغیر دوسرے طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے مثلاً پونچھنے، خشک ہونے، جلنے، چھیلنے وغیرہ سے صحیح یہ ہے کہ وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوتی)۔

نجس چیزوں کا بیان

نجاستِ حقیقہ کی دو قسمیں ہیں: ا۔ مغلظہ (غلیظہ) یعنی جس کی نجاست زیادہ سخت ہے کہ تھوڑی سی کپڑے یا بدن کو لگ جائے تب بھی دھونا ضروری ہے،۲۔ مخففہ (خفیفہ) جو حکم میں ذرا کم اور ہلکی ہو۔

ا۔ مغلظہ

(جس کا حکم سخت ہے) وہ بقدر درہم کے معاف ہے اور نماز کو نہیں توڑتی، اگر درہم سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی، درہم کے اعتبار میں مختلف روایتیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ اگر جسم دار (گاڑھی) نجاست گو جیسے پاخانہ، لید، وبر وغیرہ تو وزن کا اعتبار ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا وزن درہم کبیر کے برابر ہو جو ایک مثقال ہوتا ہے، مثقال کا وزن بیس قیراط ہے یعنی یہاں ساڑھے چار ماشہ ہے یہی صحیح ہے (اور قیراط پانچ جو کے برابر ہوتا ہے) اور جو نجاست بے جسم کی (یعنی پتلی) ہو اس میں ناپ (پھیلاؤ) کا اعتبار ہے اور وہ بقدر ہتھیلی کی چوڑائی کے ہیں اور وہ انگلیوں کے جوڑوں کے اندر کا گہراؤ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں اور اس پر آہستہ سے پانی ڈالیں جتنا رک سکے اس کا پھیلاؤ درہم کی برابر ہے یعنی ہندوستان و پاکستان کے روپے کی برابر جو چیزیں آدمی کے بدن سے ایسی نکلتی ہے جن کے نکلنے سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، منی، مذی، ودی، کچلو ہو، پیپ اور قے جو منہ بھر کے آئے اگرچہ بچہ کی ہو، حیض ونفاس و استحاضہ کا خون، بچہ کا پیشاب خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، اناج کھاتے ہوں یا نہ کھاتے ہوں لیکن ریح اس کلیہ سے خارج ہے(۱) شراب، خشکی کے ہر جانور کا خون، مُردار، جو جانور نہیں کھائے جاتے ان کا پیشاب و گوبر، ولید، اور جو جانور کھائے جاتے ہیں ان کا گوبر، مثلاً گائے، بیل، بھینس وغیرہ کا گوبر اور بھیڑ، بکری، اونٹ کی مینگنی (صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کی لید غلیظہ ہے) کتے کا گوہ، مرغابی، بطخ، مرغی اور کونج کی بیٹ، درندے جانوروں اور بلی چوہے کا گوہ، یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔ بلی یا چوہے کا پیشاب اگر کپڑے کو لگ جائے تو بعضوں نے کہا ہے کہ اگر قدر درہم سے زیادہ ہے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے اور یہی ظاہر ہے۔ حرام جانوروں کا دودھ خواہ زندہ ہو یا مُردہ اور مُردہ جانوروں کا دودھ خواہ

---

(۱)۔ یعنی صحیح قول کی بنا پر ریح پاک ہے اگرچہ اس سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔

حرام ہو یا حلال نجس ہے حرام جانوروں کا انڈا نجس ہے۔ سانپ کا گوہ اور پیشاب اور جونک کا گوہ، بڑی چھپکلی اور گرگٹ جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے ان کا خون نجس ہے اور یہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں پس اگر نجاستِ غلیظہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس کا دھونا فرض ہے اگر اس سے قصداً نماز پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر بہ نیت استخفاف (ہلکا جان کر) ایسا کیا تو کفر ہے، اگر درہم کے برابر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر بے دھوئے نماز پڑھی تو اس کا لوٹانا واجب ہے، اور قصداً پڑھی تو گنہ گار بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے بغیر پاک کئے پڑھی تو نماز ہوگئی مگر خلافِ سنت ہوئی اور اس کا لوٹانا بہتر ہے، سور کا گوشت اور اس کے بال وہڈی وغیرہ اس کی ساری چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔ اکہرے کپڑے میں ایک طرف مقدارِ معافی سے کم نجاست لگے اور اس کی دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس سے بڑھ جائے تو بھی وہ کم سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی، ہاں اگر کپڑا دوہرا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔

نجاستِ مخففہ

ہلکی نجاست اور وہ چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہے چوتھائی کپڑے کے حساب میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کپڑے کے اس طرف کی چوتھائی کا اعتبار ہے جہاں نجاست لگی ہو جیسے دامن اور آستین اور کلی اور اگر بدن پر ہو تو اس عضو کی چوتھائی کا اعتبار ہے جس پر نجاست ہے جیسے ہاتھ اور پاؤں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ کل بدن اور کپڑے کا چوتھا حصہ شمار کیا جاتا ہے اگر چہ بڑا ہی کیوں نہ ہو، اسی کو بعضوں نے ترجیح دی ہے اور فتویٰ کا لفظ مختار اور راجح پر مقدم ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ کپڑے یا بدن کے اس عضو یا حصے کی چوتھائی کا اعتبار ہے جس پر نجاست لگی ہے۔ نجاست کے خفیہ یا غلیظہ ہونے کا حکم کپڑے اور بدن میں جاری ہوتا ہے پانی یا دیگر پتلی چیزوں میں جاری نہیں ہوتا یعنی اگر ان میں گرے تو کل ناپاک ہوں گی اگر چہ نجاست کا ایک ہی قطرہ گرے جب تک وہ پانی وغیرہ جاری نہ ہو یا کثیر نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ گھوڑے (۱) اور حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاستِ خفیہ ہیں، یہی معتمد واجبہ ہے پس جو پرندہ ہوا میں اچھی طرح نہیں اڑ سکتا مثلاً مرغی بطخ وغیرہ تو ان کی بیخال نجاستِ غلیظہ ہے اور جو اڑتے ہیں اگر وہ حلال ہیں جیسے کبوتر و چڑیا وغیرہ تو ان کی بیخال پاک ہے اور اگر حرام ہوں تو یہ نجاستِ خفیفہ ہے جیسے باز اور شکرا اور چیل وغیرہ لیکن ان کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اس سے بچنا مشکل ہے، شہید فقہی (یعنی جسے فقہ کے حکم کے مطابق غسل نہیں دیا جاتا) کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے پاک ہے اور جب اس سے جدا ہو گیا تو نجس ہے، ہر جانور کا پتہ اس کے پیشاب کی مثل ہے، سوئی کے سر کے برابر جو پیشاب کی چھینٹیں اڑتی ہیں اور وہ بغیر غور کے نظر نہ آئیں وہ بسبب دفع حرج کے معاف ہیں اگر چہ تمام کپڑے پر پڑ جائیں، سوئی کی دوسری طرف کے برابر جو پیشاب کی چھینٹیں ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے (لیکن طبیعت کی صفائی کا تقاضا ہے کہ دھولے) یہ حکم جب ہے کہ وہ چھینٹیں اڑ کر کپڑے یا بدن پر گریں لیکن اگر پانی میں گریں تو وہ نجس ہو جائے گا اور کچھ معاف نہ ہوگا پس اگر وہ کنوئیں میں گریں یا کوئی اور نجاستِ خفیفہ کنوئیں میں گرے تو سارا پانی نکالنا پڑے گا اس لئے کہ بدن اور کپڑے اور مکان کی نسبت پانی کی طہارت کی زیادہ تاکید ہے، اور اگر پیشاب کی چھینٹیں بڑے سوئے کے سرے کی برابر اڑیں تو نماز جائز نہ ہوگی، مطلب یہ ہے کہ جب ان چھینٹوں کا اثر دیکھا جاتا ہو تو دھونا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر نہ دھوئیں اور نماز پڑھی پس اگر اتنی ہوں کہ جمع کی جائیں تو درہم سے زائد ہوں تو نماز کا اعادہ کرے، نجاست غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے تو وہ بھی نجس غلیظہ ہو جاتا ہے اور خفیفہ کے پڑنے سے نجس خفیف ہو جاتا ہے خواہ کم پڑے یا زیادہ (نجاستوں سے جو عرق کھینچا جائے یا ان کا جوہر

---

(۱)۔ گھوڑا حلال ہے لیکن جہاد کا جانور ہونے کی وجہ سے امام صاحب نے اس کے گوشت کو مکروہ کہا ہے۔

نکالا جائے تو وہ بھی نجس ہے)۔

دیگر متفرق مسائلِ نجاست

سانپ کی کھال نجس ہے اگر چہ اس کو ذبح کیا ہو اس لئے کہ وہ دباغت کو قبول نہیں کرتی سانپ کی کینچلی صحیح یہ ہے کہ پاک ہے۔ سوتے ہوئے آدمی کی رال پاک ہے برابر ہے کہ منہ سے نکلی ہو یا معدے سے آئی ہو، یہ طرفین کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، مُردے کے لعاب کو بعضوں نے نجس کہا ہے، ریشم کے کیڑوں کا پانی اور اس کی آنکھ (کویا) اور بیٹ پاک ہے، چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے، جو پرندے حلال ہیں جیسے کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ ان کی بیٹ بشرطیکہ بودار نہ ہو پاک ہے سوائے مرغی، بطخ اور مرغابی کے، گھوڑی اور گدھی کا دودھ پاک ہے یہی اصح ہے البتہ بے ضرورت اس کو نہ استعمال کیا جائے۔ جانور کے ذبح کے بعد جو خون اس کی رگوں میں باقی رہتا ہے اگر چہ بہت سا کپڑے کو لگ جائے تب بھی اس سے ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا کھانا حلال ہے۔ اور یہی حکم اس خون کا ہے جو ذبح کے بعد گوشت میں باقی رہ جاتا ہے اس لئے کہ وہ خون جاری نہیں اور جو جاری خون گوشت میں لگ جاتا ہے وہ نجس ہے۔ جگر، تلی اور دل میں جو خون باقی رہا وہ نجس نہیں کیوں کہ وہ دم مسفوح کی قید سے نکل گیا۔ مچھر، پسو، چوں، مکھی، چھوٹی چچڑی، کھٹمل کا خون پاک ہے اگر چہ بہت ہو اور جو خون بدن سے جاری نہ ہو پاک ہے۔ مچھلی اور پانی میں جینے والے جانوروں کا خون امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کپڑے کو پلید نہیں کرتا، شہید کا خون جب تک اس کے جسم پر ہے پاک ہے (یہ چودہ خون حیوانات میں مستثنیٰ ہیں کہ ناپاک نہیں) چوہے کی مینگنی گیہوں (غلہ) میں گر جائے اور گیہوں کے ساتھ پس جائے یا تیل میں گر جائے تو وہ آٹا اور تیل جب تک اس کا مزہ نہ بدلے پلید نہ ہوگا یہی حکم سرکہ اور رُب (انگور یا سیب وغیرہ کا نچوڑ جو گاڑھا کر دیا جائے) کا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اگر کپڑے پر نجس تیل قدرِ درہم سے کم لگے پھر وہ پھیل کر قدرِ درہم سے زیادہ ہو جائے تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں، حل شدہ نجاست (نجس پانی وغیرہ) میں بھیگا ہوا نجس کپڑا جو پاک کپڑے میں لپیٹا جائے اور اس کی تری پاک کپڑے میں ظاہر ہو لیکن پاک کپڑا اس سے اتنا تر نہ ہو جائے کہ نچوڑنے میں رطوبت گرے یا قطرے ٹپکیں (یعنی ایک آدھ قطرہ ٹپکے یا ہاتھ بھیگ جائے) تو اصح یہ ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا، اسی طرح اگر پاک کپڑا ایک نجس کپڑے پر یا نجس زمین پر جو تر ہو بچھا دیا جائے اور نجاست کپڑے میں اثر کرے لیکن وہ اتنا تر نہ ہو جائے کہ نچوڑنے میں اس سے رطوبت گرے مگر نجاست کی تری کی جگہ معلوم ہوتی ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا اور اگر عین نجاست یعنی خالص پیشاب وغیرہ سے گیلا ہے اور پاک کپڑے میں ذرا سی نمی یا دھبہ آ گیا تو نجس ہو جائے گا، اگر تر پاؤں نجس زمین یا نجس بچھونے پر رکھا تو وہ نجس نہ ہوگا اور اگر خشک پاؤں نجس بچھونے پر رکھا جو تر ہو تو پاؤں اگر بھیگ گیا تو نجس ہو گیا اور نمی کا اعتبار نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ مٹی میں ملے ہوئے گوبر سے چھت لیپی جائے تو اس پر بھیگا ہوا کپڑا رکھ دینے سے نجس نہیں ہوتا، سوکھا ہوا گوبر یا نجس مٹی جب ہوا سے اڑ کر گیلے کپڑے پر پڑے تو جب تک اس میں نجاست کا اثر (بُو رنگ) نظر نہ آئے نجس نہ ہوگا، ہوا جو گندگیوں پر گزر کر تر کپڑے کو لگ جائے تو اگر اس میں نجاست کی بو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں ہوگا اور نجاستوں کے بخارات لگنے سے نجس نہیں ہوتا یہی صحیح ہے۔ نجاست کا دھواں اگر کپڑے یا بدن کو لگے تو صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں ہوتا، اگر چرکین (پاخانہ) کسی گھر میں جلایا جائے اور اس کا دھواں اور بخارات چھت کی طرف کو چڑھے اور اس کے روشندان میں تو الگا ہوا ہے وہاں جم جائے پھر وہ پگھلے یا پسینہ بن کر (پسیج کر) نکلے اور وہ کپڑے کو لگے تو استحساناً یہ حکم ہے کہ جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوگا وہ کپڑا پلید نہ ہوگا اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حکم اصطبل کا ہے جب وہ گرم ہو اور اس کے دھواں نکلنے کے سوراخ پر توا ہو جہاں نجاست کا دھواں جمع ہوتا ہے اور پھر

اس توے میں پسینہ آیا اور ٹپکنے لگا یا حمام میں جب نجاست جلائی جائے اور دیواروں اور روشندانوں سے پسینہ ٹپکنے لگے۔ اگر پانی سے استنجا کیا اور کپڑے سے نہ پونچھا پھر ریح خارج ہوئی تو فقہا کا یہ قول ہے کہ اس کا گرد اگرد نجس نہیں ہوتا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ استنجا تو نہیں کیا بلکہ پاجامہ پسینے یا پانی میں تر ہو گیا پھر ریح خارج ہوئی۔ لیکن اگر خشک ہونے پر اثر یعنی زردی وغیرہ ظاہر ہو تو نجس ہوگا اگر سردی کے موسم میں گھوڑے بندھنے کی جگہ میں جہاں لید وغیرہ جلتی رہتی ہے داخل ہوا اور بدن اس کا تر تھا یا کوئی تر چیز وہاں لے گیا اور وہ اس کی گرمی سے خشک ہوئی تو نجس نہ ہوگی لیکن اگر اثر ظاہر ہوا مثلاً زردی کپڑے یا اس چیز پر خشک ہونے کے بعد ظاہر ہوئی تو نجاست کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسے بچھونے پر سویا جس پر مٹی لگ کر خشک ہو گئی تھی پھر اس کو پسینہ آیا اور اس سے وہ بچھونا تر ہو گیا تو اگر اس بچھونے کی تری کا اثر اس کے بدن پر ظاہر نہیں ہوا ہے تو نجس نہیں ہوگا اور اگر ظاہر ہوا (یعنی کچھ نجاست چھوٹ کر بدن یا کپڑے کو لگ گئی) تو نجس ہو جائے گا۔ گدھے نے پانی میں پیشاب کیا اور اس پانی کی کچھ چھینٹیں کسی آدمی کے کپڑے پر پڑیں تو وہ نماز جائز ہونے کو نہیں روکتیں اگر چہ بہت ہوں لیکن جب یقین ہو جائے کہ وہ چھینٹیں پیشاب کی تھیں تو نماز جائز نہ ہوگی اور ایسے ہی چرکین (گوبر پاخانہ وغیرہ) پانی میں پڑے اور اس سے چھینٹیں اڑیں اور کپڑے پر پڑیں اگر ان کا اثر کپڑے پر ظاہر ہو گیا تو کپڑا نجس ہوگا ورنہ نجس نہ ہوگا خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو، یہی مختار ہے، اگر گھوڑے کے پاؤں میں نجاست لگی ہو اور وہ پانی میں چلے اور اس کی چھینٹیں سوار کے کپڑے پر پڑیں تو وہ نجس ہو جائے گا خواہ پانی بند ہو یا جاری، صحیح یہ ہے کہ نجس نہ ہوگا بموجب قاعدۂ کلیہ کے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ میت کے نہلانے والے پر میت کے دھوون سے جو چھینٹیں اڑیں جن سے بچاؤ کرنا ممکن نہیں ہے تو وہ اس کو نجس نہیں کریں گی بوجہ عموم بلوی۔ نمازی کے غسل سے جو چھینٹیں برتن میں گریں جن کے گرنے کا موقع ظاہر نہیں ہوتا تو وہ معاف ہے جیسے راستے کی کیچڑ اور نجس چیزوں کا دھواں وگوبر کا غبار اور کتوں کے بیٹھنے کی جگہ کا غبار معاف ہے یعنی نجس نہ ہوگا۔ پاخانے کی مکھیاں اگر کسی کے کپڑے پر بیٹھ جائیں تو وہ نجس نہیں ہوتا لیکن اگر وہ غالب ہوں اور بہت ہوں تو نجس ہو جاتا ہے۔ کسی شخص کے پاؤں میں کیچڑ لگ گئی اور وہ مٹی میں چلا اور پاؤں نہ دھوئے اور نماز پڑھ لی تو اگر نجاست کا اثر اس میں نہیں ہے تو جائز ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ پاؤں دھولے۔ پاک پانی میں اگر نجس مٹی ڈالے یا پاک مٹی میں نجس پانی ڈالے تو صحیح یہ ہے کہ وہ گارا نجس ہوگا۔ اگر نجس بھوسہ یا گوبر و لید گارے میں ڈالا جائے اور وہ بھوسہ وغیرہ قائم رہے اور نظر آتا ہو تو اگر بہت ہوگا تو نجس ہوگا ورنہ نجس نہ ہوگا اور اگر خشک ہو جائے گا تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا۔ کتے کا لعاب نجس ہے پس اگر کسی کے عضو یا کپڑے کو پکڑ لے تو جب تک اس پر تری ظاہر نہ ہوگی نجس نہ ہوگا خواہ وہ کتا خوشی (لاڈ) میں ہو یا غصہ میں برابر ہے، یہی مختار ہے۔ کتے کا بدن خود نجس نہیں خواہ سوکھا ہو یا گیلا لیکن اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو اس نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو جائے گا (پس اگر کتا مسجد کے بوریے پر کھڑا ہو جائے اگر وہ خشک ہے تو نجس نہ ہوگا اور اگر تر ہوا اور نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوا تب بھی یہی حکم ہے یعنی بوریہ پاک ہے، ہاتھی کی ہڈی شیخین کے نزدیک پاک ہے یہی اصح ہے، ہاتھی کا لعاب شیر اور چیتے کے لعاب کی طرح نجس ہے اگر اس کی سونڈ سے کسی کپڑے پر اس کا لعاب گرے گا تو نجس ہو جائے گا۔ ہر جانور کا جگال مثل اس کے پاخانہ کے ہے، اونٹ یا بکری کی مینگنی میں اگر جَو ہوں تو دھو کر کھائے جا سکتے ہیں یعنی تین بار دھوئے اور ہر بار سکھائے، بیل گائے بھینس وغیرہ کے گوبر میں ہوں تو نہ کھائے جائیں اس لئے کہ اس میں سختی نہیں ہے۔ گھوڑے گدھے اور خچر کا لعاب اور پسینہ پاک ہے لیکن دھو ڈالنا بہتر ہے۔ روٹی کے اندر سے چوہے کی مینگنی نکلی اگر اس مینگنی میں اس کی سختی موجود ہو تو مینگنی اور اس کے ارد گرد سے روٹی توڑ کر پھینک دے اور باقی روٹی کھالے۔ دودھ دوہتے وقت اگر مینگنی دودھ کے برتن میں گر جائے اور اسی وقت پھینک دی جائے تو مضائقہ نہیں اور اگر مینگنی دودھ میں ٹوٹ جائے تو نجس ہو جائے گا پھر پاک نہ ہوگا، اگر بکری کا پیشاب (جو کہ نجاستِ خفیفہ ہے) اور آدمی کا پیشاب (جو کہ غلیظہ ہے) کسی چیز پر لگے تو

نجاست خفیفہ نجاست غلیظہ کے تابع ہو جائے گی یعنی خفیفہ اس صورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی اور دونوں کو جمع کر کے قدر درہم سے زیادہ پر نماز جائز نہ ہونے کا حکم ہوگا۔(۱) نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں ہاں اگر پھیل کر آنکھ کے باہر آگیا ہو تو دھونا واجب ہے۔ کافر جو کھانے کی چیزیں بنائیں نیز ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے تاوقتیکہ اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہ ہو، بعض لوگ جو شیر وغیرہ کی چربی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق دیندار کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج شیر کی چربی کے علاوہ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علما کے نزدیک اس کا خارجی استعمال درست ہے لیکن نماز کے وقت اس کو دھونا ضروری ہوگا۔ راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ بدن یا کپڑے پر نجاست کا اثر نہ معلوم ہو، فتویٰ اسی پر ہے، باقی احتیاط یہ ہے کہ جس شخص کی آمد ورفت بازار اور راستوں میں زیادہ نہ ہو وہ اس کے لگنے سے بدن اور کپڑے پاک کرلیا کرے چاہے ناپاکی کا اثر محسوس نہ ہو۔ نوشادر پاک ہے اگرچہ وہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔ نجاست کے اوپر جو گرد وغبار ہے وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نے اس میں اثر کر کے اس کو تر نہ کر دیا ہو، پھل وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں لیکن ان کا کھانا درست نہیں جبکہ ان میں جان پڑ گئی ہو، گولر وغیرہ سب پھلوں کے کیڑوں کا یہی حکم ہے۔ کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں جیسے گوشت حلوہ وغیرہ لیکن صحت کے نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں۔ لیکن گھی اور دودھ، تیل اور رغن زیتون میں اگر بساندھ ہو جائے تو ان کا کھانا حرام و منع نہیں ہے، اور اسی طرح پینے کی چیزیں اگر بدبودار ہو جائیں تو اس تغیر کی وجہ سے حرام نہیں ہوتیں، مشک اور اس کا نافہ پاک ہے اور اسی طرح عنبر وغیرہ بھی پاک ہیں۔ گندہ انڈا حلال جانور کا پاک ہے بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو، پس نماز پڑھنے میں وہ جیب میں ہو تو نماز ہو جائے گی، لیکن اگر جیب میں پیشاب وغیرہ کی بند شیشی ہے تو نماز نہ ہوگی جیسا کہ پہلے بیان ہوا، مردہ انسان جس پانی میں نہلایا جائے وہ ناپاک ہے۔ عورت کے وضو اور غسل سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل کرنا امام احمد کے نزدیک جائز نہیں احناف کے نزدیک جائز ہے، تاہم اختلاف سے بچنے کے لئے نہ کرنا اولیٰ ہے۔ جن مقاموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے ثمود اور عاد کی قوم کے عذاب کے مقامات تو اس مقام کے پانی سے وضو وغسل نہ کرنا چاہئے اگرچہ اس میں بھی اختلاف ہے تاہم بچنا اولیٰ ہے اور بوجہ ضرورت و مجبوری جائز ہے (زمزم شریف کے پانی سے وضو اور غسل بلا کراہت جائز ہے بلکہ اس کا ثواب زیادہ ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ طہارت پر تبرک کے لئے کیا جائے۔ پس جنبی اور محدث کو اور نجس مکان میں زمزم کا پانی استعمال نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس سے استنجا کرے اور نہ اس سے نجاستِ حقیقہ کو دھووے اور بعض علما نے اس کو حرام کہا ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے اس سے استنجا کیا پس ان کو بواسیر ہوگئی، البتہ ضرورت کے وقت بلا کراہت وضو وغسل جائز ہے اور اس وقت تیمم جائز نہیں، اگرچہ آب زمزم قمقموں میں بند ہو اور ٹانکا لگا ہوا ہو پس توڑ کر پانی نکال کر وضو یا غسل کرنا لازمی ہے)۔ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دی جائے اس طرح کہ نجاست کی بو نہ آئے تو مٹی کا اوپر کا حصہ پاک ہے۔ اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہو اس کی جگہ پر رکھ کر جما دیا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہئے بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ دوہرا کپڑا یا روئی دار کپڑا اگر ایک جانب سے نجس ہو جائے اور دوسری جانب پاک ہو تو کل کپڑا ناپاک سمجھا جائے گا نماز اس پر درست نہیں یعنی اگر وہ سجدے یا کھڑے ہونے کی جگہ پڑتا ہو اور دونوں کپڑے باہم سلے ہوئے ہوں تو پھر ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا جب کہ اوپر کا حصہ اتنا موٹا ہو کہ اس میں سے سے نیچے کی نجاست کا رنگ و بو ظاہر نہ ہوتا ہو

(۱)۔ یعنی اگر دونوں مختلط ہوں تو مطلقاً غلیظہ کو ترجیح ہوگی ورنہ اگر مساوی یا غلیظہ زیادہ ہو تو غلیظہ اور اگر خفیفہ زیادہ ہو تو خفیفہ کا حکم ہوگا۔ (از شامی مؤلف)

تو اس پر نماز جائز ہوگی۔ مرغی یا کوئی اور پرندہ پیٹ چاک کر کے اس کی آلائش نکالنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہوسکتی (یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے) اسی پر فتویٰ ہے احتیاطاً آلائش نکال کر اور خون دھو کر جوش دیا جائے۔ بعض نے تین دفعہ پاک پانی میں پکانے اور اس پانی کو ہر بار بدلنے سے پاک ہونے کا حکم دیا ہے۔ (یہ امام ابویوسفؒ کا قول ہے) دکھتی آنکھ سے جو پانی نکلے نیز ناف یا پستان سے درد کے ساتھ جو پانی نکلے وہ نجاستِ غلیظہ ہے۔ بلغمی رطوبت ناک یا منہ سے نکلے نجس نہیں اگر چہ پیٹ سے چڑھے اور خواہ بیماری کے سبب ہو، جو خون زخم سے بہا نہ ہو پاک ہے۔ روئی دار کپڑا (مرزئی وغیرہ) ادھیڑا گیا اور اس کے اندر سوکھا ہوا چوہا ملا تو اگر اس میں سوراخ ہے تو تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں۔ اگر سوراخ نہ ہو تو جتنی نمازیں اس سے پڑھی ہیں سب کا اعادہ کرے، آدمی کی کھال یا گوشت اگر ناخن کے برابر تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی ناپاک ہوگیا اور اگر اس سے کم ہو تو ناپاک نہیں ہوگا۔ خود ناخن یا بال گر جائے تو ناپاک نہیں کیوں کہ ان میں خون سرایت نہیں کرتا۔ عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے پاک ہے کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضروری نہیں ہاں بہتر ہے، یہ حکم امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نجس ہے، یہ حکم فرجِ داخل کا ہے اور فرجِ خارج کی رطوبت بالاتفاق پاک ہے لیکن وضو کے لئے اس کا دھو لینا سنت ہے نجاستوں سے جو کیڑے پیدا ہوتے ہیں وہ نجس ہیں۔

استنجے کا بیان

پاخانے یا پیشاب کرنے کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی رہے اس کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کو سکھانا چاہئے اس کے بعد پانی سے دھوڈالنا چاہئے، پاخانے کے بعد مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے پاخانے کے مقام کو صاف کرے پھر پانی سے دھوڈالے۔ استنجا ان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہیں جیسے ڈھیلا، ریت، لکڑی، پھٹا ہوا (بے قیمت) کپڑا، چمڑا اور اس کے سوا اور ایسی ہی چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کریں بشرطیکہ قیمت دار و محترم نہ ہوں (اگر استنجا کرنے کے بعد کوئی کپڑا دھو کر کام میں آسکے تو اس کپڑے سے بھی ضرورتاً جائز ہے) اور صحیح قول کے بموجب اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ جو چیز نکلی ہے وہ عادت کے موافق ہو یا عادت کے خلاف ہو یہاں تک کہ اگر دونوں راستوں سے خون یا کچلو ہو نکلے تو بھی پتھر وغیرہ سے طہارت ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر استنجے کے مقام پر باہر سے کچھ نجاست لگ جائے تو بھی پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، ڈھیلوں سے استنجا سنت ہے۔

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دے کر بیٹھے اور قبلے کی طرف منہ نہ ہو، اور ہوا اور سورج اور چاند کی طرف سے بھی بچ جائے اور تین یا پانچ یا سات ڈھیلے لے، پہلے ڈھیلے کو پیچھے کی طرف لے جائے اور دوسرے کو آگے کی طرف لائے پھر تیسرے کو پیچھے کی طرف لے جائے، یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے لیکن جاڑوں میں پہلے ڈھیلے کو آگے لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے پھر تیسرے کو آگے لائے، اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ اختیار کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے، اور یہ طریقہ مقصود نہیں بلکہ بعض فقہا کے خیال میں صفائی کا مددگار ہے، اصل مقصود صفائی و پاکی ہے خواہ جس طریق سے بھی حاصل ہو جائے، ڈھیلے سے استنجا کر لینے کے بعد جو نجاست باقی رہ جاتی ہے پسینے کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر مقعد سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن کو لگے تو نجس نہیں ہوتا اور اگر وہ تھوڑے پانی میں بیٹھ جائے گا تو وہ نجس ہو جائے گا یہی صحیح ہے۔ ڈھیلے سے استنجا کرنے میں کوئی عدد مسنون نہیں بلکہ صاف ہونا شرط ہے یہاں تک کہ اگر ایک ڈھیلے سے صفائی حاصل ہو جائے تو سنت ادا ہو گئی اور اگر تین ڈھیلوں سے بھی صفائی حاصل نہ ہو تو سنت ادا نہ ہو گی البتہ مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے طاق عدد ہوں اور کم سے کم تین ہوں تو اگر ایک یا دو سے صفائی ہو گئی تو تین کی گنتی پوری کرنے اور چار سے صفائی حاصل ہو تو ایک اور لے لے تاکہ طاق ہو جائیں اور مستحب ہے کہ پاک پتھر دائیں طرف رکھے اور استنجا کئے ہوئے بائیں طرف رکھے اور ان کی نجس جانب نیچے کو کردے۔ ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے، افضل یہ ہے کہ پردہ دار جگہ ہو تو دونوں کو جمع کرے اور اگر پردہ دار جگہ نہ ہو تو لوگوں کے سامنے ستر نہ کھولے اور صرف ڈھیلے سے استنجا پر اکتفا کرے پانی سے نہ کرے کیوں کہ لوگوں کے سامنے ستر کھولنا فسق ہے۔ صرف ڈھیلوں سے طہارت اسی وقت جائز ہو گی جب کہ نجاست صرف مخرج پر ہی لگی ہو لیکن اگر مخرج سے زیادہ پھیلی ہو تو سب کا

اجماع اس بات پر ہے کہ اگر وہ تجاوز کی ہوئی نجاست درہم سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا فرض ہے صرف ڈھیلوں سے چھڑانا کافی نہیں مگر ڈھیلوں کا استعمال اب بھی سنت ہے اگر نجاست ایسی خشک ہو جائے جو ڈھیلوں سے نہ چھوٹ سکے تو پھر پانی سے استنجا کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر پیشاب کے مقام کے کناروں پر پیشاب قدر درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا دھونا واجب ہے اور اگر وہ نجاست جو مخرج سے باہر پھیلی ہوئی ہے قدر درہم سے کم ہے یا بقدرِ درہم ہے لیکن جب اس کو مخرج کی نجاست کے ساتھ ملائیں تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے پس اگر اس کو ڈھیلے سے دور کر لیا اور پانی سے نہ دھویا تو شیخین کے کے نزدیک جائز ہے اور مکروہ نہیں یہی صحیح ہے۔ (امام محمدؒ کے نزدیک دھونا فرض ہے) اگر ذکر کے منہ پر نجاست قدر درہم سے کم لگی ہو اور دوسری جگہ بھی نجاست قدر درہم سے کم ہو لیکن اگر دونوں کو جمع کریں تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے تو ان دونوں کو جمع کریں گے، یہی صحیح ہے۔ اگر مقعد کا مقام فراخ ہو اور نجاست اس میں قدر درہم سے زیادہ لگی ہو لیکن مقعد سے باہر پھیلی ہوئی نہ ہو تو ڈھیلوں سے استنجا کافی ہے یہی اصح ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول سے زیادہ مشابہ ہے اور مختار ہے۔

ڈھیلے سے پیشاب کے استنجے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس کو دیوار یا پتھر یا ڈھیلے پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہو یا بائیں ہاتھ میں لیا ہوا ہو رگڑے، ڈھیلے کو دائیں ہاتھ میں نہ لے اور اسی طرح ذکر کو دائیں ہاتھ میں اور ڈھیلے کو بائیں ہاتھ میں نہ پکڑے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ڈھیلے کو دونوں ایڑیوں میں پکڑ لے اور ذکر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس پر رگڑے اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو پتھر کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور اس کو حرکت نہ دے، اور استبراء یعنی پاک کرنا اس وقت تک واجب ہے جب تک دل میں یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب پیشاب نہ آئے گا۔ بعض نے کہا کہ استبراء کرنا یعنی پیشاب کے بعد ایسا کرنا کہ اگر قطرہ رکا ہوا ہو تو گر جائے واجب ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً چند قدم چلنا بعض نے چالیس قدم کہا ہے مگر یہ ضروری نہیں غرض اطمینان ہے، زمین پر پاؤں مارنا، کھنکارنا اور داہنی ٹانگ کو بائیں ٹانگ پر لپیٹنا اور اسی طرح بائیں کو دائیں پر لپیٹنا اور زور دینا یا بلندی سے نیچے کی طرف اترنا، یا نیچے سے بلندی پر چڑھنا یا بائیں کروٹ پر لیٹنا، یا خصیے کے نیچے سے رگوں کو سوتنا وغیرہ، اور صحیح یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں جب اس کے دل میں اطمینان ہو جائے کہ نجاست جو سوراخ میں تھی وہ تمام خشک ہوگئی ہے تو استنجا ہو گیا۔ (یہ استبرا کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر توقف کر کے پہلے ڈھیلے سے پیشاب و پاخانے کے مقام کو خشک کر لے پھر پانی سے طہارت کر لے یا صرف پانی سے طہارت کر لے) اور اگر شیطان اس کے دل میں بہت سے وسوسے ڈالتا ہے تو اس کی طرف التفات نہ کرے جیسے نماز میں ایسے وسوسوں کی طرف التفات نہیں ہوتا اور شرم گاہ کے سامنے والے کپڑے پر چلو سے پانی چھڑک لیا کرے تاکہ وہاں اگر تری دیکھے تو پانی کی تری سمجھ لے، یہ ایسے وسوسے کا علاج حدیث شریف کے مطابق ہے۔

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے ہاتھ کو کلائی تک دھو لے پھر اگر روزہ دار نہ ہو تو پاخانے کے مقام کو خوب ڈھیلا کر کے بائیں ہاتھ سے خوب استنجا کرے اور بیچ کی انگلی کو ابتدا میں اور انگلیوں سے کچھ اونچا کرے اور اس سے مقام نجاست کو دھوئے پھر چھنگلیا کے پاس کی انگلی اٹھائے اور اس سے اس مقام کو دھوئے پھر چھنگلیا کو اٹھائے اور پھر انگوٹھے کے پاس کی انگلی اٹھائے اور اس قدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو جائے اور چکنائی جاتی رہے اور دھونے میں خوب زیادتی کرے اور اگر روزہ دار ہو تو زیادتی نہ کرے اور نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے،

دھونے کی کچھ حد مقرر نہیں، اگر وسوسہ والا ہے تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونے کی مقدار مقرر کر لے۔ ایک روایت کے مطابق استنجے میں تین انگلیوں سے زیادہ نہ لگائے اور انگلیوں کی چوڑائی سے استنجا کرے، سروں سے اور انگلیوں کی پشت سے استنجا نہ کرے اور پانی آہستہ سے ڈالے سختی سے نہ مارے اور نرمی سے ملے، بعض مشائخ نے کہا ہے کہ بغیر انگلیاں اٹھائے ہتھیلی سے دھونا کافی ہے، عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھولے اور انگلی فرج کے اندر داخل نہ کرے یہی مختار ہے۔ عورت مرد کی نسبت زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پاخانے کے مقام کو پہلے دھوئے اور پیشاب کے مقام کو بعد میں اور صاحبین کے نزدیک پیشاب کے مقام کو اول دھوئے اور یہی مختار ہے، اور موضع استنجا کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے اور استنجا کے بعد ہاتھ بھی (کلائیوں تک) دھولے جیسا کہ اول میں دھوتا ہے تاکہ خوب ستھرا ہو جائے بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے، جاڑے کے دنوں میں بہ نسبت گرمیوں کے دھونے میں زیادہ مبالغہ کرے اور اگر پانی گرم ہے تو جاڑے اور گرمی کا موسم برابر ہے۔ مگر گرم پانی سے طہارت کرنے میں ٹھنڈے پانی سے ثواب کم ہے۔ استحاضہ والی عورت کو پیشاب و پاخانے کے سوا ہر نماز کے وقت میں نیا استنجا کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں یا کٹ جائیں (یعنی لنجا آدمی ہو) اور کوئی بیوی یا باندی نہ ہو جو پانی ڈالے تو استنجا نہ کرے (یعنی اس سے استنجا ساقط ہو گیا) اور اگر جاری پانی پر قادر ہو اور دایاں ہاتھ موجود ہو تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے، اسی طرح بیمار آدمی کی اگر بیوی یا باندی نہ ہو اور اس کا بیٹا یا بھائی ہو اور وہ خود وضو و استنجا نہیں کر سکتا تو اس کو اس کا بیٹا یا بھائی وضو کرا دے اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا اسی طرح بیمار عورت کا اگر شوہر نہ ہو اور وہ وضو کرنے سے عاجز ہو اور اس کی بیٹی یا بہن ہو تو اس کو وضو کرا دے اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا۔

مکروہاتِ استنجا و بیت الخلا

استنجا میں اور پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلے کی طرف کو منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف کو بیٹھ گیا تو مستحب ہے کہ قبلے کی طرف سے جس قدر بچ سکے بچ جائے اور رخ پھیر لے، بنے ہوئے پاخانوں اور جنگل میں اس حکم میں کچھ فرق نہیں، اور عورت کے لئے چھوٹے بچے کو قبلے کی طرف بٹھا کر پیشاب پاخانہ کرانا بھی مکروہ اور منع ہے اور اس کا گناہ اس عورت پر ہے۔ ایسی جگہ استنجا کرنا کہ کسی شخص کی نظر استنجا کرنے والے کے ستر پر پڑتی ہو مکروہ ہے ہڈی، گوبر، لید، طعام، گوشت، شیشہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا وغیرہ، ٹھیکرے، پکی اینٹ، پتے، بال، روئی، کوولہ، نمک، ریشمی کپڑا اور ہر قیمتی شے سے اور بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہے کہ استنجا نہیں ہو سکتا تو دائیں ہاتھ سے کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ نجس چیزوں سے استنجا نہ کرے اور ایسی چیز سے جو نجاست کو صاف نہ کرے جیسے سرکہ وغیرہ اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان اور اس کے جانور نفع حاصل کریں اور اسی طرح اس پتھر یا ڈھیلے وغیرہ سے جس سے وہ خود یا کوئی اور شخص استنجا کر چکا ہے استنجا نہ کرے لیکن اگر پتھر کے کئی کونے ہوں اور ہر مرتبہ ایسے کونے سے استنجا کرے جس سے پہلے استنجا نہ کیا تھا تو بغیر کراہت جائز ہے، اور کاغذ سے استنجا نہ کرے اگرچہ سادہ بغیر لکھا ہوا ہو، انگریزی، ہندی، گورمکھی وغیرہ لکھی ہو یا ابوجہل جیسے کافر کا نام لکھا ہو کیوں کہ خود کاغذ محض بھی قابل احترام ہے، اسی طرح ہر قابل احترام چیز جیسے آدمی کے اجزا، بال، ہڈی، گوشت وغیرہ یا مسجد کی چٹائی یا کوڑا وغیرہ اور ایسی چیز جس کی کچھ قیمت ہو اگرچہ تھوڑی یعنی ایک آدھ پیسہ ہی ہو جیسے کپڑا عرق وغیرہ اور جانوروں کے چارے (گھاس بھوسہ وغیرہ) سے استنجا کرنا منع اور مکروہ ہے (پانی بھی اگرچہ قابل احترام ہے مگر بوجہ عموم ضرورت شریعت نے اس کو جائز رکھا ہے)۔ بلا اجازت کسی دوسرے کی دیوار سے استنجا سکھانا مکروہ ہے اور اس سے ڈھیلا لینا جائز نہیں۔ یہی حکم وقف کی دیوار اور پرائے پانی یا

کپڑے وغیرہ کا ہے۔ کرایے کے مکان کی دیوار سے سکھانا جائز ہے لیکن اس میں سے ڈھیلا لے کر سکھانا جائز نہیں۔ زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا مکروہ ہے اور پہلے ڈھیلا نہ لیا ہو تو نا جائز ہے۔ وضو کے بقیہ پانی سے طہارت کرنا جائز مگر خلاف اولیٰ ہے۔ طہارت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں اس کو گرانا نہ چاہئے کہ یہ اسراف ہے۔

پانی سے استنجا پانچ قسم پر ہے

ان میں سے دو واجب یعنی فرض ہیں: ۱۔ مخرج کا اس وقت دھونا جب کہ جنابت یا حیض یا نفاس کی وجہ سے غسل کرے تاکہ نجاست اور بدن میں نہ پھیل جائے اگرچہ قلیل ہو، ۲۔ جب نجاست مخرج سے زائد ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت امام محمدؒ کے نزدیک دھونا واجب ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اس لئے کہ یہ بھی مخرج سمیت قدر درہم سے زائد ہو جائے گی، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درہم سے متجاوز ہو تو اس وقت دھونا واجب ہے اس لئے کہ جس قدر نجاست مخرج پر ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اس کا کسی چیز سے پونچھ لینا کافی ہے پس وہی نجاست معتبر رہی جو مخرج کے سوا ہے، ۳۔ سنت اور وہ اس وقت ہے جب کہ نجاست مخرج سے نہ بڑھے، ۴۔ مستحب اور وہ اس وقت ہے جب کہ صرف پیشاب کیا اور پاخانہ نہ پھرا تو پیشاب کے مقام کو دھولے، یعنی جب کہ نجاست مخرج سے نہ بڑھے یہ بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی سنت ہے، ۵۔ بدعت اور وہ ریح نکلنے سے استنجا کرنا ہے (فصد اور سونے کے بعد بھی استنجا بدعت ہے) اور جو پاک چیز پاخانے کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنکری یا دانہ وغیرہ اگر اس پر نجاست نہ لگی ہو تو استنجا کرنا بدعت ہے اور اگر اس پر نجاست ہو تو اس کی وجہ سے استنجا کرنا ہوگا۔

مستحبات وآداب بیت الخلا

جب پاخانے میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے سوا دوسرے کپڑے پہن کر پاخانے میں جائے جب کہ ایسا کر سکتا ہو، اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور مستعمل پانی سے بچانے میں کوشش کرے اور سر ڈھک کر پاخانے میں جائے (جنگل میں پاخانے کو جائے تو اتنی دور نکل جائے کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جائے) اگر انگوٹھی یا کسی اور چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن مجید کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا نام یا کسی بزرگ کا نام، یا حدیث شریف یا دعا کھدی ہوئی ہو تو اسے نکال دے کیوں کہ اس کو پہن کر پاخانے میں داخل ہونا مکروہ ہے، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ وغیرہ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں، اور مستحب ہے کہ پاخانے میں داخل ہوتے وقت (یعنی باہر ہی) یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (یا صرف بسم اللہ) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ''اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں سے اور ناپاک جنیوں سے'' اور پاخانے میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے داخل کرے اور باہر آتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو کر کھولے اور ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے اور دونوں پاؤں کو دور رکھے (یعنی کھلا بیٹھے) اور بائیں طرف کو جھکا رہے (یعنی بائیں پیر پر زور رکھے) پاخانے میں بات نہ کرے اور نہ ہی زبان وحلق وغیرہ سے اللہ کا ذکر کرے (دل میں خیال سے ذکر کر سکتا ہے) چھینک، سلام اور اذان کا جواب نہ دے، اگر خود کو چھینک آئے تو دل میں الحمد للہ پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے اور کسی دینی مسئلے میں غور نہ کرے کہ یہ باعث محرومی ہے، زبان نہ ہلائے، بلاضرورت اپنے ستر کو نہ دیکھے اور نہ بول وبراز کو دیکھے، نہ تھوکے، نہ ناک سنکے، نہ کھنکارے،

نہ بہت ادھر ادھر دیکھے، اپنے بدن سے کھیل نہ کرے اور آسمان کی طرف نظر نہ اُٹھائے اور پیشاب پاخانہ پر بہت دیر تک نہ بیٹھے، اور جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے ذکر کو جڑ کی طرف سے سر کی طرف سونتے تاکہ جو قطرے رکے ہوئے ہوں نکل جائیں پھر ڈھیلوں سے صاف کر کے کھڑا ہو جائے اور سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے، پیشاب بھی ڈھیلے سے خشک کرے اور جب قطرہ آنا موقوف ہو جائے تو پانی سے طہارت کے لئے کسی دوسری جگہ بیٹھے اور پہلے تین بار دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھولے اور طہارت خانے میں داخل ہونے سے پہلے باہر یہ دعا پڑھے (اگر وہیں پاخانے میں ہی استنجا کرے تو یہ دعا نہ پڑھے)

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ ط اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط

پھر داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا رکھے کہ چھینٹیں نہ پڑیں پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالے اور اگر کپڑا پاس نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھے کہ تری برائے نام رہ جائے پھر وہاں سے باہر آ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ الْمَآءَ طَهُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّقَائِدًا وَّدَلِيْلًا اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِيْ وَطَهِّرْ قَلْبِيْ وَمَحِّصْ ذُنُوْبِيْ

جب پاخانے سے نکلے تو نکل کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَخْرَجَ مَا يُؤْذِيْنِيْ وَاَبْقٰى مَا يَنْفَعُنِيْ (وَبَقٰى فِيَّ مَا يَنْفَعُنِيْ) غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ یا یہ پڑھے غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ

مکروہاتِ بیت الخلا

جاری پانی یا بند پانی میں یا نہر یا کنوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھل دار درخت کے نیچے یا کھیتی میں یا ایسے سائے میں جہاں بیٹھنے کا آرام ملے اور مسجد کے برابر اور عیدگاہ کے برابر اور قبروں میں اور چوپائے جانوروں اور لوگوں کے بیٹھنے یا راستہ چلنے کی جگہ میں پیشاب کرنا اور پاخانہ پھرنا مکروہ ہے (بند قلیل پانی پیشاب یا پاخانہ کرنا حرام ہے بند کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ جو لوگ دریا و سمندر کا سفر کرتے ہیں ان کو بوجہ مجبوری جائز ہے، اور مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے) نیز نیچی جگہ میں بیٹھ کر اونچی جگہ کی طرف اور چوہے اور سانپ اور چیونٹی کے بل میں بلکہ ہر سوراخ میں پیشاب کرنا، قافلہ یا کسی مجمع کے قریب پیشاب کرنا، بلا عذر کھڑے ہو کر یا لیٹ کر اور بلا عذر ننگا ہو کر (یعنی تمام کپڑے اتار کر) پیشاب کرنا مکروہ ہے اگر عذر ہو تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح سخت زمین پر بھی مکروہ ہے پس اگر سخت زمین پر پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو پتھر یا عصا وغیرہ سے اس کو کوٹ کر نرم کرلے یا کچھ کھود لے تاکہ چھینٹیں نہ اڑیں، پیشاب کر کے اس جگہ میں وضو کرنا غسل کرنا (اسی طرح وضو کی جگہ یا غسل خانہ میں پیشاب کرنا) مکروہ ہے۔